ایک خوفناک، سحر انگیز اور پراسرار ناول

صدیوں بعد

PDFBOOKSFREE.PK

عبدالستار آکاش



گلاب دیال عرف گلو دادا کے جوئے کے اڈے پر جو کسی نو جوان حسینہ کے شباب کی طرح عروج پر تھا یہ دہلی کے گنجان آباد علاقے بلی ماراں میں تھا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا جس میں جگہ جگہ پلاسٹک کی خوبصورت گول میزیں اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ دروازے پر دو مسلح سیکورٹی گارڈ کھڑے تھے جو سرخ رنگ کی وردیوں میں ملبوس نظر آ رہے تھے۔ یہ گلو دادا کے خاص آدمی رنگا اور قاسو تھے۔ چہرے مہرے سے وہ بھی بستہ ب کے بدمعاش نظر آ رہے تھے۔ ہال ہی میں ایک کمرہ تھا جس پر گلاب دیال جینی کی نیم پلیٹ واضح نظر آ رہی تھی۔ یہ گلو دادا کا کمرہ تھا جسے وہ دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ وہ شراب و شباب کی خرید و فروخت کے معاملات یہیں بیٹھ کر طے کرتا تھا۔ اسی ہال سے منسلک اس کا گھر تھا مگر اس کا راستہ باہر گلی میں سے تھا اور ایک دروازہ گلو دادا کے دفتر میں سے بھی تھا جو اس کے گھر کی راہداری میں کھلتا تھا۔ اس کے عالیشان گھر میں اس کی بیوی بملا کماری، اس کی نو جوان بیٹی روپا کے علاوہ دو پرانے ملازم تھے جو گلو دادا کے باپ کے زمانے سے ان کے گھر میں کام کرتے تھے۔ اس وقت بھی گلو دادا اپنے دفتر میں موجود تھا۔ تمام میزیں فل تھیں کئی ویٹرسیں ہاتھوں میں ٹرے اور شراب کی بوتلیں تھامے اِدھر اُدھر آ جا رہی تھیں۔ داؤ پہ داؤ لگ رہے تھے اور بڑے ہال کمرے میں روشنیوں کا سیلاب سا آیا ہوا تھا۔ کئی قسم کی رنگ برنگی لائٹیں جل رہی تھیں۔ میزوں کے درمیان خالی جگہ میں نیم برہنہ حسینائیں ہال میں بجنے والے ہلکے ہلکے میوزک پر رقص کر رہی تھیں۔ یہ حسینائیں اس جوئے کے اڈے کی مستقل رقاصائیں نہیں تھیں بلکہ یہ بھی برائے فروخت تھیں اور ابھی تک یہ فروخت نہ ہو سکی تھیں۔ اتنے

بڑے پیمانے پر شراب، ہیروئن اور عورتوں کی خرید وفروخت گلو دادا کے سوا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ گلو دادا خاندانی بدمعاش تھا پوری دہلی میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو گلو دادا کے نام سے واقف نہ ہو۔ وہ دہلی کا جانا مانا بدمعاش تھا اور شیطان کی طرح مشہور تھا۔ اس کے پاس صرف شراب کی فروخت کا لائسنس تھا مگر گلو دادا کے جوئے کے اڈے کی رونقیں دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے دہلی میں قانون نام کی کوئی چیز ہی نہیں حالانکہ اس جوئے کے اڈے سے کچھ ہی دور رام مندر کے بالمقابل بلی ماراں کا مشہور و معروف تھانہ تھا مگر تھانے والے بھی کبھی کبھار داؤ لگانے یا شراب و شباب سے سیر ہونے کے لئے ہی آتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ گلو دادا اس تھانے کے ڈی ایس پی شیر سنگھ کو تیس ہزار روپے ماہانہ بھتہ ادا کرتا تھا اور اسی بھتے کے بل بوتے پر وہ اپنا کاروبار دن رات پھیلائے جا رہا تھا۔ آج بھی وہ ایک عورتوں کی خرید وفروخت کرنے والی پارٹی کا منتظر تھا اور اپنی کاروباری سوچوں میں گم تھا کہ یکا یک ٹیلی فون کی گھنٹی پوری قوت سے چلانے لگی وہ گھبرا کر یک دم اچھل پڑا اس کا دل دھک دھک کرنے لگا مگر ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے دیکھ کر اس کے اوسان بحال ہوئے اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا اور ساتھ ہی ایک موٹی سی گالی ٹیلیفون ایجاد کرنے والے کو دی اور کہا۔

"ہیلو! گلو دادا اسپیکنگ!" گلو دادا پڑھا لکھا تھا مگر پھر بھی اس کی آواز میں کرختگی کا عنصر نمایاں تھا۔ دوسری طرف ڈی ایس پی شیر سنگھ تھا۔ اس نے پوچھا۔

"کی حال چال اے؟" (کیا حال چال ہے) مگر گلو دادا سوچوں کے طلسم سے ابھی ابھی نکلا تھا اس لئے شیر سنگھ کی آواز نہ پہچان سکا اور پوچھنے لگا۔

"کون بول رہا ہے؟" شیر سنگھ نے جواب دیا۔

"میں آں تہاڈا پرانا سیوک شیر سنگھ۔" (میں ہوں آپ کا پرانا خدمت گار شیر سنگھ) اور شیر سنگھ کی آواز پہچان کر گلو دادا کے ماتھے پر بل پڑ گئے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آج یکم تاریخ ہے اور شیر سنگھ تیس ہزار روپے کا مطالبہ کرے گا مگر پھر بھی گلو دادا نے خوش اخلاقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"شیر سنگھ جی ہمیں معلوم ہے آج یکم تاریخ ہے مگر آپ نے ٹیلی فون کرنے کا کشٹ کیوں کیا؟" اور دوسری طرف سے شیر سنگھ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"گلاب جی میں تے ایہہ پچھنا سی کہ ارجن آیا کہ نئیں آیا؟" (گلاب سنگھ جی میں نے تو یہ پوچھنا تھا کہ ارجن پہنچ گیا ہے یا نہیں) گلو دادا نے جواب دیا۔

"ارجن تو نہیں آیا پر تو تم کیوں چنتک ہو؟ میں نے آپ کی سیوا کا پربنت کر رکھا ہے۔" یہ سن کر شیر سنگھ نے کہا۔ "او آوے تے اونوں کہنا میرے کول چھیتی پہنچے میں اک میٹنگ تے وی جانا اے۔" (وہ آئے تو اسے کہنا میرے پاس جلدی پہنچے کیونکہ میں نے ایک میٹنگ میں جانا ہے۔) گلو دادا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مہاراج میں اسے جلدی بھیج دوں گا۔" اور شیر سنگھ کا جواب سنے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تیس ہزار ایک بہت بڑی رقم ہے جو ہر ماہ شیر سنگھ کو دینی پڑتی ہے اس نے سوچا کہ اس ماہ کے تیس ہزار روپے بچانے چاہئیں مگر کس طرح؟ یہ سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا اور اس کے چہرے پر ایک پُر اسرار مسکراہٹ سی پھیل گئی اور بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔

"آج آ لینے دو اس ارجن کو۔ میرا نام بھی گلو دادا ہے دیکھ لوں گا اسے۔"

ارجن بھی ایک بدمعاش ہی تھا مگر پولیس کے لئے مخبر کا کام کرتا تھا اور مختلف جگہوں سے بھتہ اکٹھا کر کے لانا بھی اسی کا کام تھا۔ بدمعاش ہونے کے باوجود بھی وہ یہ کام بڑی ایمانداری سے کرتا تھا۔ ماں باپ تو اس کے کب کے مر چکے تھے اور بدمعاش ہونے کی وجہ سے شادی اس کی ہو نہ سکی تھی۔ اس لیے وہ اپنے گھر میں اکیلا ہی رہتا تھا۔ گلو دادا کو کرسی سے ٹیک لگائے ابھی چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ گلو دادا نے ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور دروازہ کھولنے کا بٹن دبا دیا۔ دروازہ خود بخود آہستہ آہستہ کھلنے لگا اور قاسو کی شکل نظر آئی۔ گلو دادا نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا کیا ہے؟ قاسو نے جواب دیا دادا وہ ارجن آیا ہے۔ گلو دادا نے اسے کہا ارجن کو اندر بھیج دے اور ارجن کی واپسی کا کسی کو نہ بتانا جو بھی پوچھے یہی کہنا کہ ارجن آتے ہی پیسے لے کر چلا گیا تھا اور رنگے کو بھی سمجھا دینا ورنہ تم دونوں بھی بے موت مارے جاؤ گے اور ارجن کو گھر کے دروازے سے بھیجنا۔ قاسو نے سر جھکا کر کہا ٹھیک ہے دادا اور اس کے بعد قاسو باہر چلا گیا اور دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی گلو دادا نے دوبارہ ریموٹ اٹھایا اور کمرے کا اندرونی دروازہ کھولنے کے لئے بٹن دبا دیا۔ یہ دروازہ اس کے دفتر اور اس کے گھر کو آپس میں

ملاتا تھا اور اس کے گھر کی راہداری میں کھلتا تھا۔ چند ہی منٹ بعد اس میں سے ارجن مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا گلو دادا نے اسے دیکھتے ہی غیر معمولی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''آؤ آؤ ارجن مہاراج میں آپ ہی کی راہ دیکھ رہا تھا۔'' اور اسے اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کیا پیو گے؟ ارجن نے رسماً کہا کچھ نہیں دادا بس میرا کام کر دیجئے مجھے ذرا جلدی ہے مگر گلو دادا نے کہا مہاراج کچھ تو جل پان کیجئے کبھی کبھی تو درشن دینے آتے ہو مگر ارجن نے کہا دادا میں فل ہو کر آیا ہوں۔ یہ سن کر گلو دادا نے کہا ٹھیک ہے مہاراج جیسے تمہاری اِچھا اگر تم بھوکے ہی مرنا چاہتے ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور گلو دادا کی اس بات پر ارجن مسکرانے لگا۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ گلو دادا واقعی اس کی جان کے درپے ہے۔ گلو دادا نے اپنے آگے رکھی میز کی دراز کھولی اور اس میں لگے ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دباتے ہی ارجن کی کرسی کو ایک جھٹکا لگا اور وہاں ایک خلاء پیدا ہو گیا اور ارجن کرسی سمیت نیچے تہہ خانے میں جا گرا اور خلاء برابر ہو گیا اس کے ساتھ ہی اس نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ ''گلو دادا سے بھتہ لینے آیا تھا۔ چلو اس ماہ کے تیس ہزار تو اس کے گلے پڑے۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ سے کہہ دوں گا کہ ارجن تیس ہزار روپے لے کر چلا گیا۔ پھر شیر سنگھ اس کو ڈھونڈتا رہے گا کہ ارجن بے دھرم ہو گیا ہے اور رقم لے کر بھاگ گیا ہے۔''

ارجن کرسی سمیت نیچے تہہ خانے میں جا گرا۔ اسے کافی چوٹیں آئیں مگر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی مگر بے سود اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ نیچے گرتے ہوئے اسے یوں لگا تھا جیسے وہ ہڈیوں کے ڈھیر پر گرا ہو اس نے نیچے بیٹھ کر ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ایک انسانی کھوپڑی آ گئی ہاتھوں میں انسانی کھوپڑی محسوس کرتے ہی اس نے خوف سے ایک چیخ ماری اور کھوپڑی دور پھینک دی۔ اندھیرے میں اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا اور وہ سمجھ چکا تھا کہ اب موت اس کا مقدر بن چکی ہے اور اس سے پہلے بھی اس تہہ خانے میں گر کر کئی لوگ مارے جا چکے ہیں جن کی ہڈیاں یہاں بکھری پڑی ہیں۔ خوف اور دہشت سے اس کے حواس جواب دے گئے اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

جب شام تک بھی ارجن واپس نہ پہنچا تو ڈی ایس پی شیر سنگھ کو تشویش لاحق ہوئی اور اس کی

تشویش بھی بجا تھی کیونکہ تیس ہزار روپے کا معاملہ تھا اور اتنی بڑی رقم دیکھ کر کوئی بھی بے ایمان ہو سکتا تھا۔ اس نے سوچا ارجن ایسا آدمی تو نہیں ہے کہ رقم لے کر فرار ہو جائے کیونکہ وہ ہر ماہ باقاعدگی سے رقم وصول کر کے اسے پہنچاتا تھا اور بااعتماد آدمی تھا۔ اس نے گلو دادا کو ٹیلیفون کیا مگر وہ موجود نہیں تھا۔ شیر سنگھ نے اپنے ایک ملازم کو ارجن کے گھر بھی بھیجا مگر اس کے گھر پر تالا لگا ہوا تھا اور اس کے محلے داروں نے بتایا کہ وہ صبح سے گیا ہوا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا۔ شیر سنگھ نے تین دوسرے کیبروں (برہنہ رقص دکھانے والے کلب) سے پتہ کیا مگر انہوں نے اسے بتایا کہ ارجن تو آج رقم لینے آیا ہی نہیں۔ اب ڈی ایس پی نے سوچا کہ اگر ارجن کا رقم لے کر بھاگنے کا ارادہ ہوتا تو وہ باقی تینوں کیبروں کی رقم بھی لے کر بھاگ سکتا تھا جبکہ ایسا نہیں ہوا۔ ارجن سب سے پہلے گلو دادا کے اڈے پر ہی گیا تھا اور اس کے بعد سے غائب تھا۔ شیر سنگھ بھی آخر ایک رشوت خور افسر تھا اس نے اندازہ لگا لیا کہ ارجن کو گلو دادا نے ہی غائب کیا ہے تاکہ اس ماہ کی رشوت بچائی جا سکے مگر وہ گلو دادا پر براہ راست ہاتھ بھی نہیں ڈال سکتا تھا کیونکہ گلو دادا ایک امیر کبیر مجرم تھا اور اس کے بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات بھی تھے۔ ویسے بھی ارجن اس سے بھتہ لینے گیا تھا اس لئے کوئی کیس بھی درج نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے وہ خاموش ہو گیا اور صبح ہوتے ہی ایک انسپکٹر کے ذمے ارجن کی کھوج کا کام لگا دیا۔

☆......☆......☆

جب ارجن کو ہوش آیا تو وہ تہہ خانے میں ہی پڑا تھا اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا کچھ ہی دیر بعد اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا تہہ خانہ ہے ہوا کا نکاس بھی کہیں سے نہیں تھا اس لیے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ تہہ خانے کا فرش کچا ہی تھا جا بجا انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ سیلن زدہ فرش کی مٹی کی بو اور ہڈیوں کی بو مل کر دل و دماغ میں کچوکے سے لگا رہی تھی۔ اس نے چھت کی طرف دیکھا مگر کہیں راستہ نظر نہ آیا بلکہ یوں لگتا تھا جیسے چھت میں اینٹیں لگا کر پلستر کر دیا گیا ہو چھت بھی کافی اونچی تھی اور اس کا ہاتھ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تہہ خانے میں بھی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس پر کھڑا ہوا جا سکے ابھی وہ تہہ خانے کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ یکایک چھت میں راستہ کھلا اور ایک تیز ہوا کا جھونکا سا اندر آیا تو ارجن کی جان میں جان آئی اور اس نے اوپر دیکھا۔ اوپر گلو دادا

کھڑا تھا اس نے اوپر کے کمرے میں روشنی میں گلو دادا کا چہرہ دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے کہنے لگا۔

"گلو دادا یہ تم نے اچھا نہیں کیا مجھے یہاں سے باہر نکال دو ورنہ ڈی ایس پی شیر سنگھ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔" بھاری بھرکم گلو دادا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا مسکرانے سے اس کی بڑی بڑی مونچھیں کنکھجوروں کی طرح اِدھر اُدھر پھیل کر اسے اور بھی ہیبت ناک بنانے لگیں۔گلو دادا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شیر سنگھ کے بڑوں کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ تم کہاں ہو؟ مگر مجھے تمہاری بے بسی دیکھ کر تم پر دیا آ گئی میں تمہارے لیے بھوجن لایا ہوں۔"

ارجن نے کہا۔" مجھے تمہارے بھوجن کی ضرورت نہیں ہے۔" مگر گلو دادا نے سنی ان سنی کرتے ہوئے ایک پلاسٹک کا شاپر اس کی طرف پھینک دیا اور تہہ خانے کا راستہ بند کر دیا۔ارجن کو بھوک بھی زبردست لگ رہی تھی اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی شاپر کھولا اس میں تین روٹیاں اور اچار موجود تھا ساتھ ہی ایک جوس کا ڈبہ تھا۔ارجن نے سوچا اگر کھانا نہ کھایا تو گلو دادا کا کیا بگڑے گا بھوک سے کمزوری تو مجھے ہو گی اس لئے کھانا کھا کر یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچنی چاہیے۔اس نے تینوں روٹیاں کھا لیں اور جوس کا ڈبہ پی لیا اب اس کی جان میں جان آئی اور وہ تہہ خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہاں سے کیسے نکلا جائے مگر کھانا کھاتے ہی اسے نیند نے آ گھیرا اس نے آنکھیں کھولنے کی پوری کوشش کی مگر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔دراصل گلو دادا نے اس میں نشہ آور گولیاں ملا دی تھیں تا کہ ارجن بے ہوش ہو جائے اور کسی قسم کا شور نہ کرے کیونکہ صبح ہو چکی تھی اور ڈی ایس پی شیر سنگھ کسی بھی وقت یہاں آ سکتا تھا اور کسی بھی بہانے سے تلاشی لے سکتا تھا۔اور وہی ہوا کچھ ہی دیر بعد شیر سنگھ اس کے دفتر میں آ دھمکا اور گلو دادا سے ارجن کے بارے میں پوچھا مگر گلو دادا نے اسے بتایا کہ ارجن آیا ضرور تھا مگر اسی وقت رقم لے کر چلا گیا۔شیر سنگھ نے رنگا اور قاسو سے بھی پوچھا مگر انہوں نے بھی وہی رٹا رٹایا جواب دیا کہ ارجن اسی وقت واپس چلا گیا تھا۔شیر سنگھ کچھ دیر بیٹھ کر چلا گیا۔

ارجن، قاسو کا دوست تھا وہ ارجن کو تہہ خانے سے نکال تو نہ سکتا تھا مگر جب وہ صبح ہی صبح دفتر کھولتا اور صفائی کرتا تو وہ تہہ خانے کا راستہ کھول کر وہاں کھانے کا شاپر گرا دیتا تھا تا کہ ارجن بھوکا

نہ مرے اور خود ہی وہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب کرے۔دفتر میں ایک دن صفائی رنگا کرتا تھا اور ایک دن قاسو۔اس لیے وہ اتنا کھانا ڈال دیتا تھا جو ارجن کے لئے دو دن تک کے لئے کافی رہے۔اِدھر ارجن یہ سوچتا تھا کہ یہ کھانا گلو دادا کے حکم سے آتا ہے مگر اسے کیا معلوم تھا کہ گلو دادا تو اس کی موت چاہتا ہے اور اس کے خیال میں تو ارجن اب تک گل سڑ چکا ہو گا۔دفتر کی صفائی بھی وہ رنگے اور قاسو سے اسی لئے کراتا تھا تا کہ دفتر کے بارے میں کسی کو کسی قسم کی بھی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔رنگا اور قاسو اس کے بااعتماد آدمی تھے اور ایک عرصے سے وہ گلو دادا کے ساتھ تھے۔ قاسو کو ارجن سے ہمدردی تو بہت تھی مگر وہ اسے گلو دادا کے خوف سے نہ نکالتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر گلو دادا کو پتہ لگ گیا تو پھر میں بھی اپنی جان سے جاؤں گا۔

اسی طرح کئی ماہ گزر گئے۔شیر سنگھ بھی خاموش ہو گیا تھا کیونکہ اتنے عرصے میں اس نے ہر ممکن کوشش کی مگر ارجن کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ارجن روزانہ سوچتا رہتا تھا مگر اسے وہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آتی تھی۔اب تو ارجن بھی مایوس ہو چکا تھا کھانا بھی وہ اس آس پر کھا لیتا تھا کہ شاید اسے کبھی باہر نکلنے کا موقع مل جائے۔ایک روز وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یکا یک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ میں کسی طرح دیوار کو توڑنے کی کوشش کروں پھر اس نے سوچا یہ تو تہہ خانہ ہے اس کے تو چاروں طرف مٹی ہی مٹی ہو گی کوئی گھر کی دیوار تو ہے نہیں کہ دیوار توڑ کر نکل جاؤں گا اور پھر دیوار توڑنے کے لئے اس کے پاس کوئی اوزار بھی نہیں تھا۔اس نے سوچا کیوں نہ میں سرنگ کھودلوں اور کچھ آگے جا کر پھر اوپر کی طرف کھدائی شروع کر دوں گا اسی طرح میں کہیں نہ کہیں تو ضرور نکل جاؤں گا اور اس مصیبت سے نجات مل جائے گی۔یہ سوچ کر اس کے دل و دماغ میں روشنی سی ہو گئی مگر اب یہ مسئلہ تھا کہ سرنگ کس چیز سے کھودی جائے دفعتاً اس کے دماغ میں بجلی سی کوند گئی کیونکہ اس کے پاس ایک لمبے چوڑے پھل والا خنجر تھا جو ہر وقت اس کی پنڈلی سے بندھا رہتا تھا اس نے فوراً خنجر نکالا اور اس کو بڑے غور سے دیکھا۔اس کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسرت اور اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔تہہ خانے کا فرش کچا تھا اس نے ایک جوش اور ولولے کے ساتھ مٹی کھودنی شروع کر دی جب کافی گہرا گڑھا کھود لیا تو وہ تھک کر لیٹ گیا تا کہ کچھ دیر آرام کر لوں پھر اس کو دیوار سے آگے تک کھود کر پھر اوپر کی طرف کھودنا شروع کر دوں گا تا کہ یہاں سے نکل جاؤں۔کافی دیر آرام کے بعد اس نے پھر سرنگ کھودنی شروع کر دی ابھی اس

نے کچھ ہی آگے زمین کھودی تھی کہ اس کا خنجر کسی لکڑی کی چیز سے ٹکرایا اس نے اس کے آس پاس سے مٹی کھودنی شروع کر دی اور کچھ ہی دیر میں وہ لکڑی کی چیز باہر نکال لی۔ اب اس کی آنکھیں اندھیرے میں پوری طرح دیکھ سکتی تھیں کیونکہ کافی عرصے سے وہ اندھیرے میں ہی رہ رہا تھا۔ اس نے اس لکڑی کی چیز کو غور سے دیکھا یہ لکڑی کا بنا ہوا ایک فٹ کا تابوت تھا وہ ایک فٹ کا تابوت دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے سوچا اس چھوٹے سے تابوت میں لاش تو ہونی ناممکن سی بات ہے کیونکہ اتنا چھوٹا تو ایک دن کا بچہ بھی نہیں ہوتا اس لئے ضرور اس میں ہیرے جواہرات وغیرہ ہی ہوں گے۔ تابوت کا ڈھکن بند تھا اس نے خنجر سے تابوت کا ڈھکن توڑ دیا کیونکہ وہ چاروں طرف سے بند تھا اور اس میں کنڈی وغیرہ نہ تھی ڈھکن کھولتے ہی اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ تابوت میں ایک چھوٹا سا چمڑے کا مشکیزہ ہے اور اس کا منہ بھی چمڑے سے ہی بنی ہوئی رسی سے بندھا ہوا ہے۔ اس نے مشکیزے کو ہاتھ میں اٹھا کر دیکھا اس پر سفید رنگ سے کسی عجیب سی زبان کے نقش و نگار سے بنے ہوئے تھے جو ارجن کی سمجھ سے بالاتر تھے شاید یہ کچھ لکھا ہوا تھا مگر ارجن کے پلے نہ پڑ رہا تھا حیرت انگیز طور پر مشکیزہ ٹھنڈا یخ تھا جیسے کسی ڈیپ فریزر میں رکھا رہا ہو۔ ارجن حیران تھا کہ کسی نے یہ مشکیزہ اتنی احتیاط سے کیوں دفن کیا ہوا ہے کیونکہ اس میں تو کوئی قیمتی چیز نہیں لگتی۔ اس نے مشکیزہ کان کے قریب کر کے ہلایا تا کہ پتہ چل سکے کہ اس میں کیا ہے مگر کوئی آواز پیدا نہ ہوئی اس نے سوچا اس کو کھول کر دیکھنا چاہیے کہ آخر اس میں ہے کیا؟ اس نے خنجر سے اس کے منہ پر بندھی ہوئی رسی کو کاٹا۔ مشکیزے کا منہ کھلتے ہی اس میں سے ٹھنڈی سفید بھاپ سی نکلنی شروع ہو گئی اور اس سفید سے دھوئیں نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوفناک انسانی شکل اختیار کر لی جس کا سر تہہ خانے کی چھت سے ٹکرا رہا تھا۔ ارجن اس کو دیکھتے ہی خوف کے مارے مر گیا۔ ارجن نے تو زندگی کی تلاش میں سرنگ کھودی تھی مگر اسے کیا معلوم تھا کہ موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ اس نے تو زندگی اور موت کی کشمکش کے درمیان تابوت کھولا تھا مگر موت اس کی تلاش میں تھی۔ وہ زندگی چاہتا تھا مگر موت اس کا نصیب تھا وہ زندگی کی تلاش میں موت کے ہاتھ آ گیا تھا۔ ارجن کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتے ہی وہ خوفناک بدروح ارجن کے جسم میں سما گئی اور پھر ارجن اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس نے اٹھ کر ہاتھ اوپر کر کے ایک انگڑائی لی جیسے صدیوں کی تھکن دور کر رہا ہو پھر اس نے نظریں گھما کر چاروں طرف کا

جائزہ لیا مگر باہر نکلنے کا کہیں راستہ نظر نہ آیا۔ اس نے چھت کی طرف دیکھا اور پھر ارجن کے ہاتھ بڑھتے بڑھتے چھت تک جا پہنچے دوسرے ہی لمحے اس نے اوپر کی طرف زور لگایا اور چھت کا وہ حصہ جس میں تہہ خانے کا راستہ تھا ٹوٹ کر اوپر کمرے میں جا گرا۔ ارجن نے دونوں ہاتھ تہہ خانے کے راستے والے حصے میں جمائے اور دوسرے ہی لمحے وہ جمپ لگا کر کمرے میں پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا اس لئے کمرے میں اندھیرا تھا مگر وہ تو بدروح تھا صدیوں پرانی آتما جو اندھیروں میں دیکھنے کی عادی تھی وہ اس دروازے کی طرف بڑھا جو گلو دادا کے گھر کی راہداری میں کھلتا تھا اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا دوسرے ہی لمحے ہینڈل ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا اور دروازے کے آٹومیٹک سسٹم ناکارہ ہو گئے اس نے ایک دھکا دیا اور دروازہ بغیر کسی آواز کے کھل گیا اور ارجن، گلو دادا کے گھر کی راہداری میں نکل کر آ گیا۔ راہداری کا بیرونی دروازہ بند تھا مگر اندرونی طرف کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ارجن راہداری سے گزر کر صحن میں آ گیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ صحن میں ہلکی پاور کا ایک بلب جل رہا تھا اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے بلب کی طرف دیکھا ارجن کی آنکھوں نے کئی ماہ کے بعد روشنی کی شکل دیکھی تھی اس لیے اس سے بلب کی طرف دیکھا نہ جا رہا تھا اور اس کے جسم میں موجود بدروح نے تو کبھی زندگی میں بلب دیکھا ہی نہیں تھا اس لئے اسے وہ بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ ارجن کا حلیہ بگڑا ہوا تھا کیونکہ وہ کئی مہینوں سے تہہ خانے میں بند تھا اس کی داڑھی، مونچھوں اور سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے کپڑے پھٹے ہوئے، سارا جسم مٹی مٹی ہو رہا تھا۔ مگر اس کا ذہن کام کر رہا تھا لیکن وہ بھی اس بدروح کے لئے کام کر رہا تھا جو ارجن کے جسم میں موجود تھی وہ بدروح ارجن کے دماغ سے سوچ سکتی تھی اس کی آنکھوں سے دیکھ سکتی تھی اور ارجن کا جسم استعمال کر سکتی تھی کیونکہ ارجن تو اب ایک لاش تھا اور اس بدروح کے لئے جسم کا کام دے رہا تھا۔ بلب سے نظریں چراتے ہوئے ارجن ایک کمرے کی طرف بڑھا اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ایک جھٹکا دیا اور کڑچ کی آواز کے ساتھ دروازے کی اندرونی کنڈی اکھڑ گئی۔ یہ گلو دادا کی بیٹی روپا کا کمرہ تھا۔ دروازے کی کھڑکھڑاہٹ سے روپا کی آنکھ کھل گئی اس نے ہاتھ بڑھا کر سرہانے لگی ٹیوب لائٹ کا بٹن دبا دیا ٹیوب لائٹ نے ایک دو جھٹکے کھائے اور کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ ارجن بھی دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو چکا تھا۔ سامنے ہی روپا بیڈ پر دراز تھی سرخ گاؤن میں لپٹی ہوئی روپا بڑی قیامت خیز لگ

رہی تھی۔ گاؤن بھی شاید مخمل کا تھا اور اس کے مخملی جسم سے لپٹا ہوا یوں لگ رہا تھا جیسے آگ کے دہکتے انگاروں کو آگ کے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے کر دنیا سے چھپا رکھا ہو۔ اندر کمرے میں قدم رکھتے ہی ارجن نے ٹیوب لائٹ کی تیز روشنی میں ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر لیں اور پھر تھوڑی تھوڑی پلکیں کھول کر روپا کی طرف دیکھا۔ روپا بھی اسے دیکھ چکی تھی ارجن کا بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر روپا نے ایک چیخ ماری مگر ارجن اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ ارجن نے کسی درندے کی طرح اسے دبوچ لیا دوسرے ہی لمحے اس کا بدن گاؤن سے آزاد ہو کر ارجن کی بانہوں میں تھا اور روپا کی گھٹی گھٹی چیخیں کمرے میں گونج رہی تھیں اور ارجن اس کی عزت تار تار کر رہا تھا پھر روپا نے ایک دلدوز چیخ ماری اور ارجن کے بازوؤں میں کٹی ہوئی بکری کی طرح تڑپنے لگی مگر ارجن اس کے گال میں دانت گاڑ چکا تھا۔ اس کی چیخوں کی آوازیں سن کر نوکر اور گلو دادا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور بھاگتے ہوئے روپا کے کمرے کی طرف آئے روپا کی چیخیں رک چکی تھیں اور وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ گلو دادا اور نوکروں کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ارجن نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا ایک دلخراش منظر ان کے سامنے تھا۔ ایک ریچھ نما انسان روپا کا گوشت کھا رہا تھا شاید اس نے اوپر کا گال ادھیڑ لیا تھا اسی لئے ایک طرف سے روپا کا پورا جبڑا نظر آ رہا تھا اور روپا خون میں لت پت بے ہوش پڑی تھی اسے دیکھ کر نوکر ارجن کی طرف بڑھے مگر ارجن نے انہیں بچوں کی طرح ایک طرف اچھال دیا اور پھر گلو دادا کو دھکیلتا ہوا صحن میں آیا اور راہداری میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گلو دادا نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر ارجن نے اسے کھلونے کی طرح ایک طرف پھینک دیا اور دوڑتا ہوا اس کے گھر کا بیرونی دروازہ توڑ کر باہر نکل گیا۔

گلو دادا کو اچھی خاصی چوٹ لگی تھی مگر اس کے پاس چوٹیں سہلانے کا وقت نہیں تھا وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنے میں اس کی بیوی بھی باہر آ چکی تھی وہ دونوں روپا کے کمرے میں داخل ہوئے دونوں بوڑھے ملازم ایک طرف گر کر بے ہوش ہو چکے تھے۔ بیڈ پر روپا کا خون میں لت پت ایک گال سے محروم جسم ارجن کی درندگی کی چغلی کھا رہا تھا۔ بملا کماری (گلو دادا کی پتنی) ایک چیخ مار کر روپا سے لپٹ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ گلو دادا فوراً ٹیلی فون کی طرف بھاگا اور دوسرے ہی لمحے وہ ہسپتال فون کر رہا تھا مگر اس کا لہجہ انتہائی گلوگیر اور شکست خوردہ تھا۔ ہسپتال فون کر کے وہ واپس روپا کے کمرے میں آیا۔ بملا کماری نے روپا پر کمبل ڈال دیا تھا اور نوکروں کے چہروں پر پانی

ڈال کر انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چند ہی منٹ میں نوکروں کو ہوش آ گیا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ گلو دادا اور بملا کماری پر نظر پڑتے ہی انہوں نے فوراً پوچھا وہ بلا کہاں گئی؟ مگر ان کا لہجہ انتہائی خوفزدہ تھا۔ گلو دادا نے انہیں غصے سے جھڑک دیا اور وہ سہم کر کھڑے ہو گئے۔ پھر بملا کماری نے انہیں باہر جانے کے لئے کہا اور خود بے ہوش پڑی روپا کو ساڑھی پہنانے لگی گلو دادا بھی کمرے سے باہر جا چکا تھا اور بے چینی سے صحن میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ایمبولینس آ گئی اور روپا کو اٹھا کر ایمبولینس میں ڈالا اور ہسپتال لے گئے۔ گلو دادا اور بملا کماری بھی اس کے ساتھ ہی گئے تھے۔

ایمرجنسی وارڈ میں اس وقت ڈاکٹر ہردیال شرما کی ڈیوٹی تھی اور وہ گلو دادا کا پرانا جاننے والا تھا اس نے روپا کو فوراً آپریشن تھیٹر میں بھیجا اور خود پروفیسر سرجن اے۔ کے۔ گپتا کو ٹیلی فون کرنے لگا۔ دو گھنٹے کی سرتوڑ کوششوں کے بعد روپا کی جان بچ ہی گئی اس کے چہرے پر ٹانکے لگا کر خون تو بند کر دیا گیا تھا مگر اس کا ایک طرف کا پورا جبڑا دکھائی دے رہا تھا جس کے لئے ڈاکٹروں نے روپا کو امریکہ لے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ کئی خون کی بوتلیں چڑھائی گئی تھیں مگر روپا کو پھر بھی کمزوری محسوس ہو رہی تھی اس کو ہوش آ گیا تھا مگر وہ آنکھیں موندے لیٹی پڑی تھی۔ جب گلو دادا اور بملا کماری اندر کمرے میں پہنچے تو روپا نے آنکھیں کھول کر اپنی ماتا اور پتا کی طرف دیکھا وہ بولنا چاہتی تھی مگر ڈاکٹروں نے اسے بولنے سے منع کر دیا تھا اور ساتھ ہی یہ کہا تھا کہ روپا کو کچھ بھی کھانے کے لئے نہ دیا جائے ورنہ گال پر لگے ٹانکے ادھڑ کر خون رسنے لگے گا۔ روپا کو آپریشن تھیٹر سے ایک پرائیویٹ روم میں منتقل کر دیا گیا تھا اور اس کو گلوکوز کی ڈرپ لگا دی گئی تھی۔ گلو دادا نے اس کی حالت دیکھ کر کہا بیٹا تم چنتا نہ کرنا میں اس جنونی بھیڑیئے کو کتے کی موت ماروں گا۔ میں بھگوان کی دھرتی اس پر تنگ کر دوں گا۔ صبح ہو چکی تھی۔ گلو دادا نے اپنی پتنی بملا کماری سے کہا تم روپا کے پاس رہو۔ میں کسی نوکر کو کھانا دے کر بھیجتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس سے منگوا لینا۔ میں ذرا گھر کی اور اس درندے کی خبر لے لوں۔ بملا کماری نے کہا بھگوان کے لئے تم اپرادھ چھوڑ دو بھگوان نے ہمیں تمہارے ہی پاپوں کی سزا دی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے مگر گلو دادا نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا تمہارا کیا خیال ہے میں اپنا خاندانی کام چھوڑ کر بھکشا مانگنا شروع کر دوں۔ بملا کماری نے جواب دیا نہیں

نہیں تم اپنا کاروبار مت چھوڑو تم کیوں اپنا کاروبار چھوڑو گے تم تو خاندانی ایرادھی ہو۔ جاؤ کنیاؤں کی عزتیں نیلام کرو۔ عورتوں کو بیچ ڈالو تیرے پاپوں کی سزا ہم بھگتیں گے آج میری بچی کی عزت تمہارے کسی دشمن نے لوٹ لی ہے کل کو کوئی مجھے بھی نیلام کر دے گا مگر تمہیں کیا تمہارا تو یہ کاروبار ہے۔ یہ الفاظ گلوداد ا کی سماعت پر بم بن کر گرے اسے زمین گھومتی ہوئی نظر آئی اسے تو اب معلوم ہوا تھا کہ روپا کی اس حیوان نما انسان نے عزت بھی لوٹ لی تھی۔ اس کا ضمیر چیخ چیخ کر اسے کہہ رہا تھا آج بھگوان نے نیائے کر دیا ہے دوسروں کی عزتیں نیلام کرنے والے کی عزت کا کوئی مول بھی نہ لگ سکا۔ گلوداد ا یہی نیائے ہے۔ یہی نیائے ہے۔ یہی نیائے ہے۔ اس کی قوت سماعت جواب دینے لگی وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخا۔ یہ نیائے نہیں انیائے ہے بھگوان۔ میں اس راکھشس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس درندے کا خون پی جاؤں گا اس حیوان نے گلوداد ا سے ٹکر لی ہے میں اس کا انجام بھی بہت بھیانک کروں گا میں اس کے بدن سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا نوچ لوں گا میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا بس ایک بار وہ میرے ہاتھ آجائے مجھے پتہ لگ جائے وہ کون ہے؟ یہ کہہ کر وہ ہسپتال کے کمرے سے نکلا اور آندھی طوفان کی طرح اپنے گھر روانہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

ارجن، گلوداد ا کے گھر سے نکل کر گلی میں آ گیا پھر وہ ایک طرف کو چلتا ہوا بازار میں جا پہنچا۔ ساری دکانیں بند تھیں جگہ جگہ لائٹیں جل رہی تھیں وہ لائٹوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اب ارجن کی آنکھوں میں روشنی برداشت کرنے کی طاقت آ چکی تھی مگر وہ لائٹوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ یہ میں کہاں آ گیا ہوں یہ وہ جگہ تو نہیں ہے جہاں میں رہتا تھا یہ تو کوئی اور ہی دنیا ہے پتہ نہیں میں کتنے دن بعد سو کر اٹھا ہوں۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھا کہ اسے ایک آدمی نے روک لیا اور اس سے پوچھنے لگا تم کون ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟ یہ بازار کا چوکیدار تھا اسے دیکھ کر ارجن حیران رہ گیا کیونکہ یہ زبان اس کی سمجھ سے باہر تھی یہ اس کے ملک کی زبان تو نہ تھی پھر اس بدروح نے سوچا یہ تو کوئی اور ملک ہے جہاں میں آ گیا ہوں مجھے اس جسم کا دماغ استعمال کر چاہیے شاید اس کی زبان میری سمجھ میں آ جائے پھر اس بدروح نے ارجن کے جسم سے کام لی شروع کیا اور اس کا دماغ بھی استعمال کیا تو اسے معلوم ہوا ہے کہ یہ تو بازار کی حفاظت پر مامو

چوکیدار ہے۔ چوکیدار نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں ارجن ہوں چوکیدار نے پھر اس سے پوچھا کہ تمہارا حلیہ کیوں بگڑا ہوا ہے اور یہ تمہارے منہ اور ہاتھوں پر خون کیسا ہے؟ خون کا نام سنتے ہی اس بدروح کی بھوک اور پیاس چمک اٹھی کیونکہ وہ گلوداد ا کے آ جانے پر روپا کو چھوڑ کر بھاگ آیا تھا اور اس کی بھوک اور پیاس ابھی باقی تھی اس نے آگے بڑھ کر نوجوان چوکیدار کا گلا پکڑ لیا اور اس کی گردن میں دانت گاڑ دیئے۔ چوکیدار اس کے ہاتھوں میں تڑپنے لگا مگر اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی اس نے اپنے آپ کو ارجن کی گرفت سے آزاد کرانے کی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا پھر کچھ ہی دیر میں چوکیدار کا جسم کسی مردہ چھپکلی کی طرح سڑک پر پڑا تھا ارجن نے اس کا ایک بازو اکھاڑ لیا اسے چباتا ہوا وہ ایک طرف کو چل دیا۔ چلتے چلتے وہ لال مسجد کے پاس پہنچ گیا۔ صبح ہو رہی تھی مؤذن نے جیسے ہی اذان دینی شروع کی ارجن کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے چوکیدار کا آدھا کھایا ہوا بازو اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ وہیں پر گر پڑا۔ اس بدروح نے اِدھر اُدھر دیکھا تا کہ کہیں بھاگ جائے مگر اسے ارجن کا جسم ہی محفوظ ٹھکانہ نظر آیا اس نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں تا کہ اذان کی آواز سنائی نہ دے وہ ابھی ایسے ہی پڑا تھا کہ پولیس کی گاڑی آئی اور اسے وہاں پڑا دیکھ کر اسے کھڑا ہونے کو کہا وہ کانوں میں انگلیاں دیئے کھڑا ہوا تو ایک سپاہی نے اس سے پوچھا۔

”کون ہو تم......؟“ مگر وہ تو کانوں میں انگلیاں دیے کھڑا تھا ان کی بات سنتا تو جواب دیتا۔ ایک سپاہی نے حوالدار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سر یہ تو کوئی جاسوس لگتا ہے اس نے سپاہیوں کو کہا کہ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈال لو اور تھانے لے چلو۔ سپاہیوں نے اسے پکڑ کر گاڑی میں ڈالا اور تھانے لے گئے مگر اس نے ابھی تک کانوں سے انگلیاں نہ نکالی تھیں۔ سپاہیوں نے اسے لا کر حوالات میں بند کر دیا صبح ہو چکی تھی اور اب دن نکل آیا تھا۔ بدروح کی طاقت بھی دن کی روشنی میں جواب دے چکی تھی اور وہ بے سدھ حوالات میں پڑا تھا۔ انسپکٹر ڈیسائی ابھی تک گشت پر تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ بھی واپس آ گیا۔ حوالدار وکرم نے سپاہیوں کو کہا اس جاسوس کو پکڑ کر لاؤ۔ سپاہی گئے اور کچھ ہی دیر بعد ارجن ان کے انسپکٹر کے سامنے تھا اس نے ارجن پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کہا اس کے بال کٹواؤ تا کہ اس کی شکل تو نظر آئے ارجن چپ چاپ ان کے سامنے بیٹھا تھا کیونکہ اس بدروح کی طاقتیں دن کی روشنی میں کمزور ہو جاتی تھیں۔ نائی کو بلوایا گیا اور کچھ ہی

دیر میں نائی نے اس کی شیو بنائی بال تراشے اور ارجن کی شکل دکھائی دینے لگی۔ کئی سپاہی اور خود حوالدار وکرم اسے پہچانتے تھے انہوں نے کہا یہ تو ارجن ہے پھر حوالدار وکرم نے اس سے پوچھا ارجن تم اتنے دن کہاں رہے تمہاری تلاش میں تو ڈی ایس پی شیر سنگھ صاحب نے سارا شہر چھان مارا مگر تم کہیں نہیں ملے۔ ارجن نے کہا مجھے شیر سنگھ سے ملواؤ۔ انسپکٹر ڈیسائی نے ڈی ایس پی شیر سنگھ کو ٹیلی فون کیا اور بتایا کہ ارجن پکڑا گیا ہے اور اس وقت تھانہ چاندنی چوک میں موجود ہے۔ شیر سنگھ، ارجن کا نام سنتے ہی غصے میں آ گیا۔ اور اس نے انسپکٹر ڈیسائی سے کہا ''اونوں جان نہ دینا میں تھوڑی دیر وچ آ ریاں۔ بلی ماراں دے علاقے وچ چوکیدار قتل ہو گیا اے پہلے میں اوتھے جاریاں''۔ (اسے جانے نہ دینا میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں بلی ماراں کے علاقے میں چوکیدار قتل ہو گیا ہے پہلے میں وہاں جاؤں گا) یہ حکم سن کر انسپکٹر ڈیسائی نے جواب دیا اوکے سر اور فون بند کر دیا۔ ارجن انسپکٹر کے کمرے میں ہی بیٹھا تھا اور ان کے ساتھ معمول کے مطابق باتیں کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ شک بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ وہی قاتل بدروح ہے جس نے رات کے اندھیرے میں چوکیدار کا خون پی لیا تھا۔ انسپکٹر کے استفسار پر ارجن نے بتایا کہ مجھے کئی بار خون کی الٹی آ چکی ہے اور میرے کپڑوں پر لگا ہوا خون میرا ہی ہے۔ انسپکٹر ڈیسائی نے اسے دوسرے کپڑے منگوا کر دیئے اور ارجن سے کہا اشنان کر کے کپڑے بدل لو۔ ارجن نہانا تو نہ چاہتا تھا مگر پھر اس نے سوچا اس جسم کے لیئے نہانا بھی ضروری ہے اور اب تو میں سب کی نظر میں ارجن ہی ہوں اس لئے مجھے ارجن بن کر ہی رہنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر اس نے کپڑے بدل لئے مگر اسے نہانے سے جسم میں کچھ درد محسوس ہوا مگر یہ تکلیف سہنا اس جسم میں زندہ رہنے کے لئے ضروری تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شیر سنگھ بھی آ گیا اس نے آتے ہی ارجن کی طرف دیکھا اور پوچھا اوئے توں کتھے مر گیا سی؟ ارجن نے اسے بتایا کہ گلو دادا نے مجھے دھوکے سے تہہ خانے میں بند کر دیا تھا میں آج ہی وہاں سے نکل کر بھاگا ہوں آپ انسپکٹر صاحب سے پوچھ لیں میری کیا حالت تھی انہوں نے ہی میرے بال کٹوائے ہیں ورنہ میں تو اسی حالت میں آپ کے گھر آ رہا تھا تا کہ آپ میری حالت دیکھ کر میری بات کا وشواش کر سکیں۔ یہ سن کر شیر سنگھ نے کہا۔ تے اے گل اے مینوں پہلے ای گلو تے شک سی کہ اینے ای تیرے نال چکر کیتا اے پر توں اودے خلاف رپٹ لکھوا میں اودا بندوبست کرناواں (تو یہ بات ہے مجھے پہلے ہی گلو پر شک تھا کہ اسی نے تیرے ساتھ کوئی چکر کیا

ہے اب تو اس کے خلاف رپورٹ لکھوا دے میں اس کا بندوبست کرتا ہوں) ارجن نے انسپکٹر ڈیسائی کی طرف دیکھا مگر ڈیسائی نے اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا ارجن وقوعہ تھانہ بلی ماراں کا ہے اس لیے رپٹ بھی وہی درج کریں گے۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے انسپکٹر ڈیسائی سے کہا تم متعلقہ تھانے فون کر کے کہہ دو کہ فوراً نفری لے کے گلو دے کسینو تے پہنچو تے ارجن دی رپٹ وی لکھ لو میں ارجن نوں لے کے کسینو تے ای پہنچ ریاں (تم متعلقہ تھانے پر پہنچو اور ارجن کی طرف سے رپٹ بھی لکھ لو میں ارجن کو ساتھ لے کر جوئے کے اڈے پر پہنچ رہا ہوں۔) انسپکٹر ڈیسائی نے کہا ٹھیک ہے سر میں ابھی فون کر دیتا ہوں اور ٹیلی فون اٹھا کر اپنے سامنے رکھا اور ریسیور اٹھا کر تھانہ بلی ماراں کا نمبر گھمانے لگا۔ شیر سنگھ نے ارجن سے کہا توں میرے نال آ (تم میرے ساتھ آؤ) پھر وہ دونوں جیپ میں بیٹھ کر گلو دادا کے جوئے کے اڈے کی طرف چل پڑے۔

☆......☆......☆

اپنے گھر پہنچ کر گلو دادا نے ایک نوکر کو کہا کہ تم ناشتہ وغیرہ لے کر ہسپتال پہنچو اور وہیں رہنا کسی چیز کی ضرورت پڑے تو لا دینا پھر اس نے الماری سے دس ہزار روپے نکال کر اسے دیئے اور کہا یہ بملا کو دے دینا۔ نوکر یہ سب لے کر چلا گیا۔ اتنے میں رنگا اور قاسو بھی آ گئے گلو دادا نے ہسپتال جاتے ہوئے راہداری میں دفتر کا دروازہ ٹوٹا ہوا دیکھ لیا تھا مگر اس وقت وہ جلدی میں تھا۔ گلو دادا نے انہیں روپا کا گال چبانے والی بات بتائی اور اس ریچھ نما انسان کا حلیہ بھی بتایا۔ روپا کی عزت لوٹنے والی بات اس نے جان بوجھ کر انہیں نہیں بتائی تھی کہ اس کی بے عزتی ہو گی پھر اس نے کہا میں ناشتہ کر کے تھوڑا آرام کر لوں تمام رات سو نہیں سکا۔ تم دفتر کی صفائی کرواور دروازے ٹھیک کراؤ اور دیکھو اس نے دفتر میں کوئی توڑ پھوڑ تو نہیں کی کیونکہ میرا خیال ہے کہ اس نے پہلے دفتر کا دروازہ توڑ کر دفتر میں گھسنے کی کوشش کی مگر دفتر میں کسی کو نہ پا کر وہ روپا کے کمرے میں گھسا ہو گا۔ گلو دادا کا حکم سن کر رنگا اور قاسو دفتر کی طرف چلے گئے اور گلو دادا ابھی نوکر کو ناشتہ لانے کے لیئے کہہ ہی رہا تھا کہ قاسو اور رنگا بھاگتے ہوئے آئے وہ گھبرائے ہوئے لگ رہے تھے انہوں نے آتے ہی کہا دادا وہ کوئی ریچھ نما انسان نہیں تھا وہ تو ارجن تھا جو تہہ خانے کا راستہ توڑ کر باہر نکلا اور پھر راہداری کا دروازہ توڑ کر آنگن میں آیا ہو گا۔ ارجن کا نام سنتے ہی گلو دادا ایسے اچھلا

جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ارجن بغیر بھوجن سات آٹھ ماہ کیسے زندہ رہا؟ قاسو نے جواب دیا دادا تہہ خانے کا راستے ٹوٹا پڑا ہے اور تہہ خانے میں ارجن ہی تھا۔ اتنا عرصہ بند رہنے کی وجہ سے اس کی داڑھی مونچھیں اور سر کے بال بڑھ کر اس کا حلیہ بگڑ گیا ہوگا۔ ارجن کے بارے میں سن کر گلو دادا کا پارہ اور چڑھ گیا اسے زیادہ غصہ تو اس بات کا تھا کہ اس نے روپا کی عزت لوٹ لی ہے۔ وہ غصے سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا چلو میں دیکھتا ہوں اگر وہ ارجن ہی تھا تو پھر اس کی موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔ گلو دادا نے دفتر میں جا کر دیکھا تو واقعی تہہ خانے کا راستہ کھلا پڑا تھا یہ دیکھ کر اس نے قاسو سے کہا یوں لگتا ہے جیسے واقعی ارجن ہی تہہ خانے سے نکل کر بھاگا ہے مگر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ اتنے دن زندہ کیسے رہا اور پھر اس میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ اس نے تہہ خانے کا راستہ کھول لیا اور اتنا مضبوط اور بھاری پتھر اس نے اوپر دھکیل کر پھینک دیا۔ قاسو تو ارجن کے فرار پر بہت خوش تھا کیونکہ ارجن کو کھانا وغیرہ قاسو دیتا تھا مگر اس بات پر وہ بھی حیران تھا کہ ارجن نے تہہ خانے کا راستہ کیسے توڑ دیا۔ رنگے نے گلو دادا سے کہا ہوسکتا ہے مرنے کے بعد ارجن کسی بدروح میں تبدیل ہو گیا ہو اور پھر تہہ خانے کا راستہ توڑ کر اس کی بدروح نکلی ہو۔ گلو دادا نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا یہ سب بکواس باتیں ہیں میں ایسی باتوں میں وشواش نہیں رکھتا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی مرنے کے بعد اتنی طاقت حاصل کر لے بیوقوف زندہ ارجن تو ہمارا کچھ نہیں کر سکا مرنے کے بعد وہ اتنا طاقتور کیسے ہو گیا؟ پھر اس نے قاسو اور رنگے سے کہا اپنے آدمی چاروں طرف پھیلا دو ارجن جہاں کہیں بھی نظر آئے اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ اور دو تین آدمی تھانہ بلی ماراں کے پاس اور دو تین آدمی ڈی ایس پی شیر سنگھ کے دفتر اور گھر کے باہر لگا دو وہ شیر سنگھ سے ملنے کی کوشش کرے گا۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے ارجن کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا ڈی ایس پی صاحب کی نگرانی کرنے کی کیا ضرورت ہے ارجن خود تمہارے پاس آ گیا ہے ارجن کی آواز سنتے ہی وہ آواز کی سمت گھوما اور ارجن پر نظر پڑتے ہی بولا تم؟ ارجن نے کہا ہاں میں اور گلو دادا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسے ارجن کے پیچھے ڈی ایس پی شیر سنگھ اور دوسرے پولیس والے نظر آ گئے وہ ان کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ پولیس والوں نے اندر آتے ہی گلو دادا اور اس کے ملازم قاسو اور رنگے کو ہتھکڑی لگا لی گلو دادا نے ڈی ایس پی شیر سنگھ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا یہ سب کیا ہے؟ شیر سنگھ

نے جواب دیا ارجن نے تہاڈے خلاف رپٹ لکھائی ہے باقی اپنے کم تسی آپ ای جاندے او (ارجن نے تمھارے خلاف رپورٹ لکھوائی ہے باقی اپنے کاموں سے تم خود ہی واقف ہو) گلو دادا نے کہا ارجن بکواس کرتا ہے یہ خود رقم لے کر بھاگا تھا شیر سنگھ نے کہا۔ ایدا فیصلہ عدالت کرے گی میں نئیں (اس بات کا فیصلہ عدالت کرے گی میں نہیں) پھر ڈی ایس پی شیر سنگھ نے سیڑھی اور ٹارچ منگوا کر سپاہیوں سے تہہ خانے کی تلاشی لینے کے لئے کہا اور کچھ ہی دیر میں ارجن کا خنجر اور انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیوں کا ڈھیر گلو دادا کی میز پر لگا دیا گیا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے پوچھا۔ ہن تہاڈا کی خیال اے دادا اے ہڈیاں وی ارجن نے آپ بنائیاں نے؟ (اب آپ کا کیا خیال ہے گلو دادا یہ ہڈیاں بھی ارجن نے خود ہی بنا کر تہہ خانہ میں ڈال دی ہیں؟) یہ سب دیکھ کر گلو دادا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے تھانہ بلی ماراں کے انسپکٹر خیالی رام سے کہا اینا نوں تھانے لے چلو تے کیس درج کر دیو تے ایہہ ہڈیاں پوسٹ مارٹم لئی بھیج دیو۔ (ان سب کو تھانے لے چلو اور کیس درج کر کے سب کو جیل بھیج دو اور یہ ہڈیاں پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دو) یہ سن کر گلو دادا نے خونی نظروں سے ارجن کی طرف دیکھا اور کہا میں تجھے دیکھ لوں گا ارجن میری واپسی کا انتظار کرنا تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے اور جواب میں ارجن صرف مسکرا کر رہ گیا۔

انسپکٹر خیالی رام اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور ڈی ایس پی شیر سنگھ نے ارجن سے کہا..... ”آ میرے نال تینوں تیرے گھر چھڈ دیاں“ (آؤ میرے ساتھ تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں) اور ارجن اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جیپ میں بیٹھ کر ارجن نے شیر سنگھ سے کہا سر مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ شیر سنگھ نے جیب سے بٹوہ نکالا اور سو سو کے دس نوٹ ارجن کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔ فی الحال ایہہ رکھ لے تے دو چار دن آرام کر فیر میرے کول آ ویں (فی الحال یہ رکھ لو اور دو چار دن آرام کر کے میرے پاس آ جانا) اور ارجن نے کوئی جواب دیئے بغیر وہ رقم جیب میں رکھ لی کیونکہ اسے پتہ تھا کہ اب تو ارجن بن کر ہی رہنا ہے اس لئے وہ ارجن کے دماغ سے بھی کام لینے لگ گیا تھا اور اسے پتہ لگ گیا تھا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور ڈی ایس پی سے لینے ہیں ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ ایک جھٹکے سے جیپ رک گئی سامنے ہی اس کا گھر تھا وہ جیپ سے اتر آیا اور شیر سنگھ نے بغیر کچھ کہے سنے جیپ آگے بڑھا دی۔

جیپ سے اتر کر ارجن اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا مگر وہاں تو تالا لگا ہوا تھا اور چابی بھی اس کے پاس نہیں تھی اس نے تالا لگا دیکھ کر قریب ہی ایک سائیکل والے کی دکان سے ہتھوڑی لے کر تالا توڑ ڈالا۔ تالا توڑ کر اس نے ہتھوڑی واپس کر دی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک کمرے پر مشتمل گھر تھا چھوٹا سا صحن تھا اور بیرونی دروازے کے ایک طرف غسل خانہ بنا ہوا تھا۔ اندرونی کمرے کی کنڈی لگی ہوئی تھی اس نے کنڈی کھولی اور اندر داخل ہو گیا ایک طرف بستر لگا ہوا تھا ایک کونے میں میز پر ٹیلی فون رکھا ہوا تھا ایک طرف چھوٹی سی الماری میں کھانے پینے کے برتن پڑے ہوئے تھے ہر طرف مٹی ہی مٹی نظر آ رہی تھی کیونکہ اتنا عرصہ مکان بند رہا تھا۔

ارجن بستر پر دراز ہو گیا اس کے سارے کپڑے مٹی مٹی ہو گئے مگر وہ لاپرواہ پڑا رہا۔ ویسے بھی وہ ایک بدروح کے تابع تھا اور بدروح کو صفائی سے کیا غرض۔ بستر پر لیٹ کر اس نے سوچا یہ میں کس دیس میں آ گیا ہوں مجھے تو یہاں کی زبان بھی سمجھ نہیں آتی اگر میں ارجن کے دماغ سے کام نہ لوں تو مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ سڑک پر چلنے والی گاڑیوں اور پولیس کے اسلحے کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ دنیا نے تو بہت ترقی کر لی ہے جب میں زندہ تھا تو یہ سب چیزیں کہاں تھیں اس وقت تو ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچا یہ کون سی صدی ہے یہ پتہ کرنا چاہیے پھر اس نے ارجن کے دماغ سے سوچا اسے معلوم ہوا کہ یہ تو انیس سو نوے (۲۰۰۱ء) ہے اس نے سوچا اگر ایسا ہے تو پھر مجھے اس مشکیزے میں سوئے ہوئے ہزاروں سال ہو چکے ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ استاد سامری نے تو مجھے بتایا تھا کہ صرف سات روز کا عمل ہے مگر اس نے مجھے اتنا عرصہ بند کیوں رکھا اور اب بھی شاید ارجن نے مجھے کھولا ہے ورنہ میں اب بھی بند ہی رہتا۔ معاملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے سوچا استاد سامری نے تو مجھ سے کہا تھا کہ صرف سات روز کے عمل سے میں تمہاری روح میں سات ہزار بدروحوں کی شکتی بھر دوں گا اور پھر جب تم اپنے جسم میں آؤ گے تو تم جو چاہو گے وہی کر سکو گے، تم جب چاہو گے اپنے جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاؤ گے دھرتی کا دیوتا سوھندام تمہارا غلام ہو گا اور تم اس کے ذریعے تخت فرعون پر قبضہ کر سکو گے پھر ہم دونوں حکمران ہوں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کہیں ایسا تو نہیں کہ استاد سامری سے منتر غلط ہو گئے ہوں۔ شاید ایسا ہی ہوا ہے ورنہ وہ مجھے اتنا عرصہ کیوں بند رکھتا؟ مگر منتر غلط پڑھے گئے ہوتے تو میری روح میں اتنی طاقت کیوں آتی جب اندھیرے ہوتے ہیں تو میری

طاقت ہزاروں گنا بڑھ جاتی ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ استاد سامری نے عمل صحیح کیا تھا مگر کسی وجہ سے وہ مجھے نہ اٹھا سکا۔ شاید اس نے میرے اٹھنے کے انتظار میں میری لاش حنوط کرا دی سو مجھے اپنی لاش تلاش کرنی چاہیے اگر مجھے لاش مل گئی تو پھر میں اس دنیا پر بادشاہت قائم کر سکتا ہوں پھر ہر طرف میرا حکم چلے گا۔ اس نے سوچا استاد سامری تو اب تک مر چکا ہو گا مگر ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی لاش بھی حنوط کرنے کی وصیت کی ہو اگر ایسا ہوا اور اس کی لاش مجھے مل گئی تو میں اس کو جگانے کی کوشش کروں گا اور اس سلسلے میں دھرتی کے دیوتا سوھندام سے بھی مدد لوں گا مگر سب سے پہلے تو مجھے مصر جانا چاہیے وہاں پتہ نہیں اب کس فرعون کی حکومت ہو گی؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہاں ہندوستان سے مصر کتنا دور ہے مگر میں معلومات حاصل کروں گا کیونکہ ابھی تو دن ہے اور روشنیوں سے مجھے کوفت سی ہوتی ہے۔ اس لئے میں آرام کرتا ہوں رات کو گھر سے باہر نکلوں گا اور کسی سے پتہ کروں گا کہ اب مصر میں کیا حالات ہیں اور مصر یہاں سے کتنی دور ہے؟ پھر استاد سامری کا گھر بھی تلاش کروں گا شاید اس کی نسل سے کوئی زندہ ہو اور مجھے صحیح معلومات مل جائیں۔ یہ سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

جب وہ سو کر اٹھا تو اندھیرا پھیل چکا تھا اور اس کے کمرے میں بھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس نے اندھیرا دیکھ کر خوشی کے مارے ایک ہلکی سی چیخ ماری یوں لگتا تھا جیسے کئی بھیڑیئے مل کر چیخے ہوں وہ چیخ مار کر بستر سے نیچے اتر آیا مگر اس نے لائٹ آن نہیں کی وہ اندھیرے میں بھی دن کی روشنی کی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کپڑے نکال کر پہنے اور کمرے میں ایک طرف لگے ہوئے آئینے میں دیکھ کر سر میں برش مارا اور تیار ہو کر گھر سے نکل آیا۔ اسے بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی اس نے سوچا کسی ہوٹل سے پہلے کھانا کھاتا ہوں پھر کسی سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ ارجن کی ذہنی معلومات کے مطابق مصر کافی دور تھا اس کے علاوہ ارجن کے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں۔ گھر سے باہر نکل کر وہ بازار میں ایک طرف کو چل پڑا کچھ ہی دور چل کر اسے ایک ہوٹل نظر آیا اس پر لکھا تھا کریم ہوٹل۔ تحریر ہندی میں تھی مگر وہ ارجن کے دماغ سے کام لے رہا تھا اور ارجن باوجود بدمعاش ہونے کے اچھا خاصا پڑھا لکھا تھا۔ وہ ہوٹل میں داخل ہو گیا اندر اچھا خاصا بڑا ہال تھا اور کئی میز کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور اچھی خاصی روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے ایک کونے میں پڑی میز منتخب کی اور وہاں براجمان ہو گیا کیونکہ یہاں روشنی بھی کم تھی اور اس میز پر

بیٹھا بھی کوئی نہ تھا اس نے میز پر بیٹھتے ہی اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا ہر میز کے پاس چار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور لوگ مختلف کھانے کھا رہے تھے اس کے بیٹھتے ہی ایک ویٹر آ پہنچا اس نے اسے کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر نے میز پر کپڑا مار کر پانی کا جگ اور گلاس اس کے سامنے رکھ دیا۔ ابھی اسے بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص وہاں آ کر بیٹھ گیا چہرے سے وہ کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا اور بار بار مڑ کر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ارجن نے اسے گھبرائے ہوئے دیکھ کر پوچھا خیریت تو ہے؟ آپ کچھ پریشان ہیں۔ اس نے مدد طلب نظروں سے ارجن کی طرف دیکھا اور کہا وہ مجھے مار دے گی مجھے بچا لو۔ ارجن نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پوچھا وہ کون ہے؟ اور تمہیں کیوں مار دے گی؟ اتنے میں ویٹر کھانا لے کر آ گیا اور میز پر لگانے لگا اور پھر اس آنے والے شخص سے پوچھنے لگا کہ کیا چاہیے؟ اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ارجن نے کہا اور کھانا لے آؤ یہ میرے ساتھ ہے یہ سنتے ہی ویٹر چلا گیا اس آدمی نے جگ اور گلاس اٹھا کر ایک گلاس پانی پیا اور پھر ارجن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا تم بھوت، پریت، آتماؤں اور چڑیلوں وغیرہ پر یقین رکھتے ہو؟ ارجن نے دلچسپی کی نظروں سے اس کو دیکھا اور کہا ہاں میں ان پر یقین رکھتا ہوں۔ اس شخص نے اطمینان کا سانس لیا اور ارجن کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اسے کیا معلوم تھا کہ وہ جس سے یہ باتیں کر رہا ہے وہ خود ایک بدروح ہے ارجن بھی کھانا کھا رہا تھا کیونکہ ارجن کے جسم کے لئے کھانا بھی ضروری تھا اور کبھی کبھار اپنی شکتیوں کو جلا بخشنے کے لیے خون پینا بھی لازمی تھا اور خون وہ پچھلی رات پی چکا تھا اور اب اسے اس کی کوئی خواہش نہیں تھی اس آنے والے شخص کو کھانا کھاتے دیکھ کر ارجن نے اس سے پوچھا آپ نے ابھی تک بتایا نہیں آپ کون ہیں؟ اور آپ کو کون مار دے گی؟ اس نے جلدی جلدی نوالہ چبا کر حلق سے نیچے اتارا اور کہا میرا نام شنکر سومناتی ہے پیشے کے لحاظ سے میں جادوگر ہوں میں کچھ دن پہلے ایک طلسمی منتر کے ذریعے ماضی میں چلا گیا تھا اور وہاں کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ ایک چڑیل میرے پیچھے لگ گئی میں حال میں واپس بھاگ آیا مگر حیرت ہے کہ وہ میرے پیچھے حال میں بھی آ گئی ہے اور جب بھی مجھے کہیں اکیلا دیکھتی ہے مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ جان ہی نہیں چھوڑتی۔ اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا ابھی کچھ دیر پہلے اس نے مجھے سائیکل رکشہ اسٹینڈ کے قریب گھیر لیا تھا وہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ دو تین آدمی قریب ہی کھڑے تھے شاید وہ سائیکل

رکشے والے تھے میں بھاگ کر ان کے قریب چلا گیا اور پھر بھاگتے بھاگتے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ ہوٹل میں اس لئے آ گیا کہ یہاں کافی لوگ ہوں گے اور وہ یہاں نہیں آ سکے گی۔ اس نے ایک ہی سانس میں ساری باتیں بتا دیں اور پھر نوالہ منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ ارجن اس کی باتیں سن کر مسکرایا اور کہنے لگا تم چنتا مت کرو وہ چڑیل تمہیں کچھ نہیں کہے گی میں بھی کسی قدیم بدروح یا چڑیل کی کھوج میں ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی میرا نام ارجن ہے میں پولیس کے لئے بھی کام کرتا ہوں مگر حقیقت میں، میں بھی جادوگر ہوں۔ ارجن کے منہ سے جادوگر کا لفظ سن کر اس کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور اس نے خوشی سے بے اختیار ہو کر کہا پھر تو آپ میری بات بخوبی سمجھ گئے ہوں گے ورنہ میں تو یہی خیال کر رہا تھا کہ آپ میری باتیں سن کر مجھے دیوانہ یا خبطی سمجھیں گے۔ ارجن نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا شنکر صاحب اگر میں جادوگر نہ ہوتا تو واقعی آپ کو دیوانہ سمجھ بیٹھتا۔ کھانا کھانے کے بعد ویٹر نے برتن اٹھا لئے اور انہوں نے چائے کا آرڈر دے دیا۔ چائے کے آرڈر کے بعد ارجن نے اس سے پوچھا تو آپ ماضی میں جانے کا منتر جانتے ہیں؟ شنکر نے جواب دیا اگر کوئی شک ہے تو آپ کو بھی لے چلوں گا۔ مگر ارجن نے کہا نہیں نہیں شک والی تو کوئی بات نہیں میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ ماضی میں کتنی دور تک جا سکتے ہیں۔ شنکر نے جواب دیا میں آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق ماضی میں لے جا سکتا ہوں دس سال، بیس سال، پچاس سال، یا پھر سو سال پیچھے جس دور میں بھی آپ جانا چاہیں اور ایک بات اور ہے۔ آپ کو ماضی میں لے جانے والے تو بہت ملیں گے مگر وہ صرف آپ کی روح کو بھیج سکتے ہیں جبکہ میں آپ کو آپ کے جسم سمیت ماضی میں لے جا سکتا ہوں۔

اتنے میں ویٹر چائے لے کر آ گیا۔ ارجن نے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے شنکر سے پوچھا کیا تم مجھے اس دور میں لے جا سکتے ہو؟ جس میں استاد سامری موجود تھا اور چائے کا کپ شنکر کے آگے رکھ دیا۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا وہ تو بہت قدیم دور ہے اور اسی دور میں حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ تبلیغ حق کرتے تھے۔ ارجن نے کہا ہاں میں اسی دور میں جانا چاہتا ہوں اس وقت فرعون کی حکومت تھی اس کا نام مصعب بن ولید بن ریان تھا میں اس دور میں جا کر استاد سامری سے ملنا چاہتا ہوں۔ ارجن کے منہ سے استاد سامری کا لفظ سن کر شنکر سومناتی

نے کہا سامری تو اس دور کا بہت بڑا جادوگر تھا مگر تم اسے استاد کیسے کہہ سکتے ہو اس کو تو مرے ہوئے بھی صدیاں بیت گئیں ہیں۔ ارجن نے شنکر کو جواب دیا اصل میں، میں اسے روحانی طور پر استاد مانتا ہوں اور اسی لئے اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ شنکر سوماناتی نے چائے ختم کرتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے وہ بہت قدیم دور ہے اور میں ماضی میں اتنی دور نہیں جا سکتا مگر کچھ عرصہ مزید ریاضتیں کرنے کے بعد میں اس قابل ہو سکتا ہوں کہ تمہیں اس دور میں لے جا سکوں مگر اس دور تو کیا کسی بھی دور میں جانے کے لئے یہ خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس دن اور اس وقت وہاں اس جگہ پر کوئی بھی نبی موجود نہ ہو ورنہ کسی بھی نبی سے سامنا ہوتے ہی عمل ٹوٹ جاتا ہے اور انسان وہیں مٹی کے ڈھیر میں بدل جاتا ہے یعنی تم ماضی میں جانے کے منتر سے کسی بھی نبی یا ولی سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ ارجن نے چائے ختم کر کے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور اسے بل لانے کے لئے کہا اور پھر شنکر سوماناتی سے کہا تم میرے لئے اپنی ریاضتیں پوری کرو جو بھی خرچہ ہوگا میں تمہیں دوں گا مگر اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ شنکر سوماناتی نے جواب دیا۔ میں پہلے اپنے پیچھے لگی ہوئی اس چڑیل سے تو جان چھڑا لوں پھر ہی ریاضتیں شروع کر سکوں گا۔ اتنے میں ویٹر بل لے کر آ گیا ارجن نے ایک نظر بل پر ڈالی اور دو سو سو کے نوٹ پلیٹ میں پڑے بل پر ڈالے اور ویٹر سے کہا باقی تم رکھ لینا یہ سن کر ویٹر کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا اور وہ پلیٹ اٹھا کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ ارجن نے اٹھتے ہوئے شنکر سوماناتی سے کہا آؤ اس چڑیل سے بھی دو دو ہاتھ کر لیں اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے شنکر سوماناتی بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا کریم ہوٹل سے باہر آ کر ارجن نے شنکر سوماناتی سے کہا اب دیکھو وہ چڑیل کدھر ہے۔ شنکر سوماناتی نے اِدھر اُدھر دور دور تک نظر ماری اور نفی میں سر ہلا دیا ارجن نے کہا یہاں تو کافی روشنی اور لوگ ہیں وہ یقیناً تم پر اندھیرے میں حملہ آور ہوگی اس لئے کسی سنسان جگہ پر چلتے ہیں۔ شنکر سوماناتی نے کہا دیکھ لینا کہیں مروا نہ دینا۔ ارجن نے ہنستے ہوئے کہا جادوگر ہو کر ڈرتے ہو میرے ہوتے ہوئے وہ تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی مجھے تمہاری جتنی ضرورت ہے تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک بار وہ ہمارے سامنے آئے اور میں اس کا خاتمہ کروں۔ شنکر سوماناتی نے کہا ٹھیک ہے ہم جمنا کنارے چلتے ہیں وہاں کوئی نہیں ہوگا وہ وہاں ضرور ہمارے سامنے آئے گی۔ یہ سن کر ارجن نے ایک سائیکل رکشے والے کو آواز دی اور اسے جمنا

گھاٹ چلنے کا کہہ کر وہ دونوں سائیکل رکشے پر بیٹھ گئے اور سائیکل رکشے والے نے سائیکل چلانی شروع کر دی۔ ارجن نے شنکر سوماناتی سے پوچھا تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم ماضی کے کس دور میں گئے تھے جہاں سے چڑیل تمہارے پیچھے لگی۔ شنکر سوماناتی نے جواب دیا مجھے کسی نے بتایا تھا کہ کلکتے میں ۱۸۹۳ میں ایک جادوگر بھگت بھیل رہتا تھا جو بہت جانا مانا ساحر تھا اور ماضی اور مستقبل تک میں جا سکتا تھا مجھے ماضی میں جانے پر تو کوئی حیرت نہ تھی کیونکہ میں خود ماضی میں جانے کا ماہر ہوں۔ میں اس سے مل کر یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ مستقبل جبکہ ابھی وہ دور آیا بھی نہیں اس میں کیسے جایا جا سکتا ہے اور اس کا کیا طریقہ کار ہے؟ میں اس کے دور میں جا کر ابھی اس کے گھر کی تلاش میں ہی تھا کہ ایک گلی کے چوک میں لگے پیپل کے درخت سے وہ چڑیل اتر کر میرے پیچھے بھاگی میں اس سے خوفزدہ ہو گیا اور حال میں واپسی کا منتر پڑھ لیا اتنے میں اس نے مجھے پکڑ لیا مگر دوسرے ہی لمحے ہم دونوں حال میں آ گئے اس دن کلکتے میں آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے مگر جب ہم واپس حال میں دہلی آئے تو سورج نکلا ہوا تھا اس نے سورج کی روشنی دیکھتے ہی گھبرا کر مجھے چھوڑ دیا اور غائب ہو گئی مگر اسی وقت سے یہ میرے پیچھے ہے ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ جمنا گھاٹ آ گیا وہاں دریائے جمنا پر اشنان کرنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو دریا میں اترتی تھیں اور لوگ سویرے سویرے آ کر وہاں اشنان کرتے تھے مگر اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ ارجن نے بیس روپے کا نوٹ سائیکل رکشے والے کو دیتے ہوئے کہا تم جاؤ۔ سائیکل رکشے والے نے کہا بھیا آٹھ روپے بنتے ہیں بقایا تو لے لو مگر ارجن نے کہا تمہیں کہا نہ تم جاؤ ہمیں بقایا نہیں چاہیئے یہ سن کر سائیکل رکشے والا خوش ہوتا ہوا چلا گیا ایسی ایسی سواریاں اسے روز تھوڑا ہی ملتی تھیں اب ارجن نے شنکر سوماناتی سے کہا تم یہاں گھاس پر بیٹھ جاؤ میں تم سے کچھ دور ٹھہرتا ہوں جیسے ہی وہ چڑیل تم پر حملہ کرے گی میں اس کو پکڑ لوں گا مگر تم نہ ڈر جانا میں بدروح میں تبدیل ہونے کا منتر جانتا ہوں میں اسے بدروح بن کر پکڑوں گا یہ سن کر شنکر سوماناتی نے کہا اس کا مطلب ہے تم بھی بہت بڑے جادوگر ہو اب مجھے وشواش ہو گیا ہے کہ تم اس چڑیل کو ضرور مار ڈالو گے ارجن نے کہا تم چنتا مت کرنا میں اس سے نمٹ لوں گا یہ کہہ کر ارجن اس سے کچھ دور چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ایک لمبی تڑنگی خوفناک شکل کی چڑیل شنکر سوماناتی کے سامنے آ گئی اور اس سے پہلے کہ وہ شنکر سوماناتی پر حملہ کرتی ارجن نے اپنی جگہ سے ایک جمپ لگائی اور اڑتا

ہوا اس چڑیل پر آ گرا اور اسے گھسیٹتا ہوا کافی دور تک لے گیا ارجن نے اسے دریا کے کنارے ریتلی زمین پر خوب رگڑا اور اس کے بال پکڑ کر اس کے ہاتھ اس کی کمر کے پیچھے لگا کر پکڑ لیے ایک ہاتھ سے ارجن نے اس کے بال پکڑ رکھے تھے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ رکھے تھے اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش تو بہت کی مگر کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ ارجن کی شکتی بھی اندھیرے میں عروج پر تھی اور اس کی شکل بھی نہایت کریہہ اور خوفناک ہو چکی تھی شنکر سومناتی دور ہی کھڑا دو خونی آتماؤں کی ٹکر دیکھ رہا تھا شنکر سومناتی کو وشواش ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی ارجن ہے جس نے کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ کھانا کھایا تھا اب تو ارجن قہر وغضب کا دیوتا لگ رہا تھا اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ اس نے چڑیل کے بالوں کو کھینچتے ہوئے پوچھا بول تیرا کیا نام ہے؟ اس چڑیل نے شدت درد سے بلبلاتے ہوئے جواب دیا میرا نام سہانی ہے پھر ارجن نے پوچھا استاد سامری کے متعلق تم کیا جانتی ہو اس نے جواب دیا وہ استادوں کا استاد تھا میں اتنی عمر نہیں رکھتی کہ اس دور کے متعلق بتا سکوں میری عمر تو صرف تین سو سال ہے ارجن نے اس سے پوچھا کیا تم جانتی ہو کہ استاد سامری نے راگا بن ملیان کی کی لاش کہاں رکھی تھی؟ اس چڑیل نے کہا مجھے اس دور کے متعلق کچھ پتہ نہیں مگر ایک جن ہے اس کی عمر اس وقت دو ہزار سال ہے شاید وہ تمھیں اس بارے میں کچھ بتا سکے ارجن نے کہا وہ مجھے کہاں ملے گا؟ اس خوفناک چڑیل نے جواب دیا وہ کوہ ہمالیہ پر ایک غار میں رہتا ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی کہ اس کی غار کے سامنے ایک پہاڑی چشمہ ہے اور اس چشمے کے کنارے ایک شاہ بلوط کا درخت ہے۔ یہ سن کر ارجن نے اس سے پوچھا تم شنکر سومناتی کا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟ اس نے جواب دیا میری عمر تین سو سال ہے اور میں زندہ ہوں اور آج بھی اسی پیپل کے درخت پر رہتی ہوں جس کے نیچے سے شنکر گزرا تھا وہاں اب تو جدید عمارتیں بن گئی ہیں اور کافی ترقی ہو چکی ہے مگر وہ پیپل کا درخت اب بھی اسی طرح موجود ہے اور میں اسے کسی کو کاٹنے نہیں دیتی۔ جب میں نے شنکر کو دیکھا تو مجھے پتہ چلا کہ یہ ماضی میں آیا ہے اور جادوگر بھگت بھیل کا گھر تلاش کر رہا ہے میں اس کو پکڑنے کے لئے دوڑی کہ اس کو بتاؤں کہ ماضی میں آ کر بھگت بھیل سے ملنا اچھا نہیں ہے اس طرح وہ اپنی روح اس کے جسم میں ڈال کر حال میں آ سکتا ہے اور تم ماضی میں بھٹکتے رہ جاؤ گے کیونکہ اس کی آتما اب بھی اسی گھر کی جگہ پر بھٹکتی پھرتی ہے مگر جدید دور کے کسی انسان میں داخل نہیں ہو سکتی

کیوں کہ اس وقت کے ایک نیک انسان نے اس کی روح پر حصار قائم کر دیا تھا اور وہ اس حصار سے نہیں نکل سکتی اگر شنکر اس سے ماضی میں ملاقات کرتا تو اس سے پہلے کا زمانہ ہوگا اور وہ شنکر کا جسم حاصل کر کے حال میں آ جاتا اور شنکر کو اس حصار میں چھوڑ آتا۔ میں شنکر کو یہ سب بتانا چاہتی تھی مگر یہ منتر پڑھ کر حال میں آ گیا اور کیونکہ میں نے اسے پکڑ رکھا تھا اس لئے میں بھی یہاں پہنچ گئی اب بھی میں شنکر سومناتی کو آگاہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہنا چاہتی تھی کہ مجھے منتر پڑھ کر واپس وہیں چھوڑ دو تا کہ میں اپنے گھر جا سکوں مگر تم نے مجھے پکڑ لیا مگر تم تو انسان نہیں ہو بلکہ ایک بدروح ہو پھر شنکر سومناتی سے تمہاری دوستی کس طرح سے ہے؟ اتنے میں شنکر سومناتی بھی ان کے قریب آ گیا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ چڑیل ارجن کی گرفت میں ہے اور بے بس ہو چکی ہے۔ چڑیل کی بات سن کر ارجن نے کہا میں انسان ہی ہوں اور میرا نام ارجن ہے مگر میں منتر پڑھ کر بدروح میں تبدیل ہو جاتا ہوں یہ ارجن نے اس لئے کہا تا کہ شنکر سومناتی، چڑیل کی بات سن کر اسے سچ مچ بدروح نہ سمجھ لے اور بھاگ نہ جائے۔ چڑیل نے کہا ایسا لگتا تو نہیں ہے مگر تم کہتے ہو تو وشواش کر لیتی ہوں۔ پھر ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا اسے ماضی میں جانے کا منتر پڑھ کر ان کے گھر کے قریب پہنچا دو اور پھر ارجن اس کے بال چھوڑ کر شنکر سومناتی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ شنکر سومناتی نے ماضی میں جانے کا منتر پڑھا اور چڑیل سہانی کی طرف پھونک ماری وہ فوراً غائب ہو گئی اتنے میں ارجن بھی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ شنکر سومناتی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یار تم تو بہت بڑے جادوگر ہو اور حقیقت میں بدروح لگ رہے تھے کیونکہ وہ چڑیل بھی دھوکہ کھا گئی تھی اور تمہیں اصلی بدروح سمجھ رہی تھی اور اگر کچھ دیر پہلے تم نے میرے ساتھ کھانا نہ کھایا ہوتا تو میں بھی تمہیں بدروح سمجھ کر بھاگ جاتا کیونکہ میں جانتا ہوں بدروحیں صرف خون اور گوشت پر گزارہ کرتی ہیں اور کھانا نہیں کھاتیں۔ اس کی اس بات پر ارجن نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور شنکر سومناتی بھی ہنسنے لگا۔ پھر ارجن نے کہا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے آؤ کچھ دیر یہیں بیٹھتے ہیں اور پھر وہ دونوں وہیں ایک نیم کے پیڑ تلے بیٹھ گئے۔ شنکر سومناتی نے پوچھا یار یہ راگا بن ملیان کی لاش کا کیا چکر ہے؟ ارجن نے جواب دیا۔ راگا بن ملیان کی لاش اگر مجھے مل جائے تو میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا ہوں کیونکہ وہ قارون کے خزانے سے واقف ہے وہ اس جگہ سے واقف ہے جس جگہ قارون کو خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کئی

ایسے رازوں سے واقف ہے جس سے کسی بھی ملک پر قبضہ کیا جا سکتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ساری دنیا پر اپنی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔خزانے کی بات اس بدروح نے جان بوجھ کر کی تھی تا کہ شنکر سومناتی لالچ میں آ کر اس کی لاش تلاش کرنے میں مدد دے۔ارجن کی باتیں سن کر شنکر سومناتی نے کہا اگر ایسا ہے تو تم اس کی روح کو حاضر کر کے معلوم کر سکتے ہو ارجن نے جواب دیا میں اس کی روح سے بات کر چکا ہوں مگر اپنے جسم اور دماغ کے بغیر وہ بھی اس جگہ کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہے۔شنکر سومناتی نے کہا پھر تو اس کا ایک ہی حل ہے۔ارجن نے پوچھا۔

کیا حل ہے؟شنکر سومناتی نے جواب دیا صرف اور صرف راگا بن ملیان کی لاش کی تلاش۔

شنکر سومناتی کے منہ سے یہ بات سن کر ارجن کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی اس نے اندازہ لگا لیا کہ شنکر سومناتی خزانے کے لالچ میں میرا ساتھ ضرور دے گا۔ارجن نے شنکر سومناتی سے پوچھا تو کیا اس لاش کی تلاش میں تم میرا ساتھ دو گے؟شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ضرور ضرور میں اس کام میں تمہارے ساتھ ہوں مگر مجھے میرا حصہ کتنا دو گے؟ارجن نے کہا اس کام میں ہم دونوں برابر کے شریک ہیں اس لئے حصہ بھی آدھا آدھا ہو گا مگر یہ بات تمہارے اور میرے تک ہی رہے کسی تیسرے آدمی کو اس بات کا پتہ نہ چلے۔شنکر سومناتی نے کہا تیسرا آدمی تو تب جانے گا جب ہم کسی سے دوستی کریں گے اور اسے بتائیں گے۔ارجن نے کہا تیسرے آدمی سے مراد تمہارے پریوار کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں شنکر سومناتی نے جواب دیا یہاں تو نہ پریوار ہے اور نہ ہی ایسا کبھی سوچا ہے کہ شادی کر لوں۔یہ خطرہ تو تمہارے پریوار سے ہی ہو سکتا ہے۔ارجن نے ہنستے ہوئے کہا ہم بھی پریوار کے جھنجھٹ سے آزاد ہیں یہ سن کر شنکر سومناتی بھی ہنس دیا اور کہنے لگا تم بھی میری طرح اکیلے ہی ہو۔چلو اچھا ہے اس طرح ہم اپنا کام کھل کر کر سکتے ہیں اور کوئی چنتا نہ ہو گی۔

ارجن نے کہا اس کام کے لئے ہمیں اس جن سے معلومات لینی ہوں گی جو کہ کوہ ہمالیہ پر رہتا ہے۔یہ سن کر شنکر سومناتی نے جواب دیا کوہ ہمالیہ پر کون سے ہزاروں جن غاروں میں رہتے ہوں گے کہ ایک ایک کو دیکھنا پڑے گا۔شنکر سومناتی نے کہا اس کی نشانی یاد رکھنا کہ اس کے غار کے سامنے ایک چشمہ ہے اور اس چشمے کے کنارے ایک شاہ بلوط کا درخت ہے۔ارجن نے کہا نشانی تو میں نے یاد کر لی ہے مگر ہم وہاں تک کیسے جائیں گے؟شنکر سومناتی نے جواب دیا کوہ ہمالیہ کا

سلسلہ تو بہت بڑا ہے اتنے بڑے پہاڑ پر اسے تلاش کرنا آسان کام نہیں ہے اگر اس غار کا کچھ محل و وقوع پتہ لگ جاتا تو ہمیں اور بھی آسانی ہو جاتی۔ارجن نے کہا اس کا محل وقوع تو وہ چڑیل سہانی ہی بتا سکتی ہے مگر اسے تو ہم نے واپس بھیج دیا ہے۔تو پھر کیا ہوا ہم تو جب چاہیں وہاں جا سکتے ہیں ہم اس سے مل کر معلومات حاصل کر لیں گے۔ارجن نے پوچھا تو پھر کب چلیں گے؟شنکر سومناتی نے کہا چلو پھر ابھی چلتے ہیں مگر سہانی چڑیل کو دیکھ کر بھاگ نہ جانا۔شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا اتنی بڑی بدروح میرے ساتھ ہے اب مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ارجن نے کہا اچھی طرح دیکھ لینا کہیں یہ بدروح اصلی نہ ہو اور شنکر سومناتی ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آؤ ماضی میں چلتے ہیں تا کہ اس چڑیل سہانی سے مزید معلومات کر سکیں۔

شنکر سومناتی کے کھڑے ہوتے ہی ارجن بھی اٹھ کھڑا ہوا۔پھر شنکر سومناتی نے ارجن کا ہاتھ پکڑا اور ماضی میں جانے کا منتر پڑھا دوسرے ہی لمحے وہ اس درخت کے نیچے کھڑے تھے جس پر سہانی چڑیل رہتی تھی وہ درخت ہرا بھرا نظر آ رہا تھا اور سہانی ان کو دیکھتے ہی نیچے اتر آئی اور پوچھنے لگی کیا بات ہے؟آپ یہاں کیسے؟ارجن اور شنکر سومناتی نے پیپل کے درخت کے نیچے چبوترے پر جلتے ہوئے چراغ ایک طرف رکھے اور وہاں بیٹھ کر سہانی کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا وہ بھی ان کے پاس بیٹھ گئی پھر ارجن نے کہا۔ہم اس جن کا نام تو پوچھنا بھول ہی گئے تھے جو کہ کوہ ہمالیہ پر رہتا ہے۔سہانی نے کہا اس کا نام راجیل بن تماشی ہے اور وہ مسلمان جن ہے۔ارجن نے سہانی سے پوچھا کوہ ہمالیہ کا سلسلہ تو بہت بڑا ہے تم کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں سے ہم جلد ہی اس تک پہنچ جائیں۔سہانی نے کہا اس سے ملنے کے لئے تم بھیما سر کے راستے سے کوہ ہمالیہ پر پہنچو تو بہتر ہے کیونکہ جہاں تک میری معلومات ہے وہ اس طرف ہی کہیں رہتا ہے اگر اس راستے سے تم جاؤ تو مجھے وشواش ہے کہ تم جلد ہی اس کی غار تلاش کر لو گے۔نشانی میں نے تمہیں اس کی غار کی بتا ہی دی ہے۔شنکر سومناتی نے کہا مگر بھیما سر تو دہلی سے کافی دور ہے اس کے لئے ہمیں پہلے تو معلومات کرنی پڑے گی کہ کون سا راستہ وہاں تک آسانی سے پہنچا دے گا اور اس کے لئے کسی ٹریول ایجنسی سے بات کرنی پڑے گی۔ارجن نے کہا ٹھیک ہے اب ہم چلتے ہیں پھر کبھی تمہاری ضرورت پڑی تو ملنے آئیں گے۔اس کے ساتھ ہی شنکر سومناتی بھی کھڑا ہو گیا۔سہانی پیپل کے درخت پر چلی گئی اور شنکر سومناتی نے ارجن کا ہاتھ پکڑ کر واپسی کا منتر پڑھا اور دوسرے ہی لمحے وہ

وہیں جمنا کنارے کھڑے تھے جہاں سے وہ چلے تھے۔ارجن نے شنکر سومناتی سے پوچھا یار لگتا تو نہیں تھا کہ ہم ماضی میں ہیں سب کچھ تو ایسے ہی تھا جیسے اب یہاں ہے۔شنکر سومناتی نے جواب دیا جو پیپل کا درخت تمہیں ہرا بھرا نظر آ رہا تھا اگر اس کو اب جا کر دیکھیں جدید دور میں تو وہی درخت خشک خشک اور کافی پرانا دکھائی دے گا کیونکہ اس وقت وہ پیپل بھی جوان تھا اس لئے ہمیں ہرا بھرا نظر آ رہا تھا۔ارجن کہنے لگا کتنی حیرت کی بات ہے کہ جو زمانہ بیت چکا اس کو اسی حالت میں دیکھ لینا یہ آسان کام تو نہیں ہے شنکر سومناتی نے کہا آسان کام تو دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے ہر کام میں کچھ نہ کچھ محنت کرنی پڑتی ہے ارجن نے کہا کام میں تو محنت کرنی پڑتی ہے اب گھر جانے کے لئے بھی تو محنت کرنی پڑے گی کیونکہ اس وقت رات کا ایک بجا ہے اور کوئی ٹیکسی یا سائیکل رکشہ یہاں ملنا مشکل ہے۔شنکر سومناتی نے جواب دیا اب تو ہم یہاں سے صبح ہی جائیں گے آؤ اسی نیم کے درخت کے نیچے بیٹھتے ہیں اور ہمالیہ جانے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ارجن نے پوچھا اس وقت رات کو یہاں کون معلومات دے گا؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا تم دیکھتے جاؤ میں کیسے معلومات کرتا ہوں پھر اس نے اپنی قمیض اتار کر الٹی کر کے اپنے آگے بچھا لی اور کوئی منتر پڑھنا شروع کر دیا کوئی آدھ گھنٹہ وہ منتروں میں مصروف رہا پھر اس نے ایک ریت کی مٹھی بھر کر آہستہ آہستہ اپنی قمیض پر ڈالنی شروع کر دی حیرت انگیز طور پر ریت قمیض پر گرتے ہی ایک تحریر کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھی جو کہ ارجن کی سمجھ سے باہر تھی ریت سے بنی ہوئی تحریر کو شنکر سومناتی نے پڑھا اور ارجن کو بتایا کہ یہ لکھا ہے یوں تو ہمالیہ جانے کے لئے دہلی سے کئی متبادل راستے اختیار کئے جا سکتے ہیں پرنتو تمہاری منزل بھیما سر کے راستے ہی نزدیک پڑتی ہے اس لیے آپ ترنت ہمالیہ پہنچنے کے لئے پہلے دہلی سے گجرات کے احمد آباد ایئر پورٹ پر اتریں وہاں سے بذریعہ سڑک یا کسی بھی دوسری سواری کے ذریعے بھیما سر پہنچیں وہاں سے تھوڑا آگے بیس پچیس میل کا ریگستان پار کر کے پہلے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں شروع ہوں گی اور اس کے بعد ہمالیہ پہاڑ شروع ہو جائے گا مگر اس ریگستان میں جل ناپید ہے اس کے لئے پہلے سے تیاری کر کے جائیں۔
یہ سن کر ارجن نے کہا یار یہ تمہارا طریقہ معلومات تو بڑا عجیب وغریب ہے کیا اس طریقے سے استاد سامری اور راگا بن ملیان کی لاش کا پتہ نہیں چل سکتا؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا نہیں اس طریقے سے قدیم دور کی معلومات نہیں مل سکتیں یہ تو عام معلومات کا ذریعہ ہے اگر اس طریقے سے

معلومات مل سکتیں تو پھر ہمیں اتنا کشٹ کاٹنے کی کیا پڑی تھی ہم نے ہمالیہ پر ضرور دھکے کھانے تھے ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں دور جمنا کے پانی میں ہلچل سی دکھائی دی۔ارجن بد روح تھا اور شنکر سومناتی جادوگر اس لئے وہ دونوں ہی اندھیرے میں دیکھ سکتے تھے۔پانی کی ہلچل میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے پانی میں طوفان آ گیا ہو مگر دریائے جمنا سے باہر ہوا ویسے ہی سبک رفتاری سے چل رہی تھی۔شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا یہ کیسی ہلچل ہے؟ ارجن نے جواب دیا معلوم نہیں پانی میں کیا ہو رہا ہے؟ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پانی میں سے ایک بہت بڑا دریائی گھوڑا نکل کر ان کی طرف آنے لگا۔وہ آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔شنکر سومناتی نے کہا یہ تو ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔چلو جلدی سے اس درخت پر چڑھ جائیں۔ اور پھر وہ دونوں اسی نیم کے درخت کے نیچے سے اٹھ کر فوراً اوپر چڑھ گئے۔دریائی گھوڑے نے بھی ان کو اوپر چڑھتے دیکھ لیا تھا اس نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی مگر وہ دونوں اوپر آخری شاخوں پر پہنچ چکے تھے دریائی گھوڑا آ کر اسی درخت کے نیچے رک گیا اور اپنا لمبا سا منہ اٹھا کر ان کو دیکھنے لگا۔شنکر سومناتی نے کہا یہ جمنا میں دریائی گھوڑا کہاں سے آ گیا۔اس میں تو چھوٹی موٹی مچھلیاں اور کچھوے ہی ہوتے ہیں۔ارجن نے کہا یہ تو ہماری طرف ہی دیکھ رہا ہے تم یہیں ٹھہرو میں نیچے اتر کر اس سے دو دو ہاتھ کرتا ہوں۔شنکر سومناتی نے کہا یار یہیں بیٹھے رہو کچھ ہی دیر میں صبح ہونے والی ہے یہ خود ہی دفع ہو جائے گا۔دریائی گھوڑا کچھ دیر تو وہیں کھڑا رہا اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ واپس دریائے جمنا کی طرف چل دیا اور پانی میں اتر کر غائب ہو گیا۔شنکر سومناتی نے کہا چلو جان چھوٹی۔دفع ہو گیا سالا۔ارجن نے کہا یہ یہیں دریا میں کہیں رہتا ہو گا اور صرف رات کو ہی خوراک کی تلاش میں نکلتا ہو گا۔شنکر سومناتی نے جواب دیا لگتا تو ایسا ہی ہے پھر صبح کا اجالا پھیلنے لگا اور لوگ آنے جانے لگے تو ارجن اور شنکر سومناتی بھی ایک سائیکل رکشے پر بیٹھ کر اسٹیشن پر آئے اور اس کے قریب ہی واقع گھنٹام ہوٹل سے کھانا کھا کر ایک ٹیکسی کے ذریعے شنکر سومناتی کے گھر پہنچ گئے اس کا گھر بستی خواجہ میر درد کے قریب ہی تھا۔ٹیکسی پر وہ اس لئے آئے تھے کہ جلد ہی گھر پہنچ جائیں تاکہ ساری رات کی تھکاوٹ دور کر سکیں جبکہ ارجن کو تو روشنی سے ویسے ہی چڑ تھی وہ تو صرف رات کا راہی تھا۔ارجن، شنکر سومناتی کے گھر پہنچ کر بستر پر لیٹ گیا۔شنکر سومناتی کا گھر دو کمروں پر مشتمل تھا اور کافی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا ایک کمرے میں سونے کا انتظام تھا اور ایک

ہی بستر لگا ہوا تھا جس پر ارجن لیٹ گیا اور شنکر سومناتی نیچے فرش پر بچھائے گئے قیمتی قالین پر ہی لیٹ گیا۔ دوسرے کمرے میں صرف قالین بچھا تھا اور گاؤ تکئے لگے تھے اور دیواروں اور کمرے میں عجیب وغریب اور خوفناک چیزوں کی بہتات تھی کئی انسانی ڈھانچے کھڑے تھے کئی جانوروں کی کھوپڑیاں رکھی تھیں کچھ مردہ سانپ، کچھوے اور چھپکلیاں دیواروں پر لٹکی ہوئی تھیں اس کمرے کو تو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ سارا گھر صاف ستھرا تھا شاید اس کی وجہ شنکر سومناتی کا نوکر راموتھا جو گھر کی صفائی بھی کرتا تھا اور کھانا وغیرہ بھی پکاتا تھا۔ اس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں تھا اور وہ کافی عرصے سے شنکر سومناتی کے ساتھ ہی رہتا تھا وہ تیس بتیس سال کا جوان لگتا تھا کیونکہ اسے پہلوانی کا بھی شوق تھا ورنہ عمر اس کی چالیس سے اوپر تھی ابھی وہ لیٹے ہی تھے کہ رامو نے آکر پوچھا۔ صاحب جی کھانا لگا دوں؟ شنکر سومناتی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

یار پھر تُو نے مجھے صاحب کہا کئی بار سمجھایا ہے مجھے صاحب نہ کہا کر شنکر کہا کہ تیرے منہ سے صاحب سن کر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں کسی انگریز کی اولاد ہوں اور رامو نے دانت نکالتے ہوئے کہا میں تو مہمان کی وجہ سے آپ کو صاحب کہہ رہا تھا ورنہ مہمان خیال کرتا کہ یہ کیسا نوکر ہے جو مالک کو نام لے کر پکارتا ہے شنکر سومناتی نے کہا۔ یہ مہمان نہیں ہے یہ بھی آج سے ہمارا دوست ہے اور اس کا نام ارجن ہے پھر شنکر نے ارجن سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا ارجن یہ رامو ہے میرے سارے کاموں اور گھر کی دیکھ بھال یہی کرتا ہے ارجن نے رامو سے کہا رامو تم ہمارے بھی دوست ہو اب ہم اکٹھے ہی رہا کریں گے میں جلد ہی اپنا مکان بھی فروخت کر دوں گا۔ رامو نے کہا یہ تو اور بھی اچھا ہے چلو اچھا وقت گزرے گا جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ ارجن نے کہا ہم تو تین ہیں پھر دیوانے دو کیوں؟ رامو نے کہا دیوانے تو ہم دو ہی ہوں گے شنکر تو جادوگر ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا ویسے یہ بھی جادوگر ہے یہ سن کر رامو نے جواب دیا پھر تو مجھے یوں کہنا چاہیے کہ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے جادوگر دو۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کال بیل کی آواز آئی اور رامو نے منہ بناتے ہوئے کہا یہ سویرے سویرے کون آمرا؟ اور اٹھ کر دروازہ کھولنے چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد رامو واپس آیا اور کہنے لگا شنکر بھائی ایک آدمی آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے شنکر سومناتی نے کہا اسے وہیں سے بھگا دیتا تجھے پتہ ہے ساری رات کا تھکا ہوا آیا ہوں کچھ دیر تو سونے دے۔ رامو نے کہا وہ کل دن میں بھی کئی بار آیا تھا مگر اس سے بھی آپ نہیں

تھے اب میں اسے آپ کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔ ڈھانچے دیکھ دیکھ کر اس کی ٹانگیں کانپ رہی ہوں گی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اب تک وہ خوف کے مارے پرلوک سدھار گیا ہو اور اس کا کریا کرم بھی ہمیں ہی کرنا پڑے شنکر سومناتی نے اٹھتے ہوئے کہا بس بس اپنی بکواس رہنے دے میں اس سے ملتا ہوں اور پھر ارجن سے مخاطب ہو کر کہا تم آرام سے سو جاؤ میں وہیں سو جاؤں گا کیونکہ دن کا سمے ہے کئی لوگوں کا آنا جانا ہوگا اور رامو بار بار آکر مجھے اٹھائے گا اور تمہاری نیند خوامخواہ خراب ہوگی۔ یہ کہہ کر شنکر سومناتی چلا گیا رامو پہلے ہی جا چکا تھا ارجن نے کروٹ بدلی اور آنکھیں بند کر لیں۔

☆......☆......☆

کئی ماہ کی تگ ودو کے بعد ارجن نے اپنا مکان بیچ دیا اور خود شنکر سومناتی اور رامو کے ساتھ رہنے لگ گیا اب وہ جلد سے جلد ہمالیہ جانے کے چکر میں تھے۔ رامو بھی ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور شنکر سومناتی نے اپنے ایک دوست کے ذریعے احمد آباد کی ٹکٹ بھی ریزرو کروا لی تھی۔ آج ان کی فلائٹ کا دن تھا تمام ضروری سامان انہوں نے رات کو ہی باندھ کر رکھ لیا تھا کیونکہ صبح نو بجے ان کی فلائٹ تھی۔ صبح جلدی جلدی اشنان سے فارغ ہو کر اور کچھ جل پان کر کے اپنے اپنے بیگ اٹھا کر وہ گھر سے نکل آئے اور ایک ٹیکسی والے کو روک کر ایئر پورٹ کی راہ لی اور پھر اپنے اپنے ٹکٹ لئے وہ کاؤنٹر پر پہنچ گئے جہاں سے انہیں اپنی مطلوبہ فلائٹ تک آنا تھا اور پھر وہ پسنجر لاؤنج میں براجمان ہو گئے کیونکہ ان کی فلائٹ میں کچھ تاخیر تھی۔ لاؤنج میں بیٹھتے ہی رامو نے پوچھا شنکر بھائی میں تو سمجھتا تھا کہ ریل گاڑی ہی لیٹ ہوتی ہے مگر یہاں تو جہاز بھی لیٹ ہے مگر شنکر سومناتی کوئی جواب دینے کی بجائے صرف منہ بنا کر رہ گیا۔ ادھر ارجن سوچ رہا تھا کہ دنیا کتنی ترقی کر گئی ہے ہمارے دور میں تو آسمانوں میں اڑنا ایک خیال ہی ہوتا تھا مگر آج کے دور میں انسان آسمان میں بھی اڑنے لگا ہے اور فاصلے سمٹ گئے ہیں جتنی دور ہم سال میں پہنچتے تھے اب جہاز کے ذریعے صرف ایک گھنٹہ لگتا ہے۔ پھر وہ سوچنے لگا اگر اس جن نے مجھے میری لاش اور استاد سامری کا پتہ بتا دیا تو پھر اس دنیا پر میری حکومت ہوگی۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز نے اس کی سوچوں کے طلسم کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہو رہا تھا کہ ایئر انڈیا کی فلائٹ 037 احمد آباد جانے کے لئے تیار ہے لہٰذا مسافروں سے التماس کی جاتی

ہے کہ وہ گیٹ نمبر ۳ سے اپنی فلائٹ تک پہنچ جائیں اور پھر وہ بھی دیگر مسافروں کے ساتھ گیٹ نمبر ۳ تک پہنچ گئے اور پھر وہاں سے جہاز تک ایک بڑی سی ایئر کنڈیشنڈ بس میں بیٹھ کر وہ اپنے جہاز تک پہنچ گئے اور پھر جہاز کے ساتھ لگی لمبی سی سیڑھی سے اوپر چڑھتے ہوئے جہاز کے داخلی دروازے تک پہنچ گئے جہاں پر ایک حسین وجمیل ایئر ہوسٹس نے انہیں اپنے ساتھ لیتے ہوئے ان کی مطلوبہ سیٹ تک پہنچنے میں ان کی رہنمائی کی۔ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور ایئر کرافٹ میں پھیلی ہلکی ہلکی مدھ بھری موسیقی نے ان کے دلوں کو ایک عجیب سا سکون دیا ابھی وہ اس موسیقی سے لطف اندوز ہو ہی رہے تھے کہ اچانک ارجن کے کانوں میں کسی ناری کی نہایت ہی دھیمی اور رس بھری آواز سنائی دی جو ان سے کہہ رہی تھی، ایکسکیوز می پلیز۔ دیکھئے آپ لوگ اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیجئے۔ کیونکہ ابھی کچھ ہی دیر بعد ایئر کرافٹ ٹیک آف کرنے والا ہے۔ اور انہوں نے اپنی اپنی بیلٹیں باندھ لیں مگر ارجن تو اس کانچ کی گڑیا کو ایک ٹک تکے جا رہا تھا۔ ایئر ہوسٹس نے بھی ارجن کو اپنے میں مگن دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے ارجن کا سیٹ بیلٹ باندھ دیا۔ سیٹ بیلٹ باندھتے وقت اس کے جسم کی سوگندھ نے ارجن کو دیوانہ سا کر دیا اور جیسے ہی ارجن کی نگاہ اس کی صراحی دار گردن پر پڑی تو اس کی نازک شریانوں میں چلتا ہوا خون دیکھ کر ارجن کی شیطانی طاقتیں بے چین ہو گئیں مگر دن کا وقت تھا اور جہاز میں لائٹیں بھی جل رہی تھیں اس لئے ارجن دل مسوس کر رہ گیا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ایئر ہوسٹس کی رگوں میں دوڑتا ہوا خون اسے آوازیں دے رہا ہو اور ارجن کے منہ میں آنے کے لئے تڑپ رہا ہو مگر ارجن نے دل پر جبر کر کے آنکھیں بند کر لیں اور ایئر ہوسٹس اس کے دل و دماغ پر بجلیاں سی گراتی آگے بڑھ گئی۔ ارجن کے دل و دماغ پر شیطانی طاقتوں اور بدروحوں کے سائے لہرا رہے تھے وہ اٹھنا چاہتا تھا تا کہ ایئر ہوسٹس کو دبوچ کر اس کے لہو سے پیاس بجھا سکے مگر جیسے ہی وہ آنکھیں کھولتا جہاز میں روشن لائٹیں اسے دن کی روشنی کا احساس دلا دیتیں اور وہ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر پھر سے آنکھیں بند کر لیتا۔ اس نے سوچا اگر میں نے ابھی ایسی کوئی حرکت کی تو شنکر سومناتی اور رامو بھی میری اصلیت سے واقف ہو جائیں گے اور پھر یہ میری لاش کی تلاش میں کوئی مدد نہ کریں گے اور میری منزل قریب آتے آتے بہت دور ہو جائے گی اس لئے مجھے اپنے آپ پر کنٹرول کرنا ہو گا ورنہ ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔

اچانک شنکر سومناتی نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا ارجن کہاں کھو گئے ہو؟ اور شنکر سومناتی کے جھنجھوڑتے ہی ارجن کی بیدار قوتیں پھر سے سو گئیں اور ارجن نے چونک کر شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور جواب دیا، کہیں نہیں یار بس اس جن کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کے پاس ہم جا رہے ہیں اور شنکر سومناتی نے جواب دیا بھائی سپنے دیکھنے چھوڑ دے ابھی منزل بڑی دور ہے۔ رامو ان سے اگلی سیٹ پر تھا اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے اپنے ہی خیالوں میں مگن تھا ابھی شنکر سومناتی اور ارجن باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہی ایئر ہوسٹس دوبارہ آتی دکھائی دی۔ وہ چلتے ہوئے یوں لگ رہی تھی جیسے وہ اس جہان کی نہیں بلکہ پرلوک سے آئی ہوئی کوئی اپسرا ہو۔ آخر ارجن سے نہ رہا گیا اور اس نے اشارے سے اسے بلا ہی لیا۔ اس نے آتے ہی بڑی دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔ جی سر! فرمائیے کیا حکم ہے؟ ارجن اس کے ساحرانہ حسن میں کھو گیا تھا اس کی آواز پر چونکا اور کہنے لگا۔ دیوی جی اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کا شبھ نام پوچھ سکتا ہوں جس پر اس نے مسکراتے ہوئے ارجن کو جواب دیا۔ مجھے ان پورنا کہتے ہیں لیکن پیار سے مجھے صرف انو کہتے ہیں اب آپ فرمائیے میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟ جس پر ارجن کی بجائے شنکر سومناتی نے کہا۔ انو جی! اصل میں پیاس بہت لگ رہی تھی اس لئے آپ کو زحمت دی اگر کوئی جوس وغیرہ مل جائے تو آپ کا اپکار ہو گا۔ شنکر سومناتی نے اسے جوس کا آرڈر اسی لئے دیا تھا کیونکہ وہ ارجن کی آنکھوں میں خون کی سرخی دیکھ چکا تھا اور اس کا خیال تھا کہ ارجن اس کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانا چاہتا ہے اور اس کی آنکھوں میں موجود سرخی پیار کا نشہ ہے۔ شنکر سومناتی کی بات سن کر انو نے کہا سر یہ اپکار نہیں یہ تو ہماری پرم پرا ہے کہ آنے والے ہر مسافر کی سیوا کریں اور یہ کہتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ اپنے ہاتھوں میں سجائے دو عدد جوس کے ڈبوں کے ساتھ حاضر ہوئی اور آتے ہی اس نے چھوٹی سی فولڈنگ ٹیبل (کھانے کی ٹرے) جو کہ جہاز کی ہر سیٹ کی پشت پر منسلک ہوتی ہے کھولتے ہوئے بولی سر جوس حاضر ہے اور ایک مرتبہ پھر ارجن اس کی مدھ بھری آواز سن کر بے کل ہو گیا اور اس کی واسنا کی آگ اس کے شریر کو جلانے لگی لیکن اتنے سارے لوگوں کی موجودگی اور پھر دن کا سمے ہونے کی وجہ سے وہ مجبور و بے بس ہو کر رہ گیا۔ ٹھنڈے جوس کے ڈبے کو حلق میں انڈیلتے ہی اس کی بے قرار سانسوں کو قرار آ گیا اور جوس پینے کے بعد اس نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور کہا اب کچھ سکون محسوس ہوا ہے۔

جہاز کے ٹیک آف کے کچھ ہی دیر بعد جہاز کے کرُو کو پرتعیش کھانے پینے کی اشیاء سے سجے ارجن اور شنکر نے آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے راموکو بھی آواز دی اور کہا کچھ جل پان کر لو اور رامو نے اٹھ کر ان کے پاس آتے ہوئے کہا ہمارے مقدر میں تو جل ہی جل ہے پان تو ارجن بھائی کھانے کی فکر میں ہے یہ کہہ کر اس نے معنی خیز انداز میں ارجن کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔ارجن نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا یہ سیلون کا پان ہے ایسا پان تمہارے بس سے باہر ہے۔ان کی باتیں سن کر شنکر سومناتی نے کہا یار جل پان سے میرا مطلب صرف کھانے پینے سے تھا تم نے پان کا کیا مطلب نکال لیا اور رامو بھی ہنستے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گیا اور پھر کہنے لگا میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ اٹھ کر لیواٹری (بیت الخلاء) کی طرف چلا گیا۔ارجن بھی اٹھ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ وہی کومل اپسرا ارجن کی نشست کے پہلو میں آموجود ہوئی۔جسے دیکھتے ہی ایک بار پھر ارجن کے من میں جلترنگ بجنے لگے اور اس مرتبہ ارجن نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ پکڑ ہی لیا جس پر وہ شرما کر فوراً پیچھے ہٹی اور ارجن کو اس حرکت سے باز رہنے کو کہا اور پھر اسی کشمکش میں وہ مشروبات کی ٹرے سیدھی ارجن کے کپڑوں پر آگری۔جس پر ان پورنا ارجن کے لئے خود مشروب لے کر آئی تھی۔ٹرے گرتے ہی فوراً ان پورنا نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا سر پلیز شا کر دیجئے۔آپ میرے ساتھ آیئے میں آپ کی قمیض دھو دیتی ہوں آپ دوسری قمیض پہن لیجیے ارجن نے سوچا اب تو یہ خود بلا رہی ہے موقع اچھا ہے اور پھر اس نے اپنے بیگ سے قمیض نکالی اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا چلتے چلتے وہ جہاز ہی میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کیبن نما ٹک شاپ میں پہنچ گئے جہاں پر کھانے پینے کی ٹرالیاں اور فرسٹ ایڈ وغیرہ کا سامان بھرا پڑا تھا۔ان پورنا نے اندر داخل ہو کر ارجن کو اندر آنے کے لئے کہا اور خود مڑ کر دروازہ بند کر دیا ارجن اسے بانہوں میں جکڑنے کے لئے بے تاب کھڑا تھا کہ جیسے ہی وہ دروازہ بند کر کے مڑے تو میں اس کے خون سے اپنی پیاس بجھاؤں مگر ان پورنا جیسے ہی دروازہ بند کر کے مڑی تو ارجن کو ایک جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر اس سے دور کھڑا ہو گیا ان پورنا کی شکل بگڑ چکی تھی اور وہ خود کوئی لہو کی پیاسی بدروح لگ رہی تھی اب ارجن اس کی چال سمجھا کہ وہ اسے وہاں کیوں لے کر آئی ہے۔

مگر ارجن بھی شیطان کا چیلا تھا بدروحوں کا شہزادہ تھا وہ اس سے وقتی طور پر خائف ہو گیا تھا مگر دوسرے ہی لمحے اس کی ساری شکتیاں بیدار ہو گئیں اور پھر دو بدروحیں آمنے سامنے تھیں اور

ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش میں تھیں۔ارجن نے اسے اٹھا کر فرسٹ ایڈ کے بکس پر دے مارا مگر اس نے فوراً ہی ٹانگ مار کر ارجن کو گرا لیا اور ارجن کے کندھے میں دانت گاڑ دیئے اس کے دانت گاڑتے ہی ارجن کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور کڑچ کی آواز سے ان پورنا کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ارجن نے جلدی جلدی اسے اٹھا کر ایک طرف پھینکا اور اس پر دوسرا سامان رکھنے لگا اس کام سے فارغ ہو کر اس نے فوراً قمیض بدلی اور اپنی قمیض ہاتھ میں لئے فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر آیا اور دروازہ بند کر کے اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔شنکر سومناتی اس کی اترتی چڑھتی سانسوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ ارجن اپنی واسنا کی آگ ٹھنڈی کر کے آیا ہے لیکن وہ ایک بات پر حیران تھا کہ اس کیبن پر ایک نظر نہ آنے والا حصار نظر آ رہا تھا تاکہ اندر کے حالات کا کسی کو پتہ نہ چل سکے اس کا خیال تھا کہ یہ حصار بھی ارجن نے لگایا تھا مگر ان پورنا ابھی اندر ہی تھی شنکر سومناتی نے سمجھا شاید کپڑے وغیرہ درست کر رہی ہو۔ارجن خاموش سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔شنکر نے اس سے بات کرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

کافی دیر کے بعد اسپیکر پر ایک بار پھر آواز ابھری جس پر مسافروں کو اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھنے اور بیلٹ باندھنے کے لئے کہا جا رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہاز کی وہ تمام چھوٹی چھوٹی بتیاں جل اٹھیں جن پر نو اسموکنگ اور دیگر ہدایات درج تھیں اور ساتھ ہی ساتھ کپتان انہیں یہ خوشخبری بھی سنا رہا تھا کہ بس ابھی چند لمحے بعد ہم احمد آباد کے ہوائی اڈے پر اترنے والے ہیں لہذا جب تک جہاز مکمل طور پر اتر کر رک نہیں جاتا آپ سے التماس ہے کہ جہاز میں چلنے پھرنے سے گریز کریں اور اپنی اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہاز نے زمین کی طرف نیچے اترنا شروع کر دیا اور ایک دفعہ پھر لینڈنگ کرتے وقت جب جہاز کے پہیوں نے رن وے کے ٹریک کو چھوا تو وہ دیوہیکل جہاز بری طرح سے تھرا اٹھا اور پھر آہستہ آہستہ جہاز کی رفتار میں کمی واقع ہونا شروع ہو گئی اور جہاز آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک مخصوص مقام پر جا کر ٹھہر گیا۔جہاز کے رکتے ہی چھوٹی چھوٹی گاڑیاں جن کی چھتوں پر ایمرجنسی لائٹس جل رہی تھیں قریب ہی آ کر کھڑی ہو گئیں۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک دیوہیکل لمبی سی سیڑھی نے جہاز کے دروازے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر جہاز کے عملے نے دروازہ کھول دیا اور تمام مسافر باری باری اپنے اپنے ہاتھوں میں

اپنے چھوٹے بڑے سفری بیگ لئے اس سیڑھی سے نیچے اترنے لگے تو ارجن، راموا ور شنکر سومناتی بھی نیچے اترنے کے لئے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ دروازے کے قریب ہی ایئر انڈیا کا عملہ انہیں الوداع کہنے کے لئے موجود تھا اور ان میں سے چند ایئر ہوسٹس ہنس ہنس کر ہر مسافر کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ دعائیہ کلمات بھی ادا کر رہی تھیں۔ ویش یو آل آف بیسٹ۔ اور مسافر بھی اتنی ہی گرمجوشی سے ان کے جملوں کا جواب دے رہے تھے۔

ایئر پورٹ سے باہر نکلتے ہی ٹیکسی ڈرائیوروں نے مسافروں کو اپنے نرغے میں لینا شروع کر دیا اور پھر ایک ٹیکسی ڈرائیور نمستے کہتا ہوا ارجن اور شنکر سومناتی کے قریب پہنچ گیا رامو بھی ان کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ ڈرائیور نے ان کے قریب پہنچتے ہی گجراتی لہجے میں کہا۔ بھایا تمہیں کاں جاؤ سے (بھائی تم نے کہاں جانا ہے) جس پر ارجن اور شنکر سومناتی اس کا منہ تکنے لگے۔ رامو کچھ کچھ گجراتی زبان سے واقف تھا اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ نرکھ دوار جاویں سے (نرکھ کے دروازے پر جائیں گے) یہ سن کر ٹیکسی ڈرائیور شرمندگی سے اپنی بغلیں جھانکنے لگا اور پھر ہندی میں بولا سر میری گاڑی بالکل نئی ہے اور آپ دیکھنا آپ کو اس اڑن کھٹولے سے بھی زیادہ مزہ آئے گا میری گاڑی میں سفر کر کے جس سے آپ ابھی ابھی نیچے اترے ہیں اور سر پیسے بھی آپ اپنی مرضی کے دینا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور نہایت کایاں قسم کا بندہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بس ایک بار یہ تینوں میری ٹیکسی میں بیٹھ جائیں پھر ان کی کھال اتارنا میرا کام ہے۔ اب کی بار شنکر نے اس سے کہا یار ہمیں اصل میں بھیما سر جانا ہے وہاں تک ہم کیسے پہنچیں گے۔ تم ہمیں کسی ریلوے اسٹیشن یا پھر بس اسٹینڈ لے چلو جہاں سے ترنت ہمیں سواری مل جائے اور ہم بھیما سر پہنچ جائیں کیونکہ آگے ہمیں ہمالیہ کی طرف جانا ہے یہ سن کر اس ٹیکسی ڈرائیور کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے کہا سر آپ چنتا مت کریں۔ یہ تو آپ نے بھیما سر کی بات کی ہے میں تو آپ کو کنیا کماری بھی پہنچا سکتا ہوں اور آپ کو راستے میں کوئی تکلیف بھی نہیں ہونے دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو یہاں احمد آباد میں ہی کچھ دیر آرام کر لیں اور کوئی سیوا میرے لائق ہو تو یعنی کوئی جل پان یا پھر دارو (شراب) سمیت کو کٹلیا سی کٹاری ناری وغیرہ جس پر ارجن نے جواب دیا یار فی الحال تو تم ہمیں بھیما سر پہنچا دو پھر کبھی تمہاری خدمات حاصل کریں گے۔ یہ سن کر وہ انہیں اپنے ساتھ لئے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف چل دیا جہاں واقعی اس کی نئے ماڈل کی فیٹ گاڑی کھڑی تھی پھر اس نے گاڑی کے دروازے

کھول کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ شنکر سومناتی اور رامو پیچھے بیٹھ گئے جبکہ ارجن نے اگلی سیٹ سنبھال لی اور ٹیکسی ڈرائیور نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اگنیشن سوئچ میں چابی گھماتے ہوئے کہا۔ سر جی ایک بات پوچھوں اگر آپ برا نہ مانیں تو جس پر ارجن نے برا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ پوچھو بھائی ضرور پوچھو ایک بات تو کیا ہزار باتیں پوچھو اب ہم پھنس جو گئے ہیں اور ڈرائیور نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ صاحب جی میرا مطلب تھا کہ دہلی سے آپ کو احمد آباد آنے اور پھر بھیما سر کے راستے ہمالیہ جانے کی کیا ضرورت تھی اس سے تو بہتر تھا کہ آپ دہلی سے سرینگر جاتے اور پھر وہاں سے کشمیر کی وادیوں کی سیر کرتے ہوئے آپ ہمالیہ پہنچ جاتے یہ آپ نے اتنا لمبا سفر کیوں کیا؟ اب ارجن اسے کیا بتاتا کہ ہماری منزل اسی طرف ہے اس نے اسے ٹالنے کے لئے جواب دیا بھائی ہم تو ٹھہرے پردیسی ہمیں تو بس جیسے جہاز والوں کی کمپنی نے مشورہ دیا ہم ویسے ہی چل پڑے۔ جس پر ڈرائیور نے کہا بس صاحب جی بھگوان ہی پوچھے ان اڑن کھٹولے والوں سے۔ یہ صرف پیسے بٹورنے کے لئے ایسا کرتے ہیں کیسا کل یوگ آ گیا ہے جسے دیکھو دوسرے کے چھری پھیرنے کے چکر میں رہتا ہے واہ رے بھگوان تیری لیلا ہی نیاری ہے۔ اور پھر اچانک ہی ایئر پورٹ کے احاطے میں ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ سیکورٹی فورس کا عملہ اور پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی جہاز کی طرف دوڑ رہی تھیں اور آخر کار اس ڈرائیور نے اپنے ایک جاننے والے پولیس والے سے جو ان کی گاڑی کے پاس سے دوڑتا جا رہا تھا پوچھ ہی لیا ارے بھائی رام پرشاد یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیوں بھاگ رہے ہو؟ اس نے ایک لمحے کو رک کر جواب دیا کچھ نہیں جا کھا بھائی وہ جو ابھی ابھی دہلی سے جہاز آیا تھا اس میں ایک ایئر ہوسٹس کا قتل ہو گیا ہے یہ کہتے ہی وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ سن کر ایک لمحے کے لئے ارجن کے چہرے پر فکر کے سائے پھیل گئے اور اس نے پیچھے بیٹھے شنکر سومناتی اور رامو کی طرف دیکھا۔ شنکر سومناتی، ارجن کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر ارجن مسکرا دیا اور ڈرائیور سے کہنے لگا چلو بھائی جلدی کرو ہمارے پاس سمے بہت کم ہے اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی اور اس سے پہلے کہ کوئی اور زرگھٹنا پیش آتی وہ ایئر پورٹ کی حدود سے باہر آ چکے تھے۔

☆......☆......☆

روپا کو ہسپتال سے گھر آئے کئی ماہ ہو چکے تھے اس کے گال کا زخم ٹھیک ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جارہا تھا اور اب تو بقول اس کی ماتا کے روپا پر پاگل پن کے دورے بھی پڑنے لگے تھے۔ کبھی کبھی تو روپا بالکل ٹھیک لگتی تھی اور کبھی کبھی خود بخود چیخیں مارنے لگتی اور اس کا چہرہ ایسی حالت میں مزید خوفناک ہو جاتا تھا کیونکہ کچھ تو وہ گال کے کٹنے کی وجہ سے خوفناک نظر آنے لگی تھی دورہ پڑتے ہی اس کی حالت غیر ہو جاتی تھی اس کا چہرہ بھیانک ہو کر اس کے جسم پر لمبے لمبے سیاہ بال نکل آتے تھے ایسی حالت میں اس کو دیکھ کر اس کی ماتا بھی ڈر جاتی تھی مگر وہ اس کی حالت کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دورے کے بعد روپا پھر اپنی اصلی حالت میں آ جاتی تھی۔ اس کی ماتا بملا کماری نے اسے کئی لیڈی ڈاکٹر کو بھی دکھایا مگر لیڈی ڈاکٹر کے سامنے روپا بالکل ٹھیک لگتی تھی۔ بملا کماری اس کا ہر ممکن علاج کرا رہی تھی مگر کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔

ادھر گلو دادا کئی قتلوں کے الزام میں جیل میں تھا اور اس پر مقدمہ چل رہا تھا اس کی ضمانت بھی نہیں ہو رہی تھی۔ گلو دادا، ارجن کو تہہ خانے میں ڈالنے والے کیس سے تو بری ہو چکا تھا کیونکہ ارجن اس کیس کی پیروی نہیں کر رہا تھا اور تقریباً آٹھ ماہ سے گھر سے غائب تھا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی ارجن کی تلاش میں تھا اس کا خیال تھا کہ گلو دادا نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ارجن کو مروا دیا ہے مگر جب اسے پتہ چلا کہ ارجن اپنا مکان فروخت کر گیا ہے تو وہ بڑا حیران ہوا کہ آخر ارجن کہاں چلا گیا؟ اگر اسے پیسوں کی ضرورت تھی تو وہ مجھ سے بات کرتا مگر معاملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ گلو دادا پر اب ان لوگوں کے قتل کا مقدمہ چل رہا تھا جن کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں اس کے تہہ خانے سے ملی تھیں۔ ادھر روپا کا پیٹ بڑھتا ہی جارہا تھا اس نے کئی بار حمل ضائع کرانے کی کوشش بھی کی مگر حمل ضائع نہ ہوتا تھا اور روپا کی حالت دن بہ دن بگڑتی جارہی تھی۔ وہ اپنی ماتا سے کئی بار کچا گوشت منگوا کر کھا چکی تھی اس کی ماتا اس کے لئے بکرے کا گوشت منگوا کر رکھتی تھی کیونکہ روپا اب اور کسی قسم کے کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگاتی تھی جب اس کی ماتا اسے بھوکا دیکھتی تو ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر بکرے کا گوشت کھانے کو دے دیتی تھی اور اس کا کمرہ بند کر دیتی تھی ویسے بھی روپا اکثر اپنے کمرے میں ہی رہتی تھی اور لائٹیں بجھا کر رکھتی تھی کیونکہ وہ روشنی سے نفرت کرنے لگی تھی جب کبھی ٹھیک ہوتی تھی تو اشنان کر لیتی تھی ورنہ کئی کئی روز اسی طرح گزر جاتے تھے۔ بملا کماری جب بھی جیل میں گلو دادا سے ملنے جاتی تو گلو دادا، روپا کے متعلق ضرور پوچھتا تھا کہ روپا کیوں نہیں

آئی؟ اور بملا کماری اسے یہ کہہ کر چپ کرا دیتی تھی کہ ابھی اس کے گال کے گھاؤ نہیں بھرے اس لئے وہ شرم کے مارے گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ روپا کے حاملہ ہونے کی بات اس نے گلو دادا کو نہیں بتائی تھی کہ وہ بھی پریشان ہوگا۔

☆......☆......☆

وہ ایئرپورٹ کی حدود سے کافی آگے نکل چکے تھے اور ٹیکسی ڈرائیور ان کو مغلوں کی ان تاریخی عمارتوں، مسجدوں اور پرانے مندروں کی تعریفیں کر کر کے سنا رہا تھا جو راستے میں اسے نظر آ رہی تھیں لیکن ارجن اس کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا حالانکہ وہ تمام عمارتیں اور مذہبی عبادت گاہیں واقعی قابل دید تھیں۔ اور پھر ارجن نے وقت گزاری کے لئے ٹیکسی ڈرائیور سے اس کا نام پوچھ لیا۔ جس پر اس نے اپنا نام جوجرا ماما یا جاکھا بتایا اور کہنے لگا صاحب جی نام تو میرا جوجرا ماما یا ہے لیکن گوتر (ذات، قوم) جاکھا ہے اس لئے پورا نام جوجرا ماما یا جاکھا ہے ویسے عام طور پر لوگ مجھے جاکھا ہی کہتے ہیں آپ مجھے جس نام سے بھی یاد کریں گے مجھے وہی اچھا لگے گا۔ پھر جاکھا قریبی پٹرول پمپ سے گاڑی کا فیول ٹینک فل کروانے لگا۔ پھر کچھ دیر احمد آباد کی سڑکوں پر گاڑی دوڑانے کے بعد اس نے ایک جی ٹی روڈ کا رخ کیا اور پھر بھیما سر جانے والے راستے پر گاڑی ڈال دی۔ روڈ پر لگے سنگ میل کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ بھیما سر احمد آباد سے تقریباً دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور پھر جاکھے نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ صاحب جی یہ دو سو کلو میٹر کا فاصلہ تو آپ یوں سمجھیں کہ آنکھ بند کرتے ہی کٹ جائے گا۔ ویسے صاحب جی رام جانے اس میں کہاں تک سچ ہے لوگ کہتے ہیں کہ پانچ پانڈوں کے ماما یعنی شکشوندی ماما کی جنم بھومی بھی بھیما سر ہی ہے اور شکتی کے مہان دیوتا بھیم جی کا یدھ بھی یہیں ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ جگہ بھیما سر کے نام سے مشہور ہے۔ ویسے صاحب جی شاید آپ کی جانکاری ہم سے زیادہ ہو جس پر ارجن نے اسے کہا بھائی چھوڑو یہ یدھ ودھ کے قصے ہمیں کیا لینا دینا ہے بھگوان کے کام بھگوان ہی بہتر جانتا ہے فی الحال تو راستے پر جو بھی کوئی اچھا سا ہوٹل آئے اس جگہ بریک لگا لینا۔ جس پر جاکھے نے کہا آپ چنتا مت کریں میں آپ کو ایک اچھے ہوٹل میں لے چلوں گا ویسے اگر منہ کا ذائقہ بدلنا ہو تو گاڑی میں جان ہانچ والوں کی وہسکی بھی موجود ہے جس پر ارجن نے کہا بھائی پہلے کچھ کھا لیں پھر سوچیں گے۔

وہ باتیں کرتے ہوئے احمد آباد سے کافی دور آ چکے تھے۔ دور دور تک آبادی کا نام ونشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک ان کی نظر سڑک کنارے لگے ایک بورڈ پر پڑی لکھا تھا لات ہوٹل۔ پانچ کلومیٹر۔ یہ بورڈ بھی ہندی اور گجراتی دونوں زبانوں میں لکھا ہوا تھا۔ اس لیے جاکھے کے ساتھ ساتھ ارجن نے بھی پڑھ لیا تھا۔ لات ہوٹل کا بورڈ پڑھ کے جاکھے نے کہا یہ شاید کوئی نیا ہوٹل ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہاں پر اس نام کا کوئی ہوٹل نہیں تھا اور ارجن سوچ رہا تھا کہ میرے پرانے دور میں تو لات اور عُزیٰ دو بڑے بتوں کے نام تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی مگر یہ لات ہوٹل تو شاید پوری دنیا میں ایک ہی ہوٹل ہو سکتا ہے اور شاید کسی شیطان کے پجاری نے بنایا ہوگا۔ اب وہ تین کلومیٹر آ چکے تھے اور ہر کلومیٹر پر ویسا ہی بورڈ نظر آ رہا تھا جب وہ پانچویں کلومیٹر پر پہنچے تو وہاں بھی ویسا ہی بورڈ لگا ہوا تھا اور اس پر ایک تیر کا نشان بنا ہوا تھا جو سڑک کے ساتھ کچے راستے کی طرف نشاندہی کر رہا تھا اور اسی طرف کچھ دور ایک بہت بڑی کالی عمارت نظر آ رہی تھی۔ ارجن کے کہنے پر جاکھے نے گاڑی اس کچے راستے پر موڑ لی اور تقریباً آدھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے وہ اس کالی عمارت کے گیٹ کے سامنے پہنچ گئے وہاں دور دور تک بھی کوئی گاڑی یا انسان نظر نہ آ رہا تھا۔ جاکھے نے کہا صاحب جی پہلے تو یہ عمارت میں نے کبھی نہیں دیکھی مگر بناوٹ کے لحاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے بنے ہوئے سو سال ہو چکے ہوں گے شاید یہ عمارت پہلے سے ہو مگر اس کو ہوٹل میں اب تبدیل کیا گیا ہو ارجن نے کہا۔

تم گاڑی روکو چل کر دیکھتے ہیں۔ جاکھے نے ہوٹل کے گیٹ کے قریب ہی گاڑی روک دی۔ گاڑی رکتے ہی پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے رامو اور شنکر سومناتی نے بھی آنکھیں کھول دیں کیونکہ وہ اتنی دیر سے اونگھ رہے تھے اور گاڑی رکتے ہی انہوں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پوچھا بھائی یہ کہاں گاڑی روک دی؟ جاکھے کی بجائے ارجن نے جواب دیا۔ شنکر بھائی یہ ایک ہوٹل ہے میرا خیال ہے بھوجن کر لینا چاہیے۔ شنکر اور رامو نے نیچے اترتے ہوئے کہا ٹھیک ہے بھوک تو ہمیں بھی لگی ہوئی ہے۔ پھر شنکر سومناتی نے نیچے اتر کر ایک نظر ہوٹل پر ڈالی اور لات ہوٹل پڑھ کر حیرانی سے ارجن کی طرف دیکھا اور پوچھا یہ لات ہوٹل کچھ عجیب سا نام نہیں ہے ارجن نے جواب دیا ہوٹل کا نام جو بھی ہو ہمیں تو بھوجن کرنا ہے اور رامو نے کہا کہیں بھوجن کے بدلے لاتیں نہ کھانی پڑیں اور اس پر وہ دونوں ہنس پڑے۔ ارجن نے اِدھر اُدھر دیکھ کر جاکھے سے کہا تم

گاڑی ہی میں بیٹھو تمہارے لئے بھوجن ہم یہیں بھجوا دیں گے کیونکہ یہاں تو دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا گاڑی اور سامان کی حفاظت کون کرے گا؟ اور جاکھے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کوئی بات نہیں صاحب آپ جائیں میں گاڑی کے پاس ہی ہوں وہ تینوں لات ہوٹل کی طرف چل دیئے۔ ہوٹل کے قریب درخت ہی درخت تھے اور دور دور تک وحشت و ویرانی کا راج تھا ہر طرف بھیانک سناٹا تھا آس پاس کسی پرندے تک کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

ہوٹل کے قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ساری عمارت کالی ہے اور اس کے دروازے اور کھڑکیاں سرخ رنگ کے ہیں۔ شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا جو بغیر کسی آواز کے کھلتا چلا گیا وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہیں سردی کا احساس ہوا جیسے ایئر کنڈیشن چل رہا ہو یہ ہال کمرہ تھا ایک طرف اوپر جانے کے لئے قدیم طرز کی لکڑی کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں ہال میں روشنی نام کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی ہال کے دو اطراف میں ہلکے سرخ رنگ کے شیشے لگی کھڑکیاں تھیں جن میں سے روشنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ہال میں ہلکی سرخ رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ ہال میں جگہ جگہ میز کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور جس بات نے انہیں سب سے زیادہ حیران کیا وہ یہ تھی کہ اتنی گہری خاموشی اور ویرانی کے باوجود ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور شاید سب لوگ کھانے میں مصروف تھے مگر پھر بھی کوئی آواز نہیں ابھر رہی تھی۔ وہ بھی ایک طرف خالی میز دیکھ کر کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے مگر کرسیاں گھسیٹنے سے بھی کوئی آواز پیدا نہ ہوئی۔ ان کے بیٹھتے ہی ایک ویٹر آن موجود ہوا دیکھنے سے وہ انسان ہی لگتا تھا مگر پھر بھی دل اسے انسان ماننے کو تیار نہ تھا۔ اس نے ان تینوں کے ہاتھوں میں ایک ایک کھانے کی لسٹ دی اور میز پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی اور ایک چھوٹی سی انسانی کھوپڑی رکھ کر چلا گیا بڑی انسانی کھوپڑی میں شاید پانی تھا جو ہلکی سرخ روشنی کی وجہ سے سرخ نظر آ رہا تھا اور چھوٹی انسانی کھوپڑی شاید بطور گلاس استعمال کرنے کے لئے رکھی گئی تھی مگر ارجن کی شیطانی تو تیں بھانپ چکی تھیں کہ کھوپڑی میں انسانی خون ہے اور اس کے دماغ میں سینکڑوں شیطانی کیڑے کلبلانے لگے مگر وہ شنکر سومناتی اور رامو کی موجودگی میں وہ خون نہیں پی سکتا تھا کیونکہ اس طرح ان کو پتہ لگ جاتا کہ یہ تو کوئی بدروح ہے اور پھر شاید وہ اس کا ساتھ دینے کی بجائے بھاگ جاتے اور اس کا منصوبہ ادھورا رہ جاتا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا دھیان بٹانے کے لئے کھانے کی لسٹ پڑھنی شروع کر دی لکھا تھا

انسانی کباب، تازہ انسانی خون، انسانی قیمہ پلاؤ، مردہ قورمہ، انسانی رائتہ اور انسانی سری پائے دستیاب ہیں۔ ان تمام کھانوں کے سامنے قیمتیں بھی لکھی ہوئی تھیں۔ نیچے ایک بڑی سی لائن میں خصوصی نوٹ لکھا تھا کہ تازہ انسانی گوشت سے تیار کی گئی بریانی اور تازہ انسانی گوشت بھی دستیاب ہے۔

یہ سب پڑھ کر ارجن کے ہونٹوں پر ایک دلفریب اور پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی مگر رامو اور شنکر سومناتی کے چہروں پر خوف کے سائے لہرانے لگے رامو نے دبی دبی آواز میں ان سے کہا یہ تو شاید کسی دوسری مخلوق کا ہوٹل ہے اور ہم یہاں غلطی سے آ گئے ہیں اور جواب میں شنکر سومناتی نے کہا یہ تو میرے خیال میں چڑیلوں اور بدروحوں کا ہوٹل ہے چلو واپس چلتے ہیں ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہی ویٹر ایک بار پھر آ موجود ہوا اور ارجن کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا آپ کو آقا نے بلایا ہے یہ سن کر ارجن نے پوچھا یہ آقا کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا۔ اس ویٹر نے جواب دیا آقا ہمارے لات ہوٹل کے مالک ہیں۔ آپ چل کر ان کی بات سن لیں۔ ارجن نے پوچھا وہ مجھے کیا کہنا چاہتا ہے؟ ویٹر نے جواب دیا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر شنکر سومناتی نے کہا چلو ہم چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں تمہارا آقا کیا کہنا چاہتا ہے۔ مگر ویٹر نے جواب دیا آقا نے ان کو اکیلے ہی بلایا ہے آپ یہیں بیٹھئے۔ یہ سن کر ارجن جھلائے ہوئے لہجے میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا چلو میں چلتا ہوں۔ دیکھتا ہوں تمہارا آقا کیا کہتا ہے اور ویٹر اسے لئے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا جو کہ ہال کے دوسری طرف واقع تھا۔ رامو کافی خوفزدہ ہو چکا تھا مگر شنکر سومناتی نے اسے دلاسہ دیا اور کہا میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا چنتا مت کرو اور بے خوف ہو کر بیٹھو ورنہ تمہیں خوفزدہ دیکھ کر یہ تم پر حملہ بھی کر سکتے ہیں۔ شنکر سومناتی کی باتوں کا رامو پر گہرا اثر ہوا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اکڑ کر بیٹھ گیا اور اپنے چہرے سے خوف دور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

ویٹر نے اس آقا کے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور ارجن کو اندر جانے کا اشارہ کر دیا ارجن بے دھڑک اندر داخل ہو گیا کیونکہ وہ تو خود ایک بدروح تھا اسے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ارجن کے اندر داخل ہوتے ہی ویٹر نے دروازہ بند کر دیا۔ سامنے ہی ان کا آقا کرسی پر منہ دوسری طرف کئے بیٹھا تھا۔ اس نے ارجن کی طرف دیکھے بغیر کہا آؤ ملیان کے بیٹے کیا حال ہے؟

آقا کے منہ سے ملیان کا بیٹا لفظ سنتے ہی ارجن کے دماغ میں ہلچل سی مچ گئی کہ اس کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ایک بدروح ہوں اور ملیان کا بیٹا ہوں۔ ارجن نے انجان بنتے ہوئے کہا کون ملیان؟ نہ میں کسی ملیان کو جانتا ہوں اور نہ ہی میں ملیان کا بیٹا ہوں میرا نام تو ارجن ہے۔ آقا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تم دنیا کو بے وقوف بنا سکتے ہو مگر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ تم ہی ملیان کے بیٹے ہو اور کتنی عجیب اور گری ہوئی بات ہے کہ تم اپنے پتا کے وجود سے انکاری ہو۔ میں نے سچ کہا نا؟ راگا بن ملیان۔ اب کی بار ارجن کو ایسا لگا جیسے آقا کی آواز جانی پہچانی سی ہے مگر یہ آواز اس نے کہاں سنی تھی اسے کچھ یاد نہ آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ آقا نے ارجن کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا آقا سامری کا ادنیٰ غلام۔

اور اس کی شکل دیکھتے ہی ارجن فرط مسرت اور حیرانی سے چیخا۔ شلراگ یہ تم ہو؟ آقا سامری کہاں ہیں؟ میری لاش کہاں ہے؟ یہ لات ہوٹل تم نے کب کھولا؟ کیا یہ اسی بت لات کے نام پر ہے جس کی ہمارے دور میں پوجا ہوتی تھی؟ ارجن نے ایک ہی سانس میں اس سے ڈھیر سارے سوال پوچھ لئے مگر شلراگ نے ارجن سے کہا راگا بن ملیان میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں میں تو صرف تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اپنی لاش کی تلاش چھوڑ دو اور ارجن بن کر زندگی کے مزے لوٹتے رہو۔ ارجن نے کہا یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو میرے دوست ہو ہم ایک ہی آقا کے غلام ہیں اور تم نے ہی تو مجھے بدروحوں کی طاقت حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا میں اپنی لاش تلاش کر کے اپنے آقا سامری کا بنایا ہوا منصوبہ مکمل کروں گا۔ شلراگ نے کہا یہ آقا سامری ہی کا حکم ہے کہ تم اپنی لاش کی تلاش چھوڑ دو ورنہ تمہارا انجام بہت بھیانک ہو گا۔ ارجن نے کہا۔ شلراگ یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ تمہاری میری کیا دشمنی ہے؟ میں نے تو ہمیشہ تمہیں اپنا دوست سمجھا ہے تم مجھے آقا سامری سے ملواؤ میں ان سے بات کروں گا۔ شلراگ نے جواب دیا آقا تم سے نہیں ملنا چاہتے میں نے تمہیں آقا کا سندیسہ دینا تھا سو دے دیا آگے تمہاری مرضی ہے اگر تم ارجن بن کر جینا نہیں چاہتے تو پھر جلد ہی بھیانک موت تمہارا مقدر ہو گی۔ یہ کہہ کر شلراگ غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی ارجن نے اسے کئی آوازیں دیں مگر شلراگ سامنے نہ آیا۔ ارجن دروازہ کھول کر واپس رامو اور شنکر سومناتی کے پاس آیا اور ان سے کہا آؤ واپس چلیں اور وہ دونوں بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے لات ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر

شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا ان کا آقا کیا کہہ رہا تھا۔ ارجن نے اسے ٹالتے ہوئے جواب دیا کچھ نہیں وہ تو یہی کہہ رہا تھا کہ تم انسان ہو یہ بدروحوں کا ہوٹل، تم غلطی سے یہاں آ گئے ہو اس لئے واپس چلے جاؤ کیونکہ میں تمہیں مروانا نہیں چاہتا اگر تم نہ گئے تو ہو سکتا ہے کہ بدروحیں تم پر حملہ کر دیں اور میں انہیں نہ روک سکوں۔ شنکر سومناتی نے کہا ہمیں بھیما سر جانے کی جلدی ہے ورنہ میں اسے بتا دیتا کہ ہم طاقتور ہیں یا اس کی بدروحیں؟

شنکر سومناتی نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک خوفناک شکل کی بدروح ہاتھ میں تلوار لئے ان کے سامنے آ گئی اس کو دیکھتے ہی راموکے تو ہاتھ پاؤں کانپنے لگے مگر ارجن اور شنکر سومناتی اس بلاء کو دیکھ کر مسکرا اٹھے۔ اس بلاء کا نچلا دھڑ گدھے سے مشابہ تھا اور اوپر کا دھڑ چڑیل کا سا تھا اس کے دانتوں سے تازہ تازہ خون نکل رہا تھا اس کو دیکھتے ہی ارجن نے کہا اس سے تو میں نمٹتا ہوں مگر شنکر سومناتی نے جواب دیا۔ نہیں ارجن تم اسے کچھ نہیں کہو گے انہیں طاقت کا چیلنج میں ہی دے رہا تھا اس لئے اس سے میں ہی دو دو ہاتھ کروں گا۔ یہ سن کر ارجن نے راموکو کندھے سے پکڑا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا یہ دیکھ کر اس بلاء نے تلوار سے حملہ کرنے کے بجائے اپنی ایک آنکھ جو کسی بڑے کچھوے جتنی بڑی تھی نکال کر شنکر سومناتی کے منہ پر کھینچ ماری مگر شنکر سومناتی کی آنکھ سے ایک نیلے رنگ کی روشنی نکلی اور آتی ہوئی آنکھ سے ٹکرا گئی دوسرے ہی لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اس بلاء کی آنکھ پھوٹ کر نیچے گر گئی اور اس میں سے پیپ جیسا مادہ نکل کر بہنے لگا۔ آنکھ پھوٹتے ہی اس بلاء نے ایک دلدوز چیخ ماری اور تلوار لے کر شنکر سومناتی کی طرف بڑھی اس کی چیخ کی آواز سن کر ٹیکسی ڈرائیور جاکھا بھی نیند سے بیدار ہو گیا اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا کیونکہ وہ ان کے ہوٹل میں جانے کے بعد ٹیکسی میں لیٹ کر آرام کرنے لگا تھا اور اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

ٹیکسی سے باہر آتے ہی اس نے لات ہوٹل کے دروازے کی طرف دیکھا اور سامنے کے خوفناک منظر پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گیا شنکر سومناتی اور اس بلا میں خونریز جنگ جاری تھی۔ شنکر سومناتی نے بھی منتر پڑھ کر تلوار منگوالی تھی اور اب وہ ایک دوسرے کو ختم کرنے کے چکر میں تھے۔ بلا بھی شاید ماہر تلوار باز تھی اس لئے کسی طرح بھی ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھی اس بلا کے جسم پر کئی جگہ گھاؤ لگ چکے تھے اور ان میں سے سبزی مائل نیلا سا مادہ بہہ رہا تھا اچانک لڑتے لڑتے شنکر سومناتی نے جیب سے ایک چھوٹا سا خنجر نکالا اور کھینچ کر اس بلا کی اکلوتی بچ جانے والی آنکھ پر

دے مارا خنجر سیدھا بلا کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ بلا نے ایک فلک شگاف چنگھاڑ ماری اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلنے لگے مگر شنکر سومناتی اس کی پشت میں پہنچ چکا تھا اس نے اس بلا کی کمر میں تلوار گھونپ دی۔ بلا کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جا گری اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی اس کی چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اب شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اس کے اعضاء تڑپنے لگے اور چاروں طرف سبز اور نیلا ملا جلا سا مادہ بہنے لگا شنکر سومناتی نے لات ہوٹل کی طرف دیکھا۔ لات ہوٹل کے دروازے اور اوپر نیچے کی تمام کھڑکیوں سے عجیب وغریب چہرے اس کی اور بلا کی خونی جنگ دیکھ رہے تھے۔

شنکر سومناتی نے للکار کر کہا ہے کسی اور بدروح میں ہمت جو شیر ہندوستان شنکر سومناتی کا مقابلہ کرے اگر کوئی ہے تو سامنے آئے میں لات ہوٹل کے آقا اور اس کی تمام بدروحوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ اس کے اتنا کہتے ہی لات ہوٹل کا دروازہ اور کھڑکیاں بند ہو گئیں اور سب بدروحیں غائب ہو گئیں۔ شنکر سومناتی نے غصے سے زمین پر تھوکتے ہوئے کہا۔ سالے دفع ہو گئے اور یہ کہہ کر اس نے تلوار ایک طرف پھینک دی اور ارجن اور راموسے کہا آؤ چلیں۔ بلا کے جسم کے ٹکڑوں اور مادے سے بڑی ناگوار قسم کی بدبو اٹھنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ تینوں ٹیکسی تک پہنچے اور جاکھے سے کہا چلو جلدی کرو اس جگہ سے نکلو یہ سنتے ہی جاکھے نے فوراً ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور اگنیشن میں چابی گھمائی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے مگر شنکر سومناتی کی للکار اور بلاء کی موت نے اسے کافی حوصلہ دیا تھا اس نے فوراً گاڑی ریورس کی اور پھر کچے راستے سے نکلتے ہی اس نے پھر سے گاڑی بھیما سر جانے والے روڈ پر ڈال دی۔

اب ان کا کچھ خوف کم ہوا تو شنکر سومناتی نے راموکی طرف دیکھا اور کہا۔ یار راموتو ہمیشہ بزدل ہی رہے گا پتہ نہیں تو کس مٹی کا بنا ہوا ہے میرے ساتھ رہ کر تو کتے بھی شیر بن جاتے ہیں مگر تو نہیں بدلا۔ رامو نے شرمندہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔ یار شنکر میں اس بلا کی خوفناک شکل دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ شنکر سومناتی نے کہا وہ خوفناک بلا تیرے لئے کون سی نئی تھی۔ تجھے ہزاروں خوفناک بلائیں میں نے دکھائی ہیں مگر پھر بھی تجھ میں حوصلہ پیدا نہ ہوا۔ جاکھے نے شنکر سومناتی کی بات کاٹتے ہوئے کہا صاحب آپ ہی کا حوصلہ ہے جو اس بلا کا مقابلہ کیا اور اسے مار ڈالا ورنہ میں تو خوفزدہ ہو کر بھاگنے ہی والا تھا مگر نہ تو ٹانگوں نے بھاگنے کے لئے ساتھ دیا اور نہ ہی ہاتھوں میں

گاڑی کا دروازہ کھولنے کی ہمت تھی۔اس کی بات سن کر اس کے ساتھ بیٹھے ارجن نے ایک قہقہہ لگایا اور اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔ایسے موقعوں پر ہمت سے کام لینا چاہیے اگر تم ڈر گئے تو بلائیں تم پر حاوی ہو جائیں گی۔اگر تم نہ ڈرے تو تمہاری طرف سے ان کے دل میں ڈر بیٹھ جائے گا کہ ضرور اس کے پاس کوئی طاقت ہے اور اسی لئے شنکر بھائی کی للکار سن کر بدروحوں نے خوف سے کھڑکیاں بند کر لی تھیں۔اگر ہم ڈر جاتے تو دوسری بلائیں بھی ضرور ہمارے مقابلے کے لئے آتیں۔یہ سن کر جاکھے نے کہا ہاں صاحب یہ بات تو آپ کی درست ہے دنیا ڈرتے ہوئے کو ڈراتی ہے اور مرے ہوئے کو مارتی ہے اگر آج شنکر صاحب نہ ہوتے تو شاید ہم لوگ زندہ نہ ہوتے اور اس کی بات سن کر ارجن بے اختیار مسکرا اٹھا وہ سوچنے لگا کہ انہیں کیا معلوم کہ میں بھی تو ایک بدروح ہوں اگر انہیں پتہ لگ جائے تو یہ خوف سے گاڑی چھوڑ کر بھاگ جائیں۔مگر شنکر...... اور شنکر سومناتی کا خیال آتے ہی اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرانے لگے اس نے سوچا شنکر سومناتی نے تو اس بلا کو مار ڈالا اگر اسے پتہ لگ گیا کہ میں بھی ایک بدروح ہوں تو شاید وہ مجھے بھی مار ڈالے۔

اچانک جاکھے نے ایک طرف گاڑی موڑی تو ارجن چونک پڑا اور اس نے کہا یہ کہاں جا رہے ہو؟ جاکھے نے جواب دیا ادھر ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے وہاں آپ کھانا وغیرہ کھا لیں۔ارجن نے پوچھا مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے۔جاکھے نے ہنستے ہوئے کہا۔ صاحب لات ہوٹل میں تو جن، بھوت ہی نظر آ رہے تھے انہوں نے آپ کو کھانا کہاں دینا تھا اور ارجن اس کی عقل کی داد دینے لگا اور اسے بتایا اس ہوٹل میں جن نہیں تھے بدروحیں اور چڑیلیں تھیں۔جاکھے نے کہا صاحب ہمیں کیا معلوم کون کیا ہے؟ ہمیں تو سب جن، بھوت ہی لگتے ہیں ہمیں ان کی کوئی پہچان تھوڑی ہے اور پھر اس نے ایک چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی وہاں اور بھی کئی گاڑیاں کھڑی تھیں اور کافی چہل پہل نظر آ رہی تھی کئی لڑکے پانی کے ڈول اور کپڑا اٹھائے گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے نظر آ رہے تھے۔پھر جاکھے نے ایک لڑکے کو گاڑی کا خیال کرنے کو کہا شاید وہ جاکھے کا پہلے سے واقف تھا ارجن بھی گاڑی سے نیچے اتر آیا تھا اور شنکر سومناتی اور راموبھی گاڑی سے نیچے اتر آئے شنکر سومناتی گاڑی ہی میں اپنے خون آلود کپڑے بدل چکا تھا پھر وہ چاروں ہوٹل میں داخل ہو گئے ہال میں کافی لوگ موجود تھے وہ بھی ایک خالی میز

دیکھ کر بیٹھ گئے اور کھانے کا آرڈر دیا۔شنکر سومناتی نے جاکھے سے پوچھا اس ہوٹل میں اشنان کرنے کا انتظام بھی ہے یا نہیں اور جاکھے نے جواب دیا آؤ میں آپ کو بتاتا ہوں اور پھر اسے غسل خانے تک چھوڑ آیا۔جب تک کھانا آیا اتنے میں شنکر اشنان کر کے وہی کپڑے پہن کر آ گیا اور پھر ان سب نے مل کر کھانا کھایا اور بل دے کر ہوٹل سے باہر آ گئے۔گاڑی کے پاس کھڑے لڑکے نے گاڑی دھو کر صاف کر رکھی تھی جاکھے نے جیب سے ایک دس کا نوٹ نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا اور وہ لڑکا دس کا نوٹ اچک کر خوش ہوتا ہوا چلا گیا پھر کچھ ہی دیر بعد وہ پھر سے بھیماسر کی طرف رواں دواں تھے۔جاکھے نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا جس پر چار مینار کا نام اور چار مینار واضح طور پر نظر آ رہے تھے اس نے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور پیکٹ ارجن کی طرف بڑھایا مگر ارجن نے کہا ہم میں سے کوئی بھی سگریٹ نہیں پیتا اور جاکھے نے سگریٹ کا پیکٹ واپس جیب میں رکھ لیا اور لائٹر نکال کر سگریٹ سلگایا اور لائٹر واپس جیب میں رکھ لیا۔

شنکر سومناتی نے جاکھے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔بھیماسر ابھی کتنی دور ہے؟ جاکھے نے جواب دیا بس یہ سمجھئے کہ ابھی چند منٹ بعد ہم اراتری قصبے کے پاس سے گزریں گے اور اراتری سے بھیماسر سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔شنکر سومناتی نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی مگر گھڑی بند تھی اور اس کی چھوٹی سوئی اور شیشہ کہیں گر گئے تھے۔شاید اس بلا سے لڑائی کے دوران گرے تھے مگر شنکر نے کوئی خیال نہ کیا تھا اشنان کرتے ہوئے بھی اسے پتہ نہ چلا کیونکہ وہ واٹر پروف گھڑی تھی اور شنکر ہمیشہ گھڑی سمیت ہی اشنان کرنے کا عادی تھا۔اس نے ارجن سے پوچھا کیا وقت ہوا ہے؟ ارجن نے جواب دیا چار بجے ہیں۔شنکر سومناتی نے کہا اس کا مطلب ہے ہم شام ہونے سے پہلے بھیماسر پہنچ جائیں گے۔ارجن کی بجائے جاکھے نے جواب دیا، صاحب جی آپ چنتا نہ کریں اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا اور وہاں کئی ہوٹل والے میرے واقف ہیں رات گزارنے کا بندوبست بھی میں کرا دوں گا۔

اب کافی گھنا جنگل شروع ہو چکا تھا اور سڑک جنگل میں سے کسی سانپ کی طرح بل کھاتی گزر رہی تھی باوجود دن ہونے کے وہاں اندھیرا سا پھیلا ہوا تھا کیونکہ سورج کی روشنی گھنے جنگل کی وجہ سے زمین تک نہ پہنچ رہی تھی۔جاکھے نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس جلا دیں اور انہیں بتانے لگا

کہ یہ سات آٹھ کلومیٹر کا راستہ ایسے ہی ہے پھر آگے کھلی جگہ آ جاتی ہے اور اس جنگل میں......

ابھی جاکھے نے اتنا ہی کہا تھا کہ گاڑی لڑکھڑانے لگی۔ جاکھے نے فوراً بریک لگائے اور ایک طرف گاڑی روک لی اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ شاید گاڑی پنکچر ہوگئی ہے وہیل تبدیل کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر وہ بھی نیچے اتر آئے اور جنگل میں ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگے۔ جاکھے نے جیک لگایا اور وہیل اتارنے لگا۔ ٹیکسی کا اگلا وہیل پنکچر ہوا تھا۔ اچانک راموکی نظر کچھ دور جنگل میں موجود ایک کنویں پر پڑی اس نے شنکر سومناتی اور ارجن کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے پوچھا، اس جنگل میں یہ کنواں کہاں سے آ گیا؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا شاید کسی نے آنے جانے والوں کے لئے بنوایا ہوگا۔ جاکھا وہیل بدل رہا تھا اس لئے ارجن نے کہا چلو قریب پہنچ کر دیکھتے ہیں اور وہ تینوں اس کنویں کے قریب پہنچ گئے وہاں پہنچ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ کنویں کے اوپر رسی اور ڈول بھی موجود تھا اور یوں لگتا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے اس سے پانی بھرا ہو مگر یہ کیا؟ ڈول اور رسی تو خون میں بھیگے ہوئے تھے۔ ارجن نے آگے بڑھ کر ڈول اٹھا کر دیکھا اس میں بھی تھوڑا سا خون موجود تھا۔ خون دیکھ کر اس نے کہا اس کا مطلب ہے کہ اس کنویں میں خون ہے اور یہ بھی چڑیلوں کا علاقہ ہے۔ خون اور چڑیلوں کا نام سنتے ہی راموپھر گھبرا گیا مگر اب کی بار اس نے اپنے آپ پر قابو رکھا تا کہ شنکر اور ارجن پھر اسے بزدل ہونے کا طعنہ نہ دیں۔ شنکر سومناتی نے کہا میں دیکھتا ہوں اس میں کیا ہے؟ پھر اس نے جھانک کر دیکھا تو کنواں آدھے سے بھی زیادہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ ظاہری حالت سے کنواں کافی پرانا نظر آتا تھا۔ کیوں کہ اس کے چاروں طرف بنے ہوئے چبوترے کی اینٹیں بھی جگہ جگہ سے اکھڑی پڑی تھیں پھر شنکر سومناتی نے ڈول اٹھا کر اس کو غور سے دیکھا۔ اسے ڈول کو غور سے دیکھتے ہوئے دیکھ کر ارجن نے پوچھا کیا بات ہے؟ ڈول کو کیوں اتنے غور سے دیکھ رہے ہو؟ اس میں خون ہی ہے۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ ڈول چمڑے کا نہیں ہے بلکہ یہ سرے سے بوکا (ڈول) ہے ہی نہیں یہ تو کوئی کھوپڑی ہے۔ یہ سن کر ارجن نے بھی اس کو ہاتھ میں لے کر دیکھا اور کہنے لگا واقعی یہ کھوپڑی ہی ہے۔ راموکھوپڑی دیکھ کر اور بھی ڈر گیا اور تھوک نگلتے ہوئے بولا یار رکھواسے اور گاڑی کے پاس واپس چلو یہ نہ ہو کہ کسی مصیبت میں پھنس جائیں مگر شنکر نے راموکی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا یار ارجن ایک بار تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم روح کو حاضر کرنے کا عمل جانتے ہو تم

اس کھوپڑی کی روح کو حاضر کرو تا کہ اس سے اس کا حال دریافت کر سکیں۔ ارجن روح کو حاضر کرنے کا عمل نہیں جانتا تھا اس نے تو شنکر سومناتی کو اس لئے کہا تھا تا کہ شنکر سومناتی میری لاش کی تلاش میں میرا ساتھ دے اور لاش ملتے ہی میں اس میں داخل ہو جاؤں گا مگر اب تو وہ پھنس گیا تھا اس نے اس کھوپڑی کو ہاتھ میں لیا اور شنکر سومناتی سے جان چھڑانے کی ترکیب سوچنے لگا پھر اس نے کھوپڑی شنکر سومناتی کو واپس پکڑاتے ہوئے کہا یہ تو کافی بوسیدہ کھوپڑی ہے اگر اس کا جسم صحیح حالت میں ہوتا تو میں اس کی روح کو حاضر کر لیتا مگر صحیح جسم کے بغیر روح کو حاضر کرنا مجھے نہیں آتا۔

شنکر سومناتی نے کہا مگر روحوں کو حاضر کرنا مجھے اچھی طرح آتا ہے مگر ابھی اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اس کی روح حاضر کروں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ رسی میں بندھی ہوئی کھوپڑی کنویں میں اچھال دی کھوپڑی کنویں میں گرتے ہی ایک چیخ ابھری اور رامونہ چاہتے ہوئے بھی گاڑی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا دوسرے ہی لمحے کنویں میں سے رونے پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں اور چند ہی لمحے بعد اس میں سے ایک خوفناک شکل کا انسان برآمد ہوا اور ان سے کہنے لگا۔ کیوں مجھے تکلیف دیتے ہو میں تو پہلے ہی اپنے اعمالوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ اس خوفناک شکل کے آدمی کے سر پر ایک بہت بڑا بچھو برنگ سرخ بیٹھا ہوا تھا اور وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے ماتھے پر ڈنک مار رہا تھا اس کے ڈنک مارتے ہی اس کے ماتھے سے خون کا فوارہ سا چل پڑتا تھا اور وہ شخص ایک دلدوز چیخ مار کر تڑپنے لگتا تھا اور اس پر جان کنی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور چند ہی لمحوں میں اس کے ماتھے کا زخم بھر جاتا تھا اور وہ سرخ بچھو پھر سے ڈنک مارنے لگتا تھا۔

اس کو دیکھتے ہی شنکر سومناتی نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اور اس حال کو کیسے پہنچے ہو؟ اس نے شدت درد سے کراہتے ہوئے انہیں بتایا کہ میرا نام رگھو ہے اور میں آج سے کئی سو سال پہلے ایک نامی گرامی جادوگر تھا میں یہاں سے کچھ دور قصبے اراتری کا رہنے والا تھا میں اپنے جادو کے زور سے اس علاقے کی چڑیلوں سے کام لیتا تھا اور کسی بھی انسان کو مار دینا میرے لئے چیونٹی کو مسل دینے کے برابر تھا میں خوب عیاشی کرتا تھا۔ قصبے اراتری کی تمام خوبصورت لڑکیاں میرے بستر کی زینت بن چکی تھیں میں کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا ایک دن میری غلام تمام چڑیلوں نے مل کر مجھ سے مطالبہ کیا کہ اس جگہ پر ہمیں ایک کنواں بنا کر دو جس میں سے ہمیں تازہ انسانی خون

ہمیشہ ملتا رہے اور اس میں خون کبھی کم نہ ہو۔

میں نے ان کا مطالبہ مان کر یہ کنواں بنوا دیا اور اس کنویں میں ایک سو ایک کنواری لڑکیوں کا خون ڈال کر منتر چالیس روز میں پورا کر دیا مگر اس میں خون جاری نہ ہوا چڑیلوں کی ملکہ ستا گری نے مجھ سے کہا آپ مہان جادوگر ہیں مگر خون کا کنواں جاری نہیں ہو رہا آپ اس کنویں کے بارے میں پتہ کریں اور جب میں نے اپنے جادو کے ذریعے پتہ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اگر عمل کرنے والا اپنی بھینٹ دے تو اس کنویں میں خون جاری ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ میں نے سوچا میں اپنی بھینٹ کیوں دوں مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان چڑیلوں کے لئے اپنی جان دوں میں نے ستا گری کو صاف جواب دے دیا۔

مگر ایک دن میں سو رہا تھا تو چڑیلوں نے مجھے دھوکے سے لا کر اس کنویں میں پھینک دیا اور اس کنویں میں گرتے ہی یہ سرخ بچھو میرے سر پر بیٹھ گیا اور اس نے میرے ماتھے پر ڈنک مارا۔ مجھے یوں لگا جیسے پوری دنیا کی آگ میرے جسم میں بھر دی گئی ہو میرے ماتھے سے خون کا فوارہ ابل پڑا اور کنویں میں خون بھر گیا۔ میرے بعد میرا شاگرد میری کھوج میں اس کنویں تک آ پہنچا مگر ان چڑیلوں نے اسے بھی دھوکے سے قتل کر دیا اور اس کی کھوپڑی کا بوکا (ڈول) بنا کر کنویں پر رکھ دیا تم نے جو کھوپڑی مجھے ماری تھی وہ میرے شاگرد کی کھوپڑی تھی تم سے پہلے بھی کئی لوگ اس کنویں تک آئے مگر جب میں ان سے مدد کے لئے کہا کرتا تو اکثر لوگ مجھے دیکھ کر ہی بھاگ جاتے ہیں جو میری بات سنتے ہیں وہ بھی میری کچھ مدد نہیں کر سکتے کیونکہ چڑیلیں اسے مار دیتی ہیں۔ اگر تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو تو کرو ورنہ تم بھی بھاگ جاؤ چڑیلیں ابھی آتی ہی ہوں گی۔ وہ تمہیں بھی ختم کر دیں گی۔

ارجن نے اس کی بات سن کر کہا۔ ہم بھاگنے والوں میں سے نہیں ہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ ابھی تک زندہ کیسے ہو؟ اس نے جواب دیا چڑیلوں کی ملکہ ستا گری نے میری روح میرے جسم میں قید کر دی ہے اب نہ میں مرتا ہوں اور نہ جیتا ہوں اس عذاب میں گرفتار ہوں شاید مجھے اس طرح سے ان بے گناہ لڑکیوں کے قتل کی سزا مل رہی ہے اگر تم اس خونی بچھو سے میری جان چھڑا دو تو مجھے مکتی مل سکتی ہے اور میری آتما کو شانتی مل سکتی ہے مگر یہ یاد رکھنا اس بچھو میں بھینسے سے بھی زیادہ طاقت ہے اگر میں بھاگنا بھی چاہوں تو نہیں بھاگ سکتا یہ مجھے اٹھا کر پھر سے کنویں میں گرا لیتا

ہے میرے دونوں ہاتھ بھی میرے جسم کے ساتھ چپکا دیئے گئے ہیں اس لئے میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اور یہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ چڑیلیں یہاں سے خون بھر بھر کر لے جاتی ہیں اور خود بھی پیتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی پلاتی ہیں۔

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس بچھو نے رگھو جادوگر کو دبا کر واپس کنویں میں دھکیل دیا۔

ادھر جاکھے نے وہیل تبدیل کر لیا تھا اس نے ان دونوں کو آواز دی اور کہا صاحب جی چلیں وہیل تبدیل ہو گیا ہے مگر شنکر سومناتی نے کہا تم دونوں کچھ دیر گاڑی میں بیٹھو ہم ابھی آتے ہیں اور شنکر سومناتی نے ان کے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی پر حصار لگا دیا تا کہ جاکھا اور رامو حفاظت سے بیٹھے رہیں اور انہیں باہر چڑیلیں وغیرہ بھی نظر نہ آئیں۔ ابھی اس نے حصار لگا کر گاڑی کی طرف پھونک ماری ہی تھی کہ اچانک وہاں پر دس بارہ کالی کلوٹی خوفناک چڑیلیں آ موجود ہوئیں اور شنکر سومناتی اور ارجن سے پوچھنے لگیں تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ ارجن نے جواب دیا ہم تمہاری ملکہ ستا گری سے ملنے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت ہی بھیانک صورت کی چڑیل آگے بڑھی اس کے ماتھے میں ایک سرخ اور چوکور آنکھ تھی دانت سینے تک لٹکے ہوئے اور زبان کسی ہنٹر کی طرح بل کھا رہی تھی اور منہ سے نکل کر گھٹنوں تک آتی اور پھر منہ میں چلی جاتی۔ اس چڑیل نے آگے بڑھ کر کہا میں ستا گری ہوں کہو کیا کہنا ہے اور پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ارجن نے کہا ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جادوگر رگھو کو اپنے طلسمی بچھو سے نجات دے دو تا کہ اسے مکتی مل جائے۔ یہ سن کر ستا گری نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ پہلے تم دونوں اپنی جان تو بچا لو پھر رگھو کو مکتی دلانا۔ یہ سنتے ہی ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا۔ شنکر بھائی تم حصار لگا لو میں بدروح بن کر ان سے نمٹتا ہوں۔ شنکر سومناتی نے کہا ٹھیک ہے آج تمہاری طاقت بھی آزما لیتے ہیں مگر گھبرانا مت میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے فوراً حصار لگا لیا اور ستا گری نے اچانک ارجن پر حملہ کر دیا ارجن نے بھی اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیئے ارجن کی کالی شکتیاں بیدار ہو چکی تھیں اور اب وہ بھیانک سے بھیانک ہوتا جا رہا تھا چڑیل نے اپنے ہاتھ لمبے کرنے شروع کر دیئے تا کہ ارجن کے ہاتھ کھینچ کر توڑ دے مگر ارجن تو خود ایک بدروح تھا۔ ستا گری کو کیا پتہ تھا کہ اس کی ٹکر راگا بن ملیان سے ہے اور اس میں ۷ ہزار بدروحوں کی طاقت ہے اس کے ہاتھ اپنی طرح لمبے ہوتے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی دفعتاً ارجن نے اپنا گھٹنا ستا گری کی ٹانگوں کے درمیان

میں مارا وہ درد سے بلبلا اٹھی اس نے ارجن کے ہاتھ چھوڑ کر اپنے زیر ناف حصے پر رکھنے کی کوشش کی مگر ارجن نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے یہ دیکھ کر دوسری چڑیلیں بھی آگے بڑھنے لگیں مگر شنکر سومناتی نے اپنا حصار ختم کر کے ایک منتر پڑھ کر ان کی طرف پھونکا اور ان کی ٹانگیں اور بازو پتھر کے ہو گئے اب وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتی تھیں اور کھڑی کھڑی ستاگری اور ارجن کی جنگ دیکھ رہی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ارجن نے ستاگری کے دونوں بازو توڑ ڈالے اور اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر اس کے سر کے بال پکڑ کر اس کی کمر پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور اسے کہا۔ رگھو جادوگر کو اس خونی بچھو سے نجات دو ورنہ تمہاری کمر توڑ دوں گا۔ ستاگری نے درد سے چیختے ہوئے کہا بھگوان کے لئے مجھے چھوڑ دو میں رگھو کو چھڑاتی ہوں مگر ارجن نے کہا پہلے رگھو کو اس بچھو سے چھڑاؤ پھر تمہیں چھوڑوں گا یہ سن کر ستاگری نے بچھو کو آواز دی اور کہا مہان سکارنا، جادوگر رگھو کو چھوڑ دو اس کے ساتھ جادوگر رگھو کو بچھو لے کر کنویں سے باہر نکل آیا۔ بچھو کے رگھو کے سر سے اترتے ہی رگھو کی روح بھی اس کی قید سے آزاد ہو گئی اور اس کا جسم مٹی کے ڈھیلوں میں تبدیل ہو کر گر پڑا۔ ارجن سمجھ گیا کہ رگھو کو مکتی مل گئی ہے ارجن نے پھر ستاگری سے کہا اس خونی بچھو سے کہو اس کنویں میں اتر جائے اور پھر کبھی باہر نہ آئے۔ ستاگری نے کہا مہان سکارنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کنویں میں اتر جاؤ یہ سنتے ہی بچھو نے چھلانگ لگائی اور کنویں میں جا گرا۔ اب ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا شنکر بھائی اس کنویں میں اینٹیں بھر دو یہ سن کر شنکر سومناتی نے پہلے تو ان تمام چڑیلوں کو اٹھا اٹھا کر کنویں میں پھینکا جو آدھی پتھر کی بنی کھڑی تھیں اس کے بعد اس نے ارجن سے کہا ستاگری کو بھی کنویں میں پھینک دو ورنہ یہ پھر ہمیں تنگ کرے گی یہ سن کر ستاگری چیخنے لگی اور کہنے لگی بھگوان کے لئے مجھے چھوڑ دو میں وچن دیتی ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گی مگر شنکر نے کہا تیرے وچن کا کیا اعتبار ہم سانپ پالنے کے عادی نہیں ہیں اس کے اتنا کہتے ہی ارجن نے ستاگری کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور وہ کٹے ہوئے بکرے کی طرح تڑپنے لگی ارجن نے اسے اٹھا کر کنویں میں پھینکا اور کنویں کی اینٹیں دھکیل دھکیل کر کنواں بھر دیا اور پھر ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا چلو ان چڑیلوں سے تو جان چھوٹی اور پھر وہ دونوں گاڑی کی طرف چل دیئے گاڑی کے قریب پہنچ کر شنکر سومناتی نے گاڑی پر لگایا گیا حصار ختم کیا اور پھر شنکر سومناتی اور ارجن پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے کیونکہ راموڈرائیور جاکھے کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ان کے بیٹھتے ہی جاکھے نے گاڑی

اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی اب جاکھا کافی تیز ڈرائیونگ کر رہا تھا تاکہ جلد سے جلد سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے بھیما سر پہنچ جائے۔

اب وہ جنگل سے نکل آئے تھے اور قصبے اراتری کے پاس سے گزر رہے تھے ارجن نے جاکھے سے پوچھا کیا ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے بھیما سر پہنچ جائیں گے۔ جاکھے نے جواب دیا صاحب میں پوری کوشش کر رہا ہوں اور مجھے وشواس ہے کہ میں رات ہونے سے پہلے بھیما سر پہنچ جاؤں گا۔ اب شنکر سومناتی اور ارجن آپس میں باتیں کرنے لگے اور رامو دور دور تک بل کھاتی سڑک کے آس پاس کے مناظر سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اور پھر باتوں باتوں میں انہیں سفر کی طوالت کا اندازہ ہی نہیں ہوا کیونکہ اب جو شنکر سومناتی کی نظر کھڑکی سے باہر پڑی تو سڑک کے کنارے لگے ایک سنگ میل پر لکھا تھا بھیما سر پانچ کلومیٹر۔ اور پھر کچھ دیر بعد وہ بھیما سر کے قصبے میں داخل ہو چکے تھے اور جاکھا نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کیوں سر کیسا رہا سفر؟ اگر پھر بھی کوئی غلطی ہو گئی ہو تو شما چاہتا ہوں جس پر شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا جاکھا تم نے تو واقعی کمال کر دیا سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی پہنچ گئے اور پھر اس کے ہاتھوں پر دو ہزار کے نئے نئے نوٹ رکھ دیے اور جاکھا سے پوچھا کیوں بھائی جاکھا اگر کم ہیں تو بتا دو جس پر جاکھا نے مردہ سی ہنسی کو اپنے ہونٹوں پر سجاتے ہوئے جواب دیا۔ صاحب جی دیکھ لیں آپ خود سمجھ دار ہیں یہاں سے مجھے خالی واپس جانا پڑے گا جس پر شنکر سومناتی نے ایک اور ہزار کا نوٹ جاکھا کی ہتھیلی پر رکھ دیا بس پھر کیا تھا جاکھے کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور وہ انہیں دعائیں دینے لگا کہ بھگوان آپ کی منوکامنا پوری کرے اور جس کام کے لئے آپ لوگ جا رہے ہیں بھگوان کرے وہ کام پورا ہو جائے۔ جاکھے نے دعائیں دیتے ہوئے گاڑی ایک ہوٹل کے باہر روکی اس ہوٹل کا نام ہوٹل بھاگیہ شالی تھا۔ جاکھا ان کو لے کر ہوٹل میں چلا گیا ہوٹل منیجر شاید اس کا واقف تھا وہ اس کو دیکھتے ہی بڑے پُر جوش طریقے سے ملا اور جاکھے نے اس سے گجراتی زبان میں کہا۔ بھایا ماری وات سائرو (بھائی میری بات سنو) تمہیں آ مانس جوئی لیو (تم یہ آدمی دیکھ لو) آ بدھے جو کھاص کھیال جی جرورت چھے۔ (ان کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہے) بیجا آ روکڑے والا مانس چھے تمہیں انگڑی ناں پوت پوتے جی نجرساں جوئی لیو (دوسرا یہ پیسے والے لوگ ہیں اب تم انہیں اپنی نظر سے دیکھ لو) یہ کہہ کر اس نے ہوٹل والے سے مصافحہ کیا اور پھر ان تینوں سے مخاطب ہوا۔

بس صاحب جی اب مجھے آگیہ دیں کیونکہ مجھے واپس احمد آباد جانا ہے اور پھر ان تینوں کو وہاں چھوڑ کر وہ باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہوٹل کے مینیجر نے ان تینوں کو اپنا پریچے کراتے ہوئے کہا۔ سر جی مجھے سنیل کہتے ہیں لیکن آپ مجھے سنی بھی کہہ سکتے ہیں جا کھا میرا پرا دوست ہے وہ مجھے آپ کا خاص خیال رکھنے کو کہہ گیا ہے ہم آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ آپ حکم کریں آپ کو ایک ہی کمرہ چاہیے یا الگ الگ کمرے لیں گے؟ ارجن نے جواب دیا۔ بھائی ہم ایک ہی کمرے میں گزارہ کر لیں گے اور پھر ہمیں ایک ہی رات تو گزارنی ہے صبح ہم ہمالیہ کی طرف چل دیں گے۔ یہ سن کر سنیل نے کہا تو کیا آپ بھی شیو جی کی پوجا کے لئے ہمالیہ جا رہے ہیں؟

ارجن نے جواب دیا نہیں ہم تو پوجا کے لئے نہیں جا رہے مگر کیا کوئی اور بھی ہمالیہ جا رہا ہے سنیل نے انہیں بتایا کہ سادھوؤں کا ایک قافلہ ابھی یہاں ہمارے ہوٹل میں آنے والا ہے وہ شیو جی کی پوجا کے لئے کل صبح ہمالیہ جائیں گے کیونکہ تین روز بعد شیولنگ کا تہوار ہے میں یہی سمجھا تھا کہ آپ بھی شیولنگ کی پوجا کے لئے جا رہے ہیں۔ اب کی بار اس سے شنکر سومناتی مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا۔ یہ شیولنگ کا تہوار ہمالیہ پر کب سے منایا جانے لگا ہے؟ سنیل نے ہنستے ہوئے جواب دیا صاحب پوجا کرنی ہے چاہے کوئی جہاں بھی کرے پرنتو سنا ہے کوئی مہان پجاری مہاراج ہمالیہ کی کسی گپھا میں شیو جی کی پوجا میں مصروف ہیں اور تین دن بعد شیولنگ کا تہوار ہے اس لئے شیو کے کئی بھگت اس دفعہ شیولنگ کا تہوار پجاری مہاراج کے ساتھ منانا چاہتے ہیں ان کے ساتھ اور بھی کئی لوگ ہیں جو اپنی اپنی منو کامنائیں پوری ہونے کی پرارتھنا کریں گے اور سنا ہے کہ اس قافلے میں شامل کئی کنواری کنیائیں بھی ہیں جو اپنے من پسند دھرم پتی کے لئے بھی پوجا کریں گی تا کہ شیو جی کا آشیرواد بھی ان کے شامل حال رہے۔ یہ سن کر شنکر سومناتی نے ارجن کی طرف دیکھا اور پوچھا کیوں نہ ہم بھی اس قافلے کے ساتھ ہی ہمالیہ چلیں اس طرح ہم آسانی سے پہنچ جائیں گے اور راستے سے بھٹکنے کا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ ارجن نے جواب دیا میں بھی یہی سوچ رہا ہوں پھر ارجن نے ہی سنیل سے کہا جب وہ قافلہ آ جائے تو ہمیں ان سے ملوا دینا تا کہ ہم ان سے ساتھ لے جانے کے بارے میں بات کر سکیں۔ سنیل نے کہا صاحب چنتک مت ہوئیے اپنے کمرے میں آرام کیجئے میں قافلے والوں سے آپ کی بات کرا دوں گا۔

اتنی دیر میں رامو کاؤنٹر پر اپنے نام پتے لکھوا کر کمرہ نمبر ۳۵ کی چابی لے چکا تھا ایک ملازم اور رامو سامان اٹھا کر اوپر کمرے کی طرف چل دیئے اور شنکر سومناتی اور ارجن بھی مینیجر سنیل سے صبح جلدی جگانے کا کہہ کر اوپر جانے والے راستے کی طرف بڑھ گئے مگر ابھی وہ سیڑھیوں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ ان کے کانوں میں دور سے گھنٹیاں بجنے کی آواز سنائی دی ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے شنکر سومناتی نے کہا شاید قافلے والے آ گئے ہیں چلو ان سے ابھی بات کر لیتے ہیں ان کو واپس مڑتے دیکھ کر سنیل نے کہا صاحب آیئے قافلہ آ گیا ہے ان سے آپ کی بات کرا دیتا ہوں اور پھر وہ تینوں ہوٹل سے باہر نکل آئے اور جس طرف سے گھنٹیاں بجنے کی آوازیں آ رہی تھیں اس طرف دیکھنے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی سب سے آگے آگے ایک سادھو مہاراج نظر آئے جن کا گیروے رنگ کا لباس اور پاؤں میں کھڑاویں (لکڑی کی چپل نما جوتی) دور سے ہی نظر آ رہی تھی ان کا سر بالکل صاف تھا لیکن سر کے عین اوپر بالوں کی ایک لمبی لٹ جھول رہی تھی اور وہ سب شیو جی کے بھجن گاتے ہوئے خراماں خراماں چلتے ہوئے قریب آ گئے اور سنیل نے ارجن اور شنکر سومناتی سے مخاطب ہو کر کہا۔

لیجئے سر بھگوان نے آپ لوگوں کی بھی سن لی اور دیکھا آپ نے وہ اپنے بھگتوں کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ ہمارے شیو جی بڑے دیالو ہیں اب آپ کا سفر آسان ہو گیا اور پھر آگے بڑھتے ہوئے سنیل نے سادھو جی کو پرنام کیا اور ان کے چرن چھوئے اور انہیں ارجن اور شنکر سومناتی کے بارے میں بتانے لگا کہ یہ بھی ہمالیہ کے مسافر ہیں دیا کریں اور اپنی چھتر چھایا میں ان کو بھی ساتھ لے جائیں یہ سن کر سادھو جی نے ایک اچٹتی سی نگاہ شنکر اور ارجن پر ڈالی پرنتو جیسے ہی ان کی نظریں ارجن سے ٹکرائیں تو وہ یک دم رک گئے اور بڑی حیرانی سے ارجن کے پورے شریر کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے گھورنے لگے اور پوچھنے لگے تم بھی ساتھ جاؤ گے؟

ارجن نے جواب دیا جی سادھو مہاراج میں بھی بھگوان کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔ سادھو جی نے کہا اچھا کوئی بات نہیں شاید بھگوان نے ہمارے لیکھ میں یہی سب کچھ لکھ رکھا ہے پھر اس نے آہستہ سے کہا ہم سادھو سنتوں کو دنیا داری سے کیا لینا پرنتو نہ جانے کیوں مجھے تمہارے شریر سے ایک بے کل آتما کی سوگندھ آ رہی ہے میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گا کہ تمہاری صدیوں سے بے کل آتما کو شانتی دے۔ ارجن نے آگے بڑھ کر پوچھا کیا کہہ رہے ہیں سادھو مہاراج مجھے

آپ کی بات سمجھ نہیں آئی۔ سادھو مہاراج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ تم اگر واقعی بھگوان کے درشن کے لئے جانا چاہتے ہو تو پھر ٹھیک ہے کل صبح ہمارے ساتھ چل پڑنا شاید بھگوان کی یہی اچھا ہے۔ یہ سن کر ارجن اور شنکر سومناتی نے سادھو جی کے چرن چھوئے اور پھر اپنے کمرے میں پہنچ گئے انہوں نے ساتھ آنے والے ملازم سے کھانا کمرے میں ہی منگوایا اور وہ تینوں کھانا کھا کر سونے کے لئے لیٹ گئے کیونکہ ویسے بھی اب رات ہو چکی تھی اور انہیں صبح جلدی اٹھنا تھا۔

صبح سویرے اٹھ کر انہوں نے اشنان کیا اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر قافلے کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے قافلہ بھی کوچ کے لئے تیار تھا اور پھر سادھو مہاراج کے ہاتھ کے اشارے پر سب اپنا اپنا سامان اٹھا کر کھڑے ہو گئے شنکر سومناتی، ارجن اور رامو نے بھی اپنے اپنے بیگ اٹھائے ہوٹل کا بل ادا کیا اور قافلے میں شامل ہو گئے اور پھر یوں یہ پورے کا پورا قافلہ بھگوان کے بھجن گاتا ہوا آگے کی جانب چل پڑا۔ آگے ایک لق و دق صحرا تھا جہاں اکثر بھولے بھٹکے لوگ صحرائی تھپیڑوں کی نذر ہو جاتے تھے کیونکہ صحرا میں چلنے والے جھکڑ اکثر قافلوں کو اپنے ساتھ خس و خاک کی طرح اڑا لے جاتے تھے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اپنے اپنے من میں بھگوان کے درشن کی جوت جلائے رواں دواں تھے۔ کوئی تین فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد صحرائی حدود کا آغاز ہو گیا۔ آگے آگے چلتے ہوئے سادھو مہاراج نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور چلتا ہوا قافلہ رک گیا۔ سادھو جی نے قافلے والوں کو بتایا کہ صحرا میں جل ناپید ہے اس لئے اپنی اپنی چھاگلوں میں پانی بھر لو اور کچھ بھوجن بھی کر لو تا کہ پھر سے تازہ دم ہو کر کوچ کر سکیں۔ ارجن، رامو اور شنکر سومناتی بھی تین چھاگلیں بھیما سر سے لے کر آئے تھے جو انہوں نے ہوٹل کے ملازم کے ذریعے منگوائی تھیں انہوں نے بھی اپنی چھاگلیں بھر لیں اور تھوڑا بہت کھانا کھایا اور پھر کچھ دیر کے لئے زمین پر بچھے قافلے والوں کے دری نما کپڑے پر لیٹ گئے تا کہ کچھ تھکن دور ہو جائے...... سادھو مہاراج کچھ لوگوں کے پاس بیٹھے انہیں شیو جی کے آدرش سنا رہے تھے۔

اسی اثناء میں ایک لمبا تڑنگا نوجوان جس نے سر پر ایک بڑی سی پگڑی باندھی ہوئی تھی اور ایک چنٹ دار لمبا سا چولا جس کا گھیر اعام قمیضوں سے بہت بڑا تھا اور اس کی لمبائی اس کے گھٹنوں سے اوپر اوپر تھی اور تنگ چوڑی دار چست پاجامہ پہن رکھا تھا اور پاؤں میں کھسہ نما چمڑے کے

جوتے اور کمر کے گرد ایک پٹہ نما کپڑا کس کر باندھ رکھا تھا اور اس میں چوڑے پھل کا خنجر اڑسا ہوا تھا جس کا ہاتھی دانت کا دستہ دور سے ہی چمک رہا تھا، سادھو جی کے سامنے آ کھڑا ہوا اور پھر اس نے اپنی تلوار نما مونچھوں پہ تاؤ دیتے ہوئے انہیں پرنام کیا اور پھر یوں گویا ہوا۔ مہاراج میں آپ کا اور آپ کے ساتھ تمام قافلے کے لوگوں کا سواگت کرتا ہوں سادھو مہاراج آپ کو یہ ریگستانی سمندر پار کرنے کے لئے اچھے اور تگڑے قسم کے اونٹوں کی ضرورت پڑے گی جس کے لئے میں اور میرے اونٹ حاضر ہیں کیونکہ ان کے بغیر نہ تو آپ یہ ریگستان عبور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ہم تو اپنے پرکھوں کے زمانے سے یہی کام کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس صحرا کے چپے چپے سے واقف ہیں اور اسی صحرا کے سپوت ہیں اور جتنا ان صحراؤں کے مزاج کو ہم جانتے ہیں شاید ہی اتنا کوئی اور جانتا ہو۔ بھگوان کی کرپا سے اب تو اتنا تجربہ ہو گیا ہے کہ آنے والے طوفان کا ہمیں پہلے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے لہٰذا بھگوان نے چاہا تو میں آپ کو اور آپ کے قافلے کو شانتی اور سرکھشا کے ساتھ ریگستان پار کروا دوں گا اور پھر راستے میں آپ کا اور آپ کے قافلے والوں کا بھوجن بھی میرے ذمے ہو گا اور اگر پانی ختم ہو گیا تو اس کا پربنت بھی میں کروں گا۔ وہ بولتا جا رہا تھا اور سادھو مہاراج اس کا منہ تکے جا رہے تھے۔ پھر ان سے نہ رہا گیا اور انہوں نے کہا بھلے مانس کچھ ہماری بھی سنے گا یا اپنی ہی کہے جائے گا۔ یہ سن کر وہ چپ ہو گیا اور سادھو مہاراج کی طرف دیکھنے لگا۔ سادھو مہاراج نے کہا ہم پہلے بھی کئی بار ادھر سے ہمالیہ جا چکے ہیں تم اپنے اونٹ لے آؤ مگر کرایہ کم سے کم لے گا۔ وہ کہنے لگا مہاراج آپ جو خوشی سے دیں گے میں لے لوں گا یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ لینے چلا گیا۔

جس جگہ شنکر سومناتی اور ارجن لیٹے پڑے تھے اسی جگہ ایک پنڈت جس کا نام ہری رام تھا وہ بھی بیٹھا ہوا تھا اور رامو اس کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا پنڈت ہری رام کے پاس ایک شیشے کا مرتبان بھی تھا جس پر اس نے چمڑے کا خول چڑھایا ہوا تھا تا کہ مرتبان ٹوٹ نہ جائے۔ رامو نے اس سے پوچھا پنڈت جی یہ چمڑے کے ڈبے میں کیا ہے؟ پنڈت ہری رام ستر پچھتر سال کا بوڑھا تھا مگر پھر بھی اس کی صحت قابل رشک تھی اس نے رامو کو بتایا کہ اس میں ایک شیشے کا مرتبان ہے اور اس پر یہ چمڑا اس لئے چڑھایا ہوا ہے تا کہ مرتبان گر کر ٹوٹ نہ جائے۔ رامو نے پوچھا اس مرتبان میں کیا چیز ہے جس کو اتنی حفاظت سے رکھا گیا ہے؟ پنڈت ہری رام نے سینہ پھلاتے

ہوئے فخر سے کہا اس میں ایک پاپی چڑیل بند ہے جس نے ہزاروں لوگوں کا جینا مشکل کر دیا تھا میں نے بڑی تگ و دو کے بعد اس کو اس مرتبان میں قید کیا ہے اور میں اس کو شیو کی پوجا میں مصروف پجاری مہاراج وشنو رنگون والے کے چرنوں میں رکھوں گا اور وہی اس پاپی چڑیل کا سروناش کریں گے۔ رامو نے اس سے پوچھا کیا واقعی وہ بڑی خوفناک چڑیل ہے؟ پنڈت ہری رام نے جواب دیا وہ کئی ہزار لوگوں کا خون پی چکی ہے اس کو قید کرنے کے عمل کے دوران میں بھی اس کے جال میں پھنس کر موت کا شکار ہونے لگا تھا مگر بھگوان کی کرپا سے اس پاپی چڑیل کا وار خالی گیا اور میں نے اسے مرتبان میں جانے کے لئے مجبور کر دیا رامو نے کہا کیا آپ مرتبان کھول کر مجھے چڑیل دکھا سکتے ہیں۔ مگر پنڈت ہری رام نے جواب دیا نہ نہ کبھی بھولے سے بھی مرتبان نہیں کھولنا ہے ورنہ یہ چڑیل آزاد ہو جائے گی اور پھر میں بھی شاید ہی اسے دوبارہ پکڑ سکوں۔

شنکر اور ارجن بھی لیٹے ہوئے تھے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے اور کئی دوسرے لوگ بھی پنڈت ہری رام کی باتیں سن رہے تھے ان کا خیال تھا کہ رامو اس سے مذاق کر رہا ہے اور بوڑھا پنڈت خبطی ہے جو مرتبان میں چڑیل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے مگر ارجن اور شنکر سومناتی یہ بھانپ چکے تھے کہ پنڈت ہری رام واقعی سچ کہہ رہا ہے اور اس مرتبان میں واقعی چڑیل بند ہے۔

کچھ ہی دیر میں وہ اونٹوں والا دس اونٹوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خیمے اور پانی کی بڑی بڑی مشکیں لادے ہوئے آ گیا۔ کچھ دیر تو قافلے نے وہیں پڑاؤ کیا اور پھر تازہ دم ہو کر سادھو جی نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور پھر سب سے آگے آگے وہ نوجوان اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا اور سادھو جی کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا اور دیگر اونٹوں پر دو دو کی تعداد میں سب لوگ سوار ہو گئے جن میں چار عورتیں بھی شامل تھیں قافلے میں کل انیس مرد و عورت شامل تھے جبکہ بیسواں فرد اونٹوں والا تھا اور اسی لئے وہ دس اونٹ لایا تھا پانی کے مشکیزے اور خیمے اونٹوں کے اطراف میں لٹکائے گئے تھے اور اونٹوں پر وہ لوگ سوار تھے ان کا سامان بھی خیموں والی طرف لٹکایا گیا تھا عورتوں کے اونٹوں کو درمیان میں رکھا گیا تھا اور اونٹ ایک دوسرے کے ساتھ ایک رسی کے ذریعے بندھے ہوئے تھے ارجن اور شنکر سومناتی کو سادھو مہاراج نے آخری اونٹ پر سوار ہونے اور آگے والے سب لوگوں اور سامان پر نظر رکھنے کے لئے کہا تھا۔

اور پھر یہ قافلہ اونٹوں کی قطار پہ سوار اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا اونٹوں کی گردنوں میں بندھی بڑی بڑی گھنٹیوں کی آوازیں فضا میں نغمے سے بکھیر رہی تھیں۔ اب کی بار انہوں نے کافی طویل سفر کیا کیونکہ اب تو وہ سب لوگ اونٹوں پر سوار تھے اس لئے پیدل چلنے کی تھکن اور کوفت سے نجات مل گئی تھی۔ تھکن تو انہیں اب بھی کچھ کچھ محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اونٹوں کی سواری نے ان کے جسموں کے ایک ایک جوڑ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ پھر چلتے چلتے ایک مناسب جگہ دیکھ کر اونٹ والے نے اپنا اونٹ روک دیا اور اس کے ساتھ ہی تمام اونٹ رک گئے اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور سادھو جی کو سہارا دے کر اتارا۔ پھر اس نے سب اونٹوں کو باری باری بٹھا کر سب کو نیچے اتارا اور اونٹوں پر سے سب سامان اتار کر ایک طرف رکھ دیا تا کہ اونٹ بھی آرام کر کے سفر کے قابل ہو سکیں۔ ویسے بھی اونٹ کئی دن بغیر کچھ کھائے پیئے سفر کر سکتا ہے مگر وہ اونٹوں والا اپنے اونٹوں کا خاص خیال رکھتا تھا کیونکہ یہی اونٹ اس کی روزی روٹی کا ذریعہ تھے۔ پھر چند دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اونٹوں والے نے پانچ خیمے لگا دیئے ہر خیمے میں چار چار آدمیوں کے آرام کرنے کی اچھی خاصی جگہ تھی۔ ان خیموں میں نیچے اونٹوں والے کی لائی ہوئی ترپال بچھا دی گئی تھی۔ شام ہو چکی تھی اس لئے اونٹوں والے نے انہیں بتایا کہ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ موسم ابر آلود تھا اور ہم نے دن میں سفر کر لیا ورنہ دھوپ نکلی ہو تو دن میں سفر کرنا ناممکن ہے اس لئے ہم ابھی صرف تین گھنٹے بھوجن اور آرام میں صرف کریں گے اس کے بعد پھر سے سفر پر روانہ ہو جائیں گے اور صبح کے وقت آرام کریں گے کیونکہ ہو سکتا ہے کل صبح سورج دیوتا اپنے درشن دیں اور ہم مزید سفر نہ کر سکیں اس لئے رات میں ہی کچھ اور سفر طے کر لینا ہمارے لئے سود مند رہے گا۔ یہاں صحرا میں موسم گرم ہوتا ہے مگر بھگوان کی کرپا سے ہمالیہ پہنچتے ہی آپ کو گرمی سے نجات مل جائے گی یہ سن کر سب لوگ بھوجن کر کے لیٹ گئے اور آرام کرنے لگے پنڈت ہری رام بھی رامو کے ساتھ ہی ان کے خیمے میں براجمان تھا اور رامو لیٹے لیٹے اس کو کہہ رہا تھا۔

پنڈت جی لگتا تو نہیں ہے کہ اس مرتبان میں کوئی چڑیل بند ہو گی مگر آپ کی عمر دیکھ کر وشواس کر لینے کو دل کرتا ہے کیونکہ اب اس عمر میں آپ کیا جھوٹ بولیں گے۔ اور پنڈت ہری رام بھگوان کی قسم کھا کر اسے وشواس دلانے کی کوشش کر رہا تھا شنکر سومناتی، رامو کی طبیعت سے واقف تھا اسے معلوم تھا کہ رامو اسے زچ کر رہا ہے اس لئے اس نے رامو سے کہا۔ یار چپ کر

کے سوجا پھر ساری رات سفر کرنا ہے۔ میں صبح مرتبان کھول کر تجھے چڑیل سے ملوا دوں گا اور یہ سن کر راموچپ کر کے آنکھیں بند کر کے لیٹ سونے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر شنکر کو غصہ آ گیا تو پھر وہ نہ سوئے گا اور نہ ہی مجھے سونے دے گا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد سارا قافلہ خوابوں کی دنیا میں کھو چکا تھا۔

☆......☆......☆

ادھر روپا کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ جوں جوں بچے کی پیدائش کے دن قریب آ رہے تھے اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا اور اب وہ بکرے کے کچے گوشت کے سو کچھ نہ کھاتی تھی۔ گلو دادا کی ضمانت ہو چکی تھی۔ جب اس نے روپا کی حالت دیکھی تو وہ اپنی دھرم پتنی بملا کماری پر برس پڑا اور کہنے لگا تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ روپا کی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے۔ بملا کماری نے نظریں نیچی کر کے روتے ہوئے بتایا میں تمہیں کیا کیا بتاؤں میری بچی کے ساتھ کیا کیا ظلم ہوا ہے میری بچی ماں بننے والی ہے ایسی حالت میں ہم کیا کسی کو منہ دکھائیں گے یہ سن کر گلو دادا کے تن بدن میں آگ لگ گئی اسے یہ تو معلوم تھا کہ ارجن نے تہہ خانے سے نکلنے کے بعد روپا کی عزت لوٹ لی تھی اور اس کا گال چبا لیا تھا مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ روپا اس خبیث ارجن کے بچے کی ماں بننے والی ہے اس نے بملا کماری سے کہا تم اس کا حمل گروا بھی سکتی تھیں تم نے اس حرامی کی اولاد کو روپا کے پیٹ میں پلنے ہی کیوں دیا مگر بملا کماری نے کہا میں نے روپا کو کئی لیڈی ڈاکٹرز کو دکھایا مگر سب نے یہی کہا کہ حمل نہیں ہے میں نے اس کے ایکسرے بھی کرائے سارے ٹیسٹ کرائے مگر ہر طرف سے یہی پتہ چلا کہ حمل نہیں ہے مگر پھر بھی اس کا پیٹ بڑھ رہا ہے جب بھی میں اسے کسی لیڈی ڈاکٹر کو دکھاتی ہوں اس کا پیٹ نارمل حالت پر آ جاتا ہے اور کسی طرح بھی محسوس نہیں ہوتا کہ روپا حمل سے ہے یہ سن کر گلو دادا حیران ہونے کے ساتھ ساتھ رونے لگا کہ یہ ہم پر کیسا عذاب ہے؟ بھگوان ضرور مجھے میرے کرموں کی سزا دے رہا ہے پھر اس نے قاسو اور رنگے کو بلوایا اور انہیں کہا جیسے بھی ہو ارجن کو زندہ یا مردہ میرے سامنے لے کر آؤ میں اس کے خون سے اپنی پیاس بجھاؤں گا۔ میرے دل میں جو آگ اس نے لگائی ہے وہ اس کے خون سے ہی ٹھنڈی ہو گی۔

قاسو اور رنگے نے گلو دادا کو بتایا کہ ارجن کا تو سات آٹھ ماہ سے کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ

کہاں ہے؟ گلو دادا نے کہا وہ اپنے گھر تو آتا جاتا ہو گا اس کے گھر جا کر پتہ کرو۔ قاسو نے جواب دیا دادا اس کو تو سارے شہر کی پولیس تلاش کر رہی ہے اور خاص طور پر ڈی ایس پی شیر سنگھ اس کی تلاش میں ہے کیونکہ اس نے ارجن کو بطور گواہ آپ کے کیس میں پیش کرنا تھا مگر وہ کہیں نہیں مل رہا۔ اس کے گھر بھی ہم گئے تھے وہ گھر بھی بیچ گیا ہے۔ ہمارے آدمی نے ایک دن اس کو انڈیا ایئر لائن کی ایجنسی کے دفتر میں دیکھا تھا اس کے ساتھ دہلی کا مشہور جادوگر شنکر سومناتی بھی تھا جب ہم ایجنسی کے دفتر میں پہنچے تو وہ دونوں وہاں سے بھی جا چکے تھے۔ جب سے ہی شنکر سومناتی کے گھر پر بھی تالا لگا ہوا ہے۔ گلو دادا نے انہیں کہا اس ایجنسی کے دفتر سے پتہ کرتے کہ وہ وہاں کیا کرنے گئے تھے؟ اور اگر انہوں نے کہیں کا ٹکٹ لیا تھا تو کس شہر کا ٹکٹ لیا تھا۔ قاسو نے کہا ٹھیک ہے دادا میں ابھی پتہ کر کے آتا ہوں کہ انہوں نے کہاں کا ٹکٹ لیا تھا؟ یہ بات تو پہلے ہماری بدھی میں نہ آئی ورنہ آج آپ کے سامنے اس کی لاش ہی پڑی ہوتی۔ گلو دادا نے کہا ٹھیک ہے تم جاؤ اور پتہ کر کے آؤ کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ قاسو اٹھ کر چلا گیا۔

پھر گلو دادا نے رنگے سے کہا تم تہہ خانے کی صفائی اور مرمت کراؤ اور دروازے بھی ٹھیک کر کے لگوا دو۔ رنگے نے جواب دیا دادا دروازے تو ہم نے درست کرا دیئے تھے۔ تہہ خانے کی صفائی اور مرمت بھی آج ہی کرا دیتا ہوں یہ کہہ کر وہ بھی چلا گیا۔ گلو دادا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا اور اس کی پتنی بملا کماری اپنی بیٹی روپا کے کمرے میں تھی کہ یکا یک بملا کماری دوڑتی ہوئی گلو دادا کے کمرے میں آئی اور اسے بتایا کہ روپا کی حالت کافی خراب ہے اور اسے دردیں ہو رہی ہیں گلو دادا نے کہا لیڈی ڈاکٹر سمیتا راج کو بلوا لو وہ ہماری پرانی جاننے والی ہے وہ اس راز کو راز ہی رکھے گی بملا کماری نے جواب دیا میں پہلے بھی اسے کئی بار بلوا چکی ہوں ویسے بھی وہ میری پرانی سہیلی ہے اور اس راز کو راز ہی رکھے گی اس لئے میں نے ملازم کو اسے بلانے کے لئے بھیج دیا ہے بھگوان کرے خیریت سے میری بچی کی جان چھوٹ جائے میں اس پاپ کی اولاد کو کہیں دور پھینکوا دوں گی میں نے پہلے بھی سمیتا راج سے بات کی تھی اس نے کہا تھا تم چنتا مت کرو میں اس کا انتظام کر لوں گی۔ اتنے میں سمیتا راج اپنی ایک شاگرد کے ساتھ آ گئی اس کی شاگرد بھی ان کی راز دار تھی اور وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمیتا راج سے زچگی کے کیسوں کی تربیت لے رہی تھی۔

بملا کماری ان دونوں کو روپا کے کمرے میں لے گئی۔ سمیتا راج نے بملا کماری سے کہا

آپ کمرے سے باہر ہی بیٹھئے ورنہ روپا کی حالت دیکھ دیکھ کر تمہاری بھی طبیعت خراب ہو جائے گی تم چنتا مت کرو میں سب سنبھال لوں گی۔ بملا کماری انہیں وہاں چھوڑ کر پھر گلو دادا کے پاس آ کر بیٹھ گئی وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔

ادھر روپا بیڈ پر پڑی تڑپ رہی تھی اور اس کا چہرہ بھیانک ہو رہا تھا مگر سمیتا راج پہلے سے اس کی حالت جانتی تھی اس لئے اس نے زچگی کا سامان بیگ سے نکالا اور بیڈ کے پاس پڑی میز پر رکھنے لگی۔ روپا کا چہرہ بھیانک سے بھیانک تر ہوتا جا رہا تھا اور اس کے چہرے اور سارے جسم پر سیاہ بال نکلنا شروع ہو گئے جو ایک ایک بالشت لمبے تھے اب اس کا پیٹ اس طرح پھول اور پچک رہا تھا جیسے کوئی چیز باہر آنے کے لئے زور لگا رہی ہو پھر روپا کی دلدوز چیخیں آسمان کو چھونے لگیں اور اس کا پیٹ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور نہایت ہی کریہہ الشکل بچہ اس کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکل آیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ بچے کے باہر نکلتے ہی روپا یک دم ساکت ہو گئی اور بچے کو دیکھتے ہی لیڈی ڈاکٹر سمیتا راج اور اس کی شاگرد لڑکی چیخیں مارتی ہوئی باہر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں۔ ان کی چیخیں سن کر گلو دادا اور بملا کماری بھی بھاگ کر کھڑے ہو گئے اور باہر نکل کر چیختی ہوئی سمیتا سے پوچھا کیا بات ہے؟ سمیتا نے چیختے ہوئے کہا روپا کے پیٹ سے بلا نکلی ہے۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

یہ سن کر گلو دادا نے غصے سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چلو میرے ساتھ میں دیکھتا ہوں مگر ڈاکٹر سمیتا راج اور اس کی شاگرد تھر تھر کانپ رہی تھیں اور ان سے بولا بھی نہ جا رہا تھا۔ گلو دادا نے ایک بار پھر تحکمانہ لہجے میں کہا چلو میرے ساتھ مجھے دکھاؤ وہ کون سی بلا ہے؟ یہ کہہ کر وہ روپا کے کمرے کی طرف چل دیا۔ جبکہ سمیتا راج کی شاگرد زمین پر گر کر بے ہوش ہو چکی تھی۔ گلو دادا نے کمرے میں پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں کوئی بلا نہ تھی۔ روپا پیٹ پھٹنے سے مر چکی تھی اور وہ بھی اپنی اصلی حالت میں آ چکی تھی اور اس کے چہرے اور جسم کے بال غائب ہو چکے تھے ایسا لگتا تھا جیسے اس پر کسی قسم کے کوئی اثرات تھے ہی نہیں روپا تو مر چکی تھی مگر اس کے بچے کا دور دور تک بھی نام و نشان نہ تھا۔ سمیتا راج نے جواب دیا ابھی تو یہیں تھی میں نے خود اسے روپا کا پیٹ پھاڑ کر نکلتے ہوئے دیکھا ہے شاید وہ چھوٹا سا بچہ ہی تھا مگر اتنی خوفناک شکل کا بچہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اتنے چھوٹے بچے کے دانت بھی نظر آ رہے تھے اور اس کے سارے جسم پر کالے کالے بال تھے وہ ہمیں دیکھ کر نہایت کریہہ انداز میں مسکرایا تھا تو ہم خوفزدہ ہو کر باہر بھاگ گئیں۔

گلو دادا نے کہا مگر وہ گیا کہاں؟ سمیتا نے جواب دیا اسی کمرے میں ہی ہو گا۔ پھر ان دونوں نے سارا کمرہ چھان مارا مگر اس بچے کا کچھ پتہ نہ چلا۔ بملا کماری تو اپنی بیٹی کی لاش دیکھتے ہی بے ہوش ہو چکی تھی۔ صدمہ تو گلو دادا کو بھی بہت ہوا تھا مگر وہ پھر بھی مرد تھا اس لئے برداشت کئے ہوئے تھا مگر اندر سے وہ بھی ٹوٹ پھوٹ چکا تھا اب تو اس کے ذہن میں ایک ہی بات تھی اور وہ تھی ارجن سے انتقام۔

روپا کی چتا جلاتے ہوئے اس نے روپا کی لاش کو وچن دیا کہ جب تک ارجن کی چتا نہ جلا

دوں اس وقت تک میں چین سے نہ بیٹھوں گا اسے ہر حال میں تلاش کر کے کتے کی موت ماروں گا۔ روپا کی لاش کو گلو دادا نے دچن دے دیا مگر وہ اس بات پر اب بھی حیران تھا کہ ارجن اتنا عرصہ تہہ خانے میں زندہ کیسے رہا؟ اور اگر ارجن نے ہی روپا کی عزت لوٹی تھی تو پھر روپا کے جسم میں غیر انسانی تبدیلیاں کیوں رونما ہوئیں اور پھر بچہ پیدائش کے فوراً بعد کہاں غائب ہو گیا؟ اور جو حلیہ لیڈی ڈاکٹر سمیتا راج نے بچے کا بتایا تھا اس حلیے کے بچے کو تو شہر یا بازار میں لوگ دیکھتے ہی مار ڈالتے مگر یہ بات اس کی سمجھ سے باہر تھی کہ بچہ کہاں گیا؟

روپا کے کمرے کو اس نے تالا لگوا دیا تھا کیونکہ بملا کماری روپا کی چیزیں دیکھ دیکھ کر روتی رہتی تھی اور گلو دادا کو برا بھلا کہتی تھی کہ یہ سب کچھ تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے نہ تم ایسے پاپ کے کام کرتے اور نہ میری اکلوتی بچی ایسے ظلم کا شکار ہوتی۔ روپا کی چتا جلانے کے بعد گلو دادا نے اپنے تمام آدمی ارجن کی تلاش میں لگا دیئے مگر ارجن اس شہر میں ہوتا تو اسے ملتا۔ تین آدمی اس نے فوراً احمد آباد روانہ کر دیئے تھے کیونکہ انڈین ایئر لائن کی ایجنسی سے پتہ چلا تھا کہ شنکر سومناتی راموا اور ارجن یہ تینوں آدمی دہلی سے احمد آباد جانے والی فلائٹ پر گئے تھے۔ گلو دادا کے تینوں آدمی احمد آباد میں ان تینوں کو تلاش کر رہے تھے مگر وہ وہاں ہوتے تو ملتے۔ وہ تو ہمالیہ جانے والے قافلے کے ساتھ بھیما سر سے آگے صحرا میں سو رہے تھے۔

☆......☆......☆

قافلے والوں کو سوئے ہوئے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ قافلے کے خیموں کے چاروں طرف تیز روشنیاں سی پھیل گئیں یوں لگتا تھا جیسے خیموں کے چاروں طرف کسی نے آگ لگا دی ہو اور اس روشنی کے ساتھ ہی عجیب و غریب رونے پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں سارے قافلے والے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ کمزور دل آدمیوں اور عورتوں نے خوف سے چیخنا شروع کر دیا۔ ارجن، شنکر سومناتی، راموا اور پنڈت ہری رام بھی جاگ چکے تھے۔ یہ خوفناک چیخیں سن کر سب قافلے والے خیموں سے باہر نکل آئے باہر ایک عجیب ہی نظارہ تھا ان کے خیموں کے چاروں طرف ریت میں ترشول گڑے تھے جو قد آدم سے بھی بڑے تھے اور وہ ترشول اتنے قریب قریب نصب تھے کہ ان کی درزوں میں سے ایک بچہ بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ ان ترشولوں کے تین تین سرے مشعلوں کی طرح جل رہے تھے اور یہ روشنی انہی ترشولوں کے سرے جلنے کی وجہ سے تھی اور

ان ترشولوں کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے خیموں پر کسی نے ترشولوں کا حصار لگا دیا ہو ان ترشولوں کے دوسری طرف نہایت خوفناک اور بھیانک شکلیں نظر آ رہی تھیں۔ یہ صحرائی چڑیلیں تھیں جو چیختی چلاتی ترشولوں کے چاروں طرف دوڑ رہی تھیں مگر اندر داخل نہ ہو رہی تھیں۔ سب لوگ یہ خوفناک نظارہ دیکھ رہے تھے کئی لوگ بے ہوش ہو چکے تھے اور کئی بھگوان سے جان بچانے کیلئے منتیں مان رہے تھے ایسے میں قافلے کا سردار سادھو شنکر سومناتی اور ارجن کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ان کی طرف بڑھا اور کہا یہ صحرائی بدروحیں قافلے پر حملہ کرنا چاہتی ہیں وہ تو بھگوان کی کرپا سے میں اشلوک پڑھ رہا تھا کہ مجھے ان کی آمد محسوس ہوئی اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی میں نے ترشولوں کا حصار قائم کر دیا ورنہ آج قافلے میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔

اب ارجن اور شنکر سومناتی کو تمام معاملہ سمجھ آیا کہ یہ ترشولوں کا حصار تو سادھو مہاراج نے لگایا ہے شنکر سومناتی نے کہا مہاراج یہ چڑیلیں صحرائی نسل کی لگتی ہیں اور ان کی خاصیت ہے کہ یہ کسی کو اس وقت تک کچھ نہیں کہتیں جب تک کوئی ان کا نقصان نہ کرے یا پھر ان پر حملہ آور نہ ہو۔ میں ان سے بات کرتا ہوں آخر قافلے والوں نے ان کا کیا نقصان کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ ترشولوں کے حصار کے قریب گیا اور اس نے چیخ کر پوچھا تمہارا سردار کون ہے؟ شنکر سومناتی کی آواز سن کر چیختی چلاتی چڑیلیں رک گئیں اور ہر طرف خاموشی چھا گئی پھر ان میں سے ایک نہایت بدشکل سی چڑیل آگے بڑھی اور کہا میرا نام شانتی ہے اور میں ان کی ملکہ ہوں۔ شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے پوچھا تم شانتی ہو تو یہ بدامنی کیوں پھیلا رہی ہو؟ شنکر سومناتی کو اتنے خوفناک ماحول میں ہنستے دیکھ کر ارجن اور سادھو مہاراج بھی اس کی جرات کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ شانتی نے شنکر سومناتی کو جواب دیا ہماری قافلے والوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے مگر قافلے میں شامل ایک پنڈت ہری رام ہمارا دشمن ہے اس نے ہمارے قبیلے کی ایک چڑیل قید کر رکھی ہے ہمیں پنڈت ہری رام اور وہ قید کی ہوئی چڑیل چاہیے ہم کسی کو کچھ نہیں کہیں گے پنڈت ہری رام بھی ارجن کے قریب کھڑا تھا وہ اپنا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگا چڑیل کا مرتبان اب بھی اس کی بغل میں دبا ہوا تھا۔ ارجن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا پنڈت جی چنتا مت کرو شنکر بھائی ان سے بات کر رہا ہے ہم تمہیں کچھ نہیں ہونے دیتے ادھر شنکر سومناتی نے شانتی سے کہا تمہارے قبیلے کی چڑیل شہر میں انسانوں کو تنگ کر رہی تھی اسی لیے پنڈت ہری رام نے اسے قید کر دیا کیونکہ یہی اس کی سزا ہے

شانتی نے کہا کچھ بھی ہے ہمیں چڑیل اور پنڈت ہری رام دونوں چاہئیں۔شنکر سومناتی نے جواب دیا اگر ہم پنڈت ہری رام اور چڑیل تمہیں نہ دیں تو پھر تم کیا کرو گی؟ شانتی نے کہا پھر تم اور تمہارا قافلہ بھوکا پیاسا اسی صحرا میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے گا۔شانتی کی بات سن کر شنکر سومناتی نے اندازہ لگا لیا کہ یہ چڑیلیں آسانی سے ہمیں نہ جانے دیں گی۔شنکر سومناتی نے شانتی سے کہا بہتری اسی میں ہے کہ تم یہاں سے واپس چلی جاؤ ورنہ اپنے نقصان کی تم خود ذمہ دار ہوگی یہ کہہ کر اس نے ارجن کی طرف دیکھا اور اس کے قریب آ کر آہستہ سے کہا ارجن یہ صحرائی چڑیلیں بھی اس نسل سے تعلق رکھتی ہیں جس نسل سے سہانی چڑیل تھی جو کہ ماضی میں جانے سے میرے پیچھے لگی تھی اور اس قسم کی چڑیلوں سے نمٹنے کا میرے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے ان چڑیلوں کا کوئی بندو بست کرو۔ارجن نے شنکر سومناتی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دی اور کہا تم چنتا مت کرو میں ان سے نمٹ لوں گا پھر ارجن، سادھو مہاراج کی بڑھا اور کہا مہاراج میرا خیال ہے ان چڑیلوں کو سبق سکھانا ہی پڑے گا آپ کچھ دیر کے لیئے حصار ہلا لیں تا کہ میں ان چڑیلوں تک پہنچ سکوں۔سادھو مہاراج نے ارجن سے کہا آپ حصار میں سے گزر کر چلے جائیں آپ کو کچھ نہیں ہوگا یہ سن کر ارجن حصار کی طرف چل دیا اور جب اس نے ایک ترشول کو ہاتھ لگانا چاہا تو اسے محسوس ہوا کہ ترشول اصل میں لوہے کے دکھائی دے رہے ہیں مگر ان کا تو کوئی وجود نہیں ہے وہ تو ہوا کی طرح ہیں یا پھر سادھو مہاراج کی اجازت کی وجہ سے ایسا ہوا تھا ارجن ان ترشولوں سے گزر کر چڑیلوں کی طرف بڑھا شانتی نے بھی اپنی چڑیلوں کو ارجن پر حملے کا حکم دے دیا یہ دیکھتے ہی ارجن نے ایک خوفناک چیخ ماری اور اس کی بدروح میں سمائی ہوئی سات ہزار بدروحیں اس کے جسم سے نکل آئیں اور ان چڑیلوں پر ٹوٹ پڑیں۔ارجن کی شکل بھی بڑی بھیانک ہو چکی تھی اور چڑیلوں سے لڑنے والی بدروحوں کی شکل بھی ارجن جیسی تھی ارجن بھی کسی بھوکی بدروح کی طرح چڑیلوں سے لڑ رہا تھا یہ دیکھ کر شنکر سومناتی کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ سادھو مہاراج بت بنا ارجن کے داؤ پیچ دیکھ رہا تھا رامو، پنڈت، ہری رام اور کئی دوسرے لوگ بھی کھڑے ارجن اور اس کی ہم شکل بدروحوں کو لڑتے دیکھ رہے تھے فضا میں چڑیلوں کے چیخنے کی کریہہ آوازیں گونج رہی تھیں۔اونٹ بھی خوف سے رسے تڑوا کر بھاگنا چاہتے تھے اور بری طرح چنگھاڑ رہے تھے مگر شنکر سومناتی نے اونٹوں کو خوفزدہ دیکھ کر ان کی ٹانگیں منتر پڑھ کر پتھر کی کر دی تھیں تا کہ اونٹ بھاگ نہ

جائیں اب اونٹ اپنی اپنی جگہ کھڑے چنگھاڑ رہے تھے مگر وہ بھاگ نہ سکتے تھے۔کچھ ہی دیر میں تمام چڑیلیں ماری جا چکی تھیں ہر طرف حصار کے باہر چڑیلیوں کی گردنیں، دھڑ اور دوسرے اعضاء بکھرے پڑے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام بدروحیں ارجن میں سما گئیں اور ارجن واپس حصار کی طرف چل پڑا حصار میں واپس آ کر وہ شنکر سومناتی کے پاس ہی کھڑا ہو گیا اور اپنی سانسیں درست کرنے لگا وہ بری طرح تھک چکا تھا شنکر سومناتی اور سادھو مہاراج نے آگے بڑھ کر ارجن کی پیٹھ تھپکی اور سادھو مہاراج نے ارجن اور شنکر سومناتی سے مخاطب ہو کر کہا جب تم دونوں قافلے میں شامل ہونے آئے تھے تو میرا خیال تھا کہ تم دونوں کسی برے ارادے سے قافلے میں شامل ہونا چاہتے ہو ورنہ جادوگر سے اور کسی بدروح سے قافلے کا کیا تعلق؟ وہ تو اکیلے بھی سفر کر سکتے ہیں مگر اب مجھے اندازہ ہوا کہ اگر تم دونوں نہ ہوتے تو شاید یہ قافلہ بھی زندہ نہ ہوتا مگر بھگوان کی لیلا ہی نیاری ہے اس نے شاید تمہیں ہماری جانیں بچانے کیلیئے ہی قافلے میں شامل ہونے کو بھیجا تھا۔

اس بات پر شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا سادھو مہاراج یہ میرا دوست ارجن واقعی کوئی بد روح نہیں ہے یہ بھی میری طرح جادوگر ہے اور اس نے ایک عمل کیا ہوا ہے جس سے یہ بدروح بن جاتا ہے پہلے پہلے میں بھی آپ ہی کی طرح اسے بدروح سمجھتا تھا مگر جب یہ میرے ساتھ رہنے لگا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ بدروح نہیں ہے بلکہ انسان ہے۔سادھو مہاراج نے بے یقینی کی کیفیت سے ارجن کی طرف دیکھا اور پھر اس کے اور قریب ہو کر اس کے جسم کو سونگھ کر دیکھا اور کہا مجھے تو یہ بدروح ہی لگتا ہے مگر تم کہتے ہو تو میں وشواس کر لیتا ہوں ویسے بھی یہ ہمارا محسن ہے اس نے ہماری جان بچائی ہے یہ بدروح بھی ہو ہم تو پھر بھی اس کے ابھاری ہیں یہ سن کر ارجن نے جواب دیا سادھو مہاراج یہ تو میرا کرتوے ہے ہم آپ کے ابھاری ہیں کہ آپ نے ہمیں اپنے قافلے میں جگہ دی۔اتنے میں وہ اونٹوں والا آیا اور سادھو مہاراج سے کہنے لگا سادھو مہاراج یہ میرے اونٹوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان کی ٹانگیں تو پتھر کی ہو گئی ہیں اب یہ کیسے چلیں گے؟ سادھو مہاراج نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کچھ نہیں ہوا تمہارے اونٹوں کو یہ ابھی ٹھیک ہو جائیں گے اور پھر سادھو مہاراج نے شنکر سومناتی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا کہ یہ اونٹ کب ٹھیک کرو گے؟ شنکر سومناتی نے سادھو مہاراج کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے اونٹوں کو ٹھیک کرنے کا منتر پڑھا اور ان کی طرف پھونک ماری ان کی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں اور اونٹوں والا انہیں بٹھانے

لگ گیا۔ راموبھی ارجن کے کارنامے پر گردن اکڑائے کھڑا تھا اور پنڈت ہری رام بھی بڑی ممنون نگاہوں سے شنکر سومناتی اور ارجن کو دیکھ رہا تھا اور ترشولوں کا حصار ختم کر دیا تھا چاند بھی آسمان پر صاف نظر آنے لگا تھا کبھی کبھی کسی آوارہ بادل کے ٹکڑے کے آنے سے چاند چھپ جاتا تو ہر طرف گہرا سا اندھیرا چھا جاتا تھا اور پھر بدلیوں سے نکل آنے کے بعد ہر طرف چاندنی پھیل جاتی تھی۔ خیمے اکھاڑ کر اونٹوں پر لاد دیئے گئے اور پھر پہلے کی طرح یہ قافلہ رواں دواں ہو گیا۔

☆......☆......☆

رات کے بارہ بج چکے تھے گلو دادا کے گھر کی تمام روشنیاں گل تھیں صرف باہر صحن میں ایک ٹیوب لائٹ جل رہی تھی مگر چاندنی راتیں ہونے کی وجہ سے صحن میں اچھی خاصی روشنی تھی۔ چاروں طرف سناٹے کا راج تھا کبھی کبھی باہر کوئی آوارہ کتا بھونکتا تو سناٹے کی چادر میں شگاف پڑ جاتا مگر چند لمحے بعد وہی خاموشی چھا جاتی۔ ایسے میں روپا کے بیڈ کے سرہانے کی دراز کھلی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا خوبصورت بچہ نکل کر بیڈ پر آ گیا پھر وہ کسی ذی ہوش انسان کی طرح بیڈ سے نیچے اترا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا مگر دروازہ باہر سے بند تھا کیونکہ روپا کی موت کے بعد گلو دادا نے اس کے کمرے کو تالا لگا دیا تھا۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کے باوجود وہ پُراسرار بچہ اندھیرے میں ایسے دیکھ رہا تھا جیسے دن کے اجالے میں دیکھ رہا ہو۔ دروازہ بند پا کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں روشندان کی لٹکتی ہوئی رسی پر جا کر رک گئیں دوسرے ہی لمحے وہ بیڈ پر چڑھا اور کسی ماہر سرکس کے جوکر کی طرح رسی پر چڑھ کر روشندان تک جا پہنچا۔ روشندان میں جالی اور سریے لگے ہوئے تھے اس نے ہاتھ بڑھا کر سریہ پکڑ لیا اور اس کو اپنی طرف کھینچ لیا دوسرے ہی لمحے لوہے کا سریہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا جو اس نے بیڈ پر پھینک دیا اور پھر ہاتھ بڑھا کر جالی بھی توڑ ڈالی اور ٹوٹے ہوئے روشندان سے جھانک کر باہر دیکھا۔ یہ مکانوں کی پچھلی سائیڈ تھی اور وہاں سے ایک گندہ نالا گزرتا تھا اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور پہلے اپنی ایک ٹانگ اس روشندان سے باہر نکالی اور پھر دوسری اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ٹانگیں لمبی ہونے لگیں اور دوسرے ہی لمحے زمین سے جا ٹکرائیں۔ پاؤں زمین پر لگتے ہی اس نے روشندان چھوڑ دیا اور اب وہ گندے نالے پر کھڑا تھا پھر اس کی ٹانگیں چھوٹی ہوتے ہوتے اپنی اصلی حالت پر آ گئیں۔ اب وہ پھر ایک معصوم سا بچہ تھا وہ گندے نالے کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا

کافی آگے نکل آیا وہ ابھی آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ گندے نالے کے ایک طرف پڑا ہوا کتا اسے دیکھ کر غرانے لگا۔ اس بچے نے اس کتے کی طرف غور سے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے بچہ مسکرانے لگا اب پتہ چلا کہ بچے کے منہ میں تو پورے دانت ہیں کتا اب اس پر بھونکتے ہوئے آگے بڑھتا تا کہ اس بچے کو کاٹ سکے مگر فوراً ہی اس بچے نے ہاتھ بڑھا کر ایک ہاتھ سے کتے کا دھڑ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے کتے کا منہ پکڑ لیا اب کتے کے منہ سے گھٹی گھٹی سی خراخراہٹ سی نکل رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس بچے کی شکل بدلنا شروع ہو گئی اب اس کے جسم اور چہرے پر کالے کالے بال نکلنا شروع ہو گئے اور کچھ ہی دیر میں اس کی شکل بگڑ کر بڑی بھیانک ہو گئی پھر اس نے کتے کی گردن میں دانت گاڑھ دیئے اور اس کا خون پینا شروع کر دیا کتے نے تڑپنا شروع کر دیا مگر اس کے منہ سے آواز بھی نہ نکل سکی کیونکہ اس کا منہ بھی اس خوفناک بچے کی گرفت میں تھا۔ کتا چند لمحے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا اس کا خون پینے کے بعد اس نے کتے کو دانتوں سے چیر پھاڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر چاندنی میں ڈھلے سناٹے میں چپڑ چپڑ کی آواز گونجتی رہی اور سارا کتا اس خوفناک بچے کے پیٹ میں منتقل ہو گیا پھر اس نے اپنے ہاتھوں پر لگا ہوا کتے کا خون چاٹا اور کتے کی گردن اور کھال گندے نالے میں پھینک کر واپس جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی چل دیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ اسی روشندان کے نیچے پہنچ گیا جس میں سے وہ نکل کر آیا تھا روشندان کافی اونچائی پر تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر لمبا کیا اور روشندان میں ہاتھ ڈال کر لکڑی کا فریم پکڑ لیا کیونکہ روشندان میں اب فریم ہی باقی رہ گیا تھا شیشے تو اس کے پہلے ہی ٹوٹے پڑے تھے اور جالی اور لوہے کے سریے اس نے کچھ دیر پہلے توڑ پھینکے تھے۔ روشندان کا فریم پکڑ کر وہ اوپر اٹھتا چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں وہ روشندان میں سے بیڈ پر اترا اور اس کے سرہانے لگی دراز میں اتر کر دراز بند کر لی۔ یہ روپا کے پیٹ سے جنم لینے والا وہی خوفناک بچہ تھا جو پیٹ سے نکلتے ہی غائب ہو گیا تھا اور باوجود سارے کمرے کی تلاشی کے کہیں نہ ملا تھا۔ وہ دراصل روپا کے پیٹ سے نکل کر اس کے بیڈ کی دراز میں چھپ گیا تھا کیونکہ اس نے گلو دادا اور سمیتا راج کے آنے کی آواز سن لی تھی۔

☆......☆......☆

خوفزدہ انسانوں اور اونٹوں کا قافلہ تیزی کے ساتھ رواں دواں تھا کہ یکا یک اگلے اونٹ پر بیٹھے ساربان نے اپنا اونٹ روک لیا۔ اس کے ساتھ ہی تمام اونٹ رک گئے سادھو نے ساربان

سے پوچھا کیا بات ہے؟ اونٹ کیوں روک دیئے؟ مگر ساربان، سادھو مہاراج کی بات کا جواب دیئے بغیر نیچے اتر کر ریت پر بیٹھ گیا اور ریت پر کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ دیر وہ یونہی کان لگائے سنتا رہا اور پھر ایک دم اٹھ کر اونٹوں کو بٹھانے لگا سادھو مہاراج نے دوبارہ پوچھ کیا معاملہ ہے؟ ساربان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا طوفان آ رہا ہے یہ سن کر سادھو مہاراج بھی گھبرا گئے اس نے جلدی جلدی اونٹوں کو قریب قریب ایک لائن میں بٹھایا اور کہا جس طرف سے طوفان آ رہا ہے سب لوگ اونٹوں کے دوسری طرف بیٹھ جائیں اور اونٹوں پر لدے سامان کی رسیاں پکڑ لیں اور کوئی بھی کھڑا نہ ہو۔ اس کے اتنا کہتے کہتے تیز ہوائیں اور گرد و غبار قریب آ گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف ریت ہی ریت اڑنے لگی سب لوگ آنکھیں بند کئے منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے کیونکہ ریت کے اس طوفان میں تو سانس لینا بھی مشکل تھا۔

طوفانی ہواؤں کی سرسراہٹ کے ساتھ ساتھ ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے بہت سے بد روحیں مل کر چیخ رہی ہوں۔ چاند بھی نہ جانے کہاں چھپ گیا تھا ہر طرف گھپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ ان پر ریت بارش کی طرح برس رہی تھی اونٹوں نے بھی گھبرا کر گردنیں نیچی کر لی تھیں۔ کافی دیر اسی طرح ریت برستی رہی اور پھر وہ لوگ سانس گھٹ کر بے ہوش ہو گئے ساری رات اسی طرح گزر گئی صبح طوفان رکا اور سورج نکل آیا۔ جب سورج کی تیز کرنیں ارجن اور شنکر سومناتی کے جسم کے آر پار ہونے لگیں اور انہیں گرمی محسوس ہوئی تو انہیں ہوش آیا وہ دونوں فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے مگر انہیں دور دور تک ریت کے چھوٹے بڑے ٹیلوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔ قافلہ تو ایسے غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ ارجن نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور پوچھا یہ قافلہ کہاں گیا؟ کہیں ہمیں چھوڑ کر تو نہیں چلے گئے؟ مگر شنکر سومناتی نے جواب دیا اگر ایسا ہوتا تو رامو اور ہمارا سامان تو یہیں ہوتا مگر رامو کا بھی کوئی پتہ نہیں اس کا مطلب ہے کہ قافلہ ریت کے طوفان میں دب چکا ہے۔ یہ سنتے ہی ارجن نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا اب کیا ہوگا؟ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا فی الحال تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اس تیز دھوپ سے کیسے بچا جائے ورنہ شام تک ہم جل بھن کر کباب ہو جائیں گے۔ ارجن نے کہا ہمیں قافلے کا پتہ کرنا چاہیے کس جگہ دفن ہو گیا ہے اور انہیں نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ شنکر سومناتی نے کہا اب انہیں نکالنے سے کیا فائدہ وہ تو کب کے مر چکے ہوں گے

اب تو ہمیں اپنی فکر کرنا چاہیے۔ ارجن نے کہا کسی اونچے ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھتے ہیں تاکہ دھوپ سے بچا جا سکے مگر شنکر سومناتی کہنے لگا دوپہر کو تو ہر طرف دھوپ ہی دھوپ ہوگی اس وقت تو کہیں بھی سایہ نہ ملے گا کیونکہ دور دور تک کوئی درخت بھی نہیں ہے اس لئے ہمیں کوئی گہرا گڑھا کھودنا چاہیے تاکہ اس میں لیٹ کر دھوپ کی شدت سے بچا جا سکے۔ پھر انہوں نے ایک بڑے سے ٹیلے کی اوٹ میں ہاتھوں سے ریت ہٹا ہٹا کر گڑھا کھودنا شروع کر دیا اور کچھ ہی دیر میں انہوں نے کافی گہرا گڑھا تیار کر لیا جس میں وہ دونوں بیٹھ سکتے تھے مگر لیٹ نہ سکتے تھے۔ ارجن نے کہا اگر اس گڑھے پر کوئی کپڑا وغیرہ بھی ہوتا تو دھوپ سے اچھی طرح بچاؤ ہو سکتا ہے۔ ابھی تک ٹیلے کے اس طرف چھاؤں تھی پھر شنکر سومناتی نے اپنی قمیض اتاری اور ارجن سے بھی قمیض اتارنے کو کہا پھر اس نے دونوں قمیضوں کو گڑھے پر پھیلایا اور اس کے سروں پر ریت چڑھا دی اور کہا، لے یار تجھے چھت بھی تیار کر دی تو بھی کیا یاد کرے گا اور ارجن نے ہنستے ہوئے کہا چھت تو تیار کر دی اب کھانے پینے کے متعلق بھی سوچو کیا فاقے مارنے کا ارادہ ہے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا۔ اس ریگستان میں کھانے پینے کو تو شاید ہی کچھ ملے۔

ابھی وہ دونوں اس گڑھے سے باہر ہی بیٹھے باتیں کر رہے تھے تاکہ جب یہاں دھوپ آئے گی تو پھر گڑھے میں بیٹھ جائیں گے ویسے تو گرم ہوا چل رہی تھی اور انہیں گرمی لگ رہی تھی مگر وہ چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ اچانک ارجن کے ذہن میں ایک خیال آیا اور اس نے شنکر سومناتی سے کہا، یار شنکر تم تو ماضی میں جانے کا منتر جانتے ہو ماضی میں جا کر کھانا اور پانی لے آؤ مگر شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا ماضی سے سے کھانا اور پانی یہاں تک آتے ہی ختم ہو جائے گا۔ ارجن نے پوچھا کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم ماضی میں چلے جائیں اور وہاں جا کر کھا پی لیں؟ شنکر سومناتی نے کہا ہم وہاں جا کر کھا پی تو سکتے ہیں مگر یہاں واپس آتے ہی پھر ہمیں بھوک اسی طرح ستائے گی جس طرح اب لگی ہوئی ہے۔ پھر شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا یار تم بھی تو جادوگر ہو کیا تمہیں کھانا منگوانے کا عمل آتا ہے؟ ارجن نے جواب دیا اگر کھانا منگوانے کا عمل آتا تو اب تک کھا نہ چکا ہوتا اس طرح بھوکا مرتا۔ شنکر سومناتی نے کہا یار ہم نے اتنے بڑے بڑے عمل سیکھے مگر ایسا عمل نہ سیکھا جس سے کھانا منگوایا جا سکے حالانکہ ایسا عمل تو ہمیں سب سے پہلے سیکھنا چاہیے تھا دراصل شہر میں رہتے ہوئے کبھی سوچا ہی نہیں کہ اس طرح بھوکے بھی مرنا پڑے گا ارجن نے کہا

یار کسی دیوتا یا دوسری چیز کو حاضر ہی کر لو شاید وہ ہمیں کھانا وغیرہ لا دے۔ شنکر سومناتی نے جو دیا۔ میں پتہ کرتا ہوں۔ شاید کوئی کھانا لا دے مگر امید نہیں ہے کیونکہ جب کوئی عامل کہیں پھ جاتا ہے تو یہ سب چیزیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں اور اسے ہر ممکن طور پر مروانے کی کوشش ک ہیں۔ ارجن نے کہا تم کوشش تو کرو ورنہ پھر میں اپنی مددگار بدروحوں سے کام لینے کی کوشش ہوں۔

ابھی ارجن نے اتنا ہی کہا تھا کہ یکا یک ان کے سامنے کئی قسم کے کھانوں کی تھالیاں گئیں وہ حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ کھانا کہاں سے آ گیا؟ شنکر سومناتی آواز دے کر پوچھا یہ کھانا کون لایا ہے؟ مگر جواب نہ آیا۔ پھر ارجن نے آواز دی کہ بھائی تو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے تو آ۔ تا کہ ہم اپنے محسن کا دیدار تو کر سکیں مگر پھر بھی کسی نے جوا نہیں دیا اور نہ ہی کوئی سامنے آیا۔ شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا یار سامنے آنے میں شاید اس کوئی مجبوری ہو اس لیے تم کھانا کھاؤ۔ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ ان کھانے سے فارغ ہوتے ہی برتن غائب ہو گئے مگر اب بھی کوئی سامنے نہ آیا۔

اب کافی دھوپ پھیل چکی تھی اور انہیں سورج کی کرنیں اپنے جسموں میں پیوست ہو محسوس ہو رہی تھیں جیسے گرم گرم نیزے ان کے جسموں میں اترتے جا رہے ہوں پھر وہ گڑھے اتر گئے گڑھے میں بھی گرمی محسوس ہو رہی تھی مگر ایسی نہ تھی جیسی گڑھے سے باہر تھی۔

ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار پیدل ہم کتنے دن میں یہ صحرا پار کر سکتے ہیں تمہیں ا بات کا کوئی اندازہ ہے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا اونٹوں پر یہ دو دن کا سفر ہے جس میں۔ تقریباً ایک دن کا سفر ہم طے کر چکے ہیں بقایا ایک دن کا سفر ہے اگر ہم صحیح سمت میں چلتے رہ پھر بھی دو تین دن میں ہمالیہ پہنچیں گے۔ ارجن نے کہا اتنی گرمی میں ہم دن میں تو سفر نہیں کر صرف رات کو ہی سفر کرنا پڑے گا اس حساب سے تو ہمیں پورا ہفتہ ہی لگے گا تب ہم ہمالیہ تک پہنچیں گے اور پھر آگے منزل نہ جانے کتنی دور ہو گی اس سے تو بہتر تھا کہ ہم گھر پر ہی رہتے او ماضی میں جانے والے منتروں کی مزید ریاضتیں کر لیتے تو ہم اس دور میں چلے جاتے جس د میں استاد سامری موجود تھا اور اس سے حالات معلوم کر لیتے اور یہ بھی پتہ چل جاتا کہ راگا بر ملیان کی لاش اس نے کہاں رکھی تھی؟

شنکر سومناتی نے جواب دیا یار یہی تو سب سے بڑا مسئلہ ہے اگر میں ریاضتیں کر بھی لیتا تو پھر بھی استاد سامری کچھ نہ بتا پاتا کیونکہ وہ ہمیں ماضی میں ملتا اور ماضی میں ملتے ہوئے وہ بعد میں گزرے ہوئے واقعے کے متعلق کچھ بھی نہ بتا سکتا اسی لیے میں نے یہ آسان طریقہ اختیار کیا ہے۔ اب استاد سامری سے ملاقات ہو جائے تو وہ ماضی کی باتیں بتا سکتا ہے۔

☆......☆......☆

رات کے دو بج چکے تھے اور روپا کے پیٹ سے نکلنے والا خونخوار بچہ آج پھر اپنے شکار پر جا چکا تھا۔ اب تو اس کا روز کا معمول بن چکا تھا کہ وہ رات کو اسی طرح روشن دان کے ذریعے باہر نکل جاتا اور کسی کی مرغی، کتا، گائے، بھینسوں اور دیگر جانوروں کو شکار کر کے کھا جاتا اور پھر واپس اسی طریقے سے روپا کے کمرے میں جا کر بیڈ کی دراز میں گھس جاتا تھا۔ علاقے کے لوگ الگ پریشان تھے کہ جانوروں کو اتنے برے طریقے سے کون نوچتا ہے؟ اور ان کا خون کون نکالتا ہے؟ اور آخر وہ اس خون اور گوشت کا کیا کرتا ہے؟ کیونکہ موقعہء واردات پر خون کے چند قطروں اور بچے کھچے گوشت اور ہڈیوں کے سوا کچھ بھی نہ ملتا تھا موقعہء واردات سے کچھ دور تک کسی بچے کے پاؤں کے نشانات ملتے تھے مگر پھر آگے وہ بھی مدہم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتے تھے۔ ہر کوئی حیران تھا کہ ان وارداتوں سے کسی بچے کا کیا تعلق ہو سکتا ہے مگر یہ راز کسی کو بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ سب وارداتیں روپا کے بیٹے کی ہیں جس کا باپ ایک بدروح ہے۔

یہ سب وارداتیں تھانہ بلی ماراں کے علاقے میں ہی ہو رہی تھیں جس طرح لوگ حیران و پریشان تھے اسی طرح پولیس بھی پریشان تھی اور ہر ممکن ذرائع سے اس خونی کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسے ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی حالانکہ اس تھانے کے ایس ایچ او کو تبدیل کر کے ایک نہایت ایماندار ایس ایچ او انسپکٹر قادری کو تعینات کر دیا گیا تھا۔ انسپکٹر قادری مسلمان تھا اور نماز کا پابند بڑے اخلاق والا انسپکٹر تھا۔ اس نے اپنے علاقے میں گشت کا وقت بھی بڑھا دیا تھا اور وہ خود بھی رات گئے تک گشتی پارٹیوں کو چیک کرتا تھا کہ کہیں کوئی پارٹی ڈیوٹی میں غفلت تو نہیں برت رہی۔ اس انسپکٹر کے آنے سے لوگوں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا کیونکہ اس کے آنے سے علاقے میں جرائم کی شرح نہایت ہی کم ہوئی تھی اب لوگوں کو یقین تھا کہ وہ خونی درندہ ضرور پکڑا جائے گا اور لوگ امن و آشتی سے رہ سکیں گے کیونکہ کئی بار ان ہی وارداتوں کی وجہ

سے ہندو مسلم فسادات بھی ہو چکے تھے کیونکہ جب بھی وہ خونی کسی گائے کو کھاتا تھا ہندو لوگوں کا شک فوراً مسلمانوں پر جاتا تھا کہ انہوں نے ان کے مذہب کا تقدس مجروح کرنے کیلئے کیا ہے اور پھر صبح ہوتے ہی ہڑتال، جلاؤ اور گھیراؤ کے واقعات پھر سے شروع ہو جاتے تھے۔

آج انسپکٹر قادری کی تعیناتی کا دوسرا روز تھا اور ابھی تک اس کے علاقے میں ایسی ک واردات نہیں ہوئی تھی۔ آج رات بھی انسپکٹر قادری اپنی ڈیوٹی پر تھا وہ جیپ میں آگے ڈرائیور ساتھ بیٹھا تھا اور جیپ کی پچھلی سیٹ پر دو سپاہی رائفلیں لیے مستعد بیٹھے تھے۔ انسپکٹر قادر چالیس سال کا خوش شکل باریش آدمی تھا اور انسپکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ علم و عمل کا بھی ماہر تھا یہ علوم اسے ورثے میں ملے تھے کیونکہ وہ ایک عالم خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ وہ رات کا آخر پہر تھا جب وہ تمام گشتی پارٹیوں کو چیک کر کے واپس آ رہا تھا کہ اس کی نظر اچانک ایک گلی م مڑتے ہوئے چھوٹے سے بچے پر پڑی اس نے ڈرائیور کو فوراً گاڑی روکنے کیلئے کہا اور ان سب گاڑی میں ہی بیٹھے رہنے کا کہہ کر دبے قدموں اس گلی میں داخل ہو گیا مگر اس کے جوتوں کی آو سن کر اس بچے نے مڑ کے پیچھے دیکھا اور تیز تیز چلنے لگا۔ انسپکٹر قادری نے ہر ممکن کوشش کی تھی ک اس کے قدموں کی آہٹ پیدا نہ ہو مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بچہ ہوشیار ہو چکا تھا اور تیزی کے ساتھ رہا تھا انسپکٹر قادری نے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور اسے رک جانے کیلئے کہا مگر بچہ تیز کے ساتھ گندے نالے والی گلی میں مڑ گیا۔

انسپکٹر قادری بھاگتا ہوا اس کے پیچھے گیا مگر بچہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اس نے دو دور تک نگاہ ماری مگر اس کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ تھک ہار کر وہ واپس جیپ تک آیا اور واپس تھانے چلا گیا۔ وہ رات بھی خیریت سے گزر گئی تھی اور کسی طرف سے ایسی واردات کی کوئی خبر نہ ملی تھی۔ تھانے میں آنے کے بعد اس نے نہا کر فجر کی نماز ادا کی اور تھانے میں ہی اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا کیونکہ گھر تو اس کا کلکتے میں تھا اور وہ نوکری کی وجہ سے دہلی میں اکیلا ہی رہتا تھا اور اسی لیے تھانے میں ہی سوتا تھا بستر پر لیٹے لیٹے بھی اس کا ذہن اسی پُراسرار بچے میں الجھا ہوا تھا کیونکہ رات کے اس پہر میں اتنے چھوٹے بچے کا گلی میں گھومنا پھرنا بڑی عجیب بات تھی اور پھر وہ چھوٹا سا بچہ ہونے کے باوجود بڑی تیزی کے ساتھ چل رہا تھا جبکہ اتنا بچہ تو چلنے پھرنے سے بھی قاصر ہوتا ہے پھر وہ بچہ برہنہ تھا اور اس کے جسم پر کوئی کپڑا بھی نہ تھا۔ انسپکٹر قادری

نے سوچا ہو نہ ہو یہ وہی خونی بچہ ہے جس کی تلاش میں پولیس والے رات بھر جاگتے پھرتے ہیں۔ ان وارداتوں کے متعلق تو جتنے منہ اتنی ہی باتیں تھیں کوئی کہتا تھا یہ کام کسی خوف و ہراس پھیلانے والے گروہ کا ہے جو موقعہ واردات پر کسی بچے کے پاؤں کے نشانات لگا جاتے ہیں کوئی کہتا تھا یہ دیوتاؤں کی ناراضگی کے سبب سے وارداتیں ہو رہی ہیں اور وہ ہی بھینٹ لے رہے ہیں مگر یہ بات آج تک کسی کی سمجھ میں نہ آ سکی تھی کہ یہ وارداتیں کون کرتا ہے؟ سوچتے سوچتے اچانک انسپکٹر قادری کے ذہن میں ایک بات آئی کہ اس گندے نالے والی گلی میں دن کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیے شاید ایسا کوئی سراغ مل جائے جس سے اس خونی بچے کی حقیقت کا پتہ چل جائے۔ یہ سوچ کر وہ فوراً اٹھا اس نے خاکی وردی پہنی اور سر پر ٹوپی رکھ کر باہر نکل آیا اس نے تین چار سپاہیوں کو ساتھ لیا اور جیپ میں بیٹھ کر اسی گندے نالے والی گلی کی طرف چل دیا۔ اب جیپ بھی وہ خود ہی چلا رہا تھا گلی کی نکڑ پر رادھا مورتی ہاؤس کے پاس اس نے جیپ روکی اور دو سپاہیوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے گندے نالے والی گلی میں مڑ گیا۔ گلی میں پہنچ کر اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا کچھ آگے چل کر اس کو نالے کے ایک طرف کنارے کنارے کیچڑ سے بنے ہوئے کسی بچے کے پاؤں کے نشانات نظر آئے جو آگے کی طرف جا رہے تھے۔ اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ اپنے پیچھے آتے دیکھ کر وہ بچہ گندے نالے میں اتر گیا ہو اور میرے جانے کے بعد نالے سے نکل آیا ہوگا مگر وہ اس بات پر حیران تھا کہ اتنے بڑے نالے میں تو اگر اتنا چھوٹا بچہ گر بھی جائے تو اس کا زندہ رہنا اور اس میں سے نکل آنا ناممکن سی بات ہے اور پھر پاؤں کے نشانات آگے کی طرف جا رہے تھے جبکہ گلی تو آگے سے بند تھی کیونکہ اس میں کسی مکان کا دروازہ بھی نہ کھلتا تھا پھر وہ بچہ کہاں جا سکتا ہے؟

یہی سوچ کر وہ پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا آگے جا کر گلو دادا کے مکان کے پچھواڑے پر وہ نشان ختم تھے اور دیوار پر اوپر تک کیچڑ لگی ہوئی نظر آ رہی تھی جو گلو دادا کے مکان کے ایک کمرے کے روشن دان تک چلی گئی تھی۔ روشن دان کے قریب کچھ سرخ نشان بھی نظر آ رہے تھے جو شاید خون کے نشان تھے۔ وہ خون جم چکا تھا مگر نشان ابھی باقی تھے یہ دیکھتے ہی انسپکٹر قادری، پولیس کے ساتھ فوراً گلو دادا کے گھر جا پہنچا اور انہیں گھر کی تلاشی کے لئے کہا۔ گلو دادا اس وقت گھر پر ہی تھا اس نے بڑی حیرانگی سے پوچھا انسپکٹر صاحب آپ کس سلسلے میں میرے گھر

کی تلاشی لینا چاہتے ہیں؟ جبکہ میں کوئی کام بھی نہیں کر رہا اور کئی ماہ سے میرا اڈا بھی بند ہے اور میرا اڈا بھی قانونی ہے میں نے اس کے لئے بھی حکومت سے لائسنس لیا ہوا ہے۔ انسپکٹر قادری نے اسے بتایا کہ آپ کے گھر کے پچھواڑے جو کمرہ ہے اس کے روشندان پر خون کے نشانات پائے گئے ہیں اور پولیس کو شک ہے کہ اس علاقے میں ہونے والی وارداتوں کا پُراسرار قاتل بچہ اسی کمرے میں ہے اور ہم اسی سلسلے میں تلاشی لینے آئے ہیں اگر آپ تلاشی نہیں دینا چاہتے تو ہم باقاعدہ وارنٹ لے کر آجائیں گے مگر اس صورت میں قاتل کہیں فرار ہو گیا تو پھر آپ کی شخصیت پر شک کیا جا سکتا ہے۔ گلو دادا پرانا پاپی تھا اور پھر ان وارداتوں میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا اس لیے اس نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ انسپکٹر صاحب آپ اس کمرے کی تلاشی لے سکتے ہیں مگر میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ کمرہ میری بیٹی روپا کا ہے لیکن جب سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تب سے ہی میں نے وہ کمرہ بند کیا ہوا ہے پھر بھی آپ اپنی تسلی کے لیے تلاشی لے سکتے ہیں۔

یہ کہتے ہوئے گلو دادا واپس مڑ کر راہداری میں اندر کی طرف چل پڑا اور انسپکٹر قادری کو اپنے پیچھے آنے کیلئے کہا راہداری سے گزر کر وہ روپا کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے کمرے کے دروازے پر واقعی تالا لگا ہوا تھا۔ گلو دادا اپنے کمرے سے چابی لایا اور تالا کھول کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ انسپکٹر قادری نے دروازے کی کنڈی کھول لی اور دھکیل کر دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا گلو دادا بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ اندر ہر طرف مٹی ہی مٹی تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ گلو دادا نے صحیح کہا ہے کہ کمرہ بند ہے روشن دان کی سلاخ ٹوٹ کر بیڈ پر گر چکی تھی بیڈ پر خون اور کیچڑ کے نشان بھی تھے جو بیڈ کے سرہانے دراز تک پھیلے ہوئے تھے کمرے میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔
انسپکٹر قادری نے بیڈ کے سرہانے لگی دراز کا ڈھکن کھولا تو بدبو کا ایک زبردست بھبکا اس کی ناک سے ٹکرایا اس نے فوراً ڈھکن بند کر دیا اور پیچھے ہٹ گیا یہ دیکھ کر گلو دادا نے فوراً اپنے ملازم کو آواز دی وہ باہر ہی کھڑا تھا وہ دوڑتا ہوا آیا تو گلو دادا نے اسے دراز کھول کر دیکھنے کو کہا اور خود کمرے کی ساری لائٹیں جلا دیں۔ نوکر نے دراز کھولی اور اس میں جھانک کر دیکھا اور بتایا کہ اس میں تو گندگی کے سوا کچھ نہیں ہے مگر اتنی دیر میں نوکر گندی کی بدبو کے باعث چکرا کر گر چکا تھا۔ گلو دادا نے اسے بیڈ پر سیدھا کیا اور دوسرے نوکر کو آواز دی اور اسے کہا کہ اسے اٹھا کر باہر صحن میں لے چلو نوکر نے

دوسرے نوکر کو اٹھایا اور باہر صحن میں لے جا کر نیچے زمین پر لٹا دیا اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔ وہ نوکر بھی حیران تھا کہ یہ کیسے بے ہوش ہو گیا۔
گلو دادا اور انسپکٹر قادری بھی ان کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر آ گئے اور انسپکٹر قادری نے کہا اس کا مطلب ہے کہ وہ خونی بچہ اس بیڈ کی دراز میں رہتا ہے اور ابھی ابھی نکل کر روشندان کے ذریعے باہر گیا ہے۔ یہ سن کر گلو دادا نے پوچھا آپ یہ کیسے کہ سکتے ہیں کہ وہ ابھی باہر گیا ہے؟ انسپکٹر قادری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا آپ نے غور نہیں کیا کہ بیڈ پر کیچڑ اور گندگی و خون کے کچھ نشان سوکھے ہوئے ہیں جبکہ کئی گندگی کے تازہ نشان بھی موجود ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمارے آنے اور تالا کھولنے کی آوازیں سن کر نکل بھاگا ہے کیونکہ اگر وہ ابھی آیا ہوتا تو اس دراز میں ہی موجود ہوتا اس بات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خونی بچہ عقل و شعور میں بھی پختہ ہے۔ گلو دادا نے پوچھا مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ اس قسم کی خونی وارداتیں کرے؟ انسپکٹر قادری نے جواب دیا ایسا ہو سکتا ہے! کیونکہ وہ کسی چڑیل یا بدروح کا بچہ بھی ہو سکتا ہے۔ گلو دادا نے ہنستے ہوئے پوچھا انسپکٹر صاحب کیا قانون بھی ایسی باتوں پر وشواش رکھتا ہے؟
انسپکٹر قادری نے جواب دیا، قانون میں تو ان باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی چیزوں کا وجود ہے۔ گلو دادا نے پھر پوچھا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بدروح کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے؟ جبکہ میں نے تو سنا ہے کہ بدروحوں کا وجود نہیں ہوتا وہ صرف ہوا کی طرح ہیں۔ انسپکٹر قادری نے جواب دیا ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کوئی بدروح کسی انسانی جسم پر قبضہ کر لے اور وہ انسان کسی دوشیزہ سے ریپ کرے کیونکہ کوئی بھی بدروح کسی عورت سے شادی کبھی نہیں کرتی۔
یہ سنتے ہی گلو دادا کا ماتھا ٹھنکا اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ارجن کے مرنے کے بعد اس میں کوئی بدروح داخل ہو گئی ہو جس نے روپا کی عزت لوٹ لی ہو اور یہ وہی بچہ ہو جو روپا کو ہوا تھا اور پیدائش کے فوراً بعد غائب ہو گیا تھا اس نے سوچا یہ یقیناً وہی بچہ ہے جو ارجن کا بیٹا ہے اور ارجن میں ضرور کوئی نہ کوئی بدروح داخل ہو چکی ہو گی مگر وہ جادوگر شنکر سومناتی کے ساتھ احمد آباد کیا لینے گیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ شنکر سومناتی کو پتہ لگ گیا ہو کہ ارجن میں ایک بدروح موجود ہے اور اس نے اس کو قابو کر لیا ہو ضرور ایسا ہی ہے ورنہ پہلے تو کبھی ارجن کو

شنکر سومناتی کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا۔

اسے سوچتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟ گلو دادا نے چونکتے ہوئے جواب دیا، کچھ نہیں بس یہی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ چڑیل یا بدروح کا بچہ میری بیٹی کے بیڈروم میں کیسے آ گیا ہے؟ انسپکٹر قادری نے جواب دیا بند کمرے اور ویران علاقے ہی ان چیزوں کا مسکن ہوتے ہیں کیونکہ روپا کا کمرہ بھی بند تھا اس لئے اس نے اسے اپنا مسکن بنا لیا۔ آپ ایسا کریں کمرے کا تمام سامان نکال دیں اور کمرہ کھول کر اس میں لائیٹیں جلتی رہنے دیں اس طرح وہ یہ جگہ چھوڑ دے گا۔ گلو دادا نے کہا کہ اگر وہ یہ جگہ چھوڑ دے گا تو کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنا لے گا اور پھر لوگوں کو تنگ کرے گا اس کا کوئی ایسا اپائے تلاش کریں کہ وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

انسپکٹر قادری نے جواب دیا بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔ آپ لائٹ بجھا کر کمرہ بند کر دیں میں آج رات کو ہی اسے ہر قیمت پر پکڑنا چاہتا ہوں تا کہ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات مل جائے میں اس کا انتظام کر کے رات کو آؤں گا تب تک آپ کمرہ مت کھولیے گا۔ گلو دادا نے کہا ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب ایسا ہی ہوگا آپ اس کو پکڑنے کا انتظام کریں میں رات کو آپ کا انتظار کروں گا ۔انسپکٹر قادری نے کہا ٹھیک ہے میں اب چلتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اتنے میں گلو دادا کے نوکر کو بھی ہوش آ گیا۔ گلو دادا نے انہیں کہا لائٹیں بجھا کر کمرہ بند کر دو اور خود وہ اپنے کمرے میں آ گیا اور ایک صوفے پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا اس کی پتنی بملا کماری اپنے بھائی کے گھر گئی ہوئی تھی تا کہ روپا کی موت کا غم کم ہو جائے۔

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی گلو دادا نے چونک کر ریسیور اٹھایا اور کہا ہیلو! گلو دادا اسپیکنگ اور دوسری طرف سے آواز آئی گلو دادا میں دلیر سنگھ بول رہا ہوں احمد آباد سے ہم نے یہاں ہر جگہ تلاش کر لیا ہے مگر شنکر اور ارجن کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ ائیر پورٹ کے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پتہ چلا ہے کہ اس نے اس حلیے اور نام کے آدمیوں کو بھیما سر پہنچایا تھا اور وہ ہمالیہ جانا چاہتے تھے۔ گلو دادا نے کہا ٹھیک ہے تم بھیما سر چلے جاؤ اور ان کا کھوج لگاؤ۔ دلیر سنگھ نے کہا گلو دادا، ٹیکسی ڈرائیور نے یہ بھی بتایا ہے کہ ان دنوں کے ساتھ کوئی تیسرا آدمی بھی تھا۔ گلو دادا نے جواب دیا تم سب بھیما سر پہنچو اور انہیں دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ بھما سر پہنچ کر مجھ سے رابطہ کر لینا اور دلیر سنگھ نے کوئی اور بات کئے بغیر فون بند کر دیا۔ گلو دادا نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر

آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور ارجن کو ریت کے گڑھے میں بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی۔ حبس اور تپش کے مارے ان کا برا حال تھا مگر وہ مجبور ہو کر بیٹھے تھے۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار کتنی عجیب بات ہے اس ویران صحرا میں ہمیں کسی نے کھانا اور پانی لا کر دیا مگر ہم اپنے محسن کی شکل بھی نہیں دیکھ سکے۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار اگر ہمارا محسن ہمیں کھانا لا کر دے سکتا ہے تو کیا وہ ہمیں ایک چھوٹا سا خیمہ نہیں لا کر دے سکتا کہ ہم اس گرمی کی تپش سے نجات پا سکتے اور ارجن نے از راہ مذاق بلند آواز میں کہا ہمارے محسن ایک خیمہ لا دو اور دوسرے ہی لمحے اس گڑھے کے اوپر ایک چھوٹا سا خیمہ نصب ہو گیا یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اور اس گڑھے میں کھڑے ہو گئے شنکر سومناتی نے گڑھے کے اوپر سے اپنی اور ارجن کی قمیض ہٹا دی اب انہیں کچھ سکون کا سانس آیا کیونکہ گڑھے میں تو کافی گھٹن محسوس ہو رہی تھی گڑھے کے باہر پانی کا جگ اور گلاس بھی رکھا تھا۔ ٹھنڈا پانی پی کر ان دونوں کی جان میں جان آئی۔

اتنی گرمی دیکھ کر ارجن کا دل تو چاہتا تھا کہ کہیں دور بھاگ جائے مگر وہ مجبور تھا کیونکہ اس طرح بھاگنے سے شنکر سومناتی کو اس پر شک بھی ہو سکتا تھا اور اس کا بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ اس طرح وہ پانی پی کر شنکر سومناتی پر یہی ثابت کرنا چاہتا تھا کہ جس طرح تمہیں کھانے اور پانی کی ضرورت ہے اسی طرح مجھے بھی ہے تا کہ شنکر سومناتی اسے سچ مچ بدروح نہ سمجھ لے۔ پانی پی کر اس نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور کہا یار یہ ہمارا محسن تو بڑے کام کی چیز ہے مگر دکھائی کیوں نہیں دیتا۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار کھاؤ پیو عیش کرو اگر ہمارا محسن شکل نہیں دکھانا چاہتا تو نہ دکھائے ہمارے کام تو آ رہا ہے ہم پھر بھی اس کے ابھاری ہیں۔

پانی پی کر ارجن نے جیسے ہی گلاس دینے کے لئے شنکر سومناتی کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے ارجن کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ میں پہنی سونے کی انگوٹھی دیکھ کر پوچھنے لگا یہ انگوٹھی پہلے تو تمہارے پاس نہیں تھی اب کہاں سے آ گئی۔ ارجن نے جواب دیا یار یہ اسی جگہ پڑی ملی تھی جہاں ہم بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے اٹھا کر ہاتھ میں پہن لی شاید کسی قافلے والے کی گر گئی ہوگی۔ شنکر سومناتی نے اس کو بڑے غور سے دیکھا اس پر کالے رنگ سے کالی دیوی کی تصویر بنی ہوئی تھی

اس نے ارجن سے کہا یہ تو کوئی طلسمی انگوٹھی ہے اور شاید یہ انگوٹھی ہی ہماری محسن ہے۔ لگتا ہے اس پہن کر جو بھی چیز مانگی جائے وہ مل جاتی ہے ارجن نے بھی حیرانی سے اس انگوٹھی کو دیکھا اور بڑی عجیب انگوٹھی ہے شنکر سومناتی نے جواب دیا ہاں شاید کسی کالی کے داس کی ہے مگر ہر سال ا انگوٹھیوں کو انسانی خون سے اشنان کرانا ضروری ہوتا ہے ورنہ ان کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے اور پھر بے کار ہو گی۔ ارجن نے جواب دیا کوئی بات نہیں یار یہ ہمارے سفر میں اور ہمارے منصوبے میں مددگار ہو گی تو ہم اسے انسانی خون میں نہلا بھی دیں گے تھوڑا سا خون نکل جانے سے ہمیں کون فرق پڑے گا۔ شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے پوچھا تو کیا اس طلسمی انگوٹھی کو اپنا خون دو گے۔ ارجن نے جواب دیا اسے تو خون چاہیے چاہے ہم اپنا دیں یا کسی اور انسان کا۔ شنکر سومناتی نے اپنی قمیض جھاڑ کر پہنتے ہوئے کہا اسے جس انسان کا خون دیا جائے وہ سات دن کے اندر اندر مر جاتا ہے سن کر ارجن نے تشویش بھرے لہجے میں کہا یہ تو بڑی خطرناک بات ہے یہ تو اچھا ہوا تم نے مجھے دیا ورنہ میں تو اسے اپنے ہی خون میں نہلا دیتا۔

اب سورج غروب ہو رہا تھا اور دھوپ تقریباً ختم ہو چکی تھی مگر ریت ابھی تک گرم تھی جس کی وجہ سے وہ دونوں پسینہ پسینہ ہو رہے تھے مگر گرم ہواؤں کی شدت کم ہو چکی تھی وہ خیمے سے باہر نکل آئے اور انہوں نے خیمہ اکھاڑ کر ریت پر بچھا دیا اب ریت آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہوتی جا رہی تھی کیونکہ آسمان پر کالے کالے بادل اُمڈ آئے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی تھیں۔ ارجن نے کہا یار شنکر یہ بھی عجیب بات ہے کہ سارا دن گرمی کے باوجود اب ٹھنڈ ہو گئی ہے شنکر سومناتی نے جواب دیا اس کی وجہ بھی ہمالیہ پہاڑ ہیں یہ ریگستان ہمالیہ سے قریب ہے اور جوں جوں ہم ہمالیہ کی طرف بڑھیں گے سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جائے گا ہمالیہ ایک برف پوش پہاڑ ہے اس کی اونچی اونچی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ ارجن نے کہا پھر تو ہمالیہ پر سخت سردی ہو گی اور ہمیں راجیل بن تماشی کی غار تلاش کرنے میں دشواری ہو گی۔ شنکر سومناتی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا دشواری تو ہو گی مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے پھر اس نے ارجن سے کہا میرا خیال ہے کہ بارش ہونے والی ہے اس لئے ہمیں خیمہ دوبارہ لگا لینا چاہیے۔ ارجن نے کہا ٹھیک ہے دوبارہ لگا لیتے ہیں۔

پھر وہ دونوں خیمہ لگانے لگ گئے۔ خیمہ لگاتے ہوئے ارجن نے شنکر سومناتی سے پوچھا یار

تمہاری معلومات میں تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس ریگستان میں پانی ناپید ہے مگر یہاں تو بارش کا سماں ہے اگر یہاں بارشیں ہوتی ہیں تو پھر کسی نہ کسی جگہ پانی بھی ضرور ہونا چاہئے۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا کیا کہا جا سکتا ہے ویسے بھی ریگستان میں بارش کا پانی ریت میں سما جاتا ہے اس لئے کہیں پانی نہیں ہوتا۔ اتنی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا مگر وہ خیمہ لگا چکے تھے۔ کچھ دیر وہ باہر بارش میں کھڑے بھیگتے رہے کیونکہ سارا دن کے گرمی کے ستائے ہوئے تھے پھر ان کو سردی محسوس ہونے لگی تو وہ خیمے کے اندر آ گئے۔ ہر طرف اندھیرے کا راج تھا کبھی کبھی بجلی چمکتی تو دور دور تک روشنی ہو جاتی اور ریت کا سمندر سا نظر آتا۔

ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار بہت زور کی بارش ہو رہی ہے یہ نہ ہو کہ تمام رات بارش ہوتی رہے اور صبح پھر دھوپ نکل آئے اور ہم یہاں سے آگے نہ جا سکیں۔ شنکر سومناتی نے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے کہا کوئی بات نہیں یار اگر ساری زندگی بھی یہیں رہنا پڑا تو رہ لیں گے ہمارے کون سے پیچھے بچے رو رہے ہیں۔ ارجن نے کہا مگر ہمارا منصوبہ تو پورا نہیں ہو گا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہمارا منصوبہ جلد سے جلد مکمل ہو جائے اور پھر دنیا کی ہر آسائش ہمارے قدموں میں ہو گی۔ شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے کہا بھائی سپنے دیکھنے چھوڑ دے ابھی تو ہمیں اس صحرا میں جان کے لالے پڑے ہیں اور تم دنیا پر حکم چلانا چاہتے ہو۔ پتہ نہیں ہم اس جگہ سے زندہ واپس بھی جائیں گے یا نہیں۔ ارجن اندھیرے کے باوجود شنکر سومناتی کی مسکراہٹ دیکھ چکا تھا مگر وہ اس سے کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔

اچانک بڑے زور کی بجلی کڑکی اور ساتھ ہی ایک خوفناک چنگھاڑ سنائی دی وہ دونوں خیمے سے باہر نکل آئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے شنکر سومناتی کو تو کچھ نظر نہ آیا مگر ارجن اس بلا کو دیکھ چکا تھا جو ان کی طرف بڑھ رہی تھی وہ ایک بڑی چھپکلی تھی جو قدیم دور کے ڈائنوسار جانوروں سے مشابہہ تھی وہ چنگھاڑتی ہوئی آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی اس کے لمبے لمبے چھرے جیسے دانت دور ہی سے چمک رہے تھے۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار یہ کیا بلا ہے یہ تو پہلے دور میں کہیں کہیں نظر آتی تھی مگر اس دور میں بھی یہ بلا زندہ ہے شنکر سومناتی چھپکلی کو دیکھ کر دم بخود رہ گیا وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف ہی بڑھ رہی تھی اور کافی قریب آ چکی تھی۔ اچانک ارجن نے چیخ مار کر شنکر سومناتی سے بھاگنے کے لئے کہا کیونکہ اب وہ بہت قریب آ چکی تھی اور اس کی چھ سات فٹ

لمبی زبان ان کے سامنے لہرا رہی تھی اور ان کو اس بلا کی گرم سانسیں محسوس ہونے لگیں تھیں۔ وہ دونوں مڑ کر بھاگے مگر ریت پر بھاگنا بھی آسان نہیں تھا انہیں ایک ایک قدم جمانا مشکل ہو رہا تھا وہ اس بلاء سے کافی دور جا کر کھڑے ہو گئے ان کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھی وہ چھپکلی نما بلا اب بھی ان کی طرف بڑھ رہی تھی مگر زیادہ تیز نہ چل سکتی تھی اس لئے ان سے دور تھی۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار اس بلا کا کیا کریں لگتا ہے یہ تو ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

شنکر سومناتی نے کہا یار اپنی طلسمی انگوٹھی سے کہو شاید وہ کچھ ہماری مدد کر سکے ارجن نے فوراً کہا اے میری محسن طلسمی انگوٹھی اس بلا کا بندوبست کر دو یہ کہتے ہی اس چھپکلی نما بلاء کے سامنے ایک اس سے بھی بڑی اسی جیسی بلا نمودار ہوئی اور پھر وہ دونوں بلائیں ایک دوسرے سے الجھ پڑیں ان کے لڑنے اور چنگھاڑنے سے یوں لگتا تھا جیسے بہت سے ہاتھی ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے ہوں۔ ارجن اور شنکر سومناتی ان سے کافی دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے کیونکہ ان کے لڑنے سے وہ ان کی لپیٹ میں بھی آ سکتے تھے اب وہ دونوں بڑے انہماک سے ان کی لڑائی دیکھ رہے تھے بارش رک گئی تھی مگر ان ہیبت ناک چھپکلیوں کی جنگ جاری تھی کچھ ہی دیر میں دونوں چھپکلی نما بلائیں لہولہان ہو چکی تھیں مگر پھر بھی ان میں سے کوئی بھی بلا ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھی۔ کچھ دیر اور لڑنے کے بعد پہلے والی بلا کچھ کمزور پڑنے لگی اور طلسمی انگوٹھی کی بلا نے اسے ٹکریں مار مار کر زمین پر گرنے پر مجبور کر دیا اب پہلے والی بلا بھاگنے کی کوشش میں تھی کہ کسی طرح اٹھ کر بھاگ جائے مگر انگوٹھی کی بلاء نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا اور اس کے اوپر چڑھ گئی کچھ ہی دیر میں پہلے والی بلاء بے سدھ ہو چکی تھی۔ اس کے مرتے ہی انگوٹھی کی بلاء غائب ہو گئی اب وہاں پہلے والی بلاء کی دیو قامت لاش پڑی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس بلاء کو آگ لگ گئی اور وہ دھڑا دھڑ جلنے لگی اور ریگستان میں دور دور تک روشنی ہو گئی پھر اس جلتی ہوئی بلاء کی آگ میں شلر اگ نمودار ہوا وہ آگ میں کھڑا تھا مگر اس پر آگ اثر نہ کر رہی تھی۔

اس نے چیخ کر کہا میں نے تجھے کہا تھا کہ استاد سامری تم سے نہیں ملنا چاہتے اس لیے اس کی کھوج چھوڑ دو مگر تم باز نہیں آئے اب بھی تمہارے پاس واپسی کا راستہ ہے اگر تم کہو تو میں تم دونوں کو واپس بھیما سر پہنچا سکتا ہوں ورنہ دوسری صورت میں دونوں اسی ریگستان میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے۔ ارجن نے کہا آخر استاد سامری مجھ سے کیوں نہیں ملنا چاہتا؟ اسے ایک بار مجھ

سے ملنا ہی ہوگا شلر اگ تم بھی میرے دوست ہو تم آقا سامری کو کہو کہ میں اب بھی ان کا غلام ہوں اور ان کے کام آنا چاہتا ہوں بس ایک بار مجھے ان سے ملوا دو مگر شلر اگ نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم آقا سامری کی ایک بلا کو مار کر کیا سمجھتے ہوئے کہ آقا سامری تمہارے آگے جھک جائے گا؟ نہیں کبھی نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا تم یا تو واپس جاؤ گے یا پھر موت تمہارا مقدر ہوگی۔

یہ کہہ کر شلر اگ غائب ہو گیا اور ارجن، شنکر سومناتی کی طرف اس انداز سے دیکھنے لگا جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو اس نے سوچا ہماری گفتگو سے شنکر سومناتی ضرور سمجھ گیا ہوگا کہ میں ہی راگا بن ملیان کی بد روح ہوں اور میں اپنا ہی جسم تلاش کر رہا ہوں مگر شنکر سومناتی کے چہرے پر کوئی تاثرات نہ تھے شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا یار یہ کون شخص تھا؟ اور تم دونوں کس زبان میں بات کر رہے تھے؟ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔ اب ارجن نے سکون کا سانس لیا وہ یہ سمجھا کہ شاید شلر اگ نے کوئی ایسا عمل کر دیا ہوگا کہ شنکر سومناتی کو ہماری بات چیت سمجھ نہ آئے۔ اس نے شنکر سومناتی کو بتایا کہ یہ ای لات ہوٹل کا مالک ہے اور کہہ رہا تھا تم دونوں نے ہمیں نقصان پہنچایا تھا اس لیے ہم تمہیں اس ریگستان سے زندہ نہ جانے دیں گے اور یہ بلا بھی ہم نے ہی بھیجی تھی۔ ارجن کی بات سن کر شنکر سومناتی نے کہا یہ کوئی بھگوان ہے جو ہماری زندگی اور موت کا حکم جاری کرے گا میں نے بڑے بڑے جنوں اور جادوگروں سے ٹکر لی ہے یہ کیا چیز ہے؟ جس دن مجھ سے ٹکرائے گا اسے اپنی طاقت کا پتہ چل جائے گا۔ ارجن تو اس بات پر خوش تھا کہ شنکر سومناتی کو میرے راز کا پتہ نہیں چلا ورنہ بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا۔

بارش کب کی تھم چکی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مگر ان کا خیمہ بھی ان دونوں بلاؤں کی جنگ میں ٹوٹ پھوٹ کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا شاید اس بلا کے ساتھ ہی جل گیا ہوگا۔ شنکر سومناتی نے کہا یار بارش رک چکی ہے اپنی طلسمی انگوٹھی سے مدد لو شاید یہ کسی سواری کا انتظام کر دے ورنہ پھر پیدل ہی چلتے ہیں تاکہ کچھ تو فاصلہ کم ہو۔ یہ سن کر ارجن نے کہا اے طلسمی انگوٹھی کیا ہمیں کوئی سواری مل سکتی ہے۔ جو ہمیں ہمالیہ کی طرف لے جائے۔ ارجن کے اتنا کہتے ہی وہاں ایک اونٹ نمودار ہوا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا وہ دونوں اونٹ پر بیٹھ گئے اور اونٹ نے کھڑے ہو کر تیزی کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا اس کی رفتار بڑی تیز تھی۔ شنکر سومناتی نے کہا یار ارجن یہ اس طرح بھاگتا رہا تو مجھے وشواش ہے کہ صبح تک ہم اس صحرا سے نکل جائیں گے۔ بادل

اب بھی گرج رہے تھے اور بجلی کڑک رہی تھی مگر بارش نہیں ہو رہی تھی ہر طرف گھپ اندھیرا تھا مگر وہ دونوں اندھیرے میں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے انسان دن کی روشنی میں دیکھتا ہے اور یہی حال ان کے اونٹ کا تھا وہ اس طرح دوڑ رہا تھا جیسے دن کے اجالے میں کوئی تیز رفتار گھوڑا کسی پکی سڑک پر دوڑ رہا ہو۔

☆......☆......☆

رات کے بارے بجے تھے جب گلو دادا کے دروازے پر دستک ہوئی وہ برآمدے میں ہی بیٹھا انسپکٹر قادری کا انتظار کر رہا تھا اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے انسپکٹر قادری ہی تھا اس کے پیچھے دو تین اور پولیس والے نظر آ رہے تھے جن کے ہاتھوں میں ایک سفید چمکتا ہوا کافی بڑا پنجرا تھا جو بازار کی لائٹ میں چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ گلو دادا نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا اور راہداری میں چلتے ہوئے انسپکٹر قادری سے پوچھا شاید یہ پنجرہ چاندی کا بنا ہوا ہے انسپکٹر قادری نے جواب دیا شاید نہیں یہ یقیناً چاندی کا بنا ہوا ہے اور وہ بھی سو فی صد خالص چاندی کا۔ گلو دادا نے پوچھا تو کیا آپ اس خونخوار بچے کو اس چاندی کے پنجرے میں بند کریں گے؟ انسپکٹر قادری نے کہا ہاں میں اس کو اس پنجرے میں بند کروں گا۔

اب وہ باتیں کرتے ہوئے روپا کے کمرے کے قریب پہنچ چکے تھے گلو دادا نے جیب سے چابی نکالی اور تالا کھولنے لگا۔ تالا کھلنے اور گلو دادا کی آواز سن کر وہ خوفناک بچہ فوراً بیڈ کی دراز سے نکلا اور کسی چھپکلی کی طرح دیوار پر چڑھتا چلا گیا پھر وہ روشندان کے ذریعے دوسری طرف گندے نالے والی گلی میں اتر گیا اور گندے نالے میں کود گیا دن میں بھی جب انسپکٹر قادری آیا تھا تو وہ خونی بچہ اسی طرح گندے نالے میں اتر گیا تھا۔ آج وہ دو دن سے بھوکا تھا اور شکار کی تلاش میں نکلنے ہی والا تھا کہ اسے ان کی آوازیں سنائی دے گئیں۔

گلو دادا نے تالا کھولا اور کنڈی کھول کر دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو کر لائٹیں جلا دیں اور انسپکٹر قادری سے پوچھا بقول آپ کے وہ خونی بچہ بڑا طاقت ور ہے تو کیا وہ اس چاندی کے پنجرے کو توڑ نہ ڈالے گا؟ انسپکٹر قادری نے گلو دادا کو بتایا کہ میں نے اپنے علم سے پتہ کر لیا ہے کہ وہ ایک بدروح کا بیٹا ہے اور بدروحوں کو مارنے کیلئے چاندی کے تیر یا پھر چاندی کی گولیاں استعمال کی جاتی ہیں کسی بھی بدروح میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ چاندی کی سلاخوں کو توڑ کر آزاد ہو

جائے میں چاہتا تو اسے ختم بھی کر سکتا تھا مگر میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں اور میں اس پر مزید تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ گلو دادا اور انسپکٹر قادری دونوں باتیں کر رہے تھے اور پولیس والوں کے ساتھ آیا ہوا ایک کاریگر چاندی کے پنجرے کو اس روشندان پر اس طرح سے فٹ کر رہا تھا کہ جو بھی چیز روشندان کے ذریعے آئے وہ سیدھی پنجرے میں آئے اور اس پنجرے کا اوپر اٹھا ہوا دروازہ فوراً نیچے گر کر بند ہو جائے۔ گلو دادا نے انسپکٹر قادری سے پوچھا آپ اس پر کیا تجربہ کریں گے؟ انسپکٹر قادری نے جواب دیا میں یہ تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ آخر بدروحیں چاندی کی گولی یا تیر سے کیوں ہلاک ہو جاتی ہیں کسی اور ہتھیار سے کیوں نہیں مرتیں؟ گلو دادا نے کہا میں نے تو سنا ہے اگر کوئی بدروح کسی کو کاٹ لے تو وہ انسان بھی بدروح بن جاتا ہے۔ انسپکٹر قادری نے کہا ہاں ایسا بھی ہو جاتا ہے مگر اس کیلئے لازمی ہے کہ کسی مرد کی بدروح کسی مرد ہی کو کاٹے اگر مرد کی بدروح کسی لڑکی کو کاٹ لے تو لڑکی میں بھی اس بدروح کے اثرات منتقل ہو جاتے ہیں اور لڑکی جب بھی کسی بچے کو جنم دے گی وہی اثرات اس لڑکے میں منتقل ہو جاتے ہیں اور لڑکی ڈیلیوری کے دوران مر جاتی ہے اور سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایسی لڑکی کو جب بھی حمل ہوتا ہے تو لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے کبھی کسی بدروح کے زیر اثر لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔

گلو دادا سمجھ گیا کہ روپا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے اور وہ بدروح کا بیٹا روپا ہی کا بچہ ہے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے کہ بدروح کی پیدائش لڑکے ہی کی صورت میں ہوتی ہے پھر اس نے پوچھا بیڈ کے دراز کھول کر دیکھیں شاید وہ بچہ اس میں ہی ہو مگر انسپکٹر قادری نے کہا نہیں وہ صبح بھی ہماری آہٹ سن کر نکل بھاگا تھا اور مجھے وشواش ہے کہ اب بھی وہ بھاگ گیا ہے اور اس کا ثبوت بیڈ پر لگی تازی گندگی کے نشان ہیں کہ وہ ابھی ابھی یہاں سے فرار ہوا ہے مگر وہ اپنے مسکن میں واپس ضرور آئے گا اور جیسے ہی وہ آئے گا ہم اسے پکڑ لیں گے کیونکہ وہ دوڑتا ہوا آئے گا اور جلدی میں روشندان سے اندر گھس جائے گا اور پھر وہ میری قید میں ہوگا۔

ان کی باتیں کرتے کرتے وہ کاریگر اپنا کام کر چکا تھا اور اب اس خونی بچے کے لئے پھندا تیار تھا۔ انسپکٹر قادری گلو دادا اور دوسرے لوگ کمرے میں کرسیاں ڈال کر بیٹھ گئے اور انسپکٹر قادری نے تمام لائٹیں بند کرنے کا حکم دے دیا ایک سپاہی نے اٹھ کر تمام لائٹیں بند کر دیں اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ لائٹیں بند کرتے ہی کمرے میں اندھیرا ہو گیا مگر کچھ ہی لمحے میں ان کی

آنکھیں کچھ کچھ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکی تھیں اور اب وہ ایک دوسرے کو بیٹھے صاف دکھائی دے رہے تھے۔گلو دادا نے انسپکٹر قادری سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔کہیں ایسا نہ ہو وہ باہر پھر کوئی واردات کر آئے انسپکٹر قادری نے مطمئن انداز میں جواب دیا وہ کوئی واردات نہیں کرے گا کیونکہ گندے نالے والی گلی بند ہے اور اس میں کسی گھر کا دروازہ بھی نہیں کھلتا دوسرے میں گلی کے نکڑ پر پولیس کے جوان کھڑے کر کے آیا ہوں اور ان کے ہوتے ہوئے وہ گلی سے باہر نہیں جائے گا اور ہم نے لائٹیں بند کر دی ہیں اس لئے وہ اندھیرا دیکھ کر جلد ہی واپس آ جائے گا اور وہی ہوا کچھ ہی دیر بعد وہ خونی بچہ پولیس سے خوفزدہ ہو کر اور اندھیرا دیکھ کر واپس آ گیا مگر روشندان سے داخل ہوتے ہی پنجرے میں آن پھنسا اس کے پنجرے میں داخل ہوتے ہی پنجرے کا دروازہ بند ہو گیا۔انسپکٹر قادری نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا۔وہ مارا اور خود ہی اٹھ کر تمام لائٹیں جلا دیں اور پنجرہ اتارنے کیلئے کہا کاریگر اور سپاہیوں نے پنجرہ اتار کر بیڈ پر رکھ دیا اور انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر اس پنجرے کے دروازے میں چاندی کا تالا لگایا اور اس تالے پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کیا اور چابی جیب میں ڈال لی۔

گلو دادا اور دوسرے لوگ حیران تھے کہ اس چھوٹے سے بچے کو پکڑنے کے لئے انسپکٹر قادری نے اتنی محنت کی ہے جبکہ دیکھنے میں وہ بالکل چھوٹا سا اور معصوم سا بچہ تھا۔کیچڑ میں لتھڑا ہوا ننگ دھڑنگ بڑا خوبصورت سا بچہ تھا جو بڑی معصومیت کے ساتھ پنجرے میں لیٹا ہوا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔گلو دادا نے کہا انسپکٹر صاحب یہ تو بڑا معصوم سا بچہ ہے بظاہر تو یہ نہیں لگتا کہ اس نے اتنے جانوروں کو بے دردی سے چیرا پھاڑا ہو گا۔انسپکٹر قادری نے کہا یہ معصوم نہیں ہے یہ تو بدروح کا بیٹا ہے مگر اس چاندی کے پنجرے میں اس کی تمام شکتیاں بے کار ہیں اس لئے معصومیت سے لیٹا ہوا ہے۔آپ یہ سوچیں کیا اتنا چھوٹا سا انسان کا بچہ اتنی سپاٹ اور اونچی دیوار پر چڑھ کر روشندان تک پہنچ سکتا ہے؟ گلو دادا نے کہا یہی بات تو حیران کن ہے۔پھر انسپکٹر قادری نے کہا گلو دادا آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اس موذی کی گرفتاری میں قانون کی مدد کی اور ایک راکھشس سے بھی شہر والوں کو نجات ملی ورنہ پتہ نہیں یہ کیا کچھ کرتا اور کون کون اس خونی درندے کی بھینٹ چڑھتا؟ ابھی تو اس کے منہ کو انسانی خون نہیں لگا اور یہ جانوروں کے گوشت اور خون پر گزارہ کرتا رہا ہے اگر اس کے منہ کو انسانی خون لگ جاتا تو اللہ جانے یہ کتنے لوگوں کا خون کرتا؟

پھر اس نے سپاہیوں سے کہا اسے لے چلو اور لے جا کر میرے کمرے میں رکھ دو میں گشت سے واپسی پر صبح اسے دیکھوں گا۔اتنی دیر اسے کوئی نہ کھولے اور نہ ہی کمرے کی لائٹ بجھائے پھر وہ گلو دادا سے رخصت ہو کر چل دیا اور سپاہی پنجرہ اٹھا کر چل دیئے ان کے جانے کے بعد گلو دادا نے روپا کے کمرے کو تالا لگایا اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔لیٹ کر اس کے ذہن میں ارجن کا خیال آیا اور ارجن کا خیال آتے ہی غصے سے اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور اس نے کہا ارجن ایک بار تو میرے ہاتھ آ جا میں تجھے چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔تو نے میری معصوم بیٹی کے ساتھ جو ظلم کیا ہے تجھے اس کا حساب دینا ہی پڑے گا میں تیری ایسی بدروح نکالوں گا کہ تیری سات نسلیں یاد کریں گی۔پھر ان ہی سوچوں میں گم وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کا اونٹ تمام رات بھاگتا رہا اور جب صبح ہوئی تو وہ ریگستان پار کر کے ایک جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔جنگل کافی گھنا دکھائی دے رہا تھا وہ اونٹ جنگل میں پہنچ کر ایک ندی کنارے بیٹھ گیا وہ دونوں اس اونٹ پر سے اتر آئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔سورج نکل چکا تھا مگر اس کی روشنی جنگل کے اندر نہ پہنچ رہی تھی تاریکی اچھی خاصی تھی جس کی وجہ شاید جنگل میں سورج کی روشنی کا نہ پہنچنا تھا۔ارجن نے کہا یار ہمیں تو پتہ تھا کہ ریگستان ختم ہوتے ہی ہمالیہ پہاڑ شروع ہو جائے گا مگر یہ تو کوئی جنگل ہے اس اونٹ نے ہمیں کہیں اور تو نہیں پہنچا دیا؟ شنکر سومناتی نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے اس اونٹ نے ہمیں صحیح جگہ پہنچایا ہے میں نے سنا ہے کہ ہمالیہ کے دامن میں سینکڑوں میل طویل جنگل ہے جس کو ترائی کہتے ہیں اور یہ جگہ بھی شاید ترائی کا کوئی حصہ ہے مگر یہ جگہ ہمالیہ سے زیادہ دور نہیں ہو گی۔مگر احتیاط رکھنا اس جنگل میں حشرات الارض اور جنگلی جانوروں کی بھرمار ہے یعنی اس جنگل میں سانپ، بچھو، شیر، ہاتھی، ریچھ، زہریلی جھاڑیاں اور دوسرے ہزاروں موت کے سامان ہیں۔

ہزاروں پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ارجن نے کہا میرا خیال ہے کہ کچھ کھا پی کر سفر جاری رکھیں ورنہ یہ نہ ہو کہ ہم آرام کرنے لگیں اور جنگلی جانور ہمیں ہمیشہ کے لئے آرام کرا دیں۔شنکر سومناتی نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے پھر ان دونوں نے ندی میں اشنان کیا کیونکہ مٹی اور ریت سے ان کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ندی کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا جلدی

جلدی اشنان کر کے انہوں نے کپڑے پہنے اور ندی کے قریب ہی لگے جنگلی امرود توڑ کر کھانے لگے وہاں تو پہلے ہی سردی تھی اشنان کر کے تو وہ سردی سے کانپنے لگے انہوں نے کافی سارے امرود توڑے اور پھر سوکھی لکڑیاں اور پتے ایک جگہ جمع کر کے ان کو پتھر رگڑ کر آگ لگائی اور امرود کھانے لگے تا کہ کچھ جسم گرم ہو جائے تو پھر سفر پر روانہ ہوں گے۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا کہو تو اس طلسمی انگوٹھی کے ذریعے کھانا منگوا لوں مگر شنکر سومناتی نے کہا یار رہنے دو یہ جنگلی امرود ہی بڑا مزہ دے رہے ہیں پھر کچھ ہی دیر میں وہ سفر کیلئے تیار تھے۔ جسم گرم ہوتے ہی ان کو نیند آنے لگی تھی مگر وہ جانتے تھے کہ اس جنگل میں سونا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے انہیں سخت تھکان محسوس ہو رہی تھی مگر وہ سفر کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ان کا اونٹ ابھی بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا وہ آ کر اس پر بیٹھ گئے اور ان کے بیٹھتے ہی وہ اس طرح اٹھ کر دوڑ پڑا جیسے وہ راستہ جانتا ہے مگر اس دفعہ اس کے دوڑنے کی رفتار کافی آہستہ تھی کیونکہ گھنے درختوں کی لٹکی ہوئی شاخیں ان سے ٹکرا رہی تھیں اور وہ انہیں ہاتھوں سے ہٹا رہے تھے۔ جہاں کھلی جگہ آتی اونٹ تیز چلنے لگتا مگر گنجان جگہوں پر پھر آہستہ ہو جاتا۔ اسی طرح وہ ایک کھلے میدان میں آ گئے۔

اچانک جھاڑیوں سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی اور وہ دونوں گھبرا گئے مگر اونٹ اسی جگہ رک گیا دوسرے ہی لمحے شیر جھاڑیوں سے نکل کر اونٹ کے سامنے آ گیا اور ابھی وہ اونٹ پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ اونٹ نے کسی اژدھے کی طرح پھنکار ماری اور اونٹ کے نتھنوں سے آگ کی چنگاریاں نکل کر شیر سے جا ٹکرائیں اور شیر کے جسم کو آگ لگ گئی۔ ارجن فوراً سمجھ گیا کہ یہ شلر اگ ہی کی چال تھی اور یہ شیر بھی جادو کے زور سے بھیجا گیا تھا۔ شنکر سومناتی بھی شیر کی حقیقت سے واقف ہو چکا تھا مگر خاموشی کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

شیر کے بھسم ہوتے ہی اونٹ پھر دوڑ پڑا۔ اب جنگل ختم ہو چکا تھا اور سامنے ہی ہمالیہ کی بلند و بالا پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں پھر میدانی علاقہ ختم ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں شروع ہو گئیں ان ہی پہاڑیوں کے پیچھے ہمالیہ کسی دیو کی طرح نظر آ رہا تھا اور دور سے اس کی برف پوش چوٹیاں سفید دکھائی دے رہی تھیں۔ اب سردی کا زور بڑھ چکا تھا۔ ان ہی پہاڑیوں کے قریب جا کر اونٹ بیٹھ گیا اور وہ دونوں نیچے اتر آئے ان کے نیچے اترتے ہی وہ اونٹ غائب ہو گیا۔ وہ دونوں سمجھ گئے کہ اونٹ انہیں یہیں تک پہنچانے آیا تھا اور اب آگے ان کو اکیلے ہی جانا پڑے گا۔ شنکر

سومناتی نے کہا کہ یار ارجن اب ہم منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں مگر تھکن سے جسم چُور چُور ہے اس لیے کچھ دیر آرام کر لیں ورنہ ایسی حالت میں پہاڑیوں پر چڑھنا تو دور کی بات ہے پیدل چلنا ہی مشکل ہے۔ ارجن نے کہا ٹھیک ہے مگر کوئی محفوظ جگہ تلاش کر لیں جہاں آرام سے سو سکیں کیونکہ یہ جگہ جنگل کے قریب ہے اور یہاں ضرور جنگلی جانور نکل آتے ہوں گے۔ پھر انہوں نے ایک پہاڑی کے نیچے ایک جگہ منتخب کی اور ہاتھوں سے جگہ صاف کر کے وہاں بیٹھ گئے اس جگہ پہاڑی آگے کو جھکی ہوئی تھی اور اندر بیٹھا ہوا آدمی باہر سے نظر نہیں آتا تھا۔ مگر پھر بھی احتیاط کے طور پر ارجن نے کوئی منتر پڑھ کر انگلی کا اشارہ کیا اور اس کی انگلی سے نیلے رنگ کی روشنی نکلی اور اس روشنی سے سات شیر بن گئے اور اس پہاڑی کے پاس ہی اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔

شنکر سومناتی نے کہا اب ہم آرام سے سو سکیں گے مگر پہلے کچھ کھا پی لیں کیونکہ صبح امرود کھائے تھے اور اب دوپہر ہو چکی ہے۔ جس جگہ وہ بیٹھے تھے باہر کی نسبت وہاں سردی کم تھی پھر ارجن نے طلسمی انگوٹھی سے کھانا اور پانی منگوایا اور پھر وہ دونوں کھانا کھانے لگ گئے مگر ارجن کا دل کھانے کو نہ چاہ رہا تھا کافی روز ہو گئے تھے اسے انسانی خون اور گوشت کا مزہ چکھے ہوئے مگر وہ مجبور تھا کیونکہ وہاں شنکر سومناتی کے سوا کوئی دوسرا انسان موجود نہیں تھا مگر شنکر سومناتی سے تو اس نے ابھی بہت سے کام لینے تھے اور اپنی لاش کی تلاش کیلئے بھی وہ شنکر سومناتی کو بطور چارہ استعمال کر رہا تھا کیونکہ وہ جدید دنیا اور اس کے محل وقوع سے اتنا واقف نہ تھا جتنا شنکر سومناتی تھا۔ اس نے ارجن کے دماغ سے بھی کام لینا شروع کر دیا تھا مگر دنیا کے بارے میں ارجن کی معلومات بھی بہت کم تھیں۔

اسے سوچوں میں گم دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا کیا پھر سپنے دیکھنے لگ گیا ہے؟ اور ارجن نے چونک کر شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور کھانا کھانے لگ گیا۔ شنکر سومناتی نے اسے پھر کہا کیا سپنوں میں کھو گئے تھے؟ اور ارجن نے جھینپتے ہوئے جواب دیا نہیں یار میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ راجیل بن تماشی ان پہاڑیوں میں کس طرف ہو گا؟ شنکر سومناتی نے کہا یار کھانا کھا کے سوجا مجھے پتہ ہے وہ کس سمت میں ملے گا۔ ارجن نے کہا مگر پہلے تو تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔ شنکر سومناتی نے کہا پہلے بتانے سے تم کون سا مجھ سے پہلے اس تک پہنچ جاتے جانا تو ہم دونوں نے ساتھ ہی ہے۔

پھر انہوں نے کھانا کھایا اور پانی پی کر لیٹ گئے مگر ارجن کو تو نیند نہ آ رہی تھی کیونکہ اس انسانی خون کی پیاس لگی ہوئی تھی اور وہ سخت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ شنکر سومناتی تو کب کا سو تھا مگر ارجن کو کسی کروٹ چین نہ آ رہا تھا دفعتاً اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس سلسلے طلسمی انگوٹھی سے مدد لی جائے یہ سوچ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے شنکر سومناتی کی طرف د وہ بے خبر پڑا سو رہا تھا اس نے طلسمی انگوٹھی اپنے منہ کے پاس کی اور آہستہ سے کہا طلسمی انگوٹھی تم مجھے انسانی خون پلا سکتی ہو؟ دوسرے ہی لمحے اس کے سامنے انسانی خون کا گرم گرم بھاپ ا پیالہ حاضر تھا۔ ارجن نے پیالہ اٹھایا اور غٹ غٹ کر کے انسانی خون پینا شروع کر دیا ایسے میں شـ سومناتی نے ایک آنکھ تھوڑی سے کھول کر اسے خون پیتے دیکھا اور پھر مسکرا کر آنکھ بند کر لی ارجن نے خون پی کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور پیالہ زمین پر رکھ دیا۔ پیالہ فوراً ہی غائب ہو گیا ارجن پُرسکون ہو کر لیٹ گیا اب اسے شانتی مل گئی تھی اور اس کی بے چینی دور ہو گئی تھی اب ا کے من کی پیاس بجھ چکی تھی۔

☆......☆......☆

صبح ہو چکی تھی۔ انسپکٹر قادری بھی واپس آ چکا تھا اور اس وقت وہ باتھ روم میں تھا اس ـ رات ہی ڈی ایس پی صاحب کو وائرلیس پر بتا دیا تھا کہ اس نے خونی وارداتوں میں ملوث ا بھیانک بدروح کے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور اب وہ میری قید میں ہے۔ صبح ہوتے ہی ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی تھانے پہنچ چکا تھا جب شیر سنگھ تھانے پہنچا اس وقت انسپکٹر قادری باتھ روم سے نکل ر تھا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ کو دیکھتے ہی انسپکٹر قادری نے سیلوٹ مارا حالانکہ وہ اس وقت صرف شلوا اور بنیان میں تھا اور تولیہ اس کے کاندھوں پر پڑا تھا مگر انسپکٹر قادری ہر حال میں اپنے آفیسروں کی عزت کرتا تھا اور اپنی خوش اخلاقی اور ایمانداری کی وجہ سے محکمے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جا تھا اور اس کا مجرموں کی سرکوبی کے بارے میں بھی شاندار ریکارڈ تھا آج تک وہ کسی بھی کیس میں ناکام نہیں ہوا تھا۔

اس کو شلوار اور بنیان میں سیلوٹ مارتے دیکھ کر ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی مسکرا اٹھا اور مسکراتے ہوئے انسپکٹر قادری سے پوچھا قادری صاحب او خونی بچہ کتھے ہے گا؟ (قادری صاحب وہ خونی بچہ کہاں ہے؟) اور انسپکٹر قادری نے کہا سر وہ میرے کمرے میں ہے آیئے میں آپ کو

دکھاتا ہوں اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے حیرانی سے پوچھا او ملزم ہے تے اونوں حوالات وچ رکھنا سی تیرے کمرے وچ او کی کر ریا ہے؟ (وہ ملزم ہے تو اسے حوالات میں بند کرتے وہ تمہارے کمرے میں کیا کر رہا ہے؟) انسپکٹر قادری نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا سر وہ ایسا ملزم ہے جو لوہے کی سلاخوں میں نہیں رہ سکتا اگر میں اسے حوالات میں رکھتا تو وہ کب کا بھاگ چکا ہوتا۔ اور ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کہا دیکھ لینے آں توں کیڑا سورما پھڑیا اے (دیکھ لیتے ہیں تو نے کونسا سورما پکڑا ہے) انسپکٹر قادری نے دروازہ کھولا اور پھر وہ دونوں کمرے میں داخل ہو گئے سامنے ہی ایک کونے میں پڑی میز پر وہ چاندی کا پنجرہ رکھا تھا جس میں وہ خونی بچہ بند تھا اسے دیکھ کر ڈی ایس پی شیر سنگھ حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔

انسپکٹر قادری مینوں تے تیرے دماغ تے شک ہون لگ پیا اے ایہ کیدا بچہ پھڑ لیایاں ایں اینا چھوٹا بچہ وی کوئی واردات کر سکدا اے؟ (انسپکٹر مجھے تو تمہارا دماغ پر شک ہے یہ کس کا بچہ پکڑ لائے ہو کبھی اتنا چھوٹا سا بچہ بھی واردات کر سکتا ہے) انسپکٹر قادری نے اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہا سر یہ بدروح کا بیٹا ہے اسی لئے میں نے اسے چاندی کی سلاخوں میں قید کیا ہے ورنہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ یہ لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کو بھی توڑ کر باہر نکل سکتا ہے۔ میں نے اسے گلو دادا کے گھر سے پکڑا ہے آپ اس کے بارے میں گلو دادا سے پوچھ سکتے ہیں اور اس کی گرفتاری کے بعد سے خونی وارداتوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا ہے یہ بھی اس کے راکھشس ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کہا وشواش نہیں ہوندا کہ اے بچہ وی ملزم ہو سکدا اے (یقین نہیں آتا کہ یہ بچہ ملزم ہو سکتا ہے) انسپکٹر قادری نے کہا سر یہی بچہ مجرم ہے۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کہا تے فیر اینوں جیل بھیج دیو تے کیس بنا دیو (تم اسے جیل بھیج دو اور کیس بنا دو) مگر انسپکٹر قادری نے کہا سر اس طرح تو یہ فرار ہو جائے گا میں اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں تاکہ روحوں پر مزید تحقیق کر سکوں۔ مگر شیر سنگھ نے کہا تیرے بدروحاں دے فلسفے تے کنے وشواش کرنا اے (تیرے بدروحوں کے فلسفے پر کس نے یقین کرنا ہے) انسپکٹر قادری نے کہا سر کوئی یقین کرے نہ کرے لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ شیر سنگھ نے کہا اے حقیقت وی اے تے فیر وی ملزم نوں جیل تے بھیجنا ای پیناں اے اسی کسے وی ملزم نوں اپنے کول کس طرح رکھ سکدے آں کیڑا

قانون اے جس دے نال توں اینوں اپنے کول رکھیں گا؟ (یہ حقیقت بھی ہے تو پھر بھی ملزم کو جیل بھیجنا ہی پڑے گا ہم کسی ملزم کو اپنے پاس کس طرح رکھ سکتے ہیں کون سا قانون ہے جس کے ساتھ تو اسے اپنے پاس رکھے) انسپکٹر قادری نے کہا سر اس طرح تو یہ بھاگ جائے گا مگر شیر سنگھ نے کہا توں اینوں ایسے پنجرے سمیت بھیج دے تے نال لیٹر لکھ دے کہ اینوں پنجرے وچ ای رکھنا نئیں تے اے نس جاوے گا باقی فیر محکمہ جانے تے ملزم ساڈے مگروں تے لتھے گا۔ جے اسی اینوں نہ بھیجاں گے تے سانوں اتھے وی جواب دینا پینا اے ایدی گرفتاری دا حکم تے ڈی جی صاحب نے مینوں خود دتا سی تے ایسے واسطے تیری بدلی کرائی گئی سی (تم اسے پنجرے سمیت بھیج دو اور ساتھ خط لکھ دو کہ اسے پنجرے میں ہی رکھنا نہیں تو یہ بھاگ جائے گا باقی پھر محکمہ جانے اور ملزم ہمارے سر سے تو یہ بوجھ اتر جائے گا جو ہم اسے نہیں بھیجیں گے تو ہمیں اوپر بھی جواب دینا پڑے گا کیونکہ اس کی گرفتاری کا حکم ڈی جی صاحب نے مجھے خود دیا تھا اور اسی لیے تمہارا تبادلہ یہاں کرایا گیا تھا)

اب انسپکٹر قادری پچھتا رہا تھا کہ اسے تو بتانا ہی نہیں چاہیے تھا جب خونی وارداتیں نہ ہوتیں تو یہ معاملہ خود ہی ختم ہو جاتا مگر اب کیا ہو سکتا تھا اب تو وہ اس وقت کو کوس رہا تھا جب رات کو اس نے اسے وائرلیس پر اطلاع دی تھی کہ میں نے خونی بچے کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ بات اس نے ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتائی تھی اور نہ ہی پریس والوں کو دی تھی صرف اس لئے کہ وہ اس بدروح کے بیٹے کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا مگر شیر سنگھ اس بات پر کسی صورت میں راضی نہ ہو رہا تھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے ڈی ایس پی شیر سنگھ سے کہا ٹھیک ہے سر میں اسے آج ہی جیل بھجوا دیتا ہوں اور ساتھ ہی خط بھی لکھ دیتا ہوں مگر کسی بھی واردات کی صورت میں، میں ذمہ دار نہیں ہوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں یہ خونی جیل سے فرار ہو جائے گا۔

ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کہا توں اینوں پنجرے سمیت بھیج دے بھگوان نے چاہا تے سب ٹھیک رہوے گا۔ (تو اسے پنجرے سمت بھیج دے بھگوان نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا) انسپکٹر قادری نے اسی وقت منشی محرر کو طلب کیا اور اسے اس بارے میں مکمل ہدایات دیں اور چٹھی لکھنے کے لئے کہا اور کہا اس بچے کو اسی پنجرے سمیت بھیج دینا۔

منشی نے حیرانگی سے اس چھوٹے سے بچے کی طرف دیکھا اور پوچھا سر اس معصوم نے کیا جرم کیا ہے؟ انسپکٹر قادری نے کہا یہی تو وہ خونی بچہ ہے، جس نے خونی وارداتیں کر کے شہر میں خوف

وہراس پھیلا رکھا ہے اور جیب سے پنجرے کے تالے کی چابی نکال کر منشی محرر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اسے بھی خط کے ساتھ لفافے میں ڈال کر سیل لگا دینا۔ منشی محرر نے انسپکٹر قادری سے چابی لی اور چلا گیا اپنے دفتر میں پہنچ کر منشی محرر نے ایک سپاہی کو کہا صاحب کے کمرے میں ایک پنجرہ رکھا ہے جس میں ایک چھوٹا سا بچہ بند ہے وہ اٹھا لاؤ۔ سپاہی گیا اور پنجرہ اٹھا لایا وہ بھی اس بات پر حیران تھا کہ اس چھوٹے سے بچے نے کیا واردات کی ہے؟ اس نے بچے کا پنجرہ میز پر رکھتے منشی محرر سے پوچھا سر یہ بچہ کس جرم میں ملوث ہے؟ منشی محرر نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا بقول نئے ایس ایچ او صاحب۔ کے یہ بچہ دہلی شہر میں ہونے والی ان خونی وارداتوں میں ملوث ہے جن میں کافی جانور مارے جا چکے ہیں۔ سپاہی نے کہا سر نیا صاحب بڑا پراسرار آدمی ہے میں نے تو سنا ہے کہ اس کے قبضے میں کئی جنات ہیں اور منشی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا آخر مسلا ہے نا یہ مسلے (مسلمان) اسی قسم کا کام کرتے ہیں۔ اس سپاہی نے کہا سر اس بچے سے تو بڑی گندی بو آ رہی ہے اس کا جسم شاید کیچڑ اور گندگی میں لتھڑا ہوا ہے اور پھر نئے صاحب نے اس کے کپڑے بھی اتار لئے ہیں جب ہی تو یہ ننگا ہے اور اس بات پر منشی نے ایک قہقہہ لگایا اور جیب سے پنجرے کی چابی نکال کر سپاہی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جا اسے اشنان کرا کے لا مگر صاحب کو پتہ نہ چلے اس نے تو کہا ہے اسے پنجرے سے نہ نکالنا یہ بدروح کا بچہ ہے بھاگ جائے گا اس سپاہی نے ہنستے ہوئے تالا کھولا اور بچے کو نکال کر ہاتھوں میں پکڑ لیا اور منشی سے کہا سر یہ بدروح کا بچہ ہے تو میں بدروح ہوں دیکھتا ہوں یہ میرے ہاتھ سے کیسے فرار ہوتا ہے یہ کہہ کر وہ ہنستا ہوا اسے لے کر چلا گیا اس سپاہی نے باتھ روم میں جا کر دروازہ بند کیا اور شاور کھول کر اس بچے مل مل کر نہلانا شروع کر دیا وہ بیٹھا اسے صابن لگا رہا تھا اور بچہ اس کے آگے زمین پر لیٹا پڑا تھا اچانک وہ بچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اسے اٹھتے دیکھ کر سپاہی حیران رہ گیا اور خوفزدہ ہو گیا بچے نے اٹھتے ہی اس کی گردن پکڑ لی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن فولادی پنجوں میں ہو پھر دیکھتے ہی دیکھتے بچے کی شکل بگڑنی شروع ہو گئی اس سپاہی نے اپنے آپ کو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی اس نے خوف سے چیخنا چاہا مگر اس کی آواز حلق میں دب کر رہ گئی دوسرے ہی لمحے بچہ اس کی گردن میں دانت گاڑ چکا تھا اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور پھر چند ہی لمحے بعد اس کا جسم بے جان ہو چکا تھا شاور چل رہا تھا مگر بدروح کا بیٹا

اس سپاہی کا جسم نوچ نوچ کر کھا رہا تھا کیونکہ آج کئی روز بعد اس کی بھوک پیاس مٹی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سیر ہو گیا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی کھولی اور دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا سب لوگ کمروں میں تھے سامنے حوالات میں بھی کوئی ملزم نہ تھا باتھ روم کے دروازے کے ساتھ ہی سیڑھیاں اوپر چھت پر جا رہی تھیں بچہ اب واپس اصلی شکل میں آ گیا تھا اور کوئی اسے دیکھ کر یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ وہ وہی خونی بچہ ہے جس نے ابھی کچھ دیر پہلے ایک سپاہی کی ہتھیا کی ہے اس کے جسم پر خون کے نشان بھی نہ تھے کیونکہ شاور مسلسل چل رہا تھا اور باہر کسی کو نہ پا کر باتھ روم سے نکلا اور سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چھت پر چلا گیا حیرت انگیز طور پر وہ سیڑھیاں اس طرح پھلانگتا ہوا گیا تھا جیسے کوئی نوجوان سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔ چھت پر پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا۔ دیواریں زیادہ اونچی بھی نہ تھیں مگر دیواریں اونچی بھی ہوتیں تو اسے کیا فرق پڑتا تھا وہ تو بدروح کا بیٹا تھا ان دیواروں پر چڑھنا اس کیلئے کیا مشکل تھا۔ تھانے کی بیک سائیڈ پر بھگوان داس ہسپتال تھا جس کی عمارت چار منزلہ تھی اور وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال تھا مگر یہاں مریضوں کا کافی رش رہتا تھا کیونکہ اس کی پرچی فیس بھی برائے نام تھی اور یہ دہلی کے ایک ساہوکار بھگوان داس کی ملکیت تھا جہاں لوگوں کا مفت علاج ہوتا تھا۔ اس خونی بچے نے تھانے کی دیوار پر چڑھ کر بھگوان داس ہسپتال کی دیوار پر ہاتھ رکھے اور کسی چھپکلی کی طرح دیوار پر چڑھتا چلا گیا پھر ایک جگہ تیسری منزل کے قریب رک کر اس نے ایک کمرے کے شیشے سے اندر جھانکا یہ تیسری منزل کے وارڈ کا غسل خانہ تھا۔ اس نے شیشہ توڑا اور اندر داخل ہو گیا اتنے میں اسے کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی وہ فوراً باتھ روم کے فرش پر لیٹ گیا اور رونے لگا۔ باتھ روم میں آنے والی ایک نرس تھی وہ باتھ روم میں ایک بچے کو روتا دیکھ کر حیران رہ گئی اس نے بچے کو گود میں بٹھایا اور ڈاکٹر وجے شرما کے کمرے میں لے گئی اور اسے بتایا کہ کوئی عورت اپنا بچہ باتھ روم میں چھوڑ گئی ہے۔ ڈاکٹر وجے شرما نے کہا بچے کو اپنے پاس رکھو اور وارڈ میں پتہ کرو یہ کس کا بچہ ہے؟

ڈاکٹر وجے شرما اس ہسپتال کا انچارج تھا وہ بھی حیران تھا کہ آخر یہ کس کا بچہ ہے؟ کیونکہ ناجائز ڈیلیوری کے کیس ان کے ہسپتال میں نہ ہوتے تھے کیونکہ یہ تو خیراتی ہسپتال تھا جو سیٹھ بھگوان داس نے انسانی ہمدردی کے تحت کھولا ہوا تھا اور اس کے تمام اخراجات بھی وہی پورے کرتے تھے۔ نرس اس بچے کو زچہ بچہ وارڈ میں لے گئی اور ایک عورت کے حوالے کر دیا کہ اسے بھی

اپنے بچے کے پاس رکھو تب تک میں پتہ کرتی ہوں یہ کس کا بچہ ہے؟ وہ عورت ایک زچہ تھی اور ایک دن پہلے ہی اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا اس نے اس خونی بچے کو بھی اپنے ساتھ ہی بیڈ پر لٹا لیا اور اسے فیڈر منگوا کر دودھ پلانے کی کوشش کرنے لگی۔

ڈی ایس پی شیر سنگھ اور انسپکٹر قادری کافی دیر تک ایک دوسرے کیس پر باتیں کرتے رہے پھر ڈی ایس پی شیر سنگھ نے اٹھتے ہوئے کہا ہن تسی آرام کرو میں چلناواں فیر کسے ٹیم تفصیل نال گل کراں گے (اب تم آرام کرو میں چلتا ہوں پھر کسی وقت تفصیل سے بات کریں گے) شیر سنگھ کے اٹھتے ہی انسپکٹر قادری بھی کھڑا ہو گیا تا کہ شیر سنگھ کو دروازے تک چھوڑ آئے کیونکہ آخر وہ اس کا افسر تھا وہ دونوں چلتے ہوئے جب منشی محرر کے دفتر کے سامنے سے گزرے تو اچانک انسپکٹر قادری کی نظر چاندی کے پنجرے پر پڑی جو منشی کی میز پر رکھا تھا اور خالی تھا پنجرہ خالی دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا اس نے شیر سنگھ سے کہا ایک منٹ سر۔ اور یہ کہہ کر منشی محرر کے کمرے میں داخل ہو گیا ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی انسپکٹر قادری کے پیچھے پیچھے منشی کے کمرے میں داخل ہو گیا کمرے میں داخل ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے منشی محرر سے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے؟ منشی محرر نے کہا۔ سر اسے سپاہی اشنان کرانے گیا ہے وہ تو سارا گندگی میں بھرا پڑا تھا۔ یہ سنتے ہی انسپکٹر قادری نے کہا بے وقوف یہ تم سے کس نے کہا تھا؟ اور بے اختیار باتھ روم کی طرف دوڑ پڑا شیر سنگھ اور منشی محرر بھی اس کے پیچھے لپکے اور غسل خانے کی طرف انسپکٹر قادری کے پیچھے پہنچ گئے غسل خانے کا دروازہ کھلا تھا اور سامنے ہی سپاہی کی ادھڑی ہوئی لاش پڑی تھی شاور چل رہا تھا اور لاش پر اور غسل خانے میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہ تھا انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر شاور بند کر دیا اور اس کی لاش اٹھانا چاہی مگر وہاں تو نچی ہوئی ہڈیوں اور خاکی وردی کے ٹکڑوں کے سوا کچھ نہ تھا صرف اس سپاہی کی گردن اور اوپر کی کھوپڑی اور منہ باقی تھا۔ باقی اعضاء بری طرح چبا لئے گئے تھے انسپکٹر قادری، منشی محرر پر برس پڑا کہ یہ سب تمہاری غفلت کی وجہ سے ہوا ہے میں نے تمہیں پنجرہ کھولنے سے منع کیا تھا پھر تم نے اسے کیوں کھولا اور منشی محرر آنکھیں نیچی کئے انسپکٹر قادری کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ سب دیکھ کر ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی ہکا بکا رہ گیا اس نے فوراً ہی منشی محرر کو وہاں سے جانے کو کہا اور انسپکٹر قادری کو سپاہی کی لاش پوسٹ مارٹم کیلئے بھیجنے کا کہا اور اسے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ خبر کسی بھی پریس تک نہیں جانی چاہئے ورنہ پولیس کی بدنامی ہوگی۔ انسپکٹر قادری نے کہا وہ تو ٹھیک ہے

سر میں سب سنبھال لوں گا مگر اس راکھشس کا کیا ہوگا؟ وہ اب آزاد بھی ہو چکا ہے اور اس کے منہ کو انسانی خون بھی لگ چکا ہے وہ پورے دہلی شہر میں تباہی مچا دے گا پھر پولیس کو بدنامی سے کون بچائے گا؟

ڈی ایس پی شیر سنگھ نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ مینوں اندازہ وی نئیں سی کہ اوا اینا خونخوار منڈا اے میں تے تیری گل نوں مذاق ہی سمجھیا سی ہن اودا بندوبست توں ای کروانوں کسے نہ کسے طرح دوبارہ پھڑ لے نئیں تے میری وردی وی لہہ جانی اے (مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا خونخوار بچہ ہے میں تو تمہاری بات کو مذاق سمجھتا تھا اب تو ہی اس کا بندوبست کر اور اسے کسی نہ کسی طرح دوبارہ گرفتار کر لے ورنہ میری وردی بھی اتر جائے گی)

انسپکٹر قادری نے جواب دیا اب اس کا ہاتھ آنا بہت مشکل ہے سر۔ اب وہ ہوشیار ہو چکا ہے اس لئے آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کہا۔ کج وی کر مینوں تے او منڈا گرفتار چاہیدا اے (کچھ بھی کر مجھے تو وہ بچہ گرفتار چاہیے) انسپکٹر قادری نے کہا ٹھیک ہے سر میں پوری پوری کوشش کروں گا پھر اس نے منشی محرر کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے خاموش کھڑا تھا اس نے منشی سے کہا تمام سپاہیوں کو لے جاؤ اور اسے تھانے کے آس پاس ہر جگہ تلاش کرو ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا اور منشی محرر یہ حکم سنتے ہی چل پڑا اور تمام سپاہیوں کو بلوانے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے تھانہ بلی ماراں کی پوری نفری شکاری کتوں کی طرح اس قاتل بچے کو تلاش کرنے لگی مگر اسے نہ ملنا تھا اور نہ ملا ڈی ایس پی شیر سنگھ بھی جا چکا تھا انسپکٹر قادری نے تھانے میں ہر جگہ تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملا کیونکہ کسی بھی جگہ پر خون کے نشان تک نہ تھے کیونکہ خون تو شاور چلنے کی وجہ سے دھل چکا تھا اس بچے کے پاؤں کے نشان کہیں بھی نہ مل سکے۔ کچھ ہی دیر کے بعد تھانے کے سارے سپاہی بھی ناکام لوٹ آئے۔

انسپکٹر قادری نے ایک سپاہی کو گلو دادا کے پاس بھی بھیجا اور اسے بتایا کہ وہ بچہ فرار ہو گیا ہے اس لئے روپا کے کمرے کو بند ہی رکھنا میں رات کو آ کر پھر چیک کروں گا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ بد روح کا بیٹا اپنے پرانے مسکن پر واپس پہنچے گو کہ اسے اس کی واپسی کی امید نہ تھی مگر پھر بھی ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید وہ واپس آ جائے۔ اس نے تمام سپاہیوں سے کہا جس نے آرام کرنا ہے اب کر لے رات کو بڑی سختی سے ڈیوٹی دینی پڑے گی کیونکہ وہ راکھشس ضرور کوئی نہ کوئی واردات

کرے گا اور میں نہیں چاہتا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ یا میری بے عزتی ہو۔

نرس نے سارے ہسپتال میں معلوم کیا مگر وہ کسی کا بھی بچہ نہ تھا۔ نرس نے سوچا شاید کسی کا ناجائز بچہ ہوا اور وہ باہر سے آ کر اسے باتھ روم میں چھوڑ گئی ہے یہی بات اس نے ڈاکٹر وجے شرما سے کہی اور کہا اس بچے کے ماتا پتا کا کچھ پتہ نہیں چل سکا میں نے عارضی طور پر وہ بچہ ایک عورت کے حوالے کر دیا ہے جیسے ہی اس کے ماتا پتا کا پتہ چلا ہم بچہ ان کے حوالے کر دیں گے مگر مجھے امید نہیں کہ ہے کہ بچے کی ماتا یا پتا اسے لینے آئیں گے کیونکہ اگر انہوں نے بچہ لینا ہوتا تو وہ چھوڑ کر ہی کیوں جاتے۔ ڈاکٹر وجے شرما نے کہا ٹھیک ہے مگر بچے کے ماتا پتا کی تلاش جاری رکھنا۔

رات ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا اور سناٹا چھا چکا تھا پولیس والے رائفلیں اٹھائے گلی گلی گھوم رہے تھے اور اس خونی بچے کی تلاش جاری تھی۔ ساتھ ساتھ پولیس والے اس خونی بچے کو کوس رہے تھے جس کا کوڈ نام انسپکٹر قادری نے آتمال رکھا تھا جس کے معنی بد روح کا بیٹا بنتے ہیں۔ آتمال کی جگہ جگہ تلاش کی جا رہی تھی۔ مگر وہ بھگوان داس ہسپتال کے زچہ بچہ وارڈ میں مزے سے لیٹا پڑا تھا وارڈ میں اس وقت تمام مریضائیں اور ان کے لواحقین سپنے دیکھنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں لائٹ چلی گئی اور لائٹ بجھتے ہی آتمال کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا جس عورت کے ساتھ وہ لیٹا پڑا تھا وہ بھی سو رہی تھی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر سب سو رہے تھے اس نے فوراً ہی ہاتھ بڑھایا اور اس عورت کے بیڈ کے قریب جھولے میں لیٹے اس کے بیٹے کا گلا دبانا شروع کر دیا بچے نے ایک جھرجھری سی لی اور ساکت ہو گیا۔ آتمال نے ہاتھ کھینچ لیا اور پھر لیٹ گیا اس کے لیٹتے ہی لائٹ جل اٹھی وہ بھی صرف ایک ٹیوب تھی جو وارڈ کے برآمدے میں جل رہی تھی اور اس کی ہلکی ہلکی روشنی سارے وارڈ میں پھیل رہی تھی۔

پولیس والے بھی تمام رات آتمال کی تلاش میں سرگرداں رہے مگر آتمال کو نہ ملنا تھا اور نہ ہی ملا اور صبح تک نہ ہی کسی واردات کی اطلاع ملی۔ انسپکٹر قادری بھی حیران و پریشان تھا کہ آتمال نے فرار ہونے کے باوجود کوئی وارادات نہیں کی۔ اس کا ذہن سوچوں کے سمندر میں گم تھا وہ رات کو گلو دادا کے گھر بھی دیکھ آیا تھا مگر آتمال کا وہاں بھی کوئی نشان نہ ملا۔ اس نے سوچا آخر اس نے واردات کیوں نہیں کی؟ شاید اس لیے کہ اس نے اپنی بھوک، پیاس اس سپاہی کے خون و جسم سے بجھالی تھی جو اسے اشنان کرانے گیا تھا۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی اور علاقے میں

واردات کی ہو اور اس کی رپورٹ کسی اور تھانے میں درج ہو۔ اس نے صبح کے تمام اخبارات کا بھی نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا تھا مگر کہیں کوئی خونی واردات نہ ہوئی تھی۔

اس نے سوچا آج کی رات تو خیریت سے گزر گئی شاید اسے بھوک و پیاس نہ ہو مگر اگلی رات وہ ضرور کسی نہ کسی کا شکار کرے گا اور ہمیں مزید چوکس رہنا پڑے گا۔ اسے ڈی ایس پی شیر سنگھ اور منشی محرر پر بھی غصہ تھا کیونکہ ان ہی کی ہٹ دھرمی اور بے وقوفی کی وجہ سے آتمال آزاد ہوا تھا مگر اب کیا ہوسکتا تھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اب اس پر افسوس کرنے کا کیا فائدہ اب تو ہر حال میں آتمال کی گرفتاری کا مسئلہ حل کرنا تھا ورنہ اس کی آزادی کی صورت میں ہزاروں لوگوں نے موت کے منہ میں چلے جانا تھا۔ ان ہی سوچوں میں گم وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا کیونکہ تمام رات کا جاگا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کی آنکھ کھلی تو رات ہو چکی تھی اور ہر طرف اندھیرا پھیل چکا تھا مگر وہ تو دونوں اندھیرے میں دیکھنے والے تھے۔ شنکر سومناتی کے چھوڑے ہوئے حفاظتی شیر اب بھی اسی طرح گھوم رہے تھے حالانکہ باہر موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ارجن نے باہر نظر ڈالتے ہوئے کہا یار کافی زوردار بارش ہو رہی ہے لگتا ہے آج کی رات ہمیں یہیں گزارنی پڑے گی۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا تو کیا تم رات کو سفر کرنا چاہتے ہو؟ میرے بھائی یہ ریگستان نہیں پہاڑ ہیں یہاں تو رات کا سفر موت کا سفر ہوتا ہے کیونکہ ایک ایک قدم دیکھ دیکھ کر اوپر چڑھنا پڑتا ہے۔ ارجن نے کہا تو پھر اب کیا کریں؟ آرام تو ہم نے کافی کرلیا اب مزید نیند تو آنے سے رہی۔ شنکر سومناتی نے کہا کرنا کیا ہے بیٹھتے ہیں اور بارش سے لطف انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یکا یک سامنے والی پہاڑی شق ہوئی اور اس میں سے ایک عجیب وغریب سی شکل کا آدمی نکلا اور ایک طرف کو چلا گیا اور اس کے جاتے ہی پہاڑی میں بننے والا راستہ بند ہو گیا وہ آدمی اتنی تیزی سے گیا تھا کہ اس نے بارش کی بھی پرواہ نہ کی اور نہ شنکر سومناتی کے چھوڑے ہوئے شیروں پر نگاہ ڈالی۔ ارجن اور شنکر سومناتی حیران رہ گئے کہ یہ کون ہوسکتا ہے اور اس پہاڑی میں یہ کیا کر رہا تھا؟ شنکر سومناتی نے کوئی منتر پڑھ کر اپنے شیروں پر پھونکا اور وہ سب کے سب غائب ہو گئے۔ اس نے اٹھتے ہوئے ارجن سے کہا آؤ دیکھیں اس

پہاڑی میں یہ شخص کیا کر رہا تھا پھر وہ دونوں اس پہاڑی کے قریب پہنچ گئے اور اس کا جائزہ لینے لگے کہ یہ راستہ کیسے کھلے گا۔ کافی دیر کی جدوجہد کے بعد انہیں پہاڑی میں ایک ابھرا ہوا پتھر نظر آ ہی گیا۔ شنکر سومناتی نے اس پتھر کو دبایا تو ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ پہاڑی شق ہو گئی اور وہ دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک لمبی سی سرنگ تھی ان کے اندر داخل ہوتے ہی راستہ پھر بند ہو گیا اور وہ دونوں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے سرنگ کے اختتام پر ایک ہال کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا تالاب بنا ہوا تھا جو خون سے بھرا ہوا تھا اور اس تالاب میں ایک کالا بھجنگ بت نصب تھا اور اس تالاب میں وہی قافلے کا سردار سادھو مہاراج ایک سیاہ لنگوٹ باندھے کھڑا تھا۔ تالاب کے کنارے قافلے والے مردوں اور عورتوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ شاید ان کے خون سے تالاب بھرا گیا تھا۔

سادھو مہاراج ایک تانبے کے لوٹے سے خون اس کالے بھجنگ بت کے سر پر ڈال رہا تھا اور اسے مل مل کر اشنان کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے گناہوں کے دیوتا آج پھر میں نے تیرے اشنان کا پربنت کیا ہے اے شیطان زادے، حرام زادے، ابلیس تجھے نیکیوں سے ہمیشہ دور رکھے اور نرکھ کی اگنی تیرا زیور بنے مجھے بھی اپنے جیسا نیکیوں سے پاک بننے کی شکتی دے اور مجھے ابدی جیون دان کر دے تاکہ میں اس سنسار میں ابلیس کے پیروکاروں میں اضافے کا سبب بنوں۔ اس کی یہ باتیں سن کر شنکر سومناتی سمجھ گیا کہ سادھو مہاراج تو دکھاوے کا سادھو ہے حقیقت میں وہ شیطان کا پجاری ہے اور ہمیشہ گناہوں کی زندگی کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

سادھو مہاراج ہر طرف سے بے خبر یہی منتر بار بار پڑھ رہا تھا اور دس بارہ ویسی ہی عجیب سی شکلوں کے لوگ تلواریں لئے سادھو مہاراج کے پیچھے تالاب سے باہر کھڑے تھے۔ شنکر سومناتی نے آہستہ سے ارجن سے کہا میرا خیال ہے مجھے اس تالاب میں آگ لگا دینی چاہیے تاکہ اس چالباز سادھو کا منتر پورا نہ ہو سکے ارجن نے کہا مگر تالاب میں تو انسانی خون ہے تم اس میں کیسے آگ لگاؤ گے۔ شنکر سومناتی نے کہا میں تو منتر پڑھ کر پانی میں آگ لگا دوں یہ تو پھر بھی خون ہے۔ اس کے بعد شنکر سومناتی نے آتشی منتر پڑھا اور انگلی کا اشارہ کیا اس کی انگلی سے سرخ روشنی نکلی اور اس سیاہ بھجنگ بت سے ٹکرا گئی روشنی ٹکراتے ہی اس تالاب میں آگ بھڑک اٹھی اور سادھو مہاراج اور اس کالے بھجنگ بت کو بھی آگ لگ گئی یہ دیکھتے ہی وہ سب لوگ جو سادھو

مہاراج کے پیچھے کھڑے تھے تلواریں پھینک کر انہیں بچانے کیلئے تالاب میں کود پڑے اور وہ بھی دھڑا دھڑ جلنے لگے۔ وہ کالا بھجنگ بت دیکھنے میں تو پتھر کا لگتا تھا مگر آگ لگتے ہی وہ بھی آگ میں اچھلنے لگا تھا اور تالاب سے نکلنا چاہتا تھا مگر ان سب نے ایک دوسرے کو پکڑ رکھا تھا پھر کچھ ہی دیر میں سب جل کر بھسم ہو گئے اور وہاں عجیب سی سڑاند پھیل گئی۔

ارجن اور شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر قافلے والوں کی لاشیں دیکھیں ان ہی میں رامو کی لاش بھی تھی مگر قافلے کے سامان اور اونٹوں کا کہیں پتہ نہیں تھا وہ واپس اسی طرح سرنگ میں آئے اور اسے کھولنے کا راستہ تلاش کرنے لگے آخر انہیں ایک ابھرا ہوا پتھر مل ہی گیا۔ اسے دباتے ہی پہاڑی شق ہو گئی اور راستہ کھل گیا باہر آ کر انہیں سکون کا سانس آیا کیونکہ اندر تو ہر طرف دھواں اور سڑاند پھیل چکی تھی وہ پھر اسی چٹان میں آ کر بیٹھ گئے جہاں پہلے بیٹھے تھے ان کے نکلتے ہی راستہ پھر بند ہو چکا تھا مگر بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔ ارجن نے کہا کتنا کمینہ تھا یہ سادھو مہاراج میں تو اسے بڑا پارسا سمجھا تھا اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس کی جان بچانے کی بجائے اس چڑیلوں کے حوالے کر دیتا۔

شنکر سومناتی نے جواب دیا یہ تو کچھ بھی نہیں دنیا میں تو اس سے بھی بڑے بڑے خود غرض اور پاپی پڑے ہیں جو اپنے ذرا سے مفاد کے لئے دوسرے کی جان تک لے لیتے ہیں ابھی شنکر سومناتی نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہی پہاڑی سے نکل کر جانے والا عجیب وغریب آدمی واپس آیا اور تیزی کے ساتھ پہاڑی کھول کر اندر چلا گیا اور راستہ بند ہو گیا مگر چند ہی لمحے بعد وہ ہاتھ میں تلوار لیے باہر آ گیا اور ادھر اُدھر کسی کو تلاش کرنے لگا ارجن نے کہا یہ شاید ہماری تلاش میں ہے میں اس سے دو دو ہاتھ کرتا ہوں مگر شنکر نے اسے منع کر دیا اور کہا خاموشی سے بیٹھے رہو جب یہ ہماری طرف آئے گا تو پھر اس سے نمٹ لینا۔

ارجن چپ ہو کر بیٹھ گیا پھر اس عجیب سی شکل والے نے اپنے بال مٹھی میں پکڑ کر جھٹکا دیا اور اس کی گردن کٹ کر کھوپڑی اس کے ہاتھوں میں جھولنے لگی مگر اس کی گردن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا تھا پھر اس نے کھوپڑی کو گھما کر اوپر اچھال دیا کھوپڑی فضاء میں چکر لگاتی رہی اور پھر زمین پر آ گری مگر اس کٹی ہوئی گردن کا منہ اور آنکھیں ارجن اور شنکر سومناتی کی طرف تھے اس طرح شاید اس نے اپنے دیوتا اور دوستوں کے قاتلوں کا پتہ لگایا تھا۔ اس نے تلوار سنبھالی کٹی ہوئی

گردن اٹھا کر واپس دھڑ پر رکھی جو ایسے جڑ گئی جیسے کبھی جدا ہی نہ ہوئی تھی اور پھر وہ ارجن اور شنکر سومناتی کی طرف بڑھا۔ وہ بھی سمجھ چکے تھے کہ وہ ہماری موجودگی سے باخبر ہے اور ہمارے قتل کے لئے آ رہا ہے شنکر سومناتی نے فوراً ایک منتر پڑھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی تلوار آ گئی۔ اس نے وہ تلوار ارجن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا لو اپنا شوق پورا کر لو وہ ادھر ہی آ رہا ہے۔ تلوار ہاتھ میں لیتے ہی ارجن بجلی کی سی تیزی سے وہاں سے نکلا اور اس پر حملہ آور ہو گیا مگر وہ بھی کوئی ماہر تلوار باز تھا اس نے ارجن کا حملہ اپنی تلوار پر روک لیا اور پھر ان دونوں میں موت اور زندگی کی جنگ شروع ہو گئی۔ ارجن کی کالی طاقتیں بیدار تھیں انہوں نے چند ہی منٹ میں اس انسان کو بے اوسان کر دیا اور ارجن نے اس کے تلوار والے بازو پر ایک زوردار وار کیا اور اس کا بازو تلوار سمیت کٹ کر دور جا گرا۔ اس نے ایک کریہہ چیخ ماری اور غصے میں اپنی گردن بالوں سے پکڑ کھینچ کر دھڑ سے الگ کی اور ارجن کی طرف کھینچ کر دے ماری مگر مقابلے پر راگا بن ملیان جیسی بدروح تھی جو سات ہزار بدروحوں کی طاقت رکھتی تھی اس نے فوراً تلوار کھوپڑی میں پرو دی اس سر کٹے نے ایک چیخ ماری اور نیچے گر کر تڑپنے لگا اور ساتھ ہی اس کے جسم میں آگ لگ گئی۔

ارجن نے وہ کھوپڑی اور تلوار بھی اس آگ میں اچھال دی اور چند ہی منٹوں میں وہاں اس عجیب وغریب انسان کا جلا ہوا جسم پڑا تھا بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس کا جسم جل رہا تھا۔ ارجن واپس شنکر سومناتی کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور شنکر سومناتی نے اسے شاباش دیتے ہوئے کہا یار تم تو بہت بڑے تلوار باز ہو میں تو تمہیں اپنی طرح جادوگر ہی سمجھتا تھا۔ ارجن نے جواب دیا یار تلوار باز ضرور ہوں مگر تم سے کم، میں لات ہوٹل کے پاس تمہارے جوہر دیکھ چکا ہوں۔ پھر ارجن سے شنکر سومناتی نے پوچھا یار کیا وقت ہوا ہو گا؟ ارجن نے کہا ابھی تو رات کا ایک بجا ہے مگر تمہاری گھڑی کو کیا ہوا؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار یہ تو لات ہوٹل کے سامنے لڑائی میں ٹوٹ گئی تھی اس کا تو شیشہ اور سوئی بھی گر گئے تھے۔ بھیما سر سے نئی گھڑی لینی تھی مگر یاد نہ رہا۔ پھر وہ دونوں لیٹ گئے تاکہ صبح تک آرام کر سکیں اس مرتبہ شنکر سومناتی نے حفاظت پر شیر بھی نہ کھڑے کئے کیونکہ وہ تو دونوں لیٹے ہوئے باتیں کر رہے تھے نیند تو ان کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔

☆......☆......☆

صبح ہوتے ہی اس عورت کے بچے کی پُراسرار موت کی خبر سارے ہسپتال میں پھیل گئی وہ

عورت ایک پنڈت کی پتنی تھی۔ اس کا نام تو پاروتی تھا مگر سب اسے پارو کہتے تھے اس کے ہاں وہ پہلا بیٹا پیدا ہوا تھا جو کہ دوسری ہی رات مردہ پایا گیا۔ وہ پنڈت گنیش داس کی دوسری بیوی تھی اور اس کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی پارو نے رو رو کر برا حال کر لیا پنڈت گنیش بھی آ چکا تھا اور پارو کی جلی کٹی باتیں سن رہا تھا پارو کہہ رہی تھی یہ سب تمہاری پہلی پتنی کا کیا دھرا ہے اس نے میرے بچے پر جادو کرا کے مارا ہے اور پنڈت گنیش اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ پارو کے پاس ہی آتمال خاموشی سے لیٹا پڑا تھا جیسے اسے بھی پارو کے بیٹے کی موت کا دکھ ہو مگر کسی کو کیا معلوم کہ یہ سب آتمال کا ہی کیا دھرا ہے۔

ڈاکٹر وجے شرما کو بھی یہ اطلاع مل چکی تھی اور وہ خود اس بچے کو چیک کرنے آیا تھا۔ اس نے پارو کے بیٹے کا اچھی طرح معائنہ کیا اور اس کے گلے پر ہاتھ کے نشان دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس کو گلا دبا کر مارا گیا ہے مگر گلے پر انگلیوں کے جو نشان موجود تھے وہ کسی بچے کی انگلیاں تھیں یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ بچے نے خود اپنا گلا دبا لیا ہو پھر یہ کس بچے کی انگلیوں کے نشان ہیں مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ ہسپتال کی عزت و وقار کا اور خود اس کی نوکری کا مسئلہ تھا اس لئے وہ خاموش ہو گیا اور پنڈت گنیش سے کہا بچہ اچانک دل رکنے کے باعث ہلاک ہوا ہے شاید اسے ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ گلے پر انگلیوں کے نشانوں والی بات اس نے جان بوجھ کر نہیں بتائی کہ اس طرح ہسپتال کی بدنامی ہوگی پھر ڈاکٹر وجے شرما نے پارو کو آفر دی کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس لاوارث بچے کو اپنے پاس رکھ لیں اس طرح آپ کی ممتا کو بھی سکون ملے گا اور یہ لاوارث بھی پل جائے گا کیونکہ اس کے ماتا پتا کا بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

ڈاکٹر وجے شرما کی پیشکش کو پارو نے خوشی خوشی قبول کر لیا اور آتمال کو گود میں لیے اپنے گھر آ گئی جبکہ پنڈت گنیش اپنے بیٹے کی لاش لینے اور کاغذی کارروائی پوری کرنے کیلئے ہسپتال ہی رک گیا تھا۔ پارو کا گھر اس مندر کے قریب ہی تھا جہاں پنڈت گنیش پنڈت تھا پارو نے تمام رشتے داروں میں کہہ دیا کہ دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک زندہ اور ایک مردہ۔ شام تک وہ اپنے بیٹے کی چتا جلا کر فارغ ہو چکے تھے پارو کو جہاں اپنے بیٹے کی موت کا غم تھا وہیں آتمال کے ملنے کی بھی خوشی تھی اس نے اس کا نام گوپال رکھ دیا تھا اور بہت خوش تھی۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ پنڈت گنیش اور پارو اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہے تھے۔

پارو نے آتمال کو اپنا دودھ پلانے کی کوشش کی مگر وہ دودھ پیئے بغیر ہی سو گیا دوپہر کو بھی باوجود کوشش کے آتمال نے دودھ نہیں پیا تھا پارو نے سوچا چلو رات کو اٹھے گا تو دودھ پلا دوں گی اب تو آرام سے سو رہا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وال کلاک نے بارہ بجنے کا اعلان کیا اور آتمال نے آنکھیں کھول دیں پارو اور گنیش بے خبر سو رہے تھے۔ اٹھتے ہی آتمال کی شکل بدلنی شروع ہو گئی اس کی شکتی عروج پر تھی اس نے ایک ہاتھ پارو کے منہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے کندھے کو پکڑا اور پھر اس کی گردن میں دانت گاڑ دیئے پارو جل بن مچھلی کی طرح تڑپنے لگی اور اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گئی اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا گرم گرم خون آتمال کے جسم میں اتر چکا تھا پھر آتمال نے اس کا سینہ ادھیڑنا شروع کر دیا کمرے میں چپڑ چپڑ کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر پنڈت گنیش اس بات سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا اچھی طرح پیٹ بھر جانے کے بعد آتمال چارپائی سے نیچے اتر آیا۔ نیچے کا کمرہ ویران پڑا رہتا تھا مگر اوپر کی منزل میں پنڈت گنیش رہتا تھا۔ آتمال گلی میں نکل کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا مگر دور دور تک اندھیرے کے سوا کچھ نہ تھا گلی کی آخری نکڑ پر ایک بلب جل رہا تھا جو اندھیرے کو مٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اسی گلی میں وہ مندر تھا جس میں پنڈت گنیش پنڈت تھا وہ صبح ہی صبح آ کر مندر کے گھنٹے بجاتا تھا اور پوجا کی تیاری کرتا تھا۔

آتمال مندر کے دروازے تک آیا مگر دروازہ بند تھا وہ چلتے چلتے گلی کے نکڑ تک آیا اور جھانک کر دوسری طرف بازار میں دیکھنے لگا۔ اگر رات کے اس سناٹے میں ایک ننگ دھڑنگ خون میں بھیگے ہوئے بچے کو بلب کی روشنی میں گلی سے بازار میں جھانکتے ہوئے دیکھ لیتا تو یقیناً اس کا ہارٹ فیل ہو سکتا تھا۔ یہ آتمال کی خوش قسمتی تھی کہ گلو دادا کا گھر بھی اسی بازار میں تھا وہ دکانوں کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا چھپتے چھپاتے گلو دادا کے گھر کی طرف بڑھنے لگا مگر گلو دادا کے گھر کے قریب پولیس دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گیا اور پھر قریب ہی گندے نالے والی گلی میں مڑ گیا کچھ ہی دیر بعد وہ روشندان کے ذریعے گلو دادا کے گھر میں تھا اس نے بیڈ کی دراز کھولی اور اس میں داخل ہو کر دراز بند کر لی۔

پولیس شکاری کتوں کی طرح اس کی تلاش میں تھی۔ مگر وہ گلو دادا کے گھر میں سکون سے لیٹا ہوا تھا رات کے تین بجے تھے جب پنڈت گنیش کی آنکھ کھلی اور وہ مندر جانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا مگر

سامنے ہی چارپائی پر پارو کی ادھڑی ہوئی لاش دیکھ کر وہ سکتے میں آ گیا وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ پارو کے ساتھ لیٹا ہوا بچہ بھی غائب تھا وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ تو وہی خونی بچہ تھا جس کا شہر میں چرچا ہے۔ وہ تو خوف اور دہشت کے مارے چیخنے لگا کہ کہیں وہ موذی یہیں نہ ہو اور مجھے بھی ادھیڑ ڈالے۔ اس کی چیخ و پکار سنتے ہی اس کے محلے والے بھاگتے ہوئے آئے اور پوچھنے لگے کیا ہوا ہے؟ بھیا گنیش کیا ہوا ہے؟ مگر پارو کی لاش دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ ہو گئے۔ کسی نے تھانے بھی فون کر دیا اور اس واردات کی اطلاع دے دی تھانے سے منشی محرر نے وائرلیس پر اس واردات کی اطلاع انسپکٹر قادری کو دی وہ گشت پر ہی تھا وہ فوراً گاڑی لے کر جائے واردات پر پہنچا اور پارو کی لاش کا جائزہ لیا واردات آتمال کی ہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے پنڈت گنیش سے پوچھا تم نے اس کے پاس کسی بچے کو تو نہیں دیکھا تھا؟ پنڈت گنیش نے کہا سرکار یہ اسی بچے کا تو کیا دھرا ہے۔ ہم تو اسے لے پالک بنا کر لائے تھے مگر اس زہری نے ہمیں ہی ڈس لیا۔

انسپکٹر قادری نے حیرانگی سے پوچھا مگر تم اسے لے پالک بنا کر کہاں سے لائے تھے؟ پنڈت گنیش نے روتے ہوئے کہا سرکار ہمیں تو وہ بچہ بھگوان داس ہسپتال والوں نے دیا تھا ہمارا بچہ مر گیا تھا تو ڈاکٹر وجے شرما نے ہمیں یہ بچہ دیا تھا کہ یہ لاوارث بچہ ہے اس کو پال لیں پن کا کام ہے مگر ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ وہی خونی بچہ ہے۔ جس کا دلی شہر میں چرچا ہو رہا ہے۔ انسپکٹر قادری نے اس کے قدموں کے نشان دیکھے جو صرف سیڑھیوں تک ہی محدود تھے وہ بھی خون جمنے کی وجہ سے پتہ چلتا تھا مگر اس سے آگے کوئی نشان نہ تھا۔ انسپکٹر قادری نے اپنے ایک اسسٹنٹ انسپکٹر کو ان محلے داروں اور پنڈت گنیش کا بیان لینے کو کہا اور کہا لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دو اتنے میں، میں بھگوان داس ہسپتال ہو کر آتا ہوں۔ پھر وہ دو تین سپاہیوں کے ہمراہ بھگوان داس ہسپتال جا پہنچا۔ صبح ہی صبح ہسپتال میں پولیس داخل ہوتے دیکھ کر نرسیں اور وارڈ بوائے بھی گھبرا گئے۔ ایک نرس نے جا کر ڈیوٹی پر موجود ایک جونیئر ڈاکٹر پرکاش کو بتایا۔ وہ بھی اپنے کمرے سے نکل آیا اور آگے بڑھ کر انسپکٹر قادری سے اپنا تعارف کرایا۔ انسپکٹر قادری نے پوچھا ڈاکٹر وجے شرما صاحب کہاں ہیں؟ ڈاکٹر پرکاش نے جواب دیا وہ تو اپنے گھر پر ہیں صبح نو بجے ڈیوٹی پر آئیں گے۔ پھر انسپکٹر قادری نے پوچھا انہوں نے ایک بچہ پنڈت گنیش کو بطور لے پالک دیا تھا کیا

تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ وہ کس کا بچہ تھا؟ اور اسے ہسپتال میں کون لایا تھا؟ ڈاکٹر پرکاش نے جواب دیا جناب یہ تو پتہ نہیں کہ وہ بچہ ڈاکٹر وجے شرما صاحب نے کس کو دیا تھا مگر یہ بات میرے علم میں ہے کہ ایک بچہ ہمارے ہسپتال کی ایک نرس انیتا کو ملا تھا اور وہ اسے باتھ روم سے ملا تھا۔ انسپکٹر قادری نے کہا کیا اس وقت نرس انیتا سے ملاقات ہوسکتی ہے؟ ڈاکٹر پرکاش نے جواب دیا نہیں سر وہ دن میں ڈیوٹی کرتی ہے اور وہ بھی آٹھ بجے سے پہلے نہیں آئے گی۔ انسپکٹر قادری نے کہا آپ مجھے وہ باتھ روم دکھائیں جہاں سے اسے بچہ ملا تھا اس نے کہا آیئے میرے ساتھ وہ تین نمبر باتھ روم ہے جو صرف لیڈیز کیلئے ہے۔ انسپکٹر قادری نے تین نمبر باتھ روم میں پہنچ کر اس کا اچھی طرح جائزہ لیا اس کا پچھلی طرف کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا انسپکٹر قادری نے وہاں سے جھانک کر دیکھا اس کو تھانے کی چھت واضح اور صاف نظر آ رہی تھی وہ فوراً سمجھ گیا کہ آتمال تھانے سے بھاگ کر اس کی چھت پر چڑھا تھا اور پھر اس ٹوٹے ہوئے شیشے سے باتھ روم میں آیا ہوگا۔ شیشے کے ٹکڑے تھانے کی چھت پر پڑے نظر آ رہے تھے۔ اس نے مڑ کر ڈاکٹر پرکاش سے پوچھا یہ شیشہ کب سے ٹوٹا ہوا ہے؟ ڈاکٹر پرکاش نے جواب دیا سر یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے کیونکہ یہ لیڈیز باتھ روم ہے اور اس طرف میرا آنا ہی نہیں ہوتا۔ انسپکٹر قادری نے کہا ٹھیک ہے میں دس بجے کے قریب آؤں گا تب تک انیتا اور ڈاکٹر وجے شرما کو یہیں ہونا چاہیے میں نے ان سے کچھ معلومات کرنی ہیں۔ ڈاکٹر پرکاش نے پوچھا سر وہ کسی کا ناجائز بچہ تھا یا پھر کوئی اسے اغواء کر کے یہاں تک لایا تھا؟ انسپکٹر قادری نے کہا یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس کا بیٹا ہے مگر وہ ایک بدروح کا بیٹا اسے کوئی اغواء کر کے نہیں لایا تھا بلکہ وہ خود آیا تھا شہر میں ہونے والی خونی وارداتوں میں وہ بچہ ہی ملوث ہے اور اسے لے جانے والی عورت پارو کو بھی اس نے رات کو چیر پھاڑ دیا ہے پولیس اس کی تلاش میں ہے اگر وہ بچہ پھر یہاں نظر آئے تو فوراً تھانہ بلی ماراں فون کر دیجئے گا۔

انسپکٹر قادری کی باتوں کو ڈاکٹر پرکاش نے بڑی حیرت کے ساتھ سنا مگر اسے وشواش نہیں ہو رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ اتنی بڑی خونی واردات بھی کر سکتا ہے۔ پھر بھی اس نے جواب دیا ٹھیک ہے جناب اگر وہ بچہ ہمیں ملا تو آپ کو ضرور مطلع کریں گے۔ وہاں سے انسپکٹر قادری سیدھا تھانے آیا اور نہا کر نماز پڑھی اسی چکر میں آج نماز بھی قضاء ہو گئی تھی۔ نماز پڑھ کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا اور ایک سپاہی کو ناشتہ لانے کے لئے کہا۔ انسپکٹر قادری کا ذہن آتمال میں ہی الجھا ہوا تھا۔

جب سے وہ تھانے سے فرار ہوا تھا اس کیلئے دردسر بن کر رہ گیا تھا اس کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام ہو گیا تھا۔ آتمال اس کیلئے ایک چیلنج بن کر رہ گیا تھا ادھر ڈی ایس پی شیر سنگھ بار بار فون کرتا تھا کہ اب تک تم نے کیا کیا ہے؟ اسے جلد ہی گرفتار کر لو ورنہ یہ معاملہ ہائی کمان تک جا پہنچے گا اور پھر ہماری بدنامی ہو گی۔ ادھر آتمال تھا کہ چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتا تھا ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ سپاہی ناشتہ لے کر آ گیا ساڑھے نو بج گئے تھے اس نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور پھر بھگوان داس ہسپتال جانے کیلئے وردی پہن کر تیار ہو گیا۔ ہسپتال پہنچ کر اس نے نرس انیتا سے اور ڈاکٹر وجے شرما سے بھی معلومات حاصل کیں مگر آتمال کے متعلق کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی وہاں سے بھی وہ ناکام لوٹ آیا تھا۔ اس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ آتمال، پنڈت گنیش کے گھر سے واردات کر کے کہاں چھپ سکتا ہے؟ مگر اسے کوئی ایسی جگہ سمجھ میں نہ آ رہی تھی جہاں وہ چھپ سکتا تھا رہ رہ کر گلو دادا کے گھر کا خیال آتا تھا مگر وہاں کی وہ دو بار پہلے بھی تلاشی لے چکا تھا اور واردات کی رات بھی اس نے روپا کے کمرے کی تلاشی لی تھی مگر آتمال کی موجودگی کے کوئی شواہد نہ مل سکے تھے۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی لیٹے باتیں کر رہے تھے ان کو نیند تو نہ آ رہی تھی کیونکہ وہ کافی دیر تک سوتے رہے تھے اچانک ارجن نے کہا یار شنکر، سادھو مہاراج نے سارے قافلے والے تو قتل کر دیئے تمہیں گھڑی کی ضرورت ہے تو کسی نہ کسی قافلے والے کے گھڑی اتار لو وہ تو اب مر چکے انہوں نے کون سا وقت دیکھنا ہے۔ شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے کہا یار مردے بھی کیا کہیں گے کہ مرنے کے بعد ہماری گھڑیاں بھی اتار لیں۔ ارجن نے کہا یار ہم نے ساروں کی گھڑیاں تھوڑی اتارنی ہیں صرف ایک ہی گھڑی.......... پھر وہ کہتے کہتے رک گیا اور کچھ سوچتے ہوئے پوچھنے لگا یار میرے خیال میں راموکے پاس بھی تو گھڑی تھی وہ تو اپنا آدمی تھا چلو اسی کی گھڑی اتار لو۔ یہ سن کر شنکر سومناتی نے کہا ہاں یار یہ ٹھیک رہے گا ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے میں نے اسے ایک نئی گھڑی لے کر دی تھی۔ چلو وہی لے لیتا ہوں پھر وہ دونوں اٹھ کر اسی طرف چل دیئے جہاں پہاڑی میں راستہ تھا۔ ارجن نے آگے بڑھ کر ابھرا ہوا پتھر دبایا اور پہاڑی شق ہو گئی پھر وہ دونوں اس میں داخل ہو گئے اندر دھواں اور بدبو اب ختم ہو چکی تھی شاید وہاں ہوا آنے کا کوئی راستہ تھا جہاں سے

دھواں غائب ہو چکا تھا۔ شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر راموکی گھڑی اتار کر اپنی کلائی پر باندھ لی اور پھر اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا اور اس کی جیب سے نکلنے والے نوٹ اپنی جیب میں رکھ لئے پھر انہوں نے سب لوگوں کی تلاشی لے کر تمام رقم اپنے قبضے میں کر لی اور پھر اس جگہ کی تلاشی لینے لگے مگر وہاں سے کوئی کام کی چیز یا رقم نہ مل سکی ارجن نے کہا یار شنکر اور تو یہاں کوئی کام کی چیز نہیں ہے اب باہر چلتے ہیں پھر وہ دونوں اسی طرح باہر نکل آئے اب صبح ہو رہی تھی اور ہر طرف اجالا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ شنکر سومناتی نے کہا چلو ارجن سفر شروع کر دیں کیونکہ ابھی تو پتہ نہیں کتنی دور جانا پڑے۔ ارجن نے پوچھا پہلے یہ تو اندازہ لگاؤ کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟ شنکر سومناتی نے کہا اندازے لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ طلسمی انگوٹھی سے پوچھ لو شاید یہ کوئی راستہ بتا دے پھر ارجن نے کہا طلسمی انگوٹھی ہمیں راجیل بن تماشی کی غار کا پتہ بتاؤ۔ اس طلسمی انگوٹھی میں سے فوراً ہی ایک روشنی سی نکلی اور ایک پہاڑی کی طرف چلی گئی۔ شنکر سومناتی اور ارجن بھی اسی پہاڑی کی طرف چل دیئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ اونچے نیچے پتھروں پر وہ پاؤں جما جما کر اور ہاتھ ٹیک ٹیک کر چڑھ رہے تھے۔ پہاڑی پر دھوپ نکلی ہونے کے باوجود بھی سردی تھی مگر ان دونوں کے جسم حرکت میں تھے اس لئے انہیں زیادہ سردی محسوس نہ ہو رہی تھی۔ ایک جگہ رک کر انہوں نے کھانا کھایا اور پھر پہاڑی پر چڑھنے لگے شام تک وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے پھر انہوں نے دوسری طرف اترنا شروع کر دیا۔ چڑھنے سے زیادہ نیچے اترنا مشکل کام تھا اور وہ دھیرے دھیرے بیٹھ کر نیچے اتر رہے تھے ابھی وہ کچھ ہی نیچے پہنچے تھے کہ رات ہو گئی ویسے بھی وہ کافی تھک گئے تھے اس لئے شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا یار ارجن اب کوئی آرام کرنے کی جگہ تلاش کرو اب تو کافی تھکن محسوس ہو رہی ہے اور سردی بڑھتی جا رہی ہے ارجن نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی مگر اسے کوئی بھی ایسی محفوظ جگہ نظر نہ آئی جہاں وہ رات گزار سکتے۔ ارجن نے کہا یار آرام کرنے کی تو یہاں کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے ویسے بھی یہ ڈھلوان ہے اگر سوتے میں پھسل پڑے تو سیدھے سورگ میں پہنچیں گے۔ اس بات پر شنکر سومناتی نے ایک زوردار قہقہ لگایا اور کہا ہمیں سورگ میں جگہ کہاں ملے گی نرکھ میں ہی جگہ مل جائے تو بھگوان کا اپکار ہو گا۔

پھر وہ اور نیچے اترنے لگے تا کہ کوئی آرام کے لئے موزوں جگہ مل جائے پھر انہیں ایک بہت بڑا پتھر نظر آ ہی گیا جس کی ایک طرف وہ آرام سے لیٹ سکتے تھے اور نیچے پھسل کر گرنے کا

بھی ڈر نہ تھا۔ ارجن نے کہا یہ جگہ ٹھیک ہے پھر وہ دونوں اس پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے وہ پتھر ا بڑا تھا کہ اس کے آگے دس بارہ آدمی آرام سے سو سکتے تھے انہوں نے کچھ دیر سانس لے کر اس پتھر کی اوٹ میں جگہ صاف کی۔ کھانا منگوا کر کھایا اور سونے کیلئے لیٹ گئے۔ اور شنکر سومناتی نے حفاظت کیلئے پانچ شیر کھڑے کر دیئے جو اس پتھر کے چاروں طرف گھومنے لگے۔ پھر وہ دونوں پُر سکون ہو کر آرام سے سو گئے۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری، بھگوان داس ہسپتال سے واپس آ چکا تھا اور پریشانی سے اپنے کمرے میں بیٹھا آتمال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آتمال اس کے لئے ایک چیلنج تھا۔ وہ ہر حال میں اسے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ زندگی میں کبھی کسی بھی مجرم نے اسے اتنا پریشان نہیں کیا تھا جتنا آتمال نے کیا تھا۔ اس نے کبھی کسی مجرم کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے تھے اس نے کبھی بھی کسی سے ہار نہیں مانی تھی مگر آتمال اسے چوٹ پر چوٹ دیئے جا رہا تھا۔ انسپکٹر قادری زخمی شیر کی طرح پہلو بدل رہا تھا رہ رہ کر اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ جاتی تھیں یوں لگتا تھا جیسے اس کے جسم میں غصے سے آگ بھڑک رہی ہے۔ اچانک وہ غصے میں کھڑا ہو گیا اور بیڈ کے سرہانے لگی بیل دبا دی ٹرن ٹرن کی آواز نے اس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

ایک سپاہی فوراً اندر آیا اور پوچھنے لگا سر کیا حکم ہے؟ اس نے کہا دروازہ بند کر کے باہر کرسی بچھا کر بیٹھ جاؤ اور جب تک میں دروازہ نہ کھولوں۔ دروازے پر کسی کو بھی دستک نہ دینے دینا اور نہ خود ہی دستک دینا۔ وہ سپاہی اس انوکھے حکم سے بالکل بھی پریشان نہیں ہوا کیونکہ اس کی دانست میں انسپکٹر قادری پاگل مسلا (مسلمان) تھا اور وہ اکثر اس قسم کے حکم دیتا رہتا تھا۔ وہ یہ حکم سن کر خاموشی سے باہر چلا گیا اور ایک کرسی لا کر دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر دروازے کی چٹخنی چڑھائی۔ میز پر رکھی ہوئی تمام اشیاء بیڈ پر پھینک کر میز کمرے کے وسط میں کھینچ لی پھر اس نے میز کے وسط میں ایک خالی گلاس (شیشے کا) الٹا کر کے رکھا اور بیڈ کے سرہانے سے ایک اگربتیوں کا پیکٹ اٹھا کر تمام اگربتیاں جلائیں اور کمرے کے چاروں کونوں میں لگا دیں پھر کرسی گھسیٹ کر میز کے پاس رکھی اور لائٹ بند کر کے وہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ لائٹ بند کرتے ہی کمرے میں اندھیرا چھا گیا کیونکہ کمرے کی کھڑکیاں اور روشن دان انسپکٹر قادری نے

موٹے گتے لگوا کر مستقل بند کرا رکھے تھے اس لیے کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا پھر اس نے دونوں ہاتھ میز پر ٹکا دیئے اور کچھ پڑھنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح ساکت بیٹھا پڑھتا رہا اس کا جسم پسینے پسینے ہو چکا تھا مگر وہ مسلسل پڑھے جا رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پھر کچھ ہی دیر بعد یوں محسوس ہوا جیسے خالی گلاس میں ارتعاش پیدا ہوا ہے۔ اس آواز کے پیدا ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے آنکھیں کھول دیں کمرے میں ہلکا ہلکا سفید اجالا سا پھیل چکا تھا اور یہ اجالا اس نورانی ہیولے کا تھا جو انسپکٹر قادری کے سامنے میز پر کھڑا تھا۔ سفید روشنی کا ہیولہ اور واضح ہو چکا تھا اس کا سفید نورانی لباس تھا اور ہاتھ میں سبز تسبیح نظر آ رہی تھی لمبی سفید داڑھی اور پُرنور چہرہ، سر پر سفید دستار تھی۔ اس کو دیکھتے ہی انسپکٹر قادری نے عقیدت و احترام کے ساتھ کہا اسلام وعلیکم ابا جان۔

یہ سفید نورانی ہیولہ انسپکٹر قادری کے والد بزرگوار حاجی رشید الدین قادری کا تھا اس ہیولے نے جواب دیا۔ علیکم السلام بیٹا کیا بات ہے؟ آج پھر پریشان ہو۔ انسپکٹر قادری نے کہا جی ابا جی بات ہی کچھ ایسی ہے ایک بدروح نے دہلی شہر میں ڈیرے ڈال لئے ہیں اور میرے علاقے میں قتل و غارت شروع کر رکھی ہے ایک بار میں نے اسے چاندی کے پنجرے میں قید بھی کر لیا تھا مگر وہ میرے تھانے کے منشی کی غفلت سے آزاد ہو گیا اور اب چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح ہوشیار ہو چکا ہے۔ آپ سے اسی بارے میں مدد لینی تھی آپ مجھے بتائیں کہ وہ کون ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ اور میں اسے کس طرح گرفتار کروں میرے لیے اس کی گرفتاری زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے یہ میری عزت اور انا کا مسئلہ ہے۔ میں کبھی کسی انسان سے نہیں ہارا مگر آج ایک بد روح کے ہاتھوں شکست ہوتی نظر آ رہی ہے اگر ایسا ہو گیا تو یہ میری ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کی شکست ہوگی انسان تو اشرف المخلوقات ہے پھر میں اس بدروح کے ہاتھوں کیوں بے بس ہوتا جا رہا ہوں۔

اس نورانی ہیولے نے کہا بیٹا وہ ایک بہت پرانی بدروح کا بیٹا ہے۔ وہ بدروح صدیوں بعد ایک انسان کے ہاتھوں آزاد ہو گئی مگر اس کے آزاد ہوتے ہی وہ انسان خوف سے مر گیا اور اس بدروح نے ایک انسان ارجن کے جسم پر قبضہ کر لیا۔ یہ بچہ جس کا نام تم نے آتمال رکھا ہے اسی بدروح راگا بن ملیان کا بیٹا ہے۔ راگا بن ملیان، ارجن کے جسم پر قبضہ کرنے کے بعد اب اپنے جسم کی تلاش میں ہے اور وہ اسی لئے ایک جادوگر شنکر سومناتی کے ساتھ ہمالیہ کے پہاڑوں تک جا

پہنچا ہے۔ وہ اپنی لاش تلاش کر کے اس دنیا پر حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے وہ ہمالیہ کے پہاڑ پر ایک مسلمان جن راجیل بن تماشی سے ملنے گئے ہیں تا کہ راگا بن ملیان کی لاش تلاش کرنے میں اس سے مدد لے سکیں۔ اسی بدروح نے ارجن کے جسم پر قبضہ کرنے کے بعد ایک بدمعاش گلوداداکی بیٹی روپا کے ساتھ زیادتی کی تھی اور یہ آتمال روپا اور راگا بن ملیان کی اولاد ہے۔ ابھی تو یہ بچہ ہے مگر بڑا ہو کر انسانوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو سکتا ہے اس کو پکڑنے کا میں تمہیں طریقہ بتاتا ہوں۔ اس کو پکڑنے کیلئے تم نے چاندی کا پنجرہ صحیح بنوایا ہے۔ اب بھی وہ گلوداداکے گھر میں موجود ہے تم یہ چاندی کا پنجرہ کھول کر روپا کے کمرے میں رکھ دو اور خود باہر کھڑے ہو کر سورۃ الناس پڑھنا شروع کر دو وہ خود بخود پنجرے میں آ جائے گا۔ ایک بات یاد رکھنا بدی کی قوتیں چاہے جتنا بھی زور لگا لیں آخر انہیں نیکی کی قوتوں سے شکست ہو ہی جاتی ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ کہتے ہی وہ نورانی ہیولہ غائب ہو گیا۔

انسپکٹر قادری نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ لائٹ جلائی۔ پنکھا چلایا اور اپنے بستر کی چیزیں میز پر رکھ کر باہر بیٹھے سپاہی سے کہا یہ میز کونے میں لگا دو اور خود بیڈ پر دراز ہو گیا اس کا جسم پسینے میں نہا چکا تھا اور وہ شدید تھکن محسوس کر رہا تھا اب اس کے چہرے پر مسرت و اطمینان کی جھلک دکھائی دے رہی تھی اور وہ پُرسکون تھا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی بے فکر ہو کر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک شور سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر دور دور تک کوئی نہ تھا۔ وہ اندھیرے میں دیکھنے کی قوت رکھتے تھے مگر انہیں کوئی بھی دکھائی نہ دے رہا تھا وہ پانچوں شیر بھی اپنی جگہ سے غائب تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سے لوگ مل کر کسی کو پکڑنے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا یار ہمارے حفاظتی شیر پتہ نہیں کہاں چلے گئے اور پھر یہ شور سا کہاں سے آ رہا ہے؟ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ ارجن نے جواب دیا میرے خیال میں تو یہ شور اس بڑے پتھر میں سے آ رہا ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پتھر میں سے شور کیسے آ سکتا ہے پھر وہ اٹھ کر اس پتھر کے چاروں طرف گھومنے لگے کہ شاید اس میں کہیں کوئی دروازہ ہو۔ گھومتے گھومتے آخر انہیں پتھر میں ایک بہت بڑا شگاف نظر آ ہی گیا ان دونوں نے اس شگاف میں اندر جھانک کر دیکھا تو

پتہ چلا کہ اندر تو ہر طرف روشنی ہو رہی ہے کھانے پکائے جا رہے ہیں۔ جنات ہر طرف گھوم رہے ہیں خوشی منا رہے ہیں۔

وہ یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے مگر وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ جنوں کی بستی ہے شنکر سومناتی کے شیر ایک طرف بندھے پڑے تھے۔ شنکر سومناتی نے کہا یہ تو جنوں کی بستی ہے اور شاید کسی کی شادی ہے پھر اس نے انگلی کے اشارہ کیا اور وہ شیر غائب ہو گئے۔ شیروں کے غائب ہوتے ہی وہاں ہر طرف بھگدڑ سی مچ گئی اور کئی جن اس شگاف کی طرف لپکے جہاں سے ارجن اور شنکر سومناتی جھانک رہے تھے شاید انہوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ شنکر نے پیچھے ہٹ کر انگلی کا اشارہ کیا اور وہ شگاف فوراً بند ہو گیا اب وہ جن باہر نہ آ سکتے تھے۔ ارجن نے شنکر سومناتی کی یہ کاریگری دیکھ کر کہا واہ شنکر تیرا بھی جواب نہیں۔ اور شنکر سومناتی مسکرانے لگا مگر اس کی مسکراہٹ ادھوری رہ گئی کیونکہ اس پتھر کے اوپر سے آگ کے شعلے سے نظر آنے لگے۔ ارجن نے کہا یہ تو باہر نکل آئے ہیں۔ شاید اس پتھر میں اور بھی کوئی راستہ ہے پھر وہ آہستہ آہستہ ارجن اور شنکر سومناتی کی طرف بڑھنے لگے ان کے نیچے اترنے سے پہلے ہی شنکر سومناتی نے کہا یہ آتشی نسل کے جنات ہیں یہ ایسے نہیں مانیں گے پھر اس نے جل منتر پڑھ کر ان کی طرف پھونکا شنکر سومناتی کے پھونک مارتے ہی اس کے منہ سے کالا دھواں سا نکلا اور ان شعلوں کے اوپر بادل کی طرح چھا گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان شعلوں پر اس بادل سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی بارش شروع ہوتے ہی شعلے بجھ گئے اور ارجن نے بے اختیار خوشی سے کہا بھاگ گئے سالے اب نہیں آئیں گے مگر ابھی اس نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ اوپر سے بارش کے پانی کا ریلہ آیا اور وہ دونوں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور پہاڑ سے لڑھک گئے پانی کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے پتھر بھی ان کو لڑھکائے چلے جا رہے تھے۔ یہ بارش بھی ان ہی کے منتر کی بدولت شروع ہوئی تھی اس سے وہ جنوں سے تو بچ گئے مگر خود ہی اس بارش کے پانی کی لپیٹ میں آ گئے اب وہ نیچے گرتے جا رہے تھے اور بے ہوش ہو چکے تھے۔ جب ان کو ہوش آیا تو وہ ایک پہاڑی چشمے کے کنارے پڑے تھے پہلے ارجن نے آنکھیں کھولیں اور اِدھر اُدھر دیکھا اور اس پہاڑی چشمے کو دیکھتے ہی خوشی سے اس کی چیخ نکل گئی اور اس کی چیخ سن کر شنکر سومناتی بھی اٹھ بیٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پہاڑ سے گرنے کے باوجود انہیں معمولی چوٹیں آئی تھیں ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ زندہ بچ گئے تھے ورنہ اس طرح پہاڑ

سے گر گر کر تو انسان کی ہڈیوں کا بھی سرمہ بن جاتا ہے مگر شاید ابھی ان کی زندگی باقی تھی جو بچ گئے۔
ارجن تو ویسے بھی بدروح تھا اگر اس کا جسم ختم ہو بھی جاتا تو وہ کسی دوسرے جسم پر قبضہ کر لیتا مگر شنکر سومناتی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا مگر وہ دونوں صحیح سلامت تھے اور اس چشمے کو دیکھ کر اپنی ساری تکلیفیں بھول گئے تھے کیونکہ یہ وہی چشمہ تھا جس کی تلاش میں انہوں نے اتنا لمبا اور خطرناک سفر کیا تھا۔ اس چشمے کے کنارے لگا ہوا شاہ بلوط کا درخت اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ وہ چشمہ ہے جس کے لئے انھوں نے موت سے بھی ٹکر لے لی۔

ارجن نے خوش ہوتے ہوئے کہا یہ تو ہماری منزل لگتی ہے۔ اب یہ چشمہ مل گیا ہے تو یقیناً راجیل بن تماشی کی غار بھی یہیں ہوگی مجھے لگتا ہے اب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر ساری دنیا ہمارے حکم کی غلام ہوگی۔ شنکر سومناتی نے کہا پہلے وہ غار تو تلاش کر لو خیالی پلاؤ بعد میں پکا لینا۔ پھر ان دونوں نے پہاڑ پر چاروں طرف نظر ڈالنی شروع کر دی یہ نیچی جگہ میں میدان سا تھا جہاں وہ چشمہ اور شاہ بلوط کا درخت کھڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے اچانک ان کی نظر ایک غار کے دھانے پر پڑی وہ غار چشمے کے بالکل سامنے تھا۔ ارجن نے کہا یہی ہے وہ غار جہاں راجیل بن تماشی رہتا ہے چلو اس سے چل کر ملتے ہیں مگر شنکر سومناتی نے کہا ابھی تو رات کا وقت ہے شاید وہ آرام کر رہا ہو اور جگانے پر ناراض ہو جائے ہم صبح ہی اس سے ملیں گے اور اپنا مدعا بیان کریں گے۔ ارجن نے جواب میں کہا ہاں یار تمہاری بات بھی ٹھیک ہے ایسا نہ ہو کر وہ ناراض ہو جائے اور ہمیں کچھ نہ بتائے ابھی وہ سو رہا ہوگا اتنے میں ہم انتظار کرتے ہیں مگر شنکر سومناتی نے کہا چلو ہاتھ منہ ہی دھو لیں ویسے بھی سردی کی وجہ سے جسم میں سستی پیدا ہونے لگی ہے کہیں ہم پھر نہ سو جائیں ارجن نے کہا یار اس چشمے کا پانی تو بہت ٹھنڈا ہے ہمیں اور بھی سردی چڑھ جائے گی۔ مگر شنکر سومناتی اس کی بات ان سنی کر کے چشمے پر چلا گیا پھر اس نے چشمے کے پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا چشمے کا پانی تو نیم گرم تھا اس نے ارجن کو آواز دی اور کہا پانی تو گرم ہے اس نے کہا مذاق مت کرو ایسا کیسے ہو سکتا ہے مگر شنکر کو ہاتھ منہ دھوتے دیکھ کر وہ بھی چشمے پر آ گیا اور پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھنے لگا پانی واقعی گرم تھا۔ وہ بھی ہاتھ منہ دھونے لگا اور کہنے لگا یار کتنی حیرت کی بات ہے کہ اتنی سردی کے باوجود اس چشمے میں گرم پانی ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا یہ تو بھگوان کے کرشمے ہیں وہ جو چاہے سو کر دے پھر وہ دونوں ہاتھ منہ

دھو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

ابھی انہیں وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس غار سے ایک سفید لباس میں ملبوس بزرگ نکلا اور اس چشمے کی طرف آیا اور ان دونوں کو وہاں دیکھ کر پوچھا کون ہو تم؟ ان دونوں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا ہمارا نام شنکر اور ارجن ہے اور ہم دہلی شہر سے راجیل بن تماشی جن سے ملنے آئے ہیں۔ اس بزرگ کا قد پندرہ سولہ گز سے کم نہیں ہوگا اس نے ان پر ایک نظر ڈالی اور کہا میں ہی راجیل بن تماشی ہوں کہو کیا کہنا ہے؟ ارجن نے کہا ہمیں آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا آپ استاد سامری کے دور کے متعلق کچھ جانتے ہیں اگر جانتے ہیں تو یہ بتا دیجئے کہ استاد سامری نے راگا بن ملیان کی لاش کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور اس وقت راگا بن ملیان کی لاش کس جگہ موجود ہے؟ راجیل بن تماشی نے پوچھا تم راگا بن ملیان کی لاش کا کیا کرو گے۔ شنکر سومناتی نے کہا در اصل ہمیں قدیم تہذیب اور رسم و رواج میں دلچسپی ہے اور ہم کسی بھی لاش کو زندہ کر سکتے ہیں ہم اسے زندہ کر کے دور قدیم کی تہذیب اور رسم و رواج کے متعلق معلومات کریں گے۔

راجیل بن تماشی نے پوچھا اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو پھر تم نے اپنے دوست رامو کو زندہ کیوں نہیں کر لیا؟ اس کی یہ بات سن کر وہ دونوں گھبرا گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے پھر ارجن نے جواب دیا اصل میں ہم کسی کو بھی کچھ دیر کے لئے زندہ کر سکتے ہیں ہمیشہ کے لئے نہیں او راسی لیے ہم نے رامو کو زندہ نہیں کیا۔

راجیل بن تماشی نے کہا اگر تم سچ بولتے تو شاید میں تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب دے دیتا مگر تم جھوٹے ہو اور جو خواب تم دیکھ رہے ہو وہ کبھی پورا نہیں ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ تم واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔ مگر ارجن نے کہا بابا جی آپ کی مہربانی ہوگی ہم بڑی دور سے سفر کر کے آئے ہیں۔ راجیل نے کہا تم ایسے نہیں مانو گے ابھی تو نماز کا وقت ہے میں پہلے نماز ادا کر لوں پھر تم سے نمٹتا ہوں۔ پھر راجیل بن تماشی آگے بڑھ کر چشمہ کے پانی سے وضو کرنے لگا۔

شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا یار لگتا ہے یہ راجیل بن تماشی جن تو ہمارے جھوٹ بولنے سے ناراض ہو گیا ہے اس لیے ہمیں کچھ نہیں بتا رہا یہ نماز پڑھ لے پھر اس کو رام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ارجن نے جواب دیا اگر یہ نہیں بتائے گا تو ہم اس سے زبردستی پوچھ لیں گے یہ کافی بوڑھا جن ہے اور ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم اسے آسانی سے قابو کر سکتے ہیں اور یہ بوڑھا

جن اکیلا ہے اور ہم دو ہیں یہاں یہ اکیلا ہی رہتا ہے اس کی کوئی مدد کو بھی نہیں آئے گا۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار ایسی بات نہ کر یہ مسلمان ہے اور ہمارے جیسے سو ل کر بھی ایک سچے مسلمان پر قابو نہیں پا سکتے۔ ارجن نے کہا یہ مسلمان ہے تو پھر کیا ہوا اس کے کوئی دس ہاتھ پاؤں ہیں جو ہم سے جیت جائے گا مگر شنکر سومناتی نے کہا ان مسلمانوں کے پاس پاک کلام ہے جس سے یہ بڑے سرکشوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ ارجن نے کہا تم تو ویسے ہی خوفزدہ ہو میں تو تمہیں بڑا بہادر سمجھتا تھا اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو نہ کرو میں اکیلا ہی اس سے نمٹ لوں گا۔ مگر شنکر سومناتی نے کہا نہیں ارجن میں تمہیں اس سے ٹکرانے کی اجازت نہیں دوں گا ورنہ ہم دونوں مارے جائیں گے مگر ارجن نہ مانا۔

راجیل بن تماشی نے چشمے کے پانی میں وضو کیا اور وہیں کھڑے ہو کر فجر کی اذان دینی شروع کر دی۔ تاکہ اذان دے کر فجر کی نماز ادا کر سکے۔ اذان شروع ہوتے ہی ارجن زمین پر گر پڑا اور ماہی بے آب کی طرف تڑپنے لگا یہ دیکھ کر شنکر سومناتی نے اٹھنا چاہا تاکہ ارجن کو اٹھائے مگر اسے یوں لگا جیسے اس کے پاؤں پتھریلی زمین سے چپک گئے ہوں اس نے کوئی منتر پڑھنا چاہا مگر اس کی زبان تالو سے چمٹ کر رہ گئی۔ ارجن اس کے سامنے پڑا موت اور زندگی کی کشمکش میں تڑپ رہا تھا۔ شنکر سومناتی کو موت قریب آتی نظر آنے لگی۔

☆......☆......☆

شام ہو چکی تھی انسپکٹر قادری ایک نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ اٹھا اور آتمال کی گرفتاری کی تیاری کرنے لگا۔ پھر رات شروع ہوتے ہی اس نے چاندی کا پنجرہ گاڑی میں رکھا اور دو تین سپاہیوں کو ساتھ لے کر گلو دادا کے گھر کی طرف چل پڑا۔ انسپکٹر قادری ابھی گلو دادا کے گھر سے کافی دور تھا۔ ایسے میں دہلی شہر سے باہر شمشان گھاٹ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اور جلے ہوئے جسموں کی ہڈیاں اور سڑاند چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جلے ہوئی جسموں کی راکھ اِدھر اُدھر اڑ رہی تھی یکا یک ہوا تیز ہو گئی اور راکھ کا ایک زبردست بگولہ اٹھا اور پھر گھومتے گھومتے اس راکھ سے ایک بہت بڑی چمگادڑ نمودار ہوئی اور اس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور دہلی شہر میں داخل ہو گئی۔ دہلی شہر میں داخل ہوتے ہی اس کا رخ گلو دادا کے گھر کی طرف ہو گیا۔ رات کے اندھیرے اور سناٹے میں وہ قوی الجثہ چمگادڑ بڑی تیزی کے ساتھ محو پرواز تھی۔ پھر وہ گلو دادا کے گھر کے اوپر پہنچ

گئی اس نے گلو دادا کے گھر پر ایک چکر لگایا اور سیدھی روپا کے کمرے کے روشن دان کی طرف بڑھ گئی اور روشندان سے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے ایک ہولناک چیخ ماری جیسے آتمال کو بلا رہی ہو مگر آتمال تو اپنے شکار پر جا چکا تھا۔

وہ روشندان کے ذریعے نکل کر گندے نالے والی گلی میں آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ گلی کے اختتام پر وہ بازار میں آ گیا اور پھر ایک دکان کے اوپر موجود چوبارے کی دیوار پر ہاتھ رکھ کر چھپکلی کی طرح اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اس چوبارے میں ایک پرچون فروش لکشمن اپنی پتنی اور بیٹے کے ساتھ رہتا تھا وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہے تھے مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ ایک خونی بدروح آہستہ آہستہ اس کی پتنی کی چارپائی پر چڑھ چکی ہے۔ اب اس کی شکل بھیانک ہونے لگی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے جسم پر کالے کالے بال نکل آئے اور اس کے تیز نوکیلے دانت اس کے منہ سے باہر جھانکنے لگے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک ہاتھ لکشمن کی پتنی کے منہ پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔ لکشمن کی پتنی تلملائی مگر اس کی مضبوط گرفت سے نہ نکل سکی۔ پھر جیسے ہی آتمال اس کی شہ رگ میں دانت گاڑنے لگا۔ وہ فوراً چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور اس کی چارپائی سے نیچے اتر گیا کیونکہ لکشمن کی پتنی کے گلے میں چاندی کا منگل سوتر پڑا ہوا تھا آتمال سے چھٹکارا پاتے ہی وہ بے اختیار چیخنے لگی اور لکشمن بھی اٹھ کر چلانے لگا ان کی چیخ پکار سے گھبرا کر آتمال فوراً ہی کھلی ہوئی کھڑکی کے راستے نیچے اتر آیا۔ ان کی چیخنے چلانے کی آوازیں سن کر دوسرے گھروں کے لوگ دیوانہ وار دوڑتے ہوئے آئے۔ اتنے میں انسپکٹر قادری کی جیپ بھی وہاں پہنچ چکی تھی۔ لوگ چوبارے پر چڑھ گئے تھے۔ کیونکہ لکشمن نے ان کے کھٹکھٹانے پر دروازہ کھول دیا تھا اور وہ لکشمن سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا تھا؟ اور وہ انہیں بتا رہا تھا کہ ایک خوفناک کالے بالوں والا ریچھ جیسا بچہ ہمارے کمرے میں موجود تھا مگر ہمارے چلانے پر کھڑکی کے راستے باہر چلا گیا۔

انسپکٹر قادری نے فوراً جیپ روکی اور ہاتھ میں ریوالور تھامے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ اس نے لکشمن اور اس کی پتنی سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ کوئی خونخوار بلا میرا منہ دبا رہی تھی پھر اس نے چہرے پر اس کے ناخنوں کے نشان بھی دکھائے جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ انسپکٹر قادری نے اس کے زخموں کا معائنہ کیا تو اسے اس کے گلے میں چاندی کا منگل سوتر نظر آیا وہ فوراً مسکرا اٹھا اور کہا یہ منگل سوتر ہی تمہاری زندگی کا باعث بن گیا ہے اگر یہ چاندی کا نہ ہوتا تو وہ

بدروح کا بیٹا تمہیں کبھی نہ چھوڑتا۔ وہ چاندی کی چیزوں سے ڈرتا ہے اسی لیے تمہیں چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر اس نے اپنے ساتھ آئے ہوئے سپاہیوں سے کہا تم یہیں رکو اور ان کے بیان لکھ لو اگر چہ واردات نہیں ہوئی مگر پھر بھی ان کے بیان لینے ضروری ہیں۔ میں اسے دیکھتا ہوں وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا بلکہ سیدھا گلو دادا کے گھر گیا ہوگا میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ سیڑھیاں اترا اور جیپ میں بیٹھ کر جیپ آگے بڑھا دی۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اسے وہ بچہ فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا نظر آیا۔ گندے نالے والی گلی پر کافی لوگ جمع ہو چکے تھے اس لئے شاید وہ بھی گلو دادا کے گھر کے صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ انسپکٹر قادری کو جیپ میں آتا دیکھ کر وہ ایک دکان کے پھٹے کے نیچے چھپ گیا مگر انسپکٹر قادری اسے دیکھ چکا تھا اس نے وہیں جیپ روک دی اور نیچے اتر کر اس کی طرف بڑھنا چاہا مگر وہ تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل کر سڑک پر دوڑ پڑا۔

انسپکٹر قادری نے بھی فوراً جیپ اس کے پیچھے لگا دی کیونکہ جیپ اس نے اسٹارٹ ہی رکھی تھی وہ بچہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا وہ جیپ کے آگے آگے بھاگ رہا تھا اور اس کی رفتار جیپ سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔ وہ تو اچھا تھا کہ رات کا وقت تھا اور ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی ورنہ وہ بچہ کب کا فرار ہو چکا ہوتا۔ یہ بھی انسپکٹر قادری کی خوش قسمتی تھی کہ وہ بچہ سڑک پر جیپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا اگر وہ کسی چھوٹی گلی میں داخل ہو جاتا جس میں جیپ داخل نہ ہو سکتی تو وہ کب کا اس کی نظروں سے غائب ہو چکا ہوتا۔ شاید آتمال، انسپکٹر قادری سے کافی خوفزدہ تھا کیونکہ وہ پہلے بھی اسے پنجرے میں بند کر چکا تھا۔ اسی لیے وہ جیپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا۔ اور وہی بڑی سی سیاہ چمگادڑ اس کی جیپ کے اوپر منڈلا رہی تھی جیسے انسپکٹر کو آتمال سے دور رکھنا چاہتی ہو وہ بھی تیزی کے ساتھ جیپ کے اوپر پرواز کر رہی تھی۔

دوڑتے دوڑتے آتمال کبھی کبھی پیچھے مڑ کر دیکھتا اور پھر تیزی کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیتا۔ انسپکٹر قادری بھی طوفانی رفتار سے جیپ اڑائے لیے جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آج آتمال کی گرفتاری کی قسم کھا کے آیا ہے۔ پھر آتمال کی رفتار میں کچھ کمی آ گئی اب جیپ آتمال کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی آتمال شاید تھک کر گرنے ہی والا تھا ویسے بھی اب وہ شہر سے کافی دور

آ چکے تھے اور آتمال جمنا کے پل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ فاصلہ کچھ اور کم ہو گیا۔ انسپکٹر قادری نے سوچا جیپ اس کے اوپر چڑھا دوں تا کہ یہ زخمی ہو جائے اس کے زخمی ہوتے ہی میں اسے پنجرے میں ڈال لوں گا اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ بدروح کا بیٹا ہے اور اس کے جسم پر لگنے والے زخم عارضی ثابت ہوں گے اور وہ چند لمحے بعد ٹھیک ہو جائیں گے لیکن وہ اسے سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب یہ خوفزدہ بھی ہے اور تھک بھی چکا ہے اور انسپکٹر قادری اس کی اسی گھبراہٹ اور تھکاوٹ سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ آتمال اور انسپکٹر قادری کی جیپ کے درمیانی فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا تھا اور قریب تھا کہ جیپ آتمال کو روند ڈالتی اس سیاہ چمگادڑ نے ایک بھیانک چیخ ماری اور انسپکٹر قادری پر جھپٹ پڑی۔

انسپکٹر قادری اس اچانک حملے کیلئے تیار نہ تھا۔ اس لئے جیپ کا توازن بگڑ گیا اور وہ اِدھر اُدھر لہرانے لگی مگر انسپکٹر قادری نے جیپ کی رفتار کم کر کے اس پر قابو پا لیا۔ اب پھر آتمال اور جیپ کے درمیانی فاصلہ بڑھ چکا تھا مگر وہ خوفناک چمگادڑ ایک بار پھر انسپکٹر قادری کے چہرے پر پنجہ مار چکی تھی اور اس کے چہرے پر خراشیں آ گئی تھیں مگر اس بار انسپکٹر قادری ہوشیار تھا اس نے ایک ہاتھ سٹیئرنگ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکال لیا جیپ اب بھی آتمال کے پیچھے پیچھے تھی۔ اب وہ شہر کی حدود سے کافی آگے نکل آئے تھے اور اندھیرا ہونے کے باعث انسپکٹر قادری کو کافی دقت پیش آ رہی تھی مگر پھر بھی وہ اس انداز سے جیپ چلا رہا تھا کہ اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی آتمال کے اوپر تھی اور اسی روشنی سے خوفزدہ ہو کر وہ سرپٹ بھاگ رہا تھا مگر اس کی رفتار اب بھی اتنی تھی کہ جیپ اس کے قریب نہیں پہنچ رہی تھی۔ اب وہ جمنا کا پل کراس کر رہے تھے۔

ایسے میں جمنا کے پل کے دوسرے کنارے پر ایک خوفناک شکل کا آدمی نمودار ہوا اس کے ہاتھوں میں دو پتھر تھے۔ انسپکٹر قادری نے بھی اس کو دیکھ لیا تھا اوپر سے وہ بھیانک چمگادڑ جھپٹنے کی تیاری میں تھی اور سامنے وہ خوفناک انسان تھا۔ ایسے میں کوئی معمولی انسپکٹر ہوتا تو شاید دہشت سے مر جاتا مگر ان کے مقابلے میں انسپکٹر قادری تھا جو فولادی اعصاب کا مالک تھا ادھر سے اس خوفناک آدمی نے دونوں پتھر جیپ کی ہیڈ لائٹس پر دے مارے ایک چھناکے کی آواز آئی اور دونوں ہیڈ لائٹس ٹوٹ گئیں اور ایک دم اندھیرا چھا گیا مگر انسپکٹر قادری اس خوفناک انسان پر گولی چلا چکا تھا ادھر ہیڈ لائٹس ٹوٹیں ادھر گولی اس کے ماتھے کو چیرتی ہوئی کھوپڑی میں گھس گئی اس نے

ایک کریہہ چیخ ماری اور الٹ کر دریائے جمنا میں جا گرا۔ انسپکٹر قادری نے فوراً ہی جیپ کو سنبھالا اور دوسرا فائر نیچے اترتی بھیانک چمگادڑ پر کر دیا اندھیرے کے باوجود انسپکٹر قادری نے اس چمگادڑ کی سرخ آنکھیں دیکھ کر (جو بلب کی طرح روشن تھیں) نشانہ لگایا تھا۔ چمگادڑ بھی چیخ مار کر ایک طرف کو اڑتی چلی گئی۔

جیپ اب پھر تیز رفتاری کے ساتھ آتمال کے پیچھے پیچھے تھی۔ مگر فاصلہ کافی بڑھ چکا تھا کھلی جگہ ہونے کی وجہ سے ہلکا ہلکا اجالا سا تھا اور اسی اجالے کے سہارے انسپکٹر قادری جیپ چلا رہا تھا ایک بار پھر تھک کر آتمال کی رفتار سست ہونے لگی تھی اور جیپ اور آتمال کا درمیانی فاصلہ لحہ بہ لحہ کم ہو رہا تھا او پھر دیکھتے ہی دیکھتے آتمال سڑک سے اتر کر ایک درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھ کر اور ایک درخت کے نیچے گر کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ انسپکٹر قادری نے فوراً جیپ روکی مگر تیز رفتاری کی وجہ سے جیپ کچھ آگے جا کر رکی وہ فوراً جیپ سے اترا اس نے سورۃ الناس پڑھ کر اپنے سینے پر دم کیا۔ ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں چاندی کا پنجرہ اٹھایا اور دوڑتا ہوا آتمال کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اسے دیکھتے ہی آتمال اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اب اس کا قد بڑھتے بڑھتے انسپکٹر قادری کے قد کے برابر ہو چکا تھا اس کی شکل بھیانک ترین ہو چکی تھی اور اس کے جسم پر کالے کالے لمبے بال نکل آئے تھے۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر انسپکٹر قادری سے کہا۔

”بلوان ہو تو ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بات کرو۔“ اس کی آواز ایسے خرخراتی ہوئی تھی جیسے کسی کے حلق میں لکڑی ٹھونس دی گئی ہو انسپکٹر قادری نے اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالی چاندی کا پنجرہ ایک طرف رکھا اور ریوالور واپس ہولسٹر میں ڈال اور پھر قدم بہ قدم آتمال کی طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ بالکل آتمال کے سامنے تھا۔ آتمال میں اور اس میں چند قدم کا فاصلہ تھا۔ اس نے آتمال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”بہت ناز ہے تجھے اپنی طاقت پر۔ آج تک تم نے کمزور انسانوں کا خون بہایا ہے کسی مرد سے ٹکر نہیں لی۔ آ میں بھی تو دیکھوں تجھ میں کتنا دم ہے۔“ پھر ان دونوں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیئے ایسے میں وہ چمگادڑ بھی واپس آ چکی تھی اور ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی اور وہ خوفناک شکل کا انسان بھی جمنا سے نکل چکا تھا مگر انسپکٹر قادری کے فولادی

اعصاب ایسے واقعات کے عادی تھے اس کا تو بچپن بھی ان خطروں سے کھیلتے ہوئے گزرا تھا اب تو پھر بھی وہ دو بچوں کا باپ تھا۔

آتمال کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالتے ہی انسپکٹر قادری کو یوں لگا جیسے اس نے لوہے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیئے ہوں مگر وہ ہمت ہارنے والا شخص نہیں تھا آتمال نے چاہا کہ اپنے ہاتھ لمبے کر کے اس کے ہاتھ دھڑ سے الگ کر ڈالے مگر وہ ہاتھ لمبے نہ کر سکا کیونکہ انسپکٹر قادری نے اپنے سینے پر سورۃ الناس کا دم کر رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر قادری نے اس کے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ آتمال کے حلق سے ایک کریہہ غراہٹ نکلی اور دوسرے ہی لمحے اس نے پھر کھڑے ہو کر انسپکٹر قادری کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیئے۔ انسپکٹر قادری نے سورۃ الناس پڑھنی شروع کر دی اور آتمال کا جسم بری طرح کانپنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے انسپکٹر قادری نے اس کے ہاتھوں کو اپنی طرف کھینچا مگر آتمال پیچھے ہٹنے لگا انسپکٹر قادری نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کے منہ پر ٹکر دے ماری۔ ٹکر لگتے ہی آتمال کے دانت ٹوٹ کر حلق سے نیچے اترے اور اس کے منہ سے بدبودار خون اور پیپ کا فوارہ سا چھوٹ پڑا۔ وہ بدبودار پیپ ملا خون سیدھا انسپکٹر قادری کے چہرے پر آیا اور پھر اس کی بدبو سے انسپکٹر قادری کو چکر سا آ گیا اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا ایسے میں وہ خوفناک شخص بھی اس کے قریب پہنچ چکا تھا جسے انسپکٹر قادری نے گولی ماری تھی اس کے ماتھے سے اب بھی خون نکل نکل کر اسے اور بھی خوفناک بنا رہا تھا۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

وہ آہستہ آہستہ انسپکٹر قادری کی طرف بڑھا اور اس کے سینے پر لمبے لمبے ناخنوں والا پنجہ تا کہ اس کا سینہ چاک کر دے مگر اس کے سینے سے ہاتھ ٹکراتے ہی سینے سے سفید بجلی کی سی لہر نکلیں اور اس خوفناک شخص سے لپٹ گئیں کیونکہ انسپکٹر قادری نے اپنے سینے پر سورۃ الناس کا دم رکھا تھا۔ سفید بجلی کی سی لہریں لپٹتے ہی وہ بڑی اذیت ناک آواز میں چیخیں مارنے لگا اور زمین پر کر تڑپنے لگا اس کی یہ حالت دیکھ کر آتمال بھی ڈر کر پیچھے ہٹ گیا اور حیرت و خوف سے کبھی انسپکٹر قادری کی طرف دیکھتا اور کبھی اس خوفناک شخص کی طرف جو کٹے ہوئے مرغ بسمل کی طر تڑپ رہا تھا۔ وہ سفید لہریں اب بھی اس سے لپٹی ہوئی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ لہریں اس ناک کے راستے اس کے جسم میں اتر گئیں اور اس خوفناک شخص کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ سو ہوئی لکڑی کی طرح دھڑا دھڑا جلنے لگا اب اس کی چیخیں آکاش کو چھو رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر او اڑنے والے چمگادڑ نے بھی فاصلہ بڑھا لیا۔

اس کی چیخیں سن کر انسپکٹر قادری بھی ہوش میں آ گیا۔ اس نے اٹھتے ہی حالات کا جائزہ ل اور پھر جیب سے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کر کے رومال پھینک دیا اس پیپ ملے خون کی بد سے اب بھی اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا مگر اس کے حواس قائم ہو چکے تھے اس نے فوراً ہی چاندی کا پنجرہ کھولا اور بلند آواز میں سورۃ الناس پڑھنی شروع کر دی انسپکٹر قادری کو کھڑے ہوتے دیکھ کر آتمال خوف سے کانپنا شروع ہو گیا تھا۔ سورۃ الناس سنتے ہی وہ زمین پر گر پڑا اور اس پر جان کنی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

☆......☆......☆

راجیل بن تماشی اذان دے رہا تھا اور ارجن مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ ادھر راجیل بن تماشی نے اذان ختم کی ادھر ارجن تڑپ تڑپ کر ادھ موا ہو چکا تھا اور اب پھٹی پھٹی نگاہوں سے زمین پر پڑا راجیل بن تماشی جن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب ارجن میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتا۔ یہی حال شنکر سومناتی کا تھا وہ بھی سدھائے ہوئے بیل کی طرح چپ چاپ بیٹھا ان کو دیکھ رہا تھا اس میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اٹھ سکتا یا کوئی منتر پڑھ کر اپنا دفاع کرتا۔ راجیل بن تماشی نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور تم دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے بوڑھے ہاتھوں میں اب بھی اتنا دم ہے کہ تم جیسے حیوانوں کا مقابلہ کر سکیں۔ ایک گھوراتما اور ایک جادوگر تو کیا مجھے تم جیسے ہزار مل کر بھی شکست نہیں دے سکتے۔" پھر اس نے ارجن کی طرف دیکھا اور کہا راگا بن ملیان اگر دنیا دیکھنی ہے تو اس پر قبضے کے خواب دیکھنا بند کر دو اگر میں چاہوں تو تم دونوں کو ابھی اور اسی جگہ پر ختم کر سکتا ہوں مگر میں کسی کا ناجائز خون اپنی گردن پر نہیں لینا چاہتا اس لئے تم دونوں اپنے گھر چلے جاؤ۔ پھر اس نے تین بار کہا اپنے گھر چلے جاؤ اور ہاتھ فضاء میں جھٹک دیا دوسرے ہی لمحے وہ دونوں شنکر سومناتی کے گھر میں آ گرے ان کو کافی چوٹیں آئیں مگر جان بچ جانے پر وہ خوش بھی تھے ان کا گھر گرد و غبار میں اٹا پڑا تھا جا بجا مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔ مگر ان میں اٹھ کر صفائی کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار وہ تو بڑا خطرناک بوڑھا تھا میں تو اسے کمزور سا سمجھ رہا تھا۔

"اسی لئے تو میں تمہیں روک رہا تھا کہ یہ مسلمان جن ہے اس کے پاس ضرور نورانی شکتی ہو گی مگر تم باز نہیں آئے اور اس سے زبردستی معلومات لینا چاہتے تھے وہ تو بھگوان کی دیا سمجھو کہ اس نے تمہیں بدروح سمجھ کر ہمیں یہاں سے واپس پھینک دیا اگر اسے پتہ چل جاتا کہ تم بدروح نہیں بلکہ ایک انسان ہو اور تم نے بدروح بننے کا عمل کیا ہوا ہے تو شاید وہ ہمیں زندہ نہ چھوڑتا" اور ارجن اس بات پر مطمئن اور خوش تھا کہ شنکر سومناتی کو اب بھی پتہ نہیں چلا کہ میں بدروح ہوں اور میرا ہی نام راگا بن ملیان ہے اور میں اپنی ہی لاش کی تلاش میں ہوں۔ پھر ارجن نے شنکر سومناتی سے پوچھا اب ہم راگا بن ملیان کی لاش کیسے تلاش کریں گے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا پہلے ہم ٹھیک تو ہو جائیں سارے جسم پر پہاڑ سے پھسلنے کی وجہ سے خراشیں اور زخم ہی زخم ہیں۔ پھر کوئی

طریقہ نکالیں گے راگا بن ملیان کی لاش کو تلاش کرنے کے لئے۔ پھر شنکر سومناتی نے ایک پڑھا اور ایک کالی کلوٹی سی عورت حاضر ہو گئی شنکر سومناتی نے کہا ہم سو رہے ہیں جب تک جاگیں تم سارے گھر کی صفائی کر دو اور باہر تالا لگا ہوا ہے وہ کھول کر اندر سے دروازے کی کنڈ لگا دو۔

ٹھیک ہے آقا میں یہ سب کام ابھی کر دیتی ہوں اور پھر انہوں نے سونے کے لئے آنکھ بند کر لیں۔ جب وہ سو کر اٹھے تو شام ہو چکی تھی اور وہ کالی کلوٹی عورت صفائی کر کے جا چکی تھ ان دونوں نے اٹھ کر باری باری اشنان کیا اور کپڑے بدل لئے اب ان کی حالت بہتر ہوئی انہوں نے طلسمی انگوٹھی کے ذریعے کھانا منگوایا اور کھانا کھا کر ان میں کچھ دم آیا پھر شنکر سومناتی ارجن نے گھر میں پڑی ہوئی مرہم اپنے زخموں پر لگائی یہ مرہم شنکر سومناتی نے جادو کے ذر تیار کی ہوئی تھی اس کے لگانے سے زخم سات گھنٹے میں ٹھیک ہو جاتے تھے۔ اب وہ دونوں بس لیٹ گئے اور ارجن، شنکر سومناتی سے پوچھنے لگا یار اب ہمارے منصوبے کا کیا ہو گا؟ کیونکہ اتنی م وطویل سفر کے باوجود ہم آج بھی وہیں ہیں جہاں سے ہم چلے تھے۔

اب تو رات ہو چکی ہے اس لئے صبح ہی کچھ کریں گے میرا ایک دوست جادوگر ہے جو کا عملیات کا ماہر ہے ہم اس سے ملیں گے شاید وہ اس بارے میں ہماری کچھ مدد کر سکے ابھی ہ مزید آرام کی ضرورت ہے تاکہ تب تک ہمارے گھاؤ بھر جائیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر اتنی دیر سونے کے بعد نیند کہاں آئے گی؟''

''میرے پاس ایک منتر ہے اسے پڑھ کر فوراً نیند آ جاتی ہے۔'' پھر اس نے منتر پڑ ارجن اور اپنے آپ پر پھونکا اور وہ دونوں سپنوں میں کھو گئے۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری بلند آواز سے سورۃ الناس پڑھ رہا تھا اور آتمال زمین پر پڑا تڑپ رہا چاندی کا پنجرہ کھلا ہوا تھا۔ ایسے میں وہی بھیانک چمگادڑ بڑی بے چین دکھائی دے رہی تھی و بار انسپکٹر قادری پر جھپٹنے کیلئے آتی مگر پھر اس سے دور چلی جاتی شاید اسے بھی اللہ کے اس پاک ک سے تکلیف ہو رہی تھی وہ انسپکٹر قادری کو یہ کلام پڑھنے سے روکنا چاہتی تھی مگر اس کا بس نہیں رہا تھا۔ انسپکٹر قادری مسلسل سورۃ الناس کا ورد کر رہا تھا۔

وہ بھیانک چمگادڑ دراصل روپا کی بدروح تھی جو جلنے کے بعد سیاہ چمگادڑ کا روپ دھار چکی تھی۔ اس لئے وہ آتمال کو بچانا چاہتی تھی کیونکہ آتمال جیسا بھی تھا آخر اس کا بیٹا تھا اور پھر اب تو وہ خود بھی ایک بدروح تھی۔ وہ آتمال کی ماتا تھی اور کوئی بھی ماتا اپنے بچے کو مرتے ہوئے یا تڑپتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی وہ بے چینی کے ساتھ اِدھر اُدھر منڈلا رہی تھی۔ وہ خوفناک شکل کا آدمی بھی جل کر راکھ ہو چکا تھا۔

تڑپتے تڑپتے آتمال اب ساکت ہو چکا تھا اور اس کی بھیانک شکل بھی اب غائب ہوتی جا رہی تھی پھر آہستہ آہستہ وہ واپس ایک معصوم سے بچے میں تبدیل ہو گیا۔ چمگادڑ کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ پھر آتمال تھکے تھکے قدموں سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چاندی کے پنجرے کی طرف بڑھنے لگا۔ چاندی کے پنجرے کے قریب پہنچ کر اس نے بڑی رحم طلب نظروں سے آکاش پر اڑتی اس بھیانک چمگادڑ کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ماتا جی مجھ بچالو! اور پھر اس سے پہلے کہ وہ پنجرے میں داخل ہوتا اس بھیانک چمگادڑ نے ایک کریہہ چیخ ماری اور اڑتی ہوئی اس چاندی کے پنجرے میں داخل ہو گئی پھر پنجرہ بند ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی انسپکٹر قادری نے سورۃ الناس پڑھنی بند کر دی اور اس چاندی کے پنجرے کی طرف بڑھا تاکہ چمگادڑ کو نکال کر آتمال کو اس میں ڈال سکے مگر ایک ماں نے اپنے بیٹے کی زندگی بچالی تھی۔ اس نے خود قید ہو کر اپنے بیٹے کو آزادی کا تحفہ دے دیا تھا۔ سورۃ الناس کی آواز بند ہوتے ہی آتمال کو بھی جیسے ہوش آ گیا۔ اس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور بھاگ پڑا۔ انسپکٹر قادری بھی بے اختیار اس کے پیچھے لپکا مگر آتمال کی رفتار کہیں زیادہ تھی اور پھر جان بچ جانے پر تو وہ ایک نئے جوش کے ساتھ بھاگا تھا۔ وہ جانتا تھا انسپکٹر قادری کے ہاتھ آنا اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ اسی لئے وہ چند ہی سیکنڈوں میں چھلاوے کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ انسپکٹر قادری چند قدم اس کے پیچھے بھاگا مگر اس کی رفتار دیکھ کر لوٹ آیا پھر اس نے غصے سے پنجرے کو تالا لگایا۔ چابی جیب میں ڈالی اور پنجرہ جیپ میں اگلی سیٹ پر اپنے پاس رکھا اور جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور اس طرف جدھر آتمال گیا تھا کافی دور تک اس نے تلاش کیا مگر آتمال کو نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ آخر تھک ہار کر انسپکٹر قادری نے جیپ موڑی اور واپس چل پڑا۔

دوڑتے دوڑتے آتمال کافی دور نکل گیا۔ انسپکٹر قادری بھی اس کے پیچھے دوڑا تھا مگر آتمال

تو موت کے منہ سے نکل کر آیا تھا وہ بھلا اس کے ہاتھ کیوں آتا۔ جلد ہی انسپکٹر قادری کافی پیچھے رہ گیا۔ کافی دور بھاگنے کے بعد اسے ویرانے میں ایک شکستہ حال عمارت نظر آئی جس کا صدر دروازہ بھی گرا ہوا تھا۔ آتمال نے اس عمارت کا رخ کیا اندر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ عمارت کے تمام کمرے گرے ہوئے ہیں صرف ایک کمرہ سلامت تھا اور اس عمارت میں کوئی انسان نہیں تھا۔ آتمال اسی سالم کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کا دروازہ صحیح تھا جیسے ہی آتمال نے دروازہ کھولا سامنے ہی ایک چڑیل بیٹھی نظر آئی اس چڑیل کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہیں تھا اس چڑیل نے آتمال کو دیکھتے ہی پوچھا کون ہو تم؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟

میں انسپکٹر قادری سے بچ کر آ رہا ہوں اس نے میری ماتا کو گرفتار کر لیا ہے میں یہاں رہنا چاہتا ہوں تاکہ اس کی گرفت میں نہ آ سکوں۔ انسپکٹر قادری نے میرا نام آتمال رکھا ہے۔

یہ میرا گھر ہے میں تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی ویسے بھی انسپکٹر قادری ایک صاحب علم شخص ہے اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کے دشمن کو پناہ دی ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا اس لئے تم کہیں اور چلے جاؤ۔ مگر آتمال کو اس کی بات سن کر غصہ آ گیا اور پھر اس کی حالت بدلنے لگی اب اس کی شکل بھیانک ہوتی جا رہی تھی اور اس کے جسم پر بال نکل آئے تھے اب وہ ایک وحشی ریچھ دکھائی دے رہا تھا اس کی بدلتی حالت دیکھ کر چڑیل اس پر جھپٹی مگر آتمال نے اسے کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر زمین پر دے مارا چڑیل نے ایک دلدوز چیخ ماری اور آتمال سے لپٹ گئی۔ ان دونوں میں خونی جنگ شروع ہو چکی تھی موت اور زندگی کی جنگ۔ چڑیل بھی کافی زورآور تھی مگر آتمال بھی راگا بن ملیان کا بیٹا تھا جس میں سات ہزار بدروحوں کی شکتی تھی اس نے کچھ ہی دیر میں چڑیل کو زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا اور پھر آتمال نے اس چڑیل کے اعضاء ادھیڑنے شروع کر دیئے۔ چند منٹ چڑیل کی چیخیں فضاء میں گونجتی رہیں مگر وہاں سننے والا کوئی نہیں تھا۔ اب چڑیل ساکت ہو چکی تھی اور آتمال اس کے گوشت اور خون سے اپنی بھوک اور پیاس مٹا رہا تھا۔ چڑیل کے بدبودار خون کی سڑاند ہر طرف پھیل چکی تھی مگر آتمال اس کا خون کسی مشروب کی طرح پی رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہاں چڑیل کی ہڈیوں کا ڈھیر رہ گیا۔ آتمال اس کے کمرے میں لیٹ چکا تھا اب وہ کمرہ آتمال کے قبضے میں تھا جہاں وہ آسانی سے رہ سکتا تھا۔

☆......☆......☆

صبح شنکر سومناتی کی آنکھ جلد ہی کھل گئی اس نے ارجن کو بھی اٹھایا اور کہا ہاتھ منہ دھو لو ناشتہ کر کے پھر اپنے اس جادوگر دوست کے پاس چلتے ہیں صبح ہی صبح وہ مل بھی جائے گا۔ ارجن نے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کہا۔ یار میں ناشتہ لے کر آتا ہوں اس انگوٹھی سے تو روز ہی کام لیتے ہیں اب تو ہم اپنے شہر میں ہیں پھر اس سے کام کیوں لیں۔ اب تک تو مجبوری تھی اب تو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا یار جلدی آنا اور ناشتہ بھی تھوڑا ہی لانا کیوں کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں بھی کچھ نہ کچھ کھانا ہی پڑے گا کیوں کہ میرا وہ دوست کھانے پینے کا بہت شوقین ہے اس لئے کچھ کھلائے پلائے بغیر نہ آنے دے گا۔

''ٹھیک ہے میں ابھی آیا۔ اتنے میں تم چائے بنا لو۔''

صبح ہو چکی تھی اور انسپکٹر قادری اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر تھانے واپس جا رہا تھا۔ اچانک ایک سپاہی کی نظر ایک حلوائی کی دکان پر پڑی جہاں ارجن کھڑا تھا اس کو دیکھتے ہی سپاہی نے انسپکٹر قادری سے کہا سر یہ ارجن تو یہاں کھڑا ہے جس کو ڈی ایس پی شیر سنگھ صاحب کافی دنوں سے تلاش کر رہے ہیں۔ ارجن کا نام سنتے ہی انسپکٹر قادری نے ایک دم جیپ روک دی اور اس سپاہی سے پوچھا کیا یہ وہی ارجن ہے جس کو گلو دادا نے اپنے تہہ خانے میں بند کر دیا تھا؟ اور اس نے وہاں سے نکل کر گلو دادا کے خلاف پرچہ درج کرایا تھا؟

''ہاں سر یہ وہی ارجن ہے میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔'' انسپکٹر قادری اس سپاہی کی بات سن کر فوراً سمجھ گیا کہ ارجن ہی وہ بدروح ہے جس کا نام راگا بن ملیان ہے اور آتمال اسی کا بیٹا ہے۔ وہ فوراً جیپ سے اترا اور سپاہیوں کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ارجن کی طرف بڑھ گیا۔ پولیس کو دیکھتے ہی ارجن نے پوچھا کیا بات ہے انسپکٹر صاحب؟

''آپ کو ہمارے ساتھ تھانے چلنا پڑے گا۔''

''مگر کس جرم میں؟''

''یہ تو آپ کو ڈی ایس پی صاحب ہی بتائیں گے انہوں نے ہی آپ کی گرفتاری کا حکم دے رکھا ہے۔'' ڈی ایس پی کا نام سنتے ہی ارجن کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا وہ ڈی ایس پی شیر سنگھ صاحب؟

''جی جناب شیر سنگھ صاحب تو آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہیں۔''

''ٹھیک ہے میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔''

''نہیں جناب آپ کو اب ہمارے ساتھ ہی چلنا پڑے گا ناشتہ ہم آپ کو وہیں کرا دیں گے۔''

''میرا ایک دوست گھر پر میرا انتظار کر رہا ہے میں ناشتہ کر کے حاضر ہو جاؤں گا۔''

''ہم کچھ ہی دیر میں آپ کو واپس اسی جگہ ڈراپ کر دیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ چلئے تو سہی۔''

اور پھر ارجن نہ چاہتے ہوئے بھی انسپکٹر قادری کے ساتھ چل پڑا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر انسپکٹر قادری نے ارجن کو اگلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور چاندی کے پنجرے میں بند چمگادڑ چیخیں مارنے لگی جیسے ارجن کو بتانا چاہ رہی ہو کہ یہ انسپکٹر بڑا خطرناک آدمی ہے یہ تمہیں مار دے گا یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر ارجن کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیونکہ انسپکٹر قادری نے جیپ میں بیٹھتے ہی اس پر حصار لگا دیا تھا اسی لئے ارجن کو چمگادڑ کی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تھانے پہنچ کر انسپکٹر قادری نے چاندی کا پنجرہ اٹھایا اور ارجن کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے چاندی کا پنجرہ میز پر رکھا اور خود کرسی پر بیٹھ گیا اور ارجن کو اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے ارجن سے پوچھا آپ ہمالیہ سے کب واپس آئے؟ انسپکٹر قادری کی بات سنتے ہی ارجن چونک پڑا کہ اسے کس طرح معلوم ہوا کہ میں ہمالیہ گیا تھا۔

''میں ہمالیہ نہیں گیا میں تو احمد آباد گیا تھا۔''

''جھوٹ مت بولو راگا۔ میں جانتا ہوں تم اور جادوگر شنکر ہمالیہ گئے تھے اور وہاں راجیل بن تماشی جن سے ملاقات کرنے گئے تھے۔'' یہ سن کر ارجن پریشان ہو گیا۔

''یہ سب آپ کو کس نے بتایا؟''

''یہ میرے اپنے ذرائع ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ یہ باتیں راز ہی رہیں تو تمہیں میرا ایک کام کرنا پڑے گا ورنہ دوسری صورت میں یہ تمام باتیں ڈی ایس پی شیر سنگھ صاحب کو شنکر سومناتی کو اور تمہارے دوستوں کو سب کو بتا دوں گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ تم ہی راگا بن ملیان ہو اور تم ایک گھور آتما ہو اور اپنے جسم کی تلاش میں ہو۔'' یہ سنتے ہی ارجن نے غصے سے انسپکٹر قادری کی طرف دیکھا

اور اپنی شکتیوں سے کام لینے کی کوشش کی تاکہ فوراً ہی انسپکٹر قادری کو ختم کر کے یہاں سے نکل جائے۔ اسے ایسا کرتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سب کوششیں فضول ہیں۔ راگا بن ملیان اب تمہاری کوئی شکتی تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔ میں نے تم پر حصار قائم کھینچ دیا ہے۔ اب تم مکمل طور پر میرے قبضے میں ہو کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم ایک انسانی جسم میں ہو۔ اب نہ تو تم یہ جسم چھوڑ سکتے ہو اور نہ ہی میرے کام سے انکار کر سکتے ہو ورنہ تمہارا ہی نقصان ہو گا۔'' یہ سن کر راگا بن ملیان نے ارجن کے جسم سے نکلنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ وہ سمجھ گیا کہ انسپکٹر قادری صحیح کہہ رہا ہے میں اب مکمل طور پر اس کے قبضے میں ہوں۔ نہ تو میری شکتی کام کر رہی ہے اور نہ میں ارجن کے جسم کو چھوڑ سکتا ہوں۔ اس نے تھک کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا آخر تم چاہتے کیا ہو؟

''میں ایک بدروح کے بیٹے کو پکڑنا چاہتا ہوں جس کا نام آتمال ہے ایک بار میں نے اسے پکڑ بھی لیا تھا مگر وہ میرے ایک آدمی کی نااہلی سے آزاد ہو گیا۔ آتمال کا نام سنتے ہی چمگادڑ نے پھر چلانا شروع کر دیا مگر ارجن کو کچھ سمجھ نہ آیا۔ اس نے پوچھا یہ چمگادڑ کو تم نے کیوں پکڑ رکھا ہے؟''

''راگا ہم تو بدروحوں کے شکاری ہیں اور یہ بھی ایک بدروح ہے اسی لئے اس کو قید کر رکھا ہے۔'' یہ سن کر ارجن نے خوف سے ایک جھرجھری سی لی اور انسپکٹر قادری نے کچھ پڑھ کر چمگادڑ کی طرف پھونک ماری تو وہ چیختی ہوئی چمگادڑ فوراً چپ ہو گئی۔

''بدروحوں کو پکڑنا میرا مشغلہ ہے تم بھی ایک گھور آتما ہو اس لئے تم آتمال کو آسانی سے پکڑ سکتے ہو تم ایک بار اسے پکڑ کر میرے حوالے کر دو اس کے بعد میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔''

''مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم آتمال کی گرفتاری کے بعد مجھے آزاد کر دو گے؟''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آتمال کو گرفتار کرنے کے بعد تمہیں آزاد کر دوں گا۔'' ان کی باتیں سن سن کر چمگادڑ اب بھی چیخ چیخ کر ارجن سے کہہ رہی تھی کہ ارجن تم اس کی بات نہ ماننا یہ تم سے تمہارے ہی بیٹے کو گرفتار کرانا چاہتا ہے آتمال تیرا ہی بیٹا ہے میں اس کی ماتا روپا ہوں مگر اس کی آواز ارجن کو سنائی نہیں دے رہی تھی اور انسپکٹر قادری، روپا کی چیخ پکار سن کر مسکرا رہا تھا۔ پھر ارجن نے انسپکٹر قادری سے پوچھا جب تمہارے قبضے میں اتنی بدروحیں ہیں تو تم آتمال کو ان سے

کیوں نہیں پکڑوا لیتے ؟

''بدروحیں تو میرے پاس بہت سی ہیں مگر جو شکتی تم میں ہے وہ کسی میں بھی نہیں ہے اسی لیے میں آتمال کو تمہارے ذریعے گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں آتمال کو گرفتار کرا دوں گا مگر تم نے میری ساری شکتیوں کو باندھ رکھا ہے ان کے بغیر میں آتمال کو کیسے گرفتار کروں گا؟''

''آتمال کی گرفتاری کے لئے میں تمہاری شکتیوں کو آزاد کر دوں گا مگر مجھے دھوکہ دینے بھاگنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں تم سے کام لینے کے اور بھی طریقے جانتا ہوں اور جب چاہوں گا تمہیں دوبارہ گرفتار کرلوں گا۔''

''جب آتمال کو گرفتار کرانے کے بعد تم مجھے آزاد ہی کر دو گے تو مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے میں آتمال کو گرفتار کرا دوں گا میری آزادی کے ساتھ تمہیں میرے راز بھی راز ہی رکھنے ہوں گے۔''

''اس بات سے تم بے فکر رہو تمہارا راز میرے سینے میں دفن ہی رہے گا۔''

''اب میں تمہارا حصار ختم کر دیتا ہوں تا کہ تم کسی قسم کی دقت محسوس نہ کرو۔'' پھر انسپکٹر قادری نے اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا اس موبائل کے صفر کے ہندسے پر اپنے سیدھے ہاتھ کی بڑی انگلی رکھو اور بائیں ہاتھ کی بڑی انگلی اس کے ۹ ہندسے پر رکھو۔

''اس سے کیا ہوگا؟''

''اس طرح میں تمہارا حصار ختم کر دوں گا۔'' ارجن نے موبائل فون لے کر انسپکٹر قادری کے بتائے ہوئے نمبروں پر انگلیاں رکھ دیں۔ انسپکٹر قادری نے کچھ پڑھ کر ارجن کی طرف پھونک ماری اور اس کا حصار ختم ہو گیا اس نے پھر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو ارجن کو یوں محسوس ہوا جیسے اس فون میں سے لہریں سی نکل کر اس کے جسم میں جا رہی ہوں۔ پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا تو انسپکٹر قادری نے موبائل فون لے کر جیب میں ڈال لیا اور ارجن سے کہا اب تم پر سے حصار ختم ہو گیا ہے۔ میں تمہارے لئے ناشتہ منگواتا ہوں۔ پھر تم چاہو تو اپنے گھر جا سکتے ہو۔

''نہیں جناب آپ کی مہربانی آپ مجھے واپس بھجوا دیں کیونکہ میرا دوست میرا انتظار کر رہا

ہو گا میں رات کو آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے رات دس بجے مجھے جمنا کے پل پر ملنا میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

''میں دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔'' ایک سپاہی کو بلوا کر کہا ارجن کو وہیں چھوڑ آؤ جہاں سے ہم اسے لے کر آئے تھے اور وہ سپاہی، ارجن کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ پھر انسپکٹر قادری نے چمگادڑ کی طرف دیکھا اور کہا اب بتاؤ تم نے ارجن کو کیا کہا تھا؟ کیا تم ہی وہ روپا ہو جس کی ارجن نے عزت لوٹی تھی؟ مگر چمگادڑ خاموش تھی انسپکٹر قادری نے کہا یہ تو مجھے معلوم ہو ہی گیا ہے کہ تم روپا ہو اور اب ایک بدروح کا روپ دھار چکی ہو مگر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم نے اپنے آپ کو قید کرا کے آتمال کی جان بچا دی ہے؟ ہرگز نہیں ایسا کر کے تم نے اپنے آپ کو بھی عذاب میں ڈال لیا ہے تمہارے ایسا کرنے سے آتمال کو گھومنے پھرنے کے لئے کچھ وقت ضرور مل گیا ہے مگر وہ ہمیشہ کیلئے آزاد نہیں ہوا ہے میں آج ہی رات اس کو دوبارہ پکڑ لوں گا بلکہ مجھے یوں کہنا چاہئے کہ اس کا باپ خود اسے پکڑ کر میرے حوالے کر دے گا۔

چمگادڑ نے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے انسپکٹر قادری کو گھورتے ہوئے کہا نہیں تم ایسا نہیں کرو گے آتمال کی رہائی کے بدلے تم جو مانگو گے میں تم کو دوں گی۔

''تم تو خود ایک بدروح ہو اور میری قید میں ہو تم مجھے کیا دے سکتی ہو؟''

''تم مجھے آزاد کر دو اور آتمال کو گرفتار نہ کرنے کا وعدہ کرو تو میں تم کو سونا، ہیرے، جواہرات اور جو تم چاہو میں تمہیں دے سکتی ہوں۔''

''تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں بے گناہ انسانوں کو تمہارے بیٹے کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں اپنے بڑوں کی عزت و وقار کو تمہارے آگے بیچ ڈالوں اور اپنی نیک نامی کا جنازہ اپنے ہی کاندھوں پر اٹھالوں۔'' پھر اس نے چمگادڑ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے باوقار لہجے میں کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا انسپکٹر قادری کو کوئی نہیں خرید سکتا۔ نہ میں کبھی کسی کے آگے بکا ہوں اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی کے آگے جھکا ہوں۔

اتنے میں ڈی ایس پی شیر سنگھ نے انسپکٹر قادری کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اوہ تینوں کون خرید سکدا اے؟ (تجھے کون خرید سکتا ہے؟) انسپکٹر قادری نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا کوئی نہیں سر میں تو ویسے ہی بات کر رہا تھا۔ پھر ڈی ایس پی شیر سنگھ نے کمرے میں چاروں طرف

نظر ڈالتے ہوئے کہا اتھے تے کوئی وی نہیں توں گلاں کدے نال کر ریا سیں؟ (یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے تو کس کے ساتھ باتیں کر رہا تھا؟) انسپکٹر قادری نے جواب دیا سر میں تو اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا آپ ادھر دیکھئے اس نے چمگادڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں نے کسے پکڑا ہے؟ ڈی ایس پی شیر سنگھ نے ایک نظر چمگادڑ پر ڈالی اور ہنستے ہوئے کہا یار مینوں ہن تک تیری سمجھ نئیں آئی (یار مجھے تیری اب تک سمجھ نہیں آئی)

”سر کس بات کی سمجھ نہیں آئی؟“

”پہلے توں اک بچہ پھڑ لیا سی تے کہندا سی اے وڈا خطرناک ہے تو او واقعی خطرناک نکلیا سی۔ تے ہن اے چمگادڑ پھڑ لی آ ......ایں (پہلے تو ایک بچے کو پکڑ لایا تھا اور کہتا تھا کہ یہ بڑا ہی خطرناک ہے وہ تو واقعی بڑا خطرناک تھا اور اب یہ چمگادڑ پکڑ لائے ہو) انسپکٹر قادری نے ہنستے ہوئے کہا سر جب بھی کوئی ملزم پکڑا نہیں جاتا تو ہم اس کے گھر والوں کو پکڑ لاتے ہیں اسی طرح وہ بچہ آتمال نہیں پکڑا گیا تو میں اس کی ماتا کو پکڑ لایا ہوں یہ چمگادڑ بھی ایک بدروح ہے اور آتمال اس کا ہی بیٹا ہے۔ شیر سنگھ نے حیرانگی سے چمگادڑ کی طرف دیکھا اور کہا لالہ! وشواس تے نئیں ہو ریا پر تیری گل جھوٹی نہیں ہوسکدی (بھائی یقین تو نہیں آرہا مگر تمہاری بات جھوٹی نہیں ہوسکتی) پھر اس نے انسپکٹر قادری سے پوچھا ارجن کتھے وے مینوں تے پتہ لگا سی کہ توں ارجن نوں پھڑ لیا اے (ارجن کہاں ہے مجھے تو پتہ لگا تھا کہ تم نے ارجن کو گرفتار کرلیا ہے) انسپکٹر قادری نے جواب دیا۔

”سر میں نے اسے گرفتار نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود آیا تھا اور مجھے بتا کر گیا ہے کہ میں احمد آباد گیا ہوا تھا آج ہی آیا ہوں اور جلد ہی ڈی ایس پی صاحب سے ملوں گا انہیں کہنا کہ فکر نہ کریں۔“ یہ سب انسپکٹر قادری نے شیر سنگھ سے اس لیے کہا تا کہ شیر سنگھ مطمئن رہے اور ارجن کو تلاش نہ کرے کیونکہ وہ اب جان گیا تھا کہ شیر سنگھ کو سیدھی بات بتانی ہی نہیں چاہئے کیونکہ آتمال کی گرفتاری کے بعد سب سے زیادہ شیر سنگھ ہی نے اس کا مذاق اڑایا تھا اور یقین نہیں کیا تھا اور آتمال کو پنجرے سمیت جیل بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ انسپکٹر قادری کی بات سن کر ڈی ایس پی شیر سنگھ مطمئن ہو گیا اور کہنے لگا ٹھیک ہے او ہن آوے تے اونوں جان نہ دئیں مینوں فون کر کے بلا لویں (ٹھیک ہے وہ اب آئے تو اسے جانے نہ دینا مجھے فون کر کے بلا لینا) انسپکٹر قادری نے جواب دیا ٹھیک ہے سر آپ فکر نہ کریں میں آپ سے ملوا دوں گا۔ یہ کہہ کر ڈی ایس پی شیر سنگھ چلا گیا اور انسپکٹر قادری کپڑے

بدل کر نہانے چلا گیا۔

ارجن ناشتہ لے کر گھر پہنچا تو کافی دیر ہو چکی تھی اور شنکر سومناتی بے چینی سے اس کا منتظر تھا۔ ارجن کے گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے پوچھا اتنی دیر کہاں لگا دی؟ میں تو پریشان ہو رہا تھا۔

”یار پولیس والے مل گئے تھے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر آیا ہوں“

”پولیس والے تم سے کیا چاہتے ہیں؟“

”میں پہلے ان کے لئے مخبری کا کام کرتا تھا اور مختلف جگہوں سے رشوت کی رقم وصول کر کے ان تک پہنچاتا تھا وہ اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ میں ان کے لئے پھر سے کام شروع کر دوں مگر میں انہیں کہہ آیا ہوں کہ ابھی کچھ دن آرام کروں گا پھر کوئی کام کے بارے میں سوچوں گا۔“ پھر شنکر سومناتی اور ارجن نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور پھر وہ دونوں اس جادوگر سے ملنے کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے جو کہ شنکر سومناتی کا دوست تھا اس کے گھر پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ تو کہیں ملک سے باہر گیا ہوا ہے اور چند روز بعد واپس آئے گا۔ اس کے بعد وہ دونوں گھر آ گئے۔ گھر آ کر ارجن بستر پر لیٹ گیا اور سنکر سومناتی نے ٹی وی آن کر دیا تا کہ کچھ وقت گزارہ جائے۔

ارجن سوچنے لگا کہ یہ انسپکٹر قادری کتنا خطرناک آدمی ہے میں تو شنکر سومناتی کو ہی اپنے لئے خطرناک سمجھتا تھا مگر انسپکٹر قادری تو اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا ہے اس نے بڑی چالاکی سے مجھے قید کر لیا تھا وہ تو میری قسمت ہی اچھی تھی جو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے لالچ میں مجھے چھوڑ دیا کہ میں آتمال کو گرفتار کرا دوں گا مگر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے جو میں آتمال کو پکڑ کے اس کے حوالے کر دوں گا۔ اب میں انسپکٹر قادری سے ملوں گا ہی نہیں۔ نہ میں اس سے ملوں گا اور نہ ہی وہ مجھے آتمال کو پکڑنے کے لئے مجبور کرے گا۔

پھر اس نے سوچا پتہ نہیں وہ چمگادڑ کون تھی اور چیخ چیخ کر مجھے کیا بتانا چاہتی تھی مگر مجھے اس کی کوئی بات سمجھ نہیں آرہی تھی شاید یہ بھی اس کے حصار کا اثر تھا ورنہ تو وہ چمگادڑ بھی بدروح تھی مجھے اس کی بات سمجھ آنی چاہئے تھی۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں غرق تھا کہ شنکر سومناتی نے اس سے پوچھا یار کیا سوچ رہے ہو؟ مگر ارجن تو اپنی ہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ شنکر سومناتی نے اسے ہلاتے ہوئے پوچھا یار کہاں کھوئے ہوئے ہو؟ اور ارجن نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بات ہے؟ شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے جواب دیا یار میں کب سے پوچھ رہا ہوں کیا سوچ

رہے ہو مگر تم تو سن ہی نہیں رہے کہیں کسی پولیس والی کو دل تو نہیں دے آئے؟ ارجن نے جھینپتے ہوئے جواب دیا یار اپنے ایسے مقدر کہاں؟ جو پولیس والیوں سے عشق کرتے پھریں ہماری تو پولیس والے ہی جان نہیں چھوڑتے۔ شنکر سومناتی نے پوچھا تمہیں پولیس سے کیا خطرہ تم تو پولیس کے اپنے آدمی ہو۔

''یار یہ پولیس والے کسی کے دوست نہیں ہوتے سب جانتے ہیں کہ نہ تو پولیس سے دشمنی اچھی اور نہ دوستی۔'' اور خاص کر انسپکٹر قادری سے۔ انسپکٹر قادری کا نام سنتے ہی شنکر سومناتی بھی کانپ گیا اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ ارجن بھی اس کی کیفیت بھانپ چکا تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم انسپکٹر قادری کو جانتے ہو؟

''میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں پہلے وہ بمبئی میں ہوتا تھا اندھیری بمبئی کے تھانے میں حوالدار تھا وہ۔ اس نے مجھے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ میں ان دنوں بمبئی کے ایک قبرستان میں اپنا ماضی میں جانے کا جاپ کرتا تھا عین آخری دن اس نے مجھے گرفتار کر لیا کیونکہ اس جاپ میں روز ایک کنواری کنیا کی ہتھیا ہوتی تھی اور اس نے کسی طرح پتہ لگا لیا کہ یہ سب قتل میرے جاپ کی وجہ سے ہو رہے ہیں بس اس نے عین آخری وقت پر مجھے گرفتار کر کے میرا جاپ نشٹ کر دیا اور مجھے حکومت سے پھانسی کرا دی۔

میں نے اپنا بہت سا جادو اس پر آزمایا مگر اس کے پاس کوئی بہت بڑی شکتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر بار بچ نکلا۔ آخر میں اپنے ایک منتر کی وجہ سے جیل سے فرار ہو گیا اور اپنا نام بدل کے یہاں دہلی میں رہنے لگا مگر لگتا ہے یہاں سے بھی میرا دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔ اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے پھر سے گرفتار کر لے گا۔ ارجن نے پوچھا مگر تم نے تو ماضی میں جانے کا جاپ پورا کیا ہوا ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا ہاں بمبئی ڈسٹرکٹ جیل سے فرار کے بعد میں جے پور چلا گیا تھا اور اپنا جاپ میں نے وہیں پورا کیا۔ مگر اب ہمیں جلد ہی دہلی بھی چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس شہر میں رہتے ہوئے کبھی بھی میرا اور اس کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے پھر وہ میرے لئے عذاب بن جائے گا۔ مگر تم اس سے بچ کر رہنا وہ بدروحوں کا شکاری کے نام سے جانا جاتا ہے تم بھی منتر کے ذریعے بدروح بن جاتے ہو کہیں وہ تمہیں سچ مچ بدروح سمجھ کر قید نہ کر لے۔ اور ارجن سوچ رہا تھا کہ قید تو اس نے مجھے کر لیا تھا مگر میں بچ کر آ گیا ہوں۔ پھر ارجن نے کہا یار اس نے ایک بہت بڑی چمگادڑ بھی

چاندی کے پنجرے میں بند کی ہوئی تھی جو بری طرح چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہی تھی مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا انسپکٹر قادری کہہ رہا تھا کہ یہ بھی ایک بدروح ہے جسے میں نے قید کر رکھا ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا تو پھر تم اس بدروح کو چھڑا دیتے۔

''وہ میرے کہنے سے بھلا اسے کہاں چھوڑتا؟''

''یار اسے کہنے کی کیا ضرورت تھی تم اپنی طلسمی انگوٹھی کو کہہ دیتے یہ اسے چھڑا دیتی۔'' تب ارجن کو اپنی انگوٹھی کا خیال آیا کہ میں نے انسپکٹر قادری کے حصار کو توڑنے کے لیے اس سے مدد کیوں نہ لی؟ اس وقت تو مجھے یاد ہی نہ رہا شاید میں انسپکٹر قادری کی طاقت دیکھ کر گھبرا گیا تھا اب اگر انسپکٹر قادری سے سامنا ہوا تو میں اس انگوٹھی سے ضرور کام لوں گا پھر اس نے انگوٹھی کی طرف دیکھا اور کہا اس چمگادڑ کو آزاد کرا دو جسے انسپکٹر قادری نے چاندی کے پنجرے میں قید کر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا وہ چمگادڑ آزاد ہو گئی ہو گی؟ شنکر سومناتی نے کہا اس سے ہم نے کئی کام لئے ہیں جب وہ سب ہو گئے ہیں تو وہ چمگادڑ بھی ضرور آزاد ہو گئی ہو گی۔

انسپکٹر قادری حوالات میں بند دو ملزموں سے پوچھ گچھ میں مصروف تھا ایسے میں ایک نہایت خوبصورت فیشن ایبل حسینہ محرر کے کمرے میں داخل ہوئی اور کرسی کھینچ کر محرر کے سامنے بیٹھ گئی اور دلکش انداز میں محرر کی طرف دیکھنے لگی۔ محرر نے جیسے ہی اس حسینہ سے نظریں ملائیں وہ سکتے میں آ گیا۔ اس حسینہ کی آنکھوں سے نیلی لہریں سی نکل کر محرر کی آنکھوں کے راستے دماغ میں اتر چکی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے منشی محرر نے سحر زدہ سے انداز میں پوچھا کیا حکم ہے کالی ماتا؟ تیرا سیوک حاضر ہے۔ اس حسینہ نے منشی محرر سے کہا جاؤ قادری کے کمرے میں موجود چمگادڑ کو آزاد کر دو۔ منشی محرر یہ حکم سنتے ہی کسی روبوٹ کی طرح انسپکٹر قادری کے کمرے میں گیا مگر چاندی کے پنجرے کو تالا لگا ہوا تھا اس نے چاندی کے پنجرے کی تاریں کھینچ کر توڑ ڈالیں اور چمگادڑ بغیر آواز پیدا کئے اڑتی ہوئے آکاش کی وسعتوں میں گم ہو گئی۔ محرر پھر واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس حسینہ کی طرف دیکھا۔ اس سے نظریں ملتے ہی محرر کی آنکھوں سے وہی نیلی لہریں نکلیں اور واپس اسی حسینہ کی آنکھوں میں اتر گئی اب محرر کا ذہن آزاد ہو چکا تھا مگر اسے تو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ انسپکٹر قادری کی چمگادڑ کو آزاد کرا آیا ہے۔ منشی محرر نے سوالیہ نظروں سے اس حسینہ کی طرف دیکھا

اور پوچھا فرمائیے میں آپ کی کیا سیوا کر سکتا ہوں مگر وہ حسینہ کوئی جواب دیئے بغیر اٹھ کر چل دی مگر اب اس کی شکل نہایت بھیانک ہو چکی تھی وہ چند قدم چلی اور پھر غائب ہو گئی۔

انسپکٹر قادری جیسے ہی اپنے کمرے میں آیا چاندی کا پنجرہ ٹوٹا پڑا تھا اور وہ بھیانک چمگادڑ غائب تھی۔ اس نے چند ہی لمحے میں تھانے کے سارے عملے کو اکٹھا کر لیا۔ مگر یہ کوئی بھی نہ بتا سکا کہ چمگادڑ کا پنجرہ کس نے توڑا اور چمگادڑ کہاں گئی؟ پھر انسپکٹر قادری نے ان سے پوچھا کہ تھانے میں کون کون آیا تھا؟ ایک سپاہی نے کہا جناب تھانے میں تو کوئی بھی نہیں آیا صرف ایک عورت آئی تھی اور وہ بھی محرر کے کمرے میں ہی بیٹھی تھی ادھر نہیں آئی۔ انسپکٹر قادری نے محرر سے پوچھا کہ وہ عورت کون تھی؟ اور کیا لینے آئی تھی؟ محرر نے جواب دیا سر وہ اپنے پتی کے خلاف رپٹ درج کرانے آئی تھی کہ وہ روزانہ گھر میں مار پیٹ کرتا ہے مگر میں نے اسے سمجھا دیا کہ پہلے اپنے بڑوں کے ذریعے اسے سمجھاؤ اگر نہ مانے تو پھر میرے پاس آ جائے۔ پھر وہ اسی وقت اٹھ کر چلی گئی اس کے علاوہ کوئی آیا ہی نہیں۔ انسپکٹر قادری نے کہا ٹھیک ہے تم سب جاؤ اپنا اپنا کام کرو میں اسے خود دیکھ لوں گا۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ انسپکٹر قادری، جمنا کے پل پر کھڑا ارجن کا انتظار کر رہا تھا مگر ارجن ابھی تک نہیں پہنچا تھا، قریب ہی انسپکٹر قادری کی جیپ کھڑی تھی جس کی پچھلی سیٹ پر وہ چاندی کا پنجرہ نظر آ رہا تھا جس کو محرر نے توڑ ڈالا تھا مگر اب وہ پنجرہ صحیح سلامت تھا شاید انسپکٹر قادری نے اسے دن میں مرمت کرا لیا تھا۔ ادھر ارجن اپنے بستر پر لیٹا انسپکٹر قادری کے متعلق ہی سوچ رہا تھا کہ اب وہ دریائے جمنا کے پل پر پہنچ چکا ہوگا اور میرا انتظار کر رہا ہوگا مگر میں اس کی طرح بے وقوف تھوڑی ہوں اس نے مجھے پکڑ کر چھوڑ دیا مگر اب میں اس کے ہاتھ نہیں آؤں گا میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا وہ میرا انتظار کر کر کے تھک کر لوٹ جائے گا۔ پھر اس نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا وہ دوسرے بستر پر لیٹا سو رہا تھا۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور طلسمی انگوٹھی سے کہا اے طلسمی انگوٹھی مجھے انسانی خون دو فوراً ہی گرم گرم انسانی خون کا پیالہ اس کے سامنے حاضر تھا اس نے تازہ تازہ خون پیا اور پیالہ ایک طرف رکھ دیا جو فوراً ہی غائب ہو گیا۔ اب ارجن کو انسانی خون اور گوشت کی طلب نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ ہر روز رات کو اسی طرح طلسمی انگوٹھی سے انسانی خون منگوا کر پیتا تھا۔ خون پی کر وہ لیٹ گیا اور انسپکٹر قادری کے متعلق سوچ کر مسکرانے

لگا اور سوچنے لگا بے وقوف مجھ سے ٹکر لیتا ہے اب میرا انتظار کرتا رہے گا۔

ادھر انسپکٹر قادری نے اپنی ریڈیم ڈائل رسٹ واچ پر نظر ڈالی سوا دس بج چکے تھے مگر ارجن کا دور دور تک بھی پتہ نہیں تھا اس نے سوچا تو اس گھور آتما کا آنے کا ارادہ نہیں ہے وہ یہ سوچ رہا ہوگا کہ میں نہیں جاؤں گا تو وہ میرا کیا کرے گا؟ مگر اب اس ارجن کو اپنی طاقت دکھانی ہی پڑے گی یہ سوچ کر اس نے فوراً ہی اپنی جیب سے وہ موبائل فون نکالا جس کے صفر اور نو کے ہندسے پر اس نے ارجن سے انگلیاں رکھوا کر عمل پڑھا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سڑک پر نظر ڈالی اور اپنی جیپ کی پچھلی سیٹ سے چاندی کا پنجرہ اٹھا کر اگلی سیٹ پر رکھا اور خود جیپ کی اگلی سیٹ پر باہر کی طرف پاؤں لٹکا کے بیٹھ گیا اور موبائل آن کر کے صفر اور نو کا ہندسہ دبا دیا۔

جیسے ہی انسپکٹر قادری نے صفر اور نو کا ہندسہ دبایا اس موبائل سے سفید دھواں سا نکلا اور غائب ہو گیا دوسرے ہی لمحے وہ دھواں ارجن کے جسم میں داخل ہو چکا تھا۔ ایک دم ارجن کے جسم میں بے چینی سی پھیل گئی اب اس کا جسم گرم ہونے لگا تھا پھر کچھ ہی دیر میں اس کے جسم کی تپش ناقابل برداشت ہو گئی اس نے اٹھنا چاہا مگر حرکت نہ کر سکا وہ گھبرا کر ارجن کے جسم سے نکل آیا باہر کا درجہ حرارت بھی اس کے لئے اذیت ناک تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی روح میں آگ سی بھر دی گئی ہو پھر اس نے اپنے آپ پر غور کیا وہ ایک سفید سے دھوئیں کی لپیٹ میں تھا اس نے اس دھوئیں سے نکلنا چاہا مگر اس دھوئیں نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا پھر وہ دھواں اس بدروح راگا بن ملیان کو کھینچتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا اور پھر اوپر کی طرف پرواز کرنے لگا کچھ ہی دیر میں ارجن، انسپکٹر قادری کے سامنے کھڑا تھا اور دھواں ارجن سے کچھ دور اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا جیسے ارجن کو دھوئیں نے اپنے حصار میں لے رکھا ہو۔ دھوئیں کے دور ہوتے ہی ارجن کی بے چینی ختم ہو چکی تھی وہ فوراً ہی سمجھ گیا کہ مجھے انسپکٹر قادری نے پکڑوایا ہے۔ وہ بے بس ہو کر انسپکٹر قادری کے سامنے کھڑا تھا۔ انسپکٹر قادری نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''کیوں راگا بن ملیان، انسان اشرف المخلوقات ہے یا نہیں؟'' مگر راگا بن ملیان خاموش کھڑا تھا۔ انسپکٹر قادری نے پھر کہا اگر انسان اشرف المخلوقات نہ ہوتا تو آج زمین پر تمہارے جیسی بدروحیں، جن، چڑیلیں اور دوسری نسلیں قابض ہوتیں اور انسان کب کا زمین سے آسمان پر واپس پہنچ چکا ہوتا۔ پھر اس نے راگا بن ملیان سے کہا جاؤ ارجن کے جسم میں واپس چلے جاؤ میں تمہیں

دس منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ دس منٹ سے پہلے پہلے یہاں واپس آ جاؤ اور آتمال کی گرفتاری کے لئے چل دو ورنہ اگر میں تمہیں گھر سے بلوا سکتا ہوں تو تمہیں ہمیشہ کے لئے آتشی اذیت میں بھی مبتلا کر سکتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے موبائل فون کا بٹن آف کر دیا اور را گابن ملیان کی بدروح کا سفید دھوئیں کا حصار غائب ہو گیا۔ را گابن ملیان کو انسپکٹر قادری کی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا اس لئے وہ تیر کی طرح سیدھا شنکر سومناتی کے گھر جا پہنچا شنکر سومناتی ابھی تک سو رہا تھا اور ارجن کا جسم بستر پر پڑا تھا۔ وہ فوراً ہی ارجن کے جسم میں داخل ہو گیا اور پھر بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر صحن میں آ گیا۔ باہر صحن میں آ کر وہ چھپکلی کی طرح دیوار پر چڑھا اور دوسری طرف گلی میں اتر گیا گلی میں اترتے ہی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر دور دور تک کوئی نہیں تھا پھر اس نے بھاگنا شروع کر دیا وہ کسی تیز رفتار گاڑی کی طرح بھاگ رہا تھا کئی گاڑیوں والوں کی اس پر نظر پڑی مگر وہ چشم زدن میں ہی بہت دور نکل جاتا تھا۔ اب اس کا رخ جمنا کے پل کی طرف تھا ابھی دس منٹ پورے ہونے میں کچھ سیکنڈ باقی تھے کہ وہ انسپکٹر قادری کے سامنے پہنچ گیا اور کھڑا ہو کر لمبے لمبے سانس لینے لگا اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا اسے دیکھ کر انسپکٹر قادری مسکرا دیا اور کہا تمہارا خیال ہو گا کہ میں نہیں جاؤں گا تو قادری میرا کیا کرے گا مگر تم نے دیکھ لیا کہ میں تمہارا بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ اس لئے میرے کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے ارجن نے اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب آپ چنتا نہ کریں میں آتمال کو پکڑ لاؤں گا۔

''ٹھیک ہے اٹھاؤ یہ پنجرہ اور آتمال کو پکڑ کر لاؤ۔'' ارجن نے ایک نظر پنجرے کی طرف دیکھا پنجرہ اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا۔ ارجن نے کہا انسپکٹر صاحب میں آتمال کو پکڑ لاتا ہوں یہ پنجرہ آپ یہیں رہنے دیں کیونکہ اس سے مجھے تکلیف ہو گی۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ یہاں سے کچھ دور ایک ویران حویلی ہے میری اطلاع کے مطابق آتمال اسی حویلی میں رہ رہا ہے۔'' ارجن نے کہا ٹھیک ہے آپ میرا اسی جگہ انتظار کریں میں ایک گھنٹے تک لوٹ آؤں گا یہ کہہ کر ارجن تیز تیز انسپکٹر قادری کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگا۔ ایسے میں وہی خوفناک چمگادڑ جسے انسپکٹر قادری نے پکڑا تھا اور وہ آزاد ہو گئی تھی۔ اڑتی ہوئی ارجن کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ وہ کافی دیر سے انسپکٹر قادری کے اوپر منڈلا رہی تھی مگر کافی اونچائی پر تھی اس لئے

انسپکٹر قادری کو پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

ارجن کے گھر سے نکلتے ہی شنکر سومناتی نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ٹی وی آن کر دیا پھر اس نے ایک منتر پڑھ کر ٹی وی کی طرف پھونک ماری اور ٹی وی پر ارجن نظر آنے لگا جو کہ بھاگتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ارجن انسپکٹر قادری کے سامنے کھڑا تھا۔ انسپکٹر قادری کے ہاتھ میں موبائل فون دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا اس کا مطلب ہے کہ ارجن، انسپکٹر قادری کے قابو آ ہی گیا ہے۔ پھر ارجن نے انسپکٹر قادری سے بات چیت کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔ کچھ ہی دیر میں ارجن اس ویران عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ اندھیرے میں وہ عمارت کسی عفریت کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے سامنے پہنچ کر ارجن نے ایک کریہہ چیخ ماری اس کی چیخ سنتے ہی آتمال گولی کی طرح عمارت سے باہر آ گیا۔ ارجن کی صورت اب بھیانک ہو چکی تھی اور وہ سراپا شیطان نظر آ رہا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی آتمال خطرہ بھانپ گیا پھر اس کے منہ سے بھی خرخراہٹ بھری غراہٹیں نکلنے لگیں اور اس کا قد بڑھ کر ارجن کے برابر ہو گیا اس کے جسم پر بال بھی نکل آئے تھے اور اس کی شکل بھی خوفناک ہو چکی تھی۔ اب دو راکھشس ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے پر حملے کے لئے تیار کھڑے تھے مگر وہ ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔ ایک راکھشس باپ تھا تو دوسرا راکھشس بیٹا تھا۔ بیٹے کے سامنے باپ تھا یہ دو راکھشس کی ہی نہیں بلکہ باپ بیٹا کی خونی جنگ تھی خون اپنے خون کا پیاسا ہو چکا تھا۔ ایسے میں آکاش پر وہی خوفناک چمگادڑ چیخ رہی تھی اور انہیں لڑنے سے روک رہی تھی مگر ان کی آنکھوں میں تو خون اترا ہوا تھا۔ چشم زدن میں انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیئے اور زور آزمائی کرنے لگے۔ ارجن کے ہاتھوں میں طاقت تھی تو آتمال بھی اس کا ہی بیٹا تھا وہ کیسے ہار مان لیتا۔ ارجن نے آتمال کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ آتمال نے زمین پر گرتے ہی ارجن کی پنڈلی چبا ڈالی۔ ارجن نے اس کو لات مار کر دور پھینک دیا مگر آتمال فوراً ہی ارجن سے لپٹ گیا مگر ارجن بھی آخر اس کا باپ تھا اس نے آتمال کو زمین پر گرا لیا اور خود اس پر چڑھ بیٹھا اور گھونسے مار مار کر اسے لہولہان کر دیا مگر اسے کیا معلوم تھا کہ یہ اس کا اپنا ہی خون ہے۔ وہ خوفناک چمگادڑ ان کے قریب آ چکی تھی اور چیخ چیخ کر ارجن کو روک رہی تھی کئی بار وہ ارجن پر جھپٹ بھی پڑی مگر اس پر تو خون سوار تھا اسے اپنی جان بچانے کی فکر تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر میں نے آتمال کو انسپکٹر قادری کے حوالے نہیں کیا تو وہ

مجھے اذیتیں دے دے کر مارے گا۔ آتمال اب زمین پر پڑا تھا اور ارجن اس پر لاتیں برسا رہا تھا کچھ ہی دیر میں ارجن نے آتمال کو مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ اب آتمال کی تمام وحشت ختم ہو چکی تھی اور وہ کسی معصوم بچے کی طرح بے سدھ پڑا تھا۔ ارجن نے اسے اٹھا کر کاندے پر ڈالا اور آہستہ آہستہ انسپکٹر قادری کی طرف چل پڑا کیونکہ اب وہ کافی تھک چکا تھا۔ وہی خوفناک چمگادڑ اب بھی ارجن کے اوپر منڈلا رہی تھے پھر وہ ارجن کے سامنے آ کر اس سے ٹکرا گئی اب ارجن کے سامنے چمگادڑ کی بجائے روپا کھڑی تھی وہی روپا جس کی ارجن نے عزت لوٹ لی تھی روپا کو دیکھتے ہی ارجن ٹھٹک کر رک گیا روپا اسی گاؤن میں ملبوس تھی جس میں ارجن نے اس کی عزت لوٹی تھی۔

ارجن کے رکتے ہی روپا نے پوچھا۔ آتمال کو کہاں لے جا رہے ہو؟

اسے انسپکٹر قادری کے حوالے کرنا ہے۔ روپا نے کہا تم پہلے پتا ہو جو اپنے ہاتھ سے اپنے بچے کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہو۔ ارجن، روپا سے بالکل بھی خوفزدہ نہیں تھا کیونکہ وہ تو خود ایک بدروح تھا اس نے حیرت سے روپا کی بات سنی اور پوچھا یہ میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟

''یاد کرو وہ رات جب تو نے میری عزت لوٹی تھی اور اس کے بعد ہی میں نے آتمال کو جنم دیا تھا میں اس کی ماتا ہوں اور تم اس کے پتا ہو اور یہ بات میں تمہیں تھانے میں بھی بتا رہی تھی مگر انسپکٹر قادری نے میری آواز بند کر دی تھی تم کیسے پتا ہو تم نے اپنے ہی بچے کو مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے یاد رکھ آتمال کو پکڑنے کے بعد وہ تجھے بھی قید کر دے گا۔ وہ جانتا ہے کہ آتمال تیرا بیٹا ہے اس لئے اس نے اسے گرفتار کرنے کے لئے تمہیں مجبور کر دیا ہے۔''

ارجن نے یہ سن کر لہولہان آتمال کو کندھے سے اتار کر پیار کرنا شروع کر دیا اور اس کا خون آلود چہرہ صاف کر دیا اس کے زخم ٹھیک ہو چکے تھے کیونکہ وہ ایک بدروح کا بیٹا تھا۔ آتمال ابھی تک بے ہوش تھا ارجن نے روپا سے کہا اس انسپکٹر قادری نے مجھے مجبور کر کے گھر سے بلوایا تھا میرا تو آنے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔ روپا نے کہا اس نے تمہاری روح کا تعلق اپنے موبائل فون سے جوڑ لیا ہے اور اسی کے ذریعے تمہیں اذیت دے کر آنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ اس نے جس انگلی سے تیرا تعلق موبائل فون کے ساتھ جوڑ رکھا ہے اس انگلی کو توڑ دو اس طرح تمہارا تعلق ختم ہو جائے گا اور تم آزاد ہو جاؤ گے۔ ارجن نے اپنی وہ دونوں انگلیاں جو انسپکٹر قادری نے صفر اور نو کے ہندسے پر رکھوائیں تھیں چبا کر الگ کر لیں اور تھوک دیں مگر اس کے چہرے پر کسی

قسم کی تکلیف کے آثار نہیں تھے اس کی کٹی ہوئی انگلیوں کے زخم فوراً ہی ٹھیک ہو گئے۔

اس نے آتمال کو پیار کر کے اسی ویران عمارت کے دروازے کے قریب لٹا دیا اور روپا سے کہا تم اس کا خیال کرنا اب میں چلتا ہوں کہیں شنکر جاگ نہ گیا ہو وہ مجھے گھر میں نہ پا کر پریشان ہو گا۔ روپا نے کہا اب تم پل کی طرف سے نہ جانا بلکہ تھوڑا آگے بڑا پل ہے جہاں سے ریل گاڑی گزرتی ہے اس طرف سے چلے جاؤ۔ پھر ارجن بڑے پل کی طرف بھاگ پڑا اور ادھر سے ہوتا ہوا چکر کاٹ کر پھر اسی سڑک پر آیا اور گھر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کو واپس آتے دیکھ کر شنکر سومناتی نے ٹی وی بند کر دیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ ارجن بھی کچھ دیر بعد آ کر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

انسپکٹر قادری کافی دیر تک ارجن کا انتظار کرتا رہا مگر ارجن نے نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ کافی دیر کے انتظار کے بعد انسپکٹر قادری نے جیب سے موبائل نکال کر آن کیا اور اس کا صفر اور نو کا ہندسہ دبایا مگر کچھ بھی نہ ہوا وہ فوراً سمجھ گیا کہ ارجن کی انگلیاں کٹ چکی ہیں اور وہ آزاد ہو گیا ہے۔ وہ فوراً جیپ لے کر اس ویران حویلی کے پاس پہنچا مگر وہاں کوئی نہیں تھا حویلی کے دروازے کے باہر ارجن کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی پڑی تھیں مگر ارجن کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ حویلی میں داخل ہو گیا مگر اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا اس نے جیپ میں سے ٹارچ اٹھائی اور دوبارہ حویلی میں داخل ہو گیا اب اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ تھی اس نے ساری حویلی چھان ماری مگر ارجن اور آتمال دونوں ہی کا کچھ پتہ نہ تھا اور پتہ بھی کیسے چلتا ارجن تو واپس گھر جا چکا تھا اور آتمال ہوش میں آ کر حویلی میں لگے ایک پرانے اور گھنے بڑ کے درخت پر چھپا بیٹھا تھا۔ کافی دیر تلاش کے بعد انسپکٹر قادری ناکام واپس لوٹ آیا۔

ابھی ارجن کو لیٹے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ شنکر سومناتی اٹھ بیٹھا اور ارجن کو جگانے لگا ارجن تو پہلے ہی جاگ رہا تھا اس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

''یار میں کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں مجھے سپنے میں نظر آیا کہ انسپکٹر قادری یہاں ہمارے گھر میں ہمیں تلاش کر رہا ہے۔'' انسپکٹر قادری کا نام سنتے ہی ارجن نے سوچا یقیناً وہ مجھے واپس اپنے پاس نہ پا کر میری تلاش کر رہا ہو گا اور ہو سکتا ہے وہ اپنے علم کے ذریعے یہاں میری موجودگی سے

آگاہ ہو جائے اور پھر یہاں پہنچ جائے۔ ارجن نے کہا یار ہو سکتا ہے انسپکٹر قادری ہمیں تلاش کر ہو اور یہاں پہنچ جائے۔

شنکر سومناتی نے کہا ٹھیک ہے ہمیں ابھی یہ جگہ چھوڑنی پڑے گی ارجن نے پوچھا مگر ہم اس وقت جائیں گے کہاں؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا آؤ میرے ساتھ جگہ میرے پاس ہے پھر اس نے ارجن کو تالا اور چابی دے کر کہا تم باہر سے تالا لگا کر دیوار پھلانگ کر آ جاؤ اور خود دوسر کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں بیٹھ کر وہ منتر وغیرہ پڑھتا تھا اور لوگوں سے بات چیت کرتا تھا ارجن بھی تالا لگا کر وہاں آ گیا۔ شنکر سومناتی نے دیوار پر لگی ایک بکرے کی کھوپڑی کی آنکھ دبائی فوراً ہی دیوار میں ایک راستہ ظاہر ہو گیا جس میں نیچے کی طرف سیڑھیاں اترتی دکھائی دے رہ تھیں وہ ان سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ارجن بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے اوپر کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ نیچے ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا مگر وہاں کوئی سامان وغیر نہ تھا کچے فرش پر ایک دری بچھی ہوئی تھی جس پر دو تین گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ ارجن نے کہا یار یہ تو بڑی خفیہ جگہ ہے انسپکٹر قادری ہمیں یہاں تلاش نہیں کر سکے گا۔ شنکر سومناتی نے اس تہہ خانے میں جلنے والے بلب کو دائیں طرف گھمایا تو اس کے نیچے سے دیوار ایک طرف کو سرک گئی شنکر سومناتی نے اس دوسرے تہہ خانے میں داخل ہوتے ہوئے کہا انسپکٹر قادری کو تم نہیں جانتے وہ ضرور اس تہہ خانے تک پہنچ جائے گا۔ ارجن بھی شنکر سومناتی کے ساتھ اس دوسرے تہہ خانے میں داخل ہو گیا یہ تہہ خانہ اندر سے کافی سجا ہوا تھا۔ ایک طرف شاندار بیڈ لگا ہوا تھا ایک طرف دیوار کے ساتھ ایک میز پر ایک ٹی وی رکھا ہوا تھا اس تہہ خانے میں ایک ٹیوب لائٹ بھی جل رہی تھی۔ فرش پر بھی دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک الماری میں کھانے پینے کے برتن بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شنکر سومناتی بیڈ پر بیٹھ گیا اور ارجن بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ شنکر سومناتی نے کہا اب ہم کچھ محفوظ جگہ پر ہیں مگر پھر بھی ہمیں انسپکٹر قادری کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھنی پڑے گی ورنہ وہ ہمیں پاتال سے بھی نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ باتیں کرتے ہوئے شنکر سومناتی کی نظر اچانک ارجن کے ہاتھوں پر پڑی اور اس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تمہاری انگلیاں کہاں گئیں؟''

''یار کیا بتاؤں ان انگلیوں کی وجہ سے ہی انسپکٹر قادری نے میرا تعلق اپنے موبائل فون سے

جوڑ لیا تھا اور جب تم سو رہے تھے تو اس نے مجھے موبائل فون کے بٹن دبا کر جمنا کے پار جنگل میں بلا لیا تھا مگر مجھے پتہ چل گیا اس لئے میں نے اپنی انگلیاں چبا کر الگ کر دیں اور وہیں تھوک دیں پھر گھر آ کر میں نے ہاتھ دھوئے اور تمہاری وہی طلسمی مرہم لگائی اس لئے ان کے زخم نظر نہیں آ رہے۔'' شنکر سومناتی نے کہا اب تو ہمیں اور بھی زیادہ احتیاط کرنی پڑے گی۔ کیونکہ انسپکٹر قادری ہر حال میں تمہیں پکڑنے کی کوشش کرے گا پھر اس نے ارجن سے کہا ذرا ٹی وی آن کرنا۔ ارجن نے جواب دیا یار یہاں جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں ٹی وی پروگرام دیکھنے کی پڑی ہے۔ شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جو پروگرام میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ یقیناً تمہیں بھی پسند آئے گا اور ارجن نے نہ چاہتے ہوئے بھی ٹی وی کا بٹن آن کر دیا۔

شنکر سومناتی نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا اور ٹی وی کی سکرین پر انسپکٹر قادری کا چہرہ نظر آیا جو اپنے ماتحتوں کو کوئی ہدایات دے رہا تھا مگر آواز صاف نہ سنائی دے رہی تھی۔ انسپکٹر قادری کا چہرہ دیکھتے ہی ارجن نے حیرانگی سے کہا ارے یہ تو انسپکٹر قادری ہے۔

''دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ پروگرام تمہیں ضرور پسند آئے گا ذرا ٹی وی کی آواز کھولو۔'' اور ارجن نے فوراً ٹی وی کی آواز کھول دی اب آواز سنائی دینے لگی تھی۔ وہ اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہا تھا کہ ارجن کو ہر حال میں گرفتار کرنا ہے میں جانتا ہوں وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ جس جگہ کا میں تمہیں کہوں اسی جگہ پہنچ کر تم نے فوراً گھیرا ڈال دینا ہے۔ مگر ارجن کو زندہ گرفتار کرنا ہے اس پر کوئی گولی نہ چلائے ویسے بھی اس پر گولی کا اثر شاید ہی ہو گا۔ پھر اس نے جیپ میں بیٹھ کر اپنی جیب سے ارجن کی وہی کٹی ہوئی انگلیاں نکالیں اور ان پر کچھ پڑھ کر سڑک پر پھینک دیں۔ سڑک پر گرتے ہی ارجن کی انگلیاں سیدھی کھڑی ہو کر دوڑنے لگیں اور انسپکٹر قادری نے جیپ ان انگلیوں کے تعاقب میں ڈال دی۔ جیپ میں سات آٹھ سپاہی رائفلیں لیئے بیٹھے تھے اور ارجن کی انگلیوں کو دوڑتے ہوئے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ان انگلیوں کی رفتار کافی تیز تھی اور وہ جیپ سے کافی آگے نکل گئی تھیں۔ یہ دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا یہ تو بہت برا ہوا یہ تمہاری انگلیاں تو ہمیں مروا دیں گی۔ انسپکٹر قادری یقیناً ہم تک پہنچ جائے گا۔ ارجن نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا اب کیا ہو گا؟ اس طرح تو ہم مارے جائیں گے۔ شنکر سومناتی نے کہا میں اس کا انتظام کرتا ہوں مگر جیسے ہی میں اشارہ کروں تم دونوں ہاتھ سر سے اوپر کر کے فوراً نیچے کر لینا ارجن نے کہا

ٹھیک ہے۔ پھر شنکر سومناتی نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ انگلیاں بڑی تیزی کے ساتھ شنکر سومناتی کے گھر کی طرف دوڑ رہی تھیں اور انسپکٹر قادری ان پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ شنکر سومناتی نے منتر پڑھ کر جیسے ہی اشارہ کیا ارجن نے دونوں ہاتھ بلند کر کے فوراً نیچے کر لئے۔ رات کا وقت تھا اور انسپکٹر قادری کی جیپ کی ہیڈ لائٹس ارجن کی انگلیوں پر روشنی ڈال رہی تھیں ایسے میں اچانک دو ہاتھ سڑک سے باہر نکلے اور انگلیاں ان ہاتھوں کے ساتھ جڑ گئیں اور ہاتھ غائب ہو گئے۔ یہ ارجن کے ہاتھ تھے جن کی انگلیاں واپس جڑ چکی تھیں ارجن نے حیرت سے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور شنکر سومناتی کی طرف دیکھ کر بے اختیار مسکرا اٹھا اور کہنے لگا یار واقعی تم تو بہت بڑے جادوگر ہو اور جواب میں شنکر سومناتی صرف مسکرا کر رہ گیا اور ٹی وی کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں انسپکٹر قادری پریشان نظر آ رہا تھا۔ سڑک سے ہاتھوں کے نکلتے اور انگلیوں سمیت غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے فوراً جیپ روک دی تھی اور نیچے اتر کر سڑک کا جائزہ لے رہا تھا وہ سمجھ چکا تھا کہ دشمن کا وار چل گیا ہے اور انگلیاں واپس ہاتھوں کے ساتھ جڑ چکی ہیں مگر وہ اس بات پر حیران تھا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ ارجن جب اس سے ملا تھا تو اس نے اسے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ اس نے سوچا یقیناً اس کا دوست جادوگر ہوگا اور یہ کام اسی کا ہے۔ سپاہی بھی ہاتھوں میں ٹارچیں لئے انگلیاں تلاش کر رہے تھے۔ مگر انگلیاں وہاں ہوتی تو ملتیں۔ انسپکٹر قادری نے ایک سپاہی سے پوچھا منگت رام کل صبح تم نے ارجن کو کہاں چھوڑا تھا سپاہی منگت رام نے جواب دیا سر میں نے اسے حلوائی کی دکان پر چھوڑا تھا اور آپ کے اشارے کے مطابق اس کا پیچھا بھی کیا تھا وہ ناشتہ لے کر سیدھا جادوگر شنکر سومناتی کے گھر گیا تھا۔

چلو آگے بیٹھو اور شنکر سومناتی کے گھر کا راستہ بتاؤ پھر وہ سب ایک ایک بار پھر شنکر سومناتی کے گھر کی طرف رواں دواں تھے۔ ان کو ادھر آتے دیکھ کر ارجن نے پوچھا اب کیا ہوگا؟ یہ تو ادھر ہی آ رہا ہے۔

”کچھ نہیں ہوگا انہیں آنے دو اور اپنی تسلی کر لینے دو ورنہ یہ بار بار یہاں آ کر ہمیں تنگ کرے گا۔“

کچھ ہی دیر بعد انسپکٹر قادری کی جیپ شنکر سومناتی کے گھر کے باہر کھڑی تھی اور وہ سپاہی، انسپکٹر قادری سمیت دیوار پھلانگ کر شنکر سومناتی کے گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ دونوں کمرے خالی

تھے اور شنکر سومناتی اور ارجن کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ انسپکٹر قادری نے پہلے سونے کے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اس نے بستر کی طرف دیکھا اور کہا بستر کی شکنیں تو ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ دونوں کچھ دیر پہلے یہاں تھے۔ پھر اس نے سپاہیوں سے کہا ہو سکتا ہے یہاں کوئی تہہ خانہ ہو اچھی طرح تلاشی لو۔ کافی دیر تلاشی کے باوجود بھی وہاں کسی تہہ خانے کا سراغ نہیں ملا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں آ گئے اور دیواریں ٹھونک بجا کر دیکھنے لگے۔ ایک جگہ انسپکٹر قادری کو کچھ شک ہوا اس جگہ کے اوپر ایک بکرے کی کھوپڑی دیوار پر آویزاں تھی اس نے اس بکرے کے سینگ کھینچے، جبڑا ہلایا مگر تہہ خانے کا دروازہ نہ کھلا۔ انسپکٹر قادری اس کھوپڑی کو کافی دیر غور سے دیکھتا رہا اور پھر اچانک اس نے بکرے کی کھوپڑی میں موجود آنکھوں کو دبایا تو دیوار فوراً ایک طرف سرک گئی اب نیچے اترتی سیڑھیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں وہ دو تین سپاہیوں کے ساتھ نیچے آیا مگر تہہ خانہ خالی تھا اس نے کہا وہ کہیں فرار ہو گئے ہیں۔ پھر وہ جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس چلے گئے اب صبح ہو رہی تھی اور ہر طرف ہلکا ہلکا اجالا پھیل چکا تھا مگر انسپکٹر قادری کی جیپ کا رخ شہر سے باہر جمنا کے پل کی طرف تھا کچھ ہی دیر میں اس کی جیپ اسی ویران حویلی کے سامنے پہنچ چکی تھی جس میں آتمال چھپا ہوا تھا۔ چاندی کا پنجرہ اب بھی اس کی جیپ میں موجود تھا اس نے ایک سپاہی کو پنجرہ لانے کے لئے کہا اور خود دوسرے سپاہیوں کے ساتھ ویران حویلی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے گزر کر وہ جیسے ہی اندر پہنچے آتمال سامنے ہی درخت کے نیچے آرام سے سوتا نظر آیا۔ ان کے بوٹوں کی دھمک سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور یک دم کھڑا ہو گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ بھاگتا سپاہیوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا اب وہ چھ سات رائفلوں کی زد میں تھا۔ ان کو دیکھتے ہی اس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور بدروح کے روپ میں آ گیا۔ اس کو بدروح کے روپ میں دیکھتے ہی سپاہیوں کے ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹ کر زمین پر گر پڑیں۔ مگر انسپکٹر قادری نے جلدی سے سپاہی کے ہاتھ سے چاندی کا پنجرہ لے کر اس کے سامنے رکھا اور بلند آواز میں سورۃ الناس کی تلاوت شروع کر دی۔ اس کے تلاوت شروع کرتے ہی آتمال تڑپ کر زمین پر گرا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

اس کو دیکھتے ہی شنکر سومناتی نے کہا یار ارجن یہ تو کسی بدروح کا بیٹا لگتا ہے۔ ارجن نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا یار یہ اسی چمگادڑ کا بچہ ہے جس کو ہم نے انسپکٹر قادری کی قید سے

نجات دلائی تھی۔ مجھے اسی دن انسپکٹر قادری نے بتایا تھا کہ میں اس کے بیٹے آتمال کو پکڑنا چاہتا تھا مگر یہ چمگادڑ پنجرے میں داخل ہو گئی تھی اور آتمال فرار ہو گیا ہے مگر میں جلد ہی اسے گرفتار کرلوں گا۔

انسپکٹر قادری کے تلاوت شروع کرتے ہی شنکر سومناتی نے ٹی وی کی آواز بند کر دی تھی کہ کہیں ارجن کی حالت بھی آتمال جیسی نہ ہو جائے۔ ارجن کی بات سن کر شنکر سومناتی نے کہا میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ یہ بدروحوں کا شکاری ہے اب یہ آتمال کو نہیں چھوڑے گا۔ انسپکٹر قادری اب بھی تلاوت کر رہا تھا مگر ٹی وی کی آواز بند ہونے کی وجہ سے آواز سنائی نہ دے رہی تھی آتمال اب آہستہ آہستہ پھر سے انسانی بچے کے روپ میں آ رہا تھا۔ اس کی ماتا چمگادڑ کے روپ میں انسپکٹر قادری کے اوپر منڈلا رہی تھی مگر تلاوت کی وجہ سے نیچے نہ آ رہی تھی۔ سپاہی بھی سکتے کے عالم میں کھڑے آتمال کو دیکھ رہے تھے جو اب آہستہ آہستہ بچہ بن رہا تھا۔

اچانک زمین شق ہوئی اور اس میں سے شلر اگ برآمد ہوا۔ دوسرے ہی لمحے وہ آتمال کو اٹھا کر واپس زمین میں اتر گیا اور زمین برابر ہو گئی۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ انسپکٹر قادری کو بھی کچھ کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا آتمال تو اس کی پہنچ سے بہت دور جا چکا تھا۔

شلر اگ کو دیکھتے ہی شنکر سومناتی نے کہا یار یہ تو وہی شخص تھا جو ہمیں ریگستان میں نظر آیا تھا اور تم سے کسی عجیب سی زبان میں بات کر رہا تھا۔ مگر اس کا آتمال سے کیا تعلق؟ ارجن نے جواب دیا میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ یہ آتمال کو کہاں لے گیا؟ اور اس سے اس کا کیا سمبندھ ہے؟ انسپکٹر قادری اپنے سپاہیوں سمیت واپس چل پڑا تھا اور اب اس کا رخ تھانے کی طرف تھا۔ شنکر سومناتی نے اٹھ کر ٹی وی بند کر دیا اور پھر بستر پر بیٹھ گیا اور کہا یہ انسپکٹر قادری بڑا ہی خطرناک آدمی ہے آتمال کے غائب ہو جانے کے بعد وہ تمہیں ہر حال میں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا اس لئے ہمیں مزید ایک دو دن اسی تہہ خانے میں رہنا پڑے گا۔ جب تک میرا دوست جادوگر نہیں آ جاتا ہم یہیں رہیں گے اور پھر اس سے معلومات کر کے ہی کوئی لائحہ عمل تیار کریں گے اور جتنی جلدی ہو سکا دہلی شہر چھوڑ دیں گے۔

☆......☆......☆

جادوگروں کا بے تاج بادشاہ، روحوں، جنوں، چڑیلوں اور دوسری ماورائی شکتیوں کے لئے دہشت کی علامت سامری اپنے قلعے میں موجود تھا۔ سامری کا قلعہ مسقط کے علاقے وادی دکم میں شمال کی طرف ایک پہاڑی مقام پر واقع ہے جس کی اونچائی تقریباً ایک ہزار سے پندرہ سو فٹ کے قریب بلند ہے۔ یہاں پر سخت گرمیوں میں بھی موسم ٹھنڈا رہتا ہے۔ وادی دکم کے مقام پر سڑک کے عین بیچ میں ایک برساتی پانی کا بہاؤ ہے جو کہ عام حالات میں تقریباً ایک ڈیڑھ فٹ تک رہتا ہے اور اس کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہوتا ہے لیکن بارش کے موسم میں یہاں پانی کی سطح کافی بلند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے گاڑیوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس ٹھنڈے پانی کو عربی میں وادی کہتے ہیں۔ یہاں سے صلالہ شہر کا فاصلہ تقریباً تین سو کلومیٹر ہے۔ یہاں وادی دکم کے علاقے کے چاروں طرف سخت گرمی پڑتی ہے مگر وادی میں پہنچتے ہی ٹھنڈی ہوائیں استقبال کرتی ہیں۔ یہ ٹھنڈی ہوائیں سامری کی رفیق بدروحوں کی بدولت اور بھی یخ بستہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں پہنچ کر اکثر ڈرائیوروں کو نیند آنے لگتی ہے کیونکہ شدید گرمی کے ستائے ہوئے ڈرائیور یہاں پر گاڑی روک کر آرام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جو ڈرائیور اس وادی کی نزاکت کو جانتے ہیں وہ کبھی بھی یہاں بریک نہیں لگاتے کیونکہ یہاں پر سامری اور اس کی رفیق بدروحوں اور جنوں، چڑیلوں وغیرہ کی حکمرانی ہے۔ جو ڈرائیور یہاں رک کر ہاتھ منہ دھونے یا اس پانی میں نہانے کے چکر میں پڑتا ہے وہ شاذونادر ہی وہاں سے زندہ واپس جاتا ہے۔ وادی دکم کا علاقہ تقریباً آٹھ دس کلومیٹر پر محیط ہے۔ وادی دکم کے مقام پر سامری کے قلعے کی طرف سے اکثر ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں جیسے کوئی شادی کا سماں ہو۔ آپ کو دور سے ڈھول تاشے پیٹنے کی آوازیں سنائی دیں گی مگر وادی دکم میں داخل ہوتے ہی تمام شور ختم ہو جائے گا اور ایک عجیب سی وحشت اور سناٹا محسوس ہو گا۔ اگر آپ اوپر قلعے کی طرف جانا چاہیں تو مسقط کے مقامی لوگ آپ کو کبھی بھی وہاں نہیں جانے دیں گے ان کے خیال میں سامری کی بدروحیں آپ کو واپس نہ آنے دیں گی اور ایسا ہی ہوتا ہے جب کوئی آدمی قلعے کی طرف جاتا ہے تو وہ کبھی واپس نہیں آتا۔

کالے پتھروں سے بنے ہوئے اس قلعہ میں چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں جن کی حالت اب کافی خستہ ہو چکی ہے اس کے صدر دروازے کا ایک حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ آج کی رات بھی سامری کے قلعہ میں جشن کا ساماں تھا۔ سامری اس وقت صحن میں بچھے ہوئے ایک نفیس

تخت پوش پر براجمان تھا۔ اس کا قد تقریباً نو گز تھا گندمی سیاہ رنگت چوڑی چھاتی اس کی ہیبت دیکھتے ہی ایک خوف سا اعصاب پر سوار ہو جاتا تھا۔ اس کے پاس ایک نوجوان لڑکی لباس سے بے نیاز کھڑی تھی جو اس کو وقفے وقفے سے چاندی کی بیش قیمت صراحی سے شراب ایک نہایت قیمتی زمرد کے پیالے میں انڈیل انڈیل کر پیش کر رہی تھی۔ اس کے تخت پوش سے کچھ دور ایک سنگی چبوترے پر ایک بہت بڑا چراغ نصب تھا جس کی سو سے بھی زیادہ بتیاں تھیں اور ہر بتی کے اوپری حصے پر ایک انسانی آنکھ لٹک رہی تھی۔ اس چراغ میں انسانی خون بھرا ہوا تھا اور اس کی بتیوں کی تمام آنکھیں بجلی کے بلبوں کی طرح روشن تھیں اور اس روشنی میں قلعے کے در و دیوار بڑے واضح نظر آ رہے تھے۔ اسی طرح کا ایک چھوٹا چراغ جس میں صرف ایک آنکھ والی بتی تھی ہر کمرے میں روشن تھا۔ ساز و آواز کی محفل سجی ہوئی تھی سامری کے تخت پوش کے پیچھے تین نہایت بھیانک شکل کے جن ہاتھوں میں تلواریں تھامے ساکت کھڑے تھے۔ صحن کے دونوں طرف دو لائنوں میں سنگی چبوتروں پر عجیب و غریب شکلوں کے لوگ بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ دو حسین رقاصائیں برہنہ رقص پیش کر رہی تھیں۔ نہایت دلکش موسیقی پر ان کے تھرکتے برہنہ جسم دعوت گناہ دے رہے تھے اور سامری سمیت وہ سب کے سب اس رنگین محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یکا یک موسیقی بند ہو گئی رقاصائیں جہاں تھیں وہیں پتھر کی مورتیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ سنگی چبوتروں پر بیٹھے ہوئے لوگ بھی پتھر کے ہو چکے تھے ایسے میں صحن کی پتھریلی زمین شق ہوئی اور اس میں سے شلراگ برآمد ہوا اس کے ہاتھوں میں ایک معصوم سا بچہ تھا یہ آتمال تھا۔ شلراگ آتے ہی سامری کے آگے جھک گیا اور کہنے لگا آقا سامری میں نے آپ کے حکم کے مطابق راگا بن ملیان پر نظر رکھی ہوئی ہے اور اسے کئی بار آپ سے ملنے سے بھی منع کر چکا ہوں مگر وہ آپ سے ملنے کی کوشش میں ہے۔ میں نے آپ کا حکم بھی اسے پہنچا دیا ہے کہ آپ اس سے نہیں ملنا چاہتے مگر وہ کہتا ہے کہ میں ہر قیمت پر آپ سے ایک بار ملوں گا میں نے اسے ایک ریگستان میں پھنسا دیا تھا مگر وہ اپنے ایک دوست جادوگر شنکر سومناتی کے ذریعے وہاں سے بچ نکلا ہے۔ یہ میرے ہاتھوں میں اس کا بیٹا ہے اس کا نام آتمال ہے میں اس کو آپ کے پاس لے آیا ہوں میرا خیال ہے ہمیں اس سے براہ راست ٹکرانے کی بجائے اس کے بیٹے کو کوئی طاقت و شکتی دے دینی چاہئے اور پھر اس کو اس سے ٹکرا دینا چاہئے یہ ابھی تو بچہ ہے مگر دو تین ماہ میں اس قابل ہو جائے گا کہ کسی بھی شکتی کی طاقت

اور دباؤ برداشت کر سکے۔ سامری نے ہاتھ بڑھا کر آتمال کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور سونگھ کر کہا واقعی یہ راگا کا بیٹا ہے مجھے اس کے جسم سے راگا کے خون کی بو آ رہی ہے یہ ہمیں بہت کام دے گا۔ پھر اس نے آتمال کو اپنے پیچھے کھڑے ایک خوفناک شکل کے جن کے حوالے کرتے ہوئے کہا سنداش، اس کا خاص خیال رکھنا آج سے یہ تمہارے پاس رہے گا۔ یہ کہہ کر اس نے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا شلراگ راگا بن ملیان اور اس جادوگر پر خاص نظر رکھو ان دونوں کو ہم تک نہیں پہنچنا چاہئے اور نہ ہی راگا کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے اسے دھوکے سے مارا تھا اور اس کے خون سے نہا کر ابدی زندگی حاصل کرنے کا جاپ کیا تھا۔ اگر اس کو یہ پتہ لگ گیا تو وہ ہمیں ہر حال میں مارنے کی کوشش کرے گا ہم نے ابدی زندگی تو حاصل کر لی ہے مگر ہمارے مارے جانے کا ایک طریقہ اب بھی موجود ہے جو کہ کوئی نہیں جانتا مگر ہم نے اس کو سات ہزار بدروحوں کی طاقت بخش کر جو غلطی کی تھی وہی ہماری موت کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ وہ سات ہزار بدروحوں کی طاقت کی وجہ سے مجھے مارنے کی ترکیب سے واقف ہو سکتا ہے۔ ہم نے بڑی احتیاط کی تھی اور اسی لئے اس کا تابوت ہزاروں میل دور ہندوستان میں دفن کرا دیا تھا تاکہ وہ کبھی بھی اپنے جسم سے نہ مل سکے۔ ابھی تو وہ اپنی بدروحوں کی شکتی سے اپنی مرضی کے مطابق کام نہیں لے سکتا اگر اس نے اپنا جسم حاصل کر لیا تو پھر وہ اپنی بدروحوں کی شکتی سے ہر طرح کا کام لے سکے گا اور ایسا ہو گیا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ میں نے اس سے دھوکہ کیا تھا ایسی صورت میں وہ میرے لئے عذاب بن جائے گا بہتر یہی ہے کہ اسے ہندوستان میں ہی مصروف رکھو تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکے۔

شلراگ نے کہا۔ آقا آپ نے اس کا جسم کیوں رکھا ہوا ہے؟ آپ اس کے جسم کو ختم کر دیں نہ اس کا جسم ہو گا اور نہ ہی وہ اسے حاصل کر سکے گا۔ سامری نے مسکرا کر شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا اگر تم ایسے سب رازوں کو جانتے تو آج میری جگہ ہوتے۔ راگا بن ملیان کا جسم بلیدانی جسم ہے اسے ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ شلراگ نے کہا ٹھیک ہے آقا میں آپ کے حکم کے مطابق اسے یہاں تک نہ پہنچنے دوں گا یہ کہہ کر وہ واپس زمین میں اتر گیا اور زمین برابر ہو گئی اس کے ساتھ ہی رقص و سرور کی محفل پھر سے شروع ہو گئی پتھر کے بنے ہوئے تمام لوگ پھر سے زندہ نظر آنے لگے اور رقاصاؤں نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر پھر سے رقص شروع کر دیا اور سامری پھر سے شراب میں ڈوب گیا۔

آتمال اب بھی سنداش جن کی گود میں تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یکا یک سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور رقص کی محفل ختم ہوگئی اب نہ کوئی رقاصہ تھی اور نہ ہی کوئی دوسرا ذی روح۔ وہ سب کے سب غائب ہو چکے تھے ایسے میں ایک خوفناک شکل کی چڑیل ایک لڑکی کے ساتھ حاضر ہوئی۔ لڑکی کے نقوش بتا رہے تھے کہ وہ کوئی مقامی لڑکی ہے دلہن کے روپ میں سجی وہ لڑکی آکاش سے اُتری کوئی اپسرا دکھائی دے رہی تھی۔ اس چڑیل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سامری کے قریب تخت پوش پر بٹھا دیا وہ سحر زدہ سی لگتی تھی اس کو بٹھاتے ہی وہ چڑیل غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی سامری کے سرہانے کی طرف کھڑے تینوں جن بھی آتمال سمیت غائب ہو گئے۔

سامری نے لڑکی کی طرف دیکھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی لڑکی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی یوں لگتا تھا جیسے وہ لڑکی اب ہوش میں آئی ہے وہ خوفزدہ ہو کر چیخنے لگی مگر سامری نے اسے کسی گڑیا کی طرح اٹھا کر تخت پوش پر گرا لیا اور اس کا لباس تار تار کرنا شروع کر دیا لڑکی چیخ رہی تھی اور اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی مگر سامری پر اس کی چیخوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا اور نہ ہی لڑکی میں اتنی طاقت تھی کہ اس کی گرفت سے نکل سکتی۔ لباس سے آزاد ہونے کے بعد لڑکی بے بسی سے تلملا رہی تھی مگر اس کی کوئی پیش نہیں چل رہی تھی پھر کچھ ہی دیر بعد اس لڑکی نے ایک دلدوز چیخ ماری اور کٹی ہوئی مرغی کی طرح تڑپنے لگی مگر سامری اس کی فلک شگاف چیخوں سے بے نیاز اپنے من کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔ لڑکی کچھ دیر تڑپنے کے بعد ساکت ہوگئی۔ مگر سامری پھر بھی اس کے مردہ جسم کو جھنجھوڑنے میں مصروف تھا پھر کچھ ہی دیر بعد وہ تخت پوش پر لیٹا اپنی اترتی چڑھتی سانسوں کو درست کر رہا تھا اس کے بعد وہ اٹھ کر غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی قلعے کے کمروں سے بدروحیں نکل نکل کر لڑکی کے مردہ جسم پر ٹوٹ پڑیں۔ چند ہی لمحوں میں وہاں لڑکی کا نام ونشان بھی باقی نہ تھا۔

☆......☆......☆

پے در پے ناکامیوں نے انسپکٹر قادری کے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ وہ بڑے غصے میں دکھائی دیتا تھا یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ اسے بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا حالات و واقعات پر غور کر رہا تھا۔ مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آتمال کو

چھڑا لے جانے والا عجیب سی شکل کا وہ کون آدمی تھا؟ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھ کر باہر صحن میں آ گیا اور پھر تیزی کے ساتھ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا تھانے کی چھت پر جا پہنچا پھر اس نے دایاں ہاتھ آگے کر کے کچھ پڑھنا شروع کر دیا کچھ ہی دیر بعد اس کے ہاتھ پر ایک سنہری مکھی بیٹھی نظر آئی جو عام مکھی سے بھی چھوٹی تھی انسپکٹر قادری نے کچھ پڑھ کر اس کی طرف پھونکا اور کہا جاؤ اپنی فوج کے ساتھ ارجن کے بھیس میں راگا بن ملیان کی بدروح کو تلاش کرو اور مجھے اطلاع دو اس کے ساتھ ہی دہلی شہر کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ راگا کو کسی صورت بھی شہر سے باہر نہیں جانا چاہئے۔ یہ سنتے ہی وہ سنہری مکھی اڑ گئی اور انسپکٹر قادری واپس اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ارجن اور شنکر سومناتی ابھی دہلی شہر میں ہی ہوں گے اور وہ ضرور یہاں سے بھاگنے کی کوشش میں ہوں گے اسی لئے اس نے دہلی شہر پر سنہری مکھیوں کا حصار لگا دیا تھا۔ اب یہ ممکن نہیں تھا کہ ارجن اور شنکر سومناتی یہ شہر چھوڑ سکتے۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کو تہہ خانے میں رہتے ہوئے دو دن ہو چکے تھے۔ آج انہیں پتہ لگا تھا کہ شنکر سومناتی کا دوست جادوگر کھنڈر راؤ آ چکا ہے اور یہ پتہ بھی انہوں نے اپنے ٹی وی کے ذریعے کیا تھا اور اب صبح ہی صبح وہ اس کے پاس جانے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ وہ دونوں تہہ خانے سے نکل کر گھر کے صحن میں آئے پھر ارجن نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا باہر کوئی نہیں تھا وہ دونوں دیوار پھلانگ کر باہر آ گئے اور تیز تیز قدموں سے سڑک کی طرف بڑھے اور ایک خالی ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گئے اور اسے کھنڈر راؤ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا جلدی کرو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا صاحب چنتک نہ ہوں ابھی چند منٹ لگیں گے اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ کھنڈر راؤ کے سامنے بیٹھے تھے۔ کھنڈر راؤ نے نوکر کو آواز دے کر ان کے لئے ناشتہ منگوایا اور کہا مجھے نوکر نے بتایا تھا کہ آپ پہلے بھی آئے تھے مگر میں مسقط گیا ہوا تھا جادوگر سامری کی قبر پر کچھ جاپ پورے کر کے آیا ہوں اب میری شکتی دوگنا بڑھ چکی ہے۔ جادوگر سامری کا نام سنتے ہی ارجن اور شنکر سومناتی دونوں ہی چونک پڑے اور بے اختیار پوچھنے لگے کیا تم اسی سامری کی بات کر رہے ہو جو قدیم دور میں تھا؟

''ہاں ہاں میں اسی سامری کی قبر کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔''

"کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ استاد سامری کی قبر کس جگہ واقع ہے؟ اور کیا تمہاری اس سے ملاقات ہوئی ہے؟"

"نہیں میری ان سے ملاقات تو نہیں ہوئی ہے البتہ میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ سامری کی قبر کس جگہ واقع ہے۔" پھر اس نے شنکر سومناتی سے پوچھا کیا تم لوگ بھی وہاں کوئی جاپ کرنا چاہتے ہو؟

"ہاں ہم بھی وہاں ایک جاپ کے سلسلے میں جانا چاہتے ہیں اور اسی بارے میں معلومات کرنے کے لئے پہلے بھی آئے تھے۔" اتنے میں نوکر ناشتہ لے کر آ گیا کھنڈر راؤ نے کہا تم لوگ اطمینان سے ناشتہ کرو پھر میں تمہیں تفصیل سے سمجھاتا ہوں۔ انہوں نے جلدی جلدی ناشتہ کرنا شروع کر دیا کیونکہ انہیں اب منزل قریب آتی دکھائی دے رہی تھی جس جگہ کی تلاش میں وہ دھکے کھاتے پھر رہے تھے اس جگہ کا پتہ انہیں آج مل گیا تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے کھنڈر راؤ کی نظر اچانک ارجن کی قمیص کے کالر پر پڑی جس پر ایک چھوٹی سی سنہری مکھی بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی کھنڈر راؤ نے پوچھا کیا تمہاری کسی مسلمان سے دشمنی ہے؟

ہماری تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے مگر تھانہ بلی ماراں کا انسپکٹر قادری ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے اسی لئے ہم دو تین دن سے تہہ خانے میں چھپے ہوئے تھے۔ شنکر سومناتی نے کھنڈر راؤ کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر پوچھا خیریت تو ہے؟ کافی پریشان ہو گئے ہو؟ کھنڈر راؤ نے جواب دیا تمہاری سخت نگرانی کی جا رہی ہے ایسی حالت میں انسپکٹر قادری تمہیں کسی وقت بھی گرفتار کر سکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ چھوٹی سی سنہری مکھی ہے جو تمہاری نگرانی پر ہے اس کی دوسری ساتھی مکھیاں ضرور گھر کے باہر موجود ہوں گی اور کوئی نہ کوئی مکھی، انسپکٹر قادری کو بھی اطلاع دینے گئی ہو گی۔ پھر اس نے ارجن کو کھڑکی کھول کے اس کے پاس کھڑا کیا اور پھونک مار کر مکھی باہر پھینک دی اور شیشہ بند کر کے ان سے کہا اب تم چاروں طرف سے گھیرے میں آ چکے ہو اس لئے...... ابھی وہ اپنی بات بھی پوری نہ کر پایا تھا کہ باہر کے دروازے پر دستک ہوئی کھنڈر راؤ نے کھڑکی کے شیشے سے جھانک کر دیکھا اور کہا میرا خیال صحیح تھا نیچے پولیس آئی ہے اور انسپکٹر قادری بھی یقیناً ان کے ساتھ ہو گا۔ ارجن اور شنکر سومناتی نے گھبرا کر پوچھا اب کیا ہو گا؟

"چنتا مت کرو کچھ نہیں ہو گا بس تم میرا کمال دیکھو۔" پھر اس نے ارجن اور شنکر سومناتی کو

گریبان سے پکڑا وہ دونوں فوراً کالے ناگوں میں تبدیل ہو گئے اور کھنڈر راۓ نے انہیں اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر باہر جا کر دروازہ کھولا سامنے ہی انسپکٹر قادری کھڑا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی کھنڈر راؤ نے پوچھا خیریت تو ہے انسپکٹر صاحب سویرے سویرے کس طرح آئے؟

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ ارجن اور شنکر سومناتی نامی دو آدمی آپ کے گھر میں موجود ہیں۔"

کھنڈر راؤ نے حیرانگی سے پوچھا تو کیا وہ کسی کیس میں مطلوب تھے؟

"مطلوب تھے کا کیا مطلب؟ وہ مطلوب ہیں!" کھنڈر راؤ نے جواب دیا جناب میرا مطلب ہے کہ وہ تو یہاں سے اسی وقت چلے گئے تھے۔ آپ میرے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ انسپکٹر قادری نے سپاہیوں کو گھر کی تلاشی کیلئے کہا مگر ارجن اور شنکر سومناتی کا کوئی پتہ نہ چل سکا انسپکٹر قادری نے کھنڈر راؤ سے کہا اگر وہ دوبارہ آئیں تو فوراً تھانے اطلاع دینا ورنہ دوسری صورت میں تمہیں ملزموں کا ساتھ دینے کے جرم میں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ کھنڈر راؤ نے کہا جناب اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ قانون کے مجرم ہیں تو میں انہیں کبھی بھی نہ جانے دیتا مگر انسپکٹر قادری نے کہا مجھ سے بھاگ کر وہ کہاں جائیں گے میں انہیں پاتال سے بھی نکال لوں گا یہ کہہ کر وہ مڑا اور واپس چل دیا۔ کھنڈر راؤ دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں واپس آیا اور ان ناگوں کو گلے سے اتار کر صوفے پر اچھال دیا وہ صوفے پر گرتے ہی اصلی حالت میں واپس آ گئے۔

ارجن نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا یہ انسپکٹر بڑا خبیث ہے وہ تو مقدر اچھا تھا جو بچ گئے اور پھر کھنڈر راؤ صاحب کی ہوشیاری کام آ گئی ہمیں کچھ تکلیف تو ہوئی مگر جان بچ گئی۔ کھنڈر راؤ نے ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تمہیں کیا تکلیف ہوئی؟

ناگ بنتے وقت مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میری ہڈیاں توڑ پھوڑ کر رکھ دی ہوں مجھے سخت اذیت محسوس ہوئی مگر جان بچانے کے لئے چپ رہنا بھی ضروری تھا پھر چند لمحے بعد ہی اذیت ختم ہو گئی۔ کھنڈر راؤ نے کہا چلو ناشتہ تو کر لو مگر شنکر سومناتی نے کہا نہیں یار جتنا کھا لیا اتنا ہی کافی ہے اب تو بھوک ہی ختم ہو گئی ہے۔ پھر کھنڈر راؤ نے نوکر سے برتن اٹھا کر چائے لانے کو کہا۔ نوکر برتن اٹھا کر چلا گیا تو ارجن نے کہا راؤ صاحب آپ ہمیں استاد سامری کی قبر کے متعلق بتائیں کس جگہ واقع ہے؟ کھنڈر راؤ نے کہا ویسے تو مسقط میں اکثر لوگ سامری کی قبر سے واقف ہیں مگر یہ بہت خطرناک جگہ ہے بغیر حصار کے وہاں پہنچنے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے وہاں ہر وقت

بدروحیں، جنات اور دوسری ارواح گھومتی رہتی ہیں وہاں جانے کے لیے پہلے آپ کو مسقط جانا پڑے گا اور پھر صلالہ۔ مسقط سے صلالے کا فاصلہ تقریباً تیرہ سو کلومیٹر ہے اگر آپ بس کے ذریعے صلالے جانا چاہیں گے تو آپ کو پورا ایک دن لگے گا۔

مسقط سے آگے ایک جگہ آتی ہے جو کہ نزوا کے نام سے مشہور ہے اور ایک راستہ ھیما وغیرہ جاتا ہے اور ایک راستہ عبری کی طرف سے ہوتا ہوا وادی دکم جاتا ہے جہاں سامری کا قلعہ موجود ہے مگر آپ لوگ قلعے پر جانے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ واپس نہ آ ؤ گے۔ وادی دکم سے سیدھا راستہ حفیف بارڈر تک آتا ہے جہاں سے سلطنت عمان اور متحدہ عرب امارات کی سرحدیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ آپ کو نزوا سے ھیما اور وہاں سے تبریت اور کتبیت وغیرہ سے ہوتے ہوئے صلالہ پہنچنا پڑے گا۔ صلالے میں جبل الشیر نامی پہاڑی پر سامری کی قبر موجود ہے۔ سامری کی قبر تقریباً دس گیارہ گز لمبی ہے اور اس کی قبر کے پاس ایک صدیوں پرانا درخت ہے جس پر اب نہ تو کوئی پتا ہے اور نہ ہی اس کی شاخیں ہری بھری ہیں پرندے بھی اس درخت پر بیٹھنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ درخت کس چیز کا ہے کوئی پھلدار درخت ہے یا کوئی اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔ سامری کے خوف کی وجہ سے آج بھی صلالے کی عورتیں جو لباس پہنتی ہیں اسے فستان کہتے ہیں جو کہ ایک میکسی نما ہوتی ہے اور اس کا کپڑا تقریباً دو گز کے قریب اب بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب وہ چلتی ہیں تو وہ کپڑا زمین پر ان کے پیچھے گھسٹتا رہتا ہے بقول عمانی عورتوں کے اس طرح ان کے پاؤں کے نشان ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ سامری ان عورتوں کے پیروں کی مٹی اٹھا کر اپنے جادو کے ذریعے انہیں اپنے قلعے میں بلوا لیتا تھا۔ آج بھی عمانی عورتیں سامری کے خوف کی وجہ سے میک اپ نہیں کر کے آتیں۔ بلکہ وہ اپنے چہرے پر بدنما ٹیکے سے لگا لیتی ہیں تاکہ دیکھنے سے وہ بدصورت لگیں کیونکہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں سامری کا خوف اب بھی موجود ہے۔

صلالہ ایک مضافاتی مقام ہے جہاں اکثر عرب لوگ چھٹیاں منانے آتے ہیں کیونکہ صلالے میں اپریل سے لے کر اگست تک بوندا باندی ہوتی ہے ویسے بھی صلالے کو چند دیگر مقامات کی وجہ سے بھی ایک بلند درجہ حاصل ہے کیونکہ یہاں پر حضرت ایوبؑ کا مقبرہ اور وہ چشمہ بھی موجود ہے جس میں حضرت ایوبؑ نے غسل کیا تھا اور آپؑ کو کوڑھ سے نجات ہوئی تھی۔

حضرت بنی عمرانؑ کا مقبرہ بھی سوق البرکزی پہ واقع ہے اگر تم نے سامری کی قبر پر بیٹھ کر جاپ کرنا ہے تو اپنا رخ حضرت ایوبؑ کے مقبرے کی طرف مت کرنا ورنہ ناکامی ہوگی سامری کی قبر سے دور پہاڑی پر کافی اونچائی پر حضرت ایوبؑ کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ ارجن نے پوچھا تو کیا سامری کا قلعہ بھی وہیں موجود ہے؟ کھنڈر راؤ نے جواب دیا نہیں سامری کا قلعہ تو وادی دکم میں ہے مگر وہ بڑی خطرناک جگہ ہے وہاں جانے کا تو خیال بھی دل میں مت لانا۔

آپ نے جو معلومات ہمیں فراہم کی ہیں اس کے لیے ہم تمام جیون آپ کے ابھاری رہیں گے اب ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم مسقط جانے کی تیاری کر سکیں ویسے بھی جتنی جلدی ہو ہم یہ شہر چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ کھنڈر راؤ نے کہا شاید تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تم کتنی بڑی مصیبت میں پھنس چکے ہو جیسے ہی تم باہر جاؤ گے انسپکٹر قادری کی بھیجی ہوئی سنہری مکھیاں تمہارا پیچھا شروع کر دیں گی اور جہاں تم جاؤ گے اس کی خبر انسپکٹر قادری کو ہو جائے گی اور وہ تمہیں گرفتار کر لے گا ویسے بھی جہاں تک میرا خیال ہے دلی شہر پر اس نے سنہری مکھیوں کا حصار لگا رکھا ہے اور یہ کسی صورت بھی تمہیں شہر سے باہر نہ جانے دیں گی۔ شنکر سومناتی نے کہا اس انسپکٹر نے ہمارے لیے یہ ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی۔ ہم تو پہلے ہی پریشان تھے اس نے تو ہمارا گھر سے نکلنا بھی بند کر دیا ہے پھر اس نے کھنڈر راؤ سے پوچھا اگر ہم حصار لگا کر گھر سے نکلیں تو کیا پھر بھی یہ سنہری مکھیاں ہمیں دیکھ لیں گی۔

''ہاں تم کسی بھی حصار کے ذریعے ان سے نہیں چھپ سکتے۔''

''اگر میں ماضی میں کسی جگہ چلا جاؤں تو کیا پھر بھی یہ مکھیاں ہمیں نہ جانے دیں گی۔''

''ماضی میں تو تم جا سکتے ہو مگر واپس تو دلی شہر میں ہی آؤ گے۔''

''ہو سکتا ہے اتنے میں انسپکٹر قادری حصار ختم کر دے پھر ہم یہاں آتے ہی یہاں سے نکل جائیں گے۔''

''میرا تو خیال ہے تم میرے گھر میں ہی رہو یہاں تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ تمہیں مسقط جانے کے لیے پہلے پاسپورٹ بنوانے پڑیں گے میں تمھارے پاسپورٹ بنوا دوں گا اور ویزا بھی لگوا دوں گا کیونکہ جس ایجنسی نے میرا ویزا لگوایا تھا اس کا منیجر میرا دوست ہے اس لئے تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ارجن نے کہا یہ ٹھیک رہے گا جب تک ہمارے پاسپورٹ بنیں گے تب تک

ہم اسی گھر میں رہ لیں گے اتنے دنوں میں تنگ آ کر انسپکٹر قادری بھی حصار ختم کر دے گا۔" شنکر سومناتی نے کہا ٹھیک ہے اگر یہی مناسب ہے تو پھر اسی طرح کرتے ہیں کھنڈر راؤ نے کہا پاسپورٹ کے لئے تمہاری تصویروں کی ضرورت ہوگی وہ بھی میں اپنے ایک دوست فوٹوگرافر کو بلوا کر بنوالوں گا۔ اس سارے کام میں چند دن تو ضرور لگیں گے اتنے تم یہاں آرام سے رہ سکتے ہو میرے گھر میں ایک تہہ خانہ ہے وہاں تم بالکل محفوظ رہو گے۔ شنکر سومناتی نے کہا ٹھیک ہے راؤ صاحب ہم جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کریں گے۔

☆......☆......☆

سنداش جن، آتمال کو گود میں لے کر وادی دکم میں سڑک کے کنارے ایک بڑے پتھر پر بیٹھا آنے جانے والی گاڑیوں کا نظارہ کر رہا تھا۔ آتمال اس کی گود سے نیچے اترنے کے لئے مچل رہا تھا۔ دوپہر کے بارہ بجے تھے۔ اس وقت اکا دکا گاڑیاں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ سنداش اس وقت غائب حالت میں تھا اس لئے وہ کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا جبکہ آتمال کو اس نے سڑک پر چھوڑ دیا تھا جو اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ وادی دکم کے پانی کے بہاؤ پر بدروحیں کھیل رہی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ پانی پر تیر رہی ہوں۔ بدروحوں سے ٹکرا کر آنے والی ہوائیں اور بھی یخ بستہ لگتی تھیں۔ سڑک کے ایک طرف پانی میں چڑیلیں کپڑے دھو رہی تھیں ان کے قریب ہی کئی چھوٹے چھوٹے چڑیلوں کے بچے پانی میں اچھل کود کر رہے تھے۔ ایسے میں وہاں سے ایک کار گزری جس میں ایک آدمی اور اس کی بیوی سوار تھے موسم رنگین دیکھ کر انہوں نے گاڑی ایک طرف روکی اور ٹھنڈے پانی میں ہاتھ منہ دھونے لگے۔ ان کو دیکھتے ہی آتمال ان کی طرف بڑھا۔ ایک چھوٹے بچے کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اس عورت نے آدمی سے پوچھا اتنی سنسان جگہ پر کون رہتا ہے؟ یہ کس کا بچہ ہے؟ آدمی نے جواب دیا ہو سکتا ہے ان پہاڑیوں پر کچھ لوگ آباد ہوں اور یہ انہی کا...... ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ آتمال ایک چیخ مار کر اس عورت پر جھپٹ پڑا۔ چیخ مارتے ہی اس کی ہیئت بدل چکی تھی اور اب وہ سراپا شیطان نظر آ رہا تھا۔ اس کی بدلی ہوئی شکل دیکھتے ہی اس عورت نے ایک چیخ ماری اور اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر آتمال اس کی ران میں دانت گاڑ چکا تھا۔ کپڑے دھونے والی چڑیلوں نے ایک نظر پلٹ کر آتمال کی طرف دیکھا اور پھر لاپرواہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ آتمال کے ران پر دانت گاڑتے ہی وہ

عورت تڑپ کر پانی میں گر پڑی اور آتمال اس کا بدن بے دردی سے ادھیڑنے لگا۔ وہ عورت کافی دیر مزاحمت کرتی رہی مگر آتمال کی گرفت سے نہ نکل سکی۔ سنداش جن پتھر پر بیٹھا اس عورت کی بے بسی پر قہقہے لگا رہا تھا۔ قہقہے لگاتے ہوئے وہ اور بھی خوفناک لگ رہا تھا۔

آتمال کو دیکھتے ہی اس آدمی نے اٹھ کر اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگا دی مگر جیسے ہی وہ اپنی گاڑی کے قریب پہنچا اس کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے اس کی کار کی ڈگی پر دو بھیانک ڈھانچے بیٹھے قہقہے لگا رہے تھے اس نے خوف سے ایک چیخ ماری اور جلدی سے دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ریورس کر کے فل سپیڈ میں چھوڑ دی جو ایک چڑیل کے بچے کو کچلتی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھ گئی۔ اس کی کار کی ڈگی پر بیٹھے ہوئے ڈھانچے اچھل کر پانی میں جا گرے اور ساتھ ہی چڑیل کے بچے کی چیخ سنائی دی۔ چڑیل نے اپنے بچے کو گاڑی کے نیچے آتے دیکھ کر ایک جست لگائی اور گاڑی کے پیچھے دوڑنے لگی۔

سنداش یہ سب کارروائی بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور ہنس رہا تھا۔ پانی میں گرے ہوئے ڈھانچے اٹھ کر اوپر قلعے کی طرف چلے گئے تھے اور آتمال اس عورت کو ادھیڑ ادھیڑ کر کھانے میں مصروف تھا کئی چڑیلوں کے بچے بھی آتمال کا ساتھ دے رہے تھے پھر کچھ ہی دیر میں اس عورت کی ٹوٹی پھوٹی ہڈیاں اور کھوپڑی ہی رہ گئی جنہیں آتمال اور بچوں نے گہرے پانی کی طرف اچھال دیا۔

ابھی گاڑی کچھ ہی دور گئی تھی کہ اس چڑیل نے اسے جا لیا۔ چلتی گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے اس چڑیل نے گاڑی کا دروازہ ایک جھٹکے سے اکھاڑ کر دور پھینک دیا اس آدمی نے گاڑی کو فل سپیڈ میں ڈال رکھا تھا مگر پھر بھی وہ چڑیل گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ پھر اس چڑیل نے ایک دم ہاتھ بڑھا کر اس آدمی کو دبوچ لیا اور باہر کھینچ لیا۔ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی ہوئی گاڑی دور ایک پہاڑی سے جا ٹکرائی اور وہ چڑیل اس آدمی کو لے کر واپس آ گئی تب تک اس چڑیل کا بچہ مر چکا تھا۔ اس کو مرا ہوا دیکھ کر اس چڑیل نے اس آدمی کی گردن توڑ کر الگ کر دی اور اس کا خون پینے لگی اب اس کی شکل بڑی بھیانک ہو چکی تھی اس کے ساتھ ہی دوسری چڑیلیں بھی چیخیں مارتی ہوئیں اس آدمی پر ٹوٹ پڑیں۔ اس عورت کے خون اور گوشت سے اپنی پیاس بجھا کر

آتمال بھی اپنی اصلی حالت پر آ چکا تھا۔ سنداش جن نے قہقہہ لگاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر آتمال کو گود میں اٹھایا اور ہنستا ہوا پر قلعے کی طرف چل دیا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کو کھنڈر راؤ کے گھر رہتے ہوئے تین چار روز ہو چکے تھے ان کے پاسپورٹ بننے جا چکے تھے اس وقت وہ تہہ خانے میں بیٹھے تھے۔ تہہ خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا تا کہ تازہ ہوا اندر آتی رہے اور گھٹن کا احساس نہ ہو۔ ویسے بھی رات کے دس بجے کا وقت تھا اور ان کا خیال تھا کہ اس وقت یہاں کس نے آنا ہے اگر کوئی بیرونی دروازے پر دستک دے گا بھی وہ تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیں گے۔ ارجن بستر پر لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ شنکر سومناتی اور کھنڈر راؤ ایک طرف قالین پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ ایسے میں تہہ خانے کے دروازے میں سے سنہری مکھیوں کی فوج اندر داخل ہو گئی مگر یہ مکھیاں تو لال بیگ سے بھی بڑی بڑی تھیں اور اس سے پہلے کہ وہ تہہ خانے کا دروازہ بند کرتے یا کوئی مزاحمت کرتے وہ بڑی بڑی سنہری مکھیاں ارجن اور شنکر سومناتی کے جسم سے لپٹ گئیں اور انہیں ہاتھ ہلانے کا موقع بھی نہ دیا اور ان کو اٹھا لیا۔ پھر مکھیاں ان کو لے کر تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ تہہ خانے سے نکل کر ارجن نے بڑی جدوجہد کے بعد شنکر سومناتی کا ہاتھ پکڑا۔ اب وہ آکاش پر پرواز کر رہے تھے اور وہ سنہری مکھیاں انہیں اڑائے لئے جا رہی تھیں۔ رات کا وقت تھا ورنہ لوگ دو انسانوں کو آسمان پر اڑتے ہوئے دیکھ کر ضرور حیران ہوتے۔

ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار یہ تو ہمیں انسپکٹر قادری کے پاس لے جائیں گی اگر کچھ کر سکتے ہو تو کرو میں تو زور آزمائی کر چکا ہوں مگر شاید ان کی طاقت بہت زیادہ ہے۔

یار سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کروں؟ اب وہ تھانہ بلی ماراں کے اوپر پہنچ چکے تھے اور تھانے کی چھت پر کھڑا انسپکٹر قادری ان کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ ارجن اور شنکر سومناتی بھی اندھیرے کے باوجود انسپکٹر قادری کو دیکھ رہے تھے۔ ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار جلدی کرو ماضی میں جانے کا منتر ہی پڑھ لو یہ مکھیاں تو ہمیں تھانے لے آئی ہیں۔ مکھیاں اب ان کو آہستہ آہستہ نیچے کی طرف لے جا رہی تھیں اور وہ تھانے کی چھت سے کچھ ہی اوپر تھے کہ شنکر سومناتی نے جلدی جلدی ماضی میں جانے کا منتر پڑھا اور وہ دونوں غائب ہو گئے۔ ان کے غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری

کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرا گئے۔ اس نے سوچا یہ کیسے غائب ہو گئے جبکہ مکھیاں چھت پر ہی چکر لگا رہی تھیں مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

شنکر سومناتی کے ماضی میں جانے کا منتر پڑھتے ہی وہ دونوں ایک میدان میں کھڑے تھے۔ دن کا وقت تھا اور دور دور تک اونچا نیچا سرسبز میدان اور درخت ہی درخت نظر آ رہے تھے۔ ارجن نے پوچھا یار یہ تم کس دور میں لے آئے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کون سا دور ہے؟ میں نے تو جلدی میں منتر پڑھ کر یہ کہہ دیا تھا کہ ہمیں کسی بھی دور میں لے چلو۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں کسی اژدھے کی پھنکار سنائی دی انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا ان کی طرف بڑھ رہا تھا وہ دونوں خوفزدہ ہو کر بھاگ پڑے اژدھا بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا مگر اس کی رفتار بہت آہستہ تھی دوڑتے دوڑتے وہ کافی دور نکل گئے یہ کوئی پہاڑی علاقہ تھا۔ دوڑتے دوڑتے تھک کر وہ ایک پہاڑی کے پاس کھڑے ہو گئے۔ ارجن نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے کہا یار نہ تو کوئی انسان نظر آ رہا ہے اور نہ ہی کوئی گھر دکھائی دے رہا ہے پتہ تو کرو یہ کون سا دور ہے؟ ابھی ارجن نے یہی کہا تھا کہ اس پہاڑی کی غار سے ایک بہت بڑا جانور نمودار ہوا۔ اس کے دیکھتے ہی شنکر نے کہا یہ تو کوئی ڈینوسار ہے شاید ہم دنیا کے ابتدائی دور میں آ گئے ہیں یہ تو مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ ان کو دیکھتے ہی وہ دیوہیکل ڈائینو سار ان کی طرف بڑھا اس کے لمبے لمبے آری نما دانت دور سے ہی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا اوپر کی طرف بھاگو ارجن ورنہ یہ ہمیں کچا چبا جائے گا ہم اس سے تیز نہیں دوڑ سکتے۔ یہ سنتے ہی ارجن بھی اوپر پہاڑی پر چڑھنے لگا اور شنکر سومناتی بھی۔ وہ جلدی جلدی تیزی کے ساتھ اوپر چڑھ رہے تھے تا کہ اس دیوہیکل جانور سے بچ سکیں۔ اس ڈائینوسار نے بھی ان کو دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی بڑی تیزی کے ساتھ ان کی طرف لپکا اور اپنی لمبی گردن آگے بڑھا کر ان کو پکڑنا چاہا مگر وہ اس کی دسترس سے دور پہنچ چکے تھے۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ دونوں یقیناً اس کے دانتوں میں پس رہے ہوتے۔ اس سے کافی دور ہونے کے باوجود بھی وہ اوپر چڑھ رہے تھے پھر کافی بلندی پر پہنچ کر وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار آج تو تم نے مروا ہی دیا ہوتا اگر بروقت نہ بھاگ کھڑے ہوتے تو ہماری ہڈیاں بھی نہ ملتیں۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا۔ یار جب تک بھگوان نے زندگی دی ہے اس وقت

تک تو ہمیں کوئی نہیں مار سکتا۔ ارجن نے کہا وہ تو ٹھیک ہے مگر جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال لینا کہاں کی عقلمندی ہے تم کسی اور دور کے متعلق بھی کہہ سکتے تھے۔ شنکر سومناتی نے کہا یار میرے منہ سے تو یہ نکل گیا تھا کہ ہمیں کسی بھی دور میں پہنچا دو اور ہم اس دور میں پہنچ گئے۔ ارجن نے پوچھا تو تم کہتے تھے کہ میں تمہیں استاد سامری کے دور میں نہیں لے جا سکتا مگر یہ تو اس سے بھی ہزاروں سال پہلے کا زمانہ ہے دور دور تک کوئی انسان بھی نظر نہیں آ رہا نیچے میدان میں دیکھو تو کئی دیوہیکل جانور گھومتے نظر آ رہے ہیں اگر ہم کچھ دیر اور میدان میں رہتے تو ضرور مارے جاتے۔

شنکر سومناتی نے جواب دیا میں اپنے منتر کے ذریعے زیادہ پرانے دور میں نہیں جا سکتا مگر میری حماقت سے منتر کے کارندوں نے ہمیں یہاں پھنسا دیا ہے کیونکہ ماضی میں لے جانے والے منتر کی سدھی میں یہ شرط ہے کہ اگر کوئی غلطی سے ابتدائی دور میں چلا جائے یا منتر کے کارندوں کو کسی دور کا بھی حکم نہ دے اور وہ اسے ابتدائی زمانے میں پہنچا دیں تو اس کے بعد وہ واپس اسی زمانے میں نہیں جا سکتا جس دور سے وہ ماضی میں آیا تھا اس کے منتر کی شکتی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی ارجن کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور اس نے بے اختیار شنکر سومناتی سے پوچھا تو کیا اب ہم کبھی واپس نہیں جا سکیں گے؟ ہاں ہمیں اب اسی دور میں رہنا پڑے گا۔ واپسی کے لئے ہمارے پاس اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی ارجن کے چہرے پر مایوسی چھا گئی اور اس نے شنکر سومناتی سے کہا یار تم منتر پڑھ کر تو دیکھو شاید ہم واپس پہنچ جائیں۔ اس عذاب سے تو بہتر تھا کہ ہم انسپکٹر قادری کو گرفتاری دے دیتے اور پھر تسلی سے کہیں بھاگنے کی کوشش کرتے شنکر سومناتی نے جواب دیا یار جب ہم اوپر چڑھ رہے تھے تو میں نے کوشش کی تھی مگر ہم واپس نہ جا سکے میں کئی بار منتر پڑھ کر آزما چکا ہوں۔

☆......☆......☆

شلر اگ، سامری کے آگے جھکا کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔ آقا سامری! میں نے آپ کے حکم کے مطابق شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان پر نظر رکھی ہوئی ہے اور میں اس کوشش میں ہوں کہ کسی طرح راگا نے جو جسم حاصل کر رکھا ہے اس کو ختم کر دوں اور ساتھ ہی راگا کو دوبارہ قید کر دوں مگر میرے لئے ایک مسئلہ ہے جسے آپ حل کر سکتے ہیں۔ سامری نے پوچھا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

شلر اگ نے جواب دیا آقا سامری، راگا اور شنکر کو انسپکٹر قادری قید کرنا چاہتا تھا اور ان کو طلسمی مکھیوں کے ذریعے ان کے دوست کے گھر سے اٹھوا بھی لیا تھا مگر عین وقت پر وہ دونوں ماضی میں چلے گئے تھے۔ مگر کچھ ہی دیر بعد لوٹ آئے تھے۔ لیکن اب تو ان کو گئے ہوئے دو دن ہو چکے ہیں مگر وہ واپس نہیں آئے۔ میں ماضی میں جانے کی شکتی نہیں رکھتا اس لئے ان پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ آپ مجھے ماضی میں جانے کی شکتی عنایت کر دیں تاکہ میں ان کو وہیں ختم کر آؤں اور ان کی بدروحیں ماضی میں ہی بھٹکتی رہیں۔ یہ سن کر سامری نے شراب کا زمردی پیالہ منہ کے لگایا اور دو تین گھونٹ لینے کے بعد ہاتھ کا اشارہ کیا اور فوراً ہی ایک بوڑھا جن حاضر ہو گیا وہ کافی بوڑھا دکھائی دے رہا تھا سامری نے اس سے کہا حزقیل دیکھ کر بتاؤ میرے دشمن راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی اس وقت ماضی کے کس دور میں موجود ہیں۔ بوڑھے حزقیل نے حیرانگی سے پوچھا تو کیا راگا بن ملیان آزاد ہو چکا ہے؟ سامری نے غصے سے کہا تمہیں جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کیا کرو۔ مجھ سے بے کار سوال مت پوچھا کرو۔ بوڑھے حزقیل نے خوف سے ایک جھرجھری سی لی اور کہا جو حکم میرے آقا۔ میں ابھی آپ کو پتہ کر کے بتاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر کے بعد آنکھیں کھول کر کہا آقا میں نے آس پاس کے سارے زمانے دیکھ لئے ہیں مگر ان میں راگا اور شنکر سومناتی کہیں نہیں ہیں۔

یہ سنتے ہی سامری کو غصہ آ گیا اور اس نے کھڑے ہو کر ہاتھ فضاء میں بلند کیا دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز نما ہتھیار آ گیا اس نے وہ گرز نما ہتھیار اس بوڑھے پر برسانا شروع کر دیا جوں جوں وہ لوہے کا گرز اس بوڑھے جن کے جسم پر پڑتا اس کے جسم سے آگ کی چنگاریاں سی نکلنے لگتیں۔ چند ہی منٹوں میں بوڑھا جن زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا سامری نے ہاتھ روک کر کہا اگر وہ ماضی میں نہیں ہیں تو کیا انہیں آکاش کھا گیا یا وہ دھرتی میں سما گئے جلدی دیکھ کر بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ ورنہ آج تمہارا آخری دن ہوگا۔ یہ سنتے ہی بوڑھے حزقیل نے کانپتے اور کراہتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں اور چند منٹ بعد آنکھیں کھول کر بڑی نحیف آواز میں کہا آقا وہ تو دنیا کے ابتدائی دور میں چلے گئے ہیں اور اس دور میں جانے والے کی منتر شکتی ختم ہو جاتی ہے اب وہ واپس نہیں آ سکیں گے۔ سامری نے غصے سے کہا دفع ہو جاؤ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں مجھے مشورے نہ دیا کرو۔ یہ سنتے ہی بوڑھا حزقیل غائب ہو گیا۔

سامری نے اپنے تخت پر بیٹھتے ہوئے شلراگ سے کہا میں تمہیں ابتدائی دور میں بھیج دیتا ہوں تم انہیں ہر حال میں ختم کر کے آؤ گے۔ میں تمہیں صرف سات گھنٹے کیلئے اس دور میں بھیج سکتا ہوں سات گھنٹے پورے ہونے سے پہلے پہلے تم مجھے آواز دے لینا ورنہ تم بھی اسی دور میں رہ جاؤ گے تم میرے سب سے پہلے ساتھی ہو میں نے تمہیں امر کر دیا تم پر شکتیوں کی بارش کر دی میں تمہیں کسی قیمت پر بھی نہیں کھونا چاہتا اس لئے وقت پر مجھے آواز دے لینا۔ تم فوراً یہاں میرے قلعے میں واپس آ جاؤ گے مگر سات گھنٹے سے پہلے پہلے ان دونوں کو ختم کر دینا۔ شلراگ نے کہا ٹھیک ہے آقا میں وقت کا خاص خیال رکھوں گا۔ آپ مجھے دنیا کے پہلے دور میں بھیج دیں میں انہیں ختم کر دوں گا لیکن ایک بات میری سمجھ سے باہر ہے اگر آپ بتا دیں تو میری ذہنی الجھن دور ہو جائے گی۔ سامری نے کہا کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ شلراگ نے پوچھا آقا جب راگا اور شنکر اس دور سے واپس ہی نہیں آ سکتے تو پھر ان کو مارنے سے کیا فائدہ؟ ان کو وہیں بھٹکنے دیں۔ سامری نے کہا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں رہ کر ماضی میں جانے اور آنے کا منتر دوبارہ کر لیں اور پھر واپس آ جائیں۔ میں کسی قسم کا بھی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔

شلراگ نے کہا آقا ماضی میں جانے والے منتر کے جاپ میں چالیس کنواری کنیاؤں کی بھینٹ بھی تو دینی پڑتی ہے وہ اس دور میں کنواری کنیائیں کہاں سے لائیں گے؟ سامری نے کہا کبھی کبھی تو تم بالکل بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ ہر منتر کی شرائط اس وقت کے ماحول اور اشیاء پر مبنی ہوتی ہے جب کنیایوں کا وجود ہی نہیں ہو گا تو اس منتر کی وہ شرط بھی ختم ہو جائے گی۔ شلراگ نے کہا ٹھیک ہے آقا اب میں سمجھ گیا ہوں آپ مجھے اس دور میں بھیج دیں جس دور میں راگا اور شنکر سومناتی چلے گئے ہیں۔ سامری نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے ساتھ ہی سامری نے اپنا ہاتھ فضاء میں بلند کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی تلوار آ گئی اس نے وہ تلوار شلراگ کی طرف پھینک دی جسے شلراگ نے پکڑ لیا۔ سامری نے کہا یہ طلسمی تلوار تمہارے کام آئے گی کیونکہ اس دور میں خونخوار جانور بہت ملیں گے اور وہاں تمہارا کوئی جادو بھی نہیں چلے گا۔ شلراگ نے کہا ٹھیک ہے آقا میں سب سمجھ گیا اس کے ساتھ ہی سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور شلراگ غائب ہو گیا۔

☆......☆......☆

جب شنکر سومناتی نے ارجن کو بتایا کہ اب ہم اپنی دنیا میں واپس نہیں جا سکتے تو وہ وہیں

گھاس پر لیٹ گیا۔ اسے اداس دیکھ کر شنکر سومناتی نے پوچھا کیا بات ہے؟ اداس ہو گئے ہو؟ ارجن نے کہا یار میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ ہم یہاں کیسے رہیں گے؟ اور ہمارے منصوبے کا کیا بنے گا؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا یار ہم یہاں کوئی ہمیشہ تھوڑی رہیں گے میں ماضی میں جانے کے منتر کا جاپ دوبارہ کر لوں گا پھر ہم واپس چلے جائیں گے۔ یہ سن کر ارجن کی جان میں جان آئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا اس منتر کے جاپ میں کتنے دن لگیں گے؟ شنکر نے کہا منتر کا جاپ دوبارہ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ منتر سدھی کے لئے اکیس دن جاپ کرنا پڑے گا اور اس کے بعد میری ماضی کے منتر کی شکتی بحال ہو جائے گی مگر یہ اکیس دن ہمیں اس دنیا میں بڑی احتیاط سے گزارنے پڑیں گے کیونکہ یہاں ہمارا کوئی جادو نہیں چل سکے گا اور ہمیں صرف اور صرف اپنی عقل و طاقت کے ذریعے یہ اکیس دن گزارنے پڑیں گے۔ ارجن نے کہا یہ اکیس دن تو ہم کسی نہ کسی طرح گزار ہی لیں گے میرا خیال ہے ہمیں کوئی ایسی غار یا محفوظ جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں ہم آسانی سے وقت گزار سکیں اور کسی جانور کی خوراک بھی نہ بن جائیں کیونکہ ہمارے پاس تو کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔

شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ہمارا واسطہ اتنے بڑے بڑے جانوروں سے پڑے گا تو میں ایک کلاشنکوف ساتھ لے آتا اور اس کی گولیوں کا مزہ ان ڈینوسارز کو چکھاتا پھر انہیں پتہ چلتا کہ انسان میں کتنی عقل اور طاقت ہے۔ شنکر سومناتی کو ہنستے دیکھ کر ارجن نے کہا یار ہم اتنی بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں اور تم ہنس رہے ہو۔ تمہیں تو ذرا بھی چنتا نہیں ہے شنکر سومناتی نے کہا یار چنتا کرنے سے کون سے ہمارے حالات بدل جائیں گے ہم نے اب رہنا تو یہیں ہے۔ اچانک ارجن کی نظر پہاڑی سے نیچے میدان میں پڑی اور اس نے شنکر سومناتی کی توجہ اس طرف مبذول کرواتے ہوئے کہا یار شنکر دیکھو تو سہی یہ کون آدمی ہے؟ جو ہاتھ میں تلوار لئے دوڑ رہا ہے۔ ارجن کی بات پر شنکر سومناتی نے بھی اس طرف دیکھا جدھر ارجن نے ہاتھ کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے کہا یار یہ تو واقعی کوئی انسان لگتا ہے جس کے پیچھے وہی بڑا سا ڈینوسار لگا ہوا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ شخص دوڑتے دوڑتے پہاڑی کی طرف آیا اور اوپر چڑھنے لگا اس کو دیکھتے ہی ارجن اور شنکر سومناتی کو حیرت کا جھٹکا لگا اور وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ارجن نے کہا یہ تو شلراگ ہے یہ یہاں کہاں سے آ گیا؟ شنکر سومناتی نے کہا یہ شاید ہمارے پیچھے آیا ہے تاکہ ہمیں

ختم کر سکے اور ہماری بدروحیں یہیں بھٹکتی پھریں۔ ارجن نے کہا یہ تو بہت برا ہوا ہمارے پاس تو کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے اور اس کے پاس تو تلوار ہے۔

شنکر سومناتی نے کہا فی الحال تو کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کرو پھر وہ اٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے آخر انھیں ایک چھوٹی سی غار نظر آ ہی گئی ان دونوں نے اندر داخل ہو کر دیکھا اندر سے یہ کافی کشادہ غار تھی اور اس میں کوئی جانور وغیرہ بھی نہیں تھا جبکہ اس کا منہ چھوٹا سا تھا۔ ان دونوں نے جلدی جلدی ایک بڑا سا پتھر سرکا اس غار کے سامنے کر دیا تا کہ شلراگ کی نظر غار پر نہ پڑ سکے اور پھر وہ اس پتھر کے پیچھے چھپ کر شلراگ کو دیکھنے لگے جو اوپر چڑھتے چڑھتے ایک جگہ رک کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی تلوار خود بخود اس ڈینوسار کو کاٹ رہی تھی اور وہ بری طرح چلا رہا تھا کچھ ہی دیر میں تلوار نے اس ڈاینوسار کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہڈیوں اور گوشت کا ایک ڈھیر سا لگا دیا جو کسی چھوٹے سے پہاڑ کی طرح نظر آ رہا تھا اس ڈینوسار کو کاٹ کر شلراگ کی تلوار اس کے ہاتھ میں واپس آ چکی تھی اور وہ اسے گھاس پھونس سے صاف کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کے غائب ہونے کے بعد انسپکٹر قادری کافی دیر تھانے کی چھت پر کھڑا رہا مگر ارجن اور شنکر سومناتی کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ پھر وہ اپنے کمرے میں لوٹ آیا اور کمرہ بند کر کے اس نے جیب سے اپنا موبائل فون نکالا اور اس کا صفر اور تین کا ہندسہ دبایا فوراً ہی اس کے سامنے ایک خوفناک شکل کی بڑھیا حاضر ہوگئی اور اس نے آتے ہی کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا کیا حکم ہے آقا؟ انسپکٹر قادری نے جواب دیا سامگری میرے دو دشمن غائب ہو گئے ہیں جن میں ایک صدیوں پرانی آتمارا گابن ملیان ہے جو ارجن نامی پولیس کے مخبر کے جسم میں ہے اور دوسرا دہلی کا مشہور جادوگر شنکر سومناتی ہے تم مجھے پتہ کر کے بتاؤ وہ غائب ہو کر کہاں گئے ہیں؟ یہ سن کر بوڑھی سامگری نے آنکھیں بند کر کے زمین کی طرف منہ کر لیا اور پھر کچھ ہی دیر بعد آنکھیں کھول کر جواب دیا آقا میں نے ساتوں زمینیں دیکھ لی ہیں مگر وہ دونوں کہیں نہیں ہیں۔ انسپکٹر قادری نے کہا یہ کیسا ہو سکتا ہے؟ یہاں سے غائب ہو کر وہ آسمان پر تو جانے سے رہے۔ سامگری نے کہا آقا ہو سکتا ہے کہ وہ ماضی کے کسی دور میں چلے گئے ہوں کیونکہ شنکر سومناتی ماضی میں جانے کا جاپ پورا کر چکا ہے۔

انسپکٹر قادری نے کہا ضرور یہی بات ہے وہ غائب ہو کر ماضی میں چلے گئے ہیں۔ تم پتہ کرو کہ وہ ماضی کے کس دور میں موجود ہیں؟ بوڑھی سامگری نے پھر سے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر بعد انسپکٹر قادری سے کہا آقا وہ دونوں تو دنیا کے ابتدائی دور میں چلے گئے ہیں اور ان کی واپسی ممکن نہیں ہے کیونکہ جو بھی غلطی سے یا اپنی مرضی سے ابتدائی دور میں گیا اس کی واپسی ناممکن ہے کیونکہ اس کے منتر کی شکتی ختم ہو جاتی ہے اور وہاں پر اس کا کوئی جادو بھی نہیں چلتا اس لئے وہ جلد یا بدیر ہیبت ناک جانوروں کا شکار بن جاتا ہے اور اس کی آتما ماضی میں بھٹکتی رہتی ہے۔

انسپکٹر قادری نے کہا تو اس کا مطلب ہے کہ اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ چلو اچھا ہے دو فتنے تو کم ہوئے خس کم جہاں پاک۔ پھر اس نے سامگری سے پوچھا تم یہ پتہ کر کے بتاؤ کہ آتمال کو مجھ سے چھڑا کر لے جانے والا کون تھا؟ وہ پھر کچھ دیر بعد سر جھٹکنے لگی دو تین بار سر جھٹک کر اس نے آنکھیں کھول دیں اور انسپکٹر قادری کو بتانے لگی آقا آپ سے آتمال کو چھڑا لے جانے والا شلراگ ہے جو ساحر اعظم سامری کا دایاں بازو سمجھا جاتا ہے وہ سامری کا خاص دوست اور اس کے بچپن کا ساتھی ہے سامری ہی کی وجہ سے اسے امر شکتی حاصل ہوئی ہے اور سامری کے تمام معاملات اس کے مشورے سے طے پاتے ہیں۔ آتمال بھی اس وقت ساحر اعظم سامری کے قلعے میں موجود ہوگا کیونکہ اس کے قلعے کے علاوہ وہ ساری زمین پر نہیں ہے میں اسے ہر جگہ دیکھ چکی ہوں ایک ساحر اعظم سامری کا قلعہ ہی ہے جس کے اندر میں نہیں جھانک سکتی۔ انسپکٹر قادری نے حیرانگی سے پوچھا تو کیا سامری ابھی تک زندہ ہے؟ سامگری نے جواب دیا ہاں آقا وہ اب بھی زندہ ہے اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسپکٹر قادری نے پوچھا اس کا قلعہ کہاں واقع ہے؟ بوڑھی سامگری نے جوب دیا آقا اس کا قلعہ مسقط میں وادی دکم میں واقع ہے یوں تو مسقط میں ہی جبل الشیر کے مقام پر اس کی قبر بھی موجود ہے مگر اپنی قبر سے وہ دوسرے دن ہی نکل آیا تھا کیونکہ اس نے راگابن ملیان کے خون سے اشنان کیا تھا اور امر شکتی پالی تھی۔ راگابن ملیان کو اس نے دھوکے سے قتل کیا تھا اور اس کی لاش اب بھی ساحر اعظم کے پاس ہے اور راگابن ملیان، شنکر سومناتی کے ساتھ مل کر اپنی لاش کی کھوج میں ہے مگر ساحر اعظم سامری اس کے سامنے آنے سے کتراتا ہے کہ کہیں اس کو دھوکے سے قتل کرانے کا راز نہ پتہ چل جائے۔ انسپکٹر قادری نے کہا چلو ہماری تو آتمال سے بھی جان چھوٹی ہمیں کسی سے کیا؟ کوئی جو کچھ بھی کرتا پھرے۔ یہ کہہ کر

اس نے موبائل کا بٹن آف کر کے موبائل جیب میں ڈال لیا اور بٹن آف کرتے ساگری غائب ہو گئی۔

☆......☆......☆

اس خونخوار ڈینوسار کے ہلاک ہوتے ہی شلراگ نے اپنی تلوار صاف کی اور پھر اوپر کی طرف چڑھنے لگا اسے اوپر آتے دیکھ کر ارجن اور شنکر سومناتی اس چھوٹے سے منہ کی غار میں چھپ گئے۔ شلراگ نے اوپر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر نیچے میدان میں دور دور تک نگاہ دوڑانے لگا تا کہ ارجن اور شنکر سومناتی کو دیکھ سکے مگر ان دونوں کا تو دور دور تک بھی پتہ نہ تھا۔ وہ تھک کر اسی پتھر پر بیٹھ گیا جس کے پیچھے غار میں ارجن اور چنکر سومناتی چھپے ہوئے تھے۔ شلراگ کا منہ سامنے میدان کی طرف تھا اور پیٹھ ارجن اور شنکر سومناتی کی طرف تھی اس لئے وہ انھیں نہ دیکھ سکتا تھا۔ اندر ارجن اور شنکر سومناتی بھی دم سادھے بیٹھے تھے۔

کچھ دیر کے بعد شلراگ اٹھ کر ایک طرف کو چل دیا تا کہ ان دونوں کو تلاش کر سکے۔ مگر اس کو وہ کہیں بھی دکھائی نہ دے رہے تھے اس نے سوچا کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے آنے سے پہلے انہیں کسی جانور نے مار دیا ہو۔ شاید ایسا ہی ہوا ہے ورنہ اب تک تو وہ دونوں مجھے مل جاتے۔ پھر اس نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں سے کافی دور ہوں مگر اس خیال کو بھی اس نے دماغ سے نکال دیا کیونکہ اس کے خیال میں آقا سامری اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ اسے کہیں دور پہنچا دیتا۔

شلراگ انہیں کافی دیر اس پہاڑی پر تلاش کرتا رہا اور پھر نیچے میدان کی طرف اتر گیا اس کا خیال تھا کہ آقا سامری نے مجھے جس جگہ میدان میں بھیجا تھا وہ دونوں وہیں کہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔ شلراگ کے نیچے اترتے ہی ارجن اور شنکر سومناتی نے سکھ کا سانس لیا۔ شلراگ کے جانے کے بعد ارجن نے کہا یہ یقیناً ہماری تلاش میں آیا ہے تا کہ ہمیں مار سکے۔ شنکر سومناتی نے پوچھا مگر اس کی ہم سے کیا دشمنی ہے جو یہ جگہ جگہ ہمارے کاموں میں رکاوٹیں ڈالتا پھرتا ہے؟ ارجن نے جواب دیا شاید شلراگ کو پتہ لگ گیا ہے کہ ہم راگا بن ملیان کی لاش کی تلاش میں ہیں اور اس کے ذریعے قارون کا خزانہ حاصل کرنا اور ساری دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

شنکر سومناتی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ شلراگ بھی راگا بن ملیان کی لاش کی تلاش میں ہے اور ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ ارجن نے کہا یہی بات ہے ورنہ ہماری اس کی کیا

دشمنی ہے۔ پھر ارجن نے پوچھا اب یہ ہماری طرح ماضی کے ابتدائی دور میں آ گیا تو کیا یہ بھی واپس نہ جا سکے گا۔ شنکر سومناتی نے جواب دیا ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس ماضی کے ابتدائی دور سے واپس جانے کی کوئی خاص شکتی ہو اسی لئے وہ طلسمی تلوار ساتھ لے کر آیا ہے اور طلسمی تلوار ساتھ لانے کا مطلب ہے کہ وہ جان بوجھ کر تیاری کے ساتھ آیا ہے اور واپس جانے کی شکتی بھی رکھتا ہے۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھا تھا وہ اب تک کے حالات و واقعات پر غور کر رہا تھا اور اسے اس بات کی خوشی تھی کہ آتمال بھی اس کے ملک سے دفع ہو گیا ہے اور اب یہاں کوئی خونی واردات نہیں ہو گی اس نے اپنے تمام افسران کو بھی مطمئن کر دیا تھا کہ اب یہاں کوئی واردات نہیں ہو گی۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا یس انسپکٹر قادری اسپیکنگ۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا سر آپ کی مسقط سے کال ہے اس نے فوراً کہا بات کرائیے۔ اس کے چہرے کی سرخی بتا رہی تھی کہ اسے پتہ ہے کال کرنے والا کون ہے؟ دوسری طرف کسی مرد کی آواز سن کر اس کے چہرے پر مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ عمان پولیس آفیسر جو کہ شائد کوئی ہندوستانی ہی تھا، نے پوچھا کیا آپ انسپکٹر قادری ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں انسپکٹر قادری بول رہا ہوں۔ اس نے کہا جناب میں عمانی پولیس ہیڈ کوارٹر سے انسپکٹر مہندر پال بول رہا ہوں آپ کے لئے ایک بری خبر ہے۔ آپ کی بہن نائلہ اور ان کے شوہر ایک کار کے حادثے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی انسپکٹر قادری پر تو جیسے بجلی گر پڑی اس کو اپنا دماغ اور اعصاب سن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس نے پوچھا یہ سب کیسے ہوا؟ دوسری طرف مہندر پال نے بتایا کہ ان کی گاڑی وادی دکم سے کچھ دور ایک پہاڑی سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی مگر حیرت کی بات ہے کہ آپ کی بہن کی ادھڑی ہوئی لاش کی ہڈیاں اور گردن وادی دکم کے پانی سے ملی ہیں اور ساتھ ہی ایک ادھڑی ہوئی لاش ملی ہے۔ جس کی شناخت تو نہیں ہو سکی مگر پوسٹ مارٹم رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ وہ کسی مرد کی لاش ہے۔ ان دونوں لاشوں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے کسی خونخوار درندے نے ان کو اپنا شکار بنا لیا ہے۔ آپ کی ہمشیرہ کے پڑوسیوں سے پتہ چلا کہ وہ دونوں میاں بیوی اپنی گاڑی میں اکٹھے ہی تھے ان کی رہائش گاہ کی تلاشی کے دوران آپ کا

فون نمبر ملا تھا اس لئے میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے جتنی جلدی ہو سکے آپ یہاں پہنچ جائیے۔ انسپکٹر قادری نے کہا ٹھیک ہے میں پہلی فلائٹ سے ہی پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی جب آپریٹر نے کہا آپ کی مسقط سے کال ہے توس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کہ مسقط سے تو اس کی بہن ہی فون کرتی ہے۔ مگر اس سانحے کی اطلاع ملتے ہی اس کی خوشی غم میں بدل گئی تھی اور جب اسے یہ پتہ چلا کہ یہ واردات وادی ذکم کے مقام پر ہوئی ہے تو اس کا خیال فوراً ہی آتمال کی طرف گیا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ آتمال وادی ذکم میں واقع سامری کے قلعے میں موجود ہے اس نے سوچا یہ واردات آتمال ہی کی ہے اور یہ خیال آتے ہی غصے سے اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور اس کی سانسوں میں تیزی آ گئی۔ اس نے کہا آتمال میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا میں تجھے اذیتیں دے دے کر ہلاک کروں گا جیسے تو نے میری بہن کو تڑپا تڑپا کر مارا ہے میں تجھے بھی اسی طرح تڑپاؤں گا میں تجھ پر زندگی حرام کر دوں گا تو موت کی خواہش کرے گا مگر تجھے موت بھی نہ ملے گی۔

☆......☆......☆

شلراگ، ارجن اور شنکر سومناتی کو میدانی علاقے میں تلاش کرتا پھر رہا تھا مگر وہ اسے کہیں نہ مل سکے جبکہ اس دوران کئی خونی درندے شلراگ کی طلسمی تلوار کا نشانہ بن چکے تھے۔ اب رات ہو رہی تھی اور وہ دونوں اسے نہ ملے تھے۔ اس کو وہاں آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے اس نے سوچا اب رات کو ان کی تلاش فضول ہے کہیں میں ہی کسی جانور کا نشانہ نہ بن جاؤں یہ سوچ کر اس نے اپنے آقا سامری کو آواز دی دوسرے ہی لمحے وہ آقا سامری کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے جھک کر آقا سامری سے کہا آقا ان دونوں کا کچھ پتہ نہیں چل سکا میں وہاں ہر جگہ تلاش کر آیا ہوں شاید وہ جنگلی درندوں کا نشانہ بن چکے ہیں یہ سن کر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے سامنے ایک بہت بڑا آئینہ حاضر ہو گیا جس میں ارجن اور شنکر سومناتی اسی پتھر کے قریب بیٹھے دکھائی دے رہے تھے جس پر شلراگ تلوار لئے بیٹھا رہا تھا۔ ان کو دیکھ کر شلراگ نے کہا آقا یہ دونوں تو زندہ ہیں میں تو انہیں اس جگہ بھی دیکھ آیا ہوں جس جگہ یہ بیٹھے ہیں مگر مجھے تو کہیں نظر نہیں آئے سامری نے کہا اب تم آج رات کو پھر جانا کیونکہ اس وقت یہاں دن ہے تو وہاں رات ہو رہی ہے رات کو

وہاں دن ہو گا تم انہیں آسانی سے زیر کر لو گے مگر یاد رکھنا دوسری بار سامری نے تمہارے سوا کسی کو موقع نہیں دیا اگر پھر بھی تم ناکام آئے تو تمہاری ساری شکتیاں چھین لوں گا۔ شلراگ نے جھک کر کہا آقا آئندہ کوتاہی نہیں ہو گی۔ میں ان دونوں کو ہر حال میں ختم کر کے آؤں گا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کو بڑی زور کی بھوک لگ رہی تھی اوپر پہاڑی پر انہوں نے کھانے کے لئے پھل تلاش کرنے شروع کر دیئے اور جلد ہی انہوں نے سیب کے درخت دیکھ لئے جو ایک قطار میں لگے ہوئے تھے انہوں نے جی بھر کر سیب کھائے اور سیب کے درختوں کے پاس ہی موجود ایک پہاڑی چشمے سے پانی پیا۔ ان کی کچھ جان میں جان آئی تو ارجن نے شنکر سومناتی سے کہا یار شنکر اب تو رات ہو رہی ہے اب رات کہاں گزاریں گے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا رات اسی غار میں گزارنی پڑے گی۔ اور کوئی محفوظ جگہ تو یہاں نظر نہیں آتی۔ ارجن نے پوچھا اگر اس غار میں کوئی جانور رہتا ہو گا تو وہ رات کو ضرور آئے گا پھر ہم کیا کریں گے؟ شنکر سومناتی نے جواب دیا اس غار کا دہانہ کافی چھوٹا ہے اگر اس میں کوئی جانور رہتا بھی ہو گا تو وہ اتنا بڑا نہیں ہو گا کہ ہم اس سے نمٹ ہی نہ سکیں۔ اب ہم اتنے بھی بزدل نہیں ہیں کہ چھوٹے چھوٹے جانوروں سے بھی ڈرتے پھریں اور پھر ہم احتیاط کے طور پر اس پتھر کو غار کے دہانے کے بالکل قریب کر لیں گے۔ ارجن نے کہا ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ پھر ان دونوں نے اس پتھر کو گھسیٹ کر غار کے دہانے کے پاس کر لیا پھر وہ دونوں غار میں داخل ہو گئے اور ہاتھ بڑھا کر پتھر کو اور قریب سرکا لیا اب اس میں آسانی سے کوئی بھی جانور داخل نہ ہو سکتا تھا۔ غار میں جگہ انہوں نے دن میں ہی صاف کر لی تھی پھر وہ دونوں آرام سے لیٹ گئے۔ ابھی انہیں لیٹے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک یوں محسوس ہوا جیسے پوری پہاڑی ہل رہی ہے انہوں نے باہر جھانک کر دیکھا پہاڑی کے اوپر سے چھوٹے بڑے پتھر گر رہے تھے۔ ارجن نے پوچھا یہ کیا مصیبت شروع ہو گئی؟ شنکر سومناتی نے باہر جھانکتے ہوئے جواب دیا شاید زلزلہ آ رہا ہے اوپر سے پتھر گر رہے ہیں ایسی صورت میں ہمارا باہر نکلنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ابھی شنکر سومناتی یہ بات ہی کر رہا تھا کہ ایک بڑا سا پتھر اس غار کے آگے پڑے پتھر پر آ کر لگا اور غار کا دہانہ بند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے چھوٹے بڑے پتھر جمع ہو کر غار کا دہانہ بالکل بند ہو گیا۔ ارجن اور شنکر سومناتی نے اس پتھر کو ہٹانے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔

ارجن اپنی بدروحوں والی شکتی استعمال نہیں کررہا تھا کہ کہیں شنکر سومناتی سچ مچ اسے بدروح نہ سمجھ لے آخر تھک ہار کر وہ بیٹھ گئے۔ شنکر سومناتی نے کہا یار غار کا دہانہ تو بند ہو گیا ہے مگر یہاں گھٹن نہیں ہو رہی ہے اس کا مطلب ہے کہیں نہ کہیں سے کوئی سوراخ وغیرہ کھلا ہے جس سے ہوا آ رہی ہے ورنہ ہم دم گھٹ کر ہلاک ہو جاتے۔ پھر شنکر سومناتی کو ایسا لگا جیسے غار میں پانی ہو اس نے زمین پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو پتہ چلا کہ غار میں پانی جمع ہو رہا ہے ارجن بھی پانی کی موجودگی محسوس کر چکا تھا اس نے کہا شاید باہر بارش ہو رہی ہے اور کسی سوراخ سے پانی اندر آ رہا ہے۔ شنکر سومناتی نے کہا اگر اسی طرح پانی یہاں جمع ہوتا رہا تو ہم پانی میں ڈوب جائیں گے ہمیں وہ سوراخ تلاش کرنا چاہئے جہاں سے بارش کا پانی آ رہا ہے۔ ارجن نے کہا آؤ غار میں اندر کی طرف دیکھتے ہیں مجھے تو پانی اسی طرف سے آتا نظر آ رہا ہے (کیونکہ ارجن تو اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔) پھر وہ دونوں اٹھ کر غار میں اندر کی طرف بڑھے غار اب کافی طویل لگ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اچانک بجلی کڑکی تو انہیں غار کا دوسری طرف کا دہانہ نظر آیا شاید ادھر سے غار زلزلے کی وجہ سے کھل گیا تھا پھر آگے بڑھ کر انہوں نے غار سے باہر جھانکا تو خوف کی ایک لہر سی ان کے جسم میں دوڑ گئی نیچے بہت بڑی گہری کھائی نظر آ رہی تھی اگر وہ بے خیالی میں آگے بڑھ جاتے تو ان کی شاید ہڈیاں بھی نہ ملتیں۔ بارش بڑے زور و شور سے ہو رہی تھی اور دور تک اونچے نیچے ٹیلے، درخت اور پہاڑیاں سی نظر آ رہی تھیں اور بارش میں بڑے بڑے دیو ہیکل جانور ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے جن کی خوفناک آوازیں دل دہلائے دے رہی تھیں۔ طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں اور درخت جڑوں سے اکھڑ اکھڑ کر گر رہے تھے۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر ارجن اور شنکر سومناتی خوفزدہ ہو گئے اور وہیں غار کے دہانے کے پاس بیٹھ گئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آ رہی تھیں پھر کچھ ہی دیر بعد وہ سو گئے۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری نے اپنی بہن اور اس کے شوہر کی موت کی اطلاع اپنے گھر دے دی تھی اور یہی بتایا تھا کہ ان کی کار کو حادثہ ہو گیا ہے جبکہ اس نے آتمال کی کارستانی جان بوجھ کر نہیں بتائی تھی کیونکہ اس طرح وہ بھی پریشان ہو سکتے تھے۔

انسپکٹر قادری اس وقت عمانی پولیس ہیڈ کوارٹر میں موجود تھا۔ اسے یہاں آئے ہوئے تین چار گھنٹے ہو چکے تھے اس دوران میں اس نے اپنی بہن اور اس کے شوہر کی لاشوں کا معائنہ کیا تھا

اور فوراً ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ آتمال ہی کی کارستانی ہے۔ پھر اس نے ایک مسلمان پولیس آفیسر سے مل کر ان کی تجہیز و تکفین کے انتظامات کئے تھے کیونکہ ان کو اپنے ملک میں بھیجنے سے اس کے گھر والے اور بھی زیادہ غم زدہ ہو جاتے۔ ویسے بھی لاشیں تو تھی ہی نہیں بس ہڈیوں کے ڈھیر سے تھے اور اس کی بہن کی گردن تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ نائلہ ہی ہے۔ ان کی لاشیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر وہ ضبط کر گیا لیکن اس کے دل و دماغ میں آتمال کے خلاف لاوا ابل رہا تھا اس نے پولیس ہیڈ کوارٹر سے نکل کر ایک ہندوستانی ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی اور اسے وادی دکم چلنے کے لئے کہا ٹیکسی ڈرائیور جس کا نام مان سنگھ تھا نے اسے بتایا کہ وادی دکم تو بڑی خطرناک جگہ ہے ہمیں وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی آگے آپ نے کس جگہ جانا ہے؟ انسپکٹر قادری نے کہا میں نے صرف وادی دکم تک جانا ہے اور میں رات کو ہی وہاں پہنچنا چاہتا ہوں اگر تم نے چلنا ہے تو چلو ورنہ میں کوئی اور ٹیکسی تلاش کر لیتا ہوں۔ سواری ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر مان سنگھ نے فوراً ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھولا اور اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر کچھ ہی دیر بعد ٹیکسی وادی دکم کی طرف بڑھ رہی تھی۔

☆......☆......☆

جب ارجن اور شنکر سومناتی کی آنکھ کھلی تو کافی دن نکل آیا تھا۔ طوفانی بارش رک چکی تھی اور دور دور تک ہرے بھرے درخت اور سبزہ نظر آ رہا تھا۔ کئی درخت جڑوں سے اکھڑے پڑے تھے۔ کئی جانور مرے پڑے تھے اور جگہ جگہ پانی کھڑا نظر آ رہا تھا وہ دونوں اٹھ کر غار کے اس طرف آ گئے جدھر پتھروں سے دہانہ بند ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں نے زور لگا کر پتھروں کو ہٹانا چاہا مگر وہ انہیں ہلا بھی نہ سکے اور کچھ ہی دیر میں ہانپنے لگے۔ ارجن نے کہا یار یہ تو ٹس سے مس نہیں ہو رہے اب کیا کریں؟ دوسری طرف سے تو نیچے اترنا بھی مشکل ہے۔ شنکر سومناتی نے ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے جواب دیا آؤ دیکھتے ہیں شاید کوئی راستہ نظر آ جائے۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ انہیں باہر سے پتھر ہٹائے جانے کی آواز سنائی دی۔ شنکر سومناتی نے پوچھا یہ باہر پتھر کون ہٹا رہا ہے؟ ارجن نے بھی کان لگا کر آواز سنی اور کہا شائد کوئی جانور پتھر ہٹا رہا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں رہتا ہو اور رات کو راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے اندر نہ آ سکا۔ شنکر نے کہا شاید یہی بات ہو۔ پھر کچھ ہی دیر بعد انہیں دوسری طرف روشنی نظر آنے لگی کیونکہ کئی سوراخ کھل گئے تھے اب

شنکر سومناتی نے ایک سوراخ سے آنکھ لگا کر دوسری طرف دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ کیونکہ پتھر ہٹانے والا کوئی جانور نہیں، بلکہ شلراگ تھا۔

شلراگ کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اس کے چہرے کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ارجن نے بے چینی سے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟ ادھر کون ہے؟''

مگر شنکر سومناتی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ تو ارجن بھی اسی سوراخ سے آنکھ لگا کر دیکھنے لگا کہ دیکھوں تو سہی دوسری طرف کون ہے؟ جس کو دیکھ کر شنکر سومناتی پریشان ہو گیا ہے اور پھر شلراگ پر نظر پڑتے ہی اس کی بھی سٹی گم ہو گئی۔ دوسری طرف شلراگ چھوٹے بڑے پتھروں کو ہٹا ہٹا کر پہاڑی سے نیچے پھینک رہا تھا۔ کیونکہ وہ سامری کے پاس طلسمی آئینے میں دیکھ کر آیا تھا کہ ارجن اور شنکر سومناتی اس غار میں چھپ بیٹھے ہیں اور اس لئے وہ غار کے دہانے پر موجود پتھر ہٹا رہا تھا۔

شلراگ کو دیکھ کر ارجن اور شنکر سومناتی بدحواس ہو چکے تھے وہ دونوں فوراً غار میں اندر کی طرف بھاگے اور نیچے جھانک کر دیکھنے لگے کہ شاید ادھر سے بھاگنے کا کوئی راستہ نظر آ جائے مگر نیچے تو نہایت گہری کھائی تھی جس میں نوکدار چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں اور نیچے اترنے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ وہ گھبرا کر پھر واپس پلٹ آئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ شاید یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ دکھائی دے جائے مگر اور راستہ ہوتا تو ملتا۔

ان دونوں کی بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی اور شلراگ پتھر ہٹانے میں مصروف تھا۔ جوں جوں پتھر ہٹ رہے تھے ان کے دلوں کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھیں اور ان کے سانسوں میں تیزی آ گئی تھی۔ وہ بے چین ہو کر بار بار غار کے دوسری طرف جاتے تھے کہ شاید کوئی راستہ مل جائے مگر گہری کھائی دیکھ کر واپس پلٹ آتے تھے۔ شلراگ نے ایک ایک کر کے تمام پتھر ہٹا دیئے بس ایک وہی بڑا پتھر رہ گیا جسے ارجن اور سنکر سومناتی نے غار کے آگے رکھا تھا اور وہ پتھر گرنے کے باعث سرک کر غار کے دھانے پر فٹ ہو گیا تھا۔

اب تو ارجن اور شنکر سومناتی کے چہروں پر موت کی زردی دکھائی دینے لگی تھی۔ شلراگ اس بڑے پتھر کو ہٹانے کے لئے زور آزمائی کر رہا تھا مگر وہ اس سے ہل نہیں رہا تھا۔ اچانک شنکر سومناتی

نے ارجن سے کہا۔

ارجن کیوں نہ ہم اس پتھر کو اندر سے کھینچ کر رکھیں اس طرح شلراگ اسے نہ ہٹا سکے گا اور یہ سنتے ہی ارجن کو بھی جیسے ہوش آ گیا اور وہ دونوں پتھر کے نوکیلے سروں کو پکڑ کر اندر کھینچنے لگے، باہر سے شلراگ اس پتھر کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا اور اندر سے ارجن اور شنکر سومناتی اسے کھینچ رہے تھے۔ کافی دیر اسی کھینچا تانی سے تھک کر شلراگ ایک طرف بیٹھ گیا اور آواز دے کر ان دونوں سے کہنے لگا۔

''تم دونوں باہر آ جاؤ ورنہ میں تمہیں ختم کر دوں گا تم یہ مت سمجھو کہ میں اس پتھر کو نہیں ہٹا سکتا۔'' اندر سے شنکر سومناتی نے جواب دیا ہمت ہے تو اس پتھر کو ہٹا لو۔

''ٹھیک ہے تم باہر نہیں آتے تو نہ آؤ میں اس پتھر کو ہی توڑ دیتا ہوں۔'' پھر اس نے ایک طرف رکھی ہوئی اپنی تلوار اٹھالی اور پتھر کو توڑنے لگا۔

''اب تو ارجن اور شنکر سومناتی کے لئے ایک اور نئی پریشانی شروع ہو گئی۔'' ارجن نے کہا۔

''یار شنکر اب کیا ہوگا؟ یہ پتھر تو کچھ ہی دیر میں ٹوٹ جائے گا۔''

''اب تو صرف کھائی کی طرف کا راستہ بچا ہے اور وہاں سے اترنے کی صورت میں بھی موت ہی ہمارا مقدر ہو گی۔''

''ادھر شلراگ موت کی صورت میں موجود ہے اور ادھر گہری کھائی۔ تم واپس جانے کا منتر ہی پڑھ کر دیکھ لو شاید ہم یہاں سے نکل سکیں!'' پھر شنکر سومناتی نے ارجن کا ہاتھ پکڑ کر کئی بات منتر پڑھا مگر بے سود۔ منتر کا اثر ختم ہو چکا تھا۔

''میرے خیال میں منتر ٹوٹ چکا ہے اور منتر سدھی کے لئے دوبارہ جاپ کرنا پڑے گا۔''

''اتنے میں تو شلراگ موت بن کر ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔'' شنکر سومناتی نے کہا یار ارجن تم اپنی کالی شکتیوں سے کام لینے کی کوشش کرو شاید کوئی مدد مل جائے ارجن نے اپنے اندر کی بدروح کی شکتی سے کام لینے کی کوشش کی مگر اب پتہ چلا کہ اس کے اندر کی کالی طاقتیں بھی کام نہیں کر رہی ہیں اب تو وہ اور بھی گھبرا گیا اور کہنے لگا یار شنکر میری شکتیاں بھی ساتھ نہیں دے رہیں۔

''اب کیا ہوگا؟ ہم تو بے موت مارے جائیں گے!'' اب پتھر کافی سارا ٹوٹ چکا تھا اور شلراگ کسی جنونی کی طرح پتھر کو توڑنے میں مصروف تھا اس کی تلوار کا ہر وار انہیں اپنے دل پر لگتا

ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

ارجن کا جواب سن کر شنکر سومناتی کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی اور اس نے ارجن سے کہا

''یار اب تو ہم بھگوان سے پرارتھنا ہی کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں اس موذی سے بچا لے ورنہ اس کے سر پر تو خون سوار ہے اور ہم نہتے ہیں اس کی طلسمی تلوار کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔''

شلر اگ نے اس پتھر کا کافی بڑا حصہ توڑ کر پھینک دیا اب غار کا کافی بڑا دھانہ کھل چکا تھا دیکھ کر اس نے اپنی طلسمی تلوار ایک طرف رکھی اور باقی بچے ہوئے پتھر کو ہاتھوں سے دھکیلنے لگا تھوڑا سا پتھر اور آگے کو سرک گیا۔

ارجن اور شنکر سومناتی نے اندازہ لگا لیا کہ اب چند ہی لمحوں میں پتھر ہٹ جائے گا یہ اندازہ کرتے ہی وہ ایک بار پھر غار کے اندر کی طرف بھاگے اور کھائی میں جھانکنے لگے کہ شاید نیچے اترنے کا کوئی راستہ دکھائی دے جائے۔

مگر نیچے اترنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان کی بے چینی عروج پر پہنچ چکی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے وہ خوف کے مارے گہری کھائی میں جا گریں گے پھر انہیں غار کے اندر کی طرف ایک دم روشنی ہوتی دکھائی دی وہ سمجھ گئے کہ شلر اگ نے غار کے دھانے کا پتھر ہٹا لیا ہے وہ غار کے کھائی والے سرے پر کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ پھر انہیں شلر اگ کے اندر داخل ہونے کی آہٹ سنائی دی وہ ہاتھ میں طلسمی تلوار لئے لحہ بہ لحہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اب وہ ان کو صاف دکھائی دے رہا تھا وہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ موت کو اپنے اتنا قریب دیکھ کر شنکر سومناتی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور گہری کھائی میں گرنے لگا مگر اس نے گرتے گرتے غار کا ایک نوکدار پتھر تھام لیا۔

اب شنکر سومناتی نے پتھر کو پکڑا ہوا تھا اور خود وہ گہری کھائی میں لٹکا ہوا تھا۔ ارجن نے فوراً اپنا ہاتھ بڑھا کر شنکر سومناتی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اوپر کھینچنے لگا مگر شلر اگ ان کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اب انہیں اپنی موت یقینی دکھائی دینے لگی۔ ارجن بھی شلر اگ سے خوفزدہ تھا اور اسی گھبراہٹ میں اس کا پاؤں پھسل گیا اور اس سے پہلے شلر اگ ان پر طلسمی تلوار کا وار کرتا وہ گہری کھائی میں جا گرے۔ ان دونوں کے منہ سے بڑی دردناک چیخ نکلی اور پھر وہ نیچے گرتے چلے گئے۔ شلر اگ ان کے گہری کھائی میں گرنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری ٹیکسی میں بیٹھا تھا اور آتمال سے نمٹنے کی پوری تیاری کر کے آیا تھا۔ وہ چاندی کا پنجرہ بھی اس کے بیگ میں تھا جس میں اس نے ایک بار آتمال کو پکڑ کر بند کیا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور اس کو وادی دکم کی دہشت اور بدروحوں کے قصے سنا رہا تھا اسے ہندوستانی ہونے کے ناطے بھی انسپکٹر سے ہمدردی تھی کہ کہیں میرے ملک کا رہنے والا بے خبری میں نہ مارا جائے مگر اس کے قصوں کا انسپکٹر قادری پر کب اثر ہونے والا تھا اس کے دل میں تو انتقام کی آگ سلگ رہی تھی وہ تو یہ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد وادی دکم میں پہنچ جائے اور اس کا آتمال سے سامنا ہو جائے اسی لئے وہ چپ چاپ بیٹھا تھا اور ٹیکسی ڈرائیور مان سنگھ کی باتوں پر دھیان نہ دے رہا تھا اس نے تو آتمال سے بدلہ لینے کی قسم کھائی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور مان سنگھ نے اسے ابھی چند دن پہلے ہونے والے میاں بیوی کی کار کے حادثے کے متعلق بھی بتایا تھا اور کہا تھا کہ یہ وادی دکم میں موجود سامری کی مددگار بدروحوں اور جنات کی کارروائی ہے مگر اسے کیا معلوم تھا کہ مرنے والی انسپکٹر قادری کی بہن تھی اور اپنے بہنوئی اور بہن کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہی وہ وادی دکم کے خطرات میں کودنے جا رہا تھا۔

مان سنگھ کی بات سن کر انسپکٹر قادری نے اسے بتایا کہ وہ دونوں جن کی کار کا حادثہ ہوا میری بہن اور اس کا شوہر تھا اور انہی کی موت کا بدلہ لینے آیا ہوں۔

مان سنگھ نے کہا بھائی میرے یہ سب بدروحوں کی کارروائی ہے اور کسی بدروح سے لڑنا انسان کے بس کا کام نہیں ہے میری بات مانو تو صبر کرو اور واپس لوٹ جاؤ ورنہ تم بھی مارے جاؤ گے۔ انسپکٹر قادری نے جواب دیا! انسان سب مخلوقات سے افضل ہے پھر یہ بدروحیں کیا چیز ہیں؟

''جوش سے نہیں ہوش سے کام لو! اس طرح تمھیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے اور وادی دکم تو موت کی وادی ہے آج تک وہاں جو بھی گیا وہ واپس نہیں آیا۔''

''زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر اس نے میری موت اسی جگہ لکھی ہو گی تو پھر مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔''

''زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔'' مگر انسپکٹر قادری نے اس کی بات ان سنی کر دی اور ٹیکسی کے شیشوں

سے باہر دیکھنے لگا۔ اب شام ہو رہی تھی اور وہ وادی دکم میں پہنچ چکے تھے۔

پھر مان سنگھ نے اس پتھر کے پاس گاڑی روک دی جس پر سنداش، آتمال کو لئے بیٹھا تھا اور آتمال نے نائلہ کو چیر پھاڑ ڈالا تھا۔

ٹیکسی سے نیچے اتر کر انسپکٹر قادری نے بیگ سنبھالا اور اس پتھر پر رکھ دیا اور مان سنگھ کو کرایہ دے کر واپس جانے کے لئے کہا مگر مان سنگھ نے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔

''اب بھی وقت ہے آؤ میرے ساتھ واپس چلو۔'' مگر انسپکٹر قادری نے اسے کہا میں رات یہیں رہوں گا تم کل صبح بارہ بجے تک یہاں آ جانا میں تمھارا انتظار کروں گا اور یہ لو آنے جانے کا پیشگی کرایہ تا کہ میرے مارے جانے کی صورت میں تمھیں نقصان نہ ہو۔

مان سنگھ نے اس سے نوٹ لے کر جیب میں ڈالے اور کہا۔ ویسے تو شاید میں نہ آتا مگر میں یہ دیکھنے کے لئے ضرور آؤں گا کہ تم اتنی خطرناک وادی میں رات گزار کر کیسے زندہ رہتے ہو۔

''انشاءاللہ کل صبح بارہ بجے میں تمھیں یہیں ملوں گا۔''

''رب کرے ایسا ہی ہو!'' پھر وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس چل دیا۔ مان سنگھ کے جانے کے بعد انسپکٹر قادری نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور اوپر پہاڑی پر سامری کا قلعہ اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ کسی دیو کی طرح کھڑا نظر آ رہا تھا۔

انسپکٹر قادری نے اپنے بیگ سے بسکٹوں کا پیکٹ نکالا اور کھول کر بسکٹ کھانے لگا اب وہ بھی اسی پتھر پر بیٹھ چکا تھا جس پر اس کا بیگ رکھا ہوا تھا۔ نیچے سڑک پر وادی کا ٹھنڈا پانی بہہ رہا تھا جو نہایت صاف اور شفاف دکھائی دے رہا تھا۔

آہستہ آہستہ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور ہر طرف اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ انسپکٹر قادری اندھیرے اور بدروحوں کی دہشت سے بے نیاز بسکٹ کھا رہا تھا بسکٹ کھا کر اس نے خالی ڈبہ پانی میں پھینک دیا اور پھر اس نے پتھر سے اتر کر جوتے اتار کر اسی پتھر پر رکھ دیئے اور ہاتھ دھو کر پانی پینے لگا۔ پانی پی کر اس نے وضو کیا اور اسی پتھر پر چڑھ کر نماز پڑھنے لگا۔ سمت کا تعین تو اس نے سورج کو دیکھ کر، کر لیا تھا۔

نماز سے فارغ ہو کر اس نے جوتے پہنے اور کوئی عمل پڑھ کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہی اسے اندھیرے میں بھی نظر آنے لگا اور اس کے ساتھ ساتھ تمام

بدروحیں اور دوسری غائب چیزیں بھی نظر آنے لگی تھیں اس کے پتھر سے کچھ دور کئی چڑیلیں کھڑی تھیں جو اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ پانی پر بدروحیں تیرتی نظر آ رہی تھیں جیسے وہ ہوا پر چل رہی ہوں پانی پر پھسلنے کے باوجود ان کے پاؤں اسی طرح خشک ہی نظر آ رہے تھے۔

پھر وہ چڑیلیں آہستہ آہستہ انسپکٹر قادری کی طرف بڑھنے لگیں ان کو قریب آتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چاندی کا چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر چڑیلیں قہقہے لگانے لگیں اور پھر وہ انسپکٹر قادری پر جھپٹ پڑیں مگر اس سے پہلے کہ وہ انسپکٹر قادری تک پہنچ پاتیں انسپکٹر قادری نے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس چاندی کے پستول میں سے مقدس پانی کی ایک دھار نکلی اور جس جس چڑیل پر پانی گرا اس کے جسم میں آگ لگ گئی اور دوسری چڑیلیں خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئیں۔

جن چڑیلوں کے جسموں میں آگ لگ چکی تھی وہ وادی کے پانی میں غوطے لگا رہی تھیں اور چیخ رہی تھیں مگر پانی میں غوطے لگانے کے باوجود ان کی آگ بڑھتی جا رہی تھی۔

دوسری چڑیلوں کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے چیخ کر کہا۔

''آؤ تم بھی آؤ۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ انسان کتنا طاقتور ہے۔'' انسپکٹر قادری کی بات سن کر وہ چڑیلیں بھاگ کھڑی ہوئیں اب انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ غائب ہونے کے باوجود بھی انسان ہمیں دیکھ سکتا ہے۔

جن چڑیلوں کے جسموں کو آگ لگی تھی وہ جل کر راکھ ہو چکی تھیں اور ان کی راکھ پانی میں بہتی جا رہی تھی۔

انسپکٹر قادری نے مقدس پانی کا پستول خاص طور پر تیار کیا تھا تا کہ بدروحوں اور چڑیلوں وغیرہ سے نمٹا جا سکے۔ اس نے پانی پستول میں بھر کر اس پر ایک خاص عمل کیا تھا۔ جس سے پانی میں بدروحوں اور دوسری خبیث طاقتوں کو جلانے کی تاثیر پیدا ہو گئی تھی اور اب پستول چاہے ایک لاکھ بار بھی استعمال کیا جائے اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہو گا۔

انسپکٹر قادری کے ہاتھ میں نورانی طاقت کا پستول دیکھ کر تمام بدروحیں فرار ہو گئیں اور وہ چڑیلیں بھی چیختی ہوئی بھاگ گئیں۔ اب پھر وہاں سناٹے اور وحشت کا راز تھا۔

رات ہو چکی تھی انسپکٹر قادری نے اپنا بیگ، کاندھے پر لٹکایا اور ہاتھ میں چاندی کا پستول

لئے وہ اوپر قلعے کی طرف چل پڑا۔

سامری نے ابھی رقص کی محفل سجائی ہی تھی کہ اس کے قلعے کی دیوار پر بنا ہوا ایک کالے پتھر کا الو پھڑ پھڑایا اور اس نے چیخ کر تین بار کہا۔

''سامری، انسپکٹر قادری تیری موت بن کر آ رہا ہے۔'' یہ کہتے ہی وہ پھر سے پتھر کا ہو گیا۔

اس کی آواز سنتے ہی سامری اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

اس نے غصے سے اس پتھر کے الو کی طرف دیکھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے پتھر کا الو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔

پھر سامری نے دوبارہ ہاتھ کا اشارہ کیا اور ناچ گانے کی محفل ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی سامری بڑے رعب سے چلتا ہوا قلعے کے دروازے سے باہر آ گیا اور پہاڑی کے سرے پر کھڑا ہو کر اوپر چڑھتے ہوئے انسپکٹر قادری کو دیکھنے لگا۔

اس کو دیکھ کر سامری نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا اور انسپکٹر قادری کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اچانک انسپکٹر قادری کے سامنے پہاڑی شق ہو گئی۔ اب انسپکٹر قادری کے سامنے ایک بہت بڑی اور گہری دراڑ پڑ چکی تھی اور اس دراڑ کو پار کر لینا انسپکٹر قادری کے بس سے باہر تھا۔ پھر سامری شاطرانہ مسکراہٹ کے ساتھ واپس اپنے تخت پوش پر آ بیٹھا اور رقص و سرور کی محفل دوبارہ شروع ہو گئی۔

اپنے سامنے پہاڑی میں دراڑ پڑتے ہی انسپکٹر قادری نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ یہ سامری یا اس کی بدروحوں کا کام ہے۔ اس نے فوراً ہی چاندی کا پستول جیب میں ڈالا اور ہاتھ بلند کر کے کوئی عمل پڑھا اس کے عمل پڑھتے ہی ایک سنہری پرندہ نمودار ہوا جو کہ اونٹ جتنا بڑا تھا اس سنہری پرندے نے انسپکٹر قادری کے ہاتھوں کو تھام لیا اور اسے دراڑ کے پار چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ پرندے کے غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے اپنی جیب سے چاندی کا پستول نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور پھر اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود بھی اسے ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔

کچھ ہی دیر میں انسپکٹر قادری پہاڑی پر چڑھ کر قلعے کے دروازے تک جا پہنچا۔ قلعے کے دروازے کا ایک حصہ منہدم تھا اس لیے وہ اندر داخل ہو گیا اس کے اندر داخل ہوتے ہی سامری کے پیچھے کھڑے سنداش جن نے ایک کریہہ چیخ ماری اور کہا۔

"آقا سامری ہماری رکھشا کرنا انسپکٹر قادری قلعے میں داخل ہو چکا ہے۔"

یہ آواز سنتے ہی سامری بھی ہکا بکا رہ گیا۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسپکٹر قادری اس اتنی بڑی دراڑ کو پار کر لے گا۔ انسپکٹر قادری نے اندر داخل ہوتے ہی اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامری ایک تخت پوش پر بیٹھا تھا۔ تین جن اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ اس کے دائیں بائیں پتھر کی کرسیوں پر عجیب سی شکلوں کے لمبے تڑنگے لوگ بیٹھے تھے اور قلعے کے صحن کے ایک طرف انسانی آنکھوں والا چراغ روشن تھا جس کی روشنی میں قلعے میں دن کا سا سماں تھا۔ سنداش جن کی چیخ اور آواز سنتے ہی سب دم بخود رہ گئے اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر انسپکٹر قادری پر حملہ آور ہوتے۔ انسپکٹر قادری نے پستول کا ٹرائیگر دبا کر چاروں طرف گھوم گیا۔ اس کے گھومتے ہی جس جس پر بھی پانی گرا اس کے جسم کو آگ لگ گئی۔ یہ دیکھتے ہی سامری کے پیچھے کھڑے تینوں جن اور دوسرے بچ جانے والے لوگ فوراً غائب ہو گئے اور سامری اکیلا رہ گیا۔

انسپکٹر قادری فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا ساحر اعظم سامری کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر سامری نے اس کے چاندی کے پستول کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"مجھے اس کھلونے سے ڈرانے آئے ہو؟"

"یہ کھلونا تمہاری موت بھی بن سکتا ہے۔"

"سامری امر ہو چکا ہے۔ تمہارے یہ کھلونے مجھے نہیں ڈرا سکتے۔" یہ کہہ کر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے آگ کے شعلے نکل کر برق رفتاری سے انسپکٹر قادری کی طرف بڑھے مگر اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ واپس سامری کی طرف پلٹ آئے مگر ان کے پلٹنے سے پہلے ہی سامری تخت چھوڑ چکا تھا وہ شعلے سیدھے سامری کے تخت پر گرے اور اس کو آگ لگ گئی اگر ایک سیکنڈ کی بھی دیر ہو جاتی تو ان شعلوں کا سامری سے ٹکرا جانا یقینی تھا۔ یہ دیکھ کر سامری نے کہا۔

"اوہ تو تم نوری شکتی رکھتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ تم جیسے ہزار مل کر بھی سامری کو نہیں مار سکتے۔"

"میرا نام انسپکٹر قادری ہے۔ طلسمات کی دنیا میں مجھے بدروحوں کا شکاری کہا جاتا ہے۔ تمہارے لئے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر قادری نے کوئی عمل پڑھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا اس کے اشارہ کرتے ہی سامری پر ایک سنہری جال آ پڑا اور اس کو اپنے جسم میں آگ سی لگتی ہوئی محسوس ہوئی مگر شعلے نظر نہ آتے تھے۔ اس نے اس جال سے نکلنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ چیخنے لگا کیونکہ اس کے جسم میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور وہ بری طرح جھلس چکا تھا۔

اس کی جھلسی ہوئی حالت دیکھ کر انسپکٹر قادری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور سنہری جال غائب ہو گیا۔ اب ساحر اعظم کسی ادھ مرے گینڈے کی طرح انسپکٹر قادری کے قدموں میں پڑا ہانپ رہا تھا۔ انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر سامری کے سینے پر پاؤں رکھ دیا اور پوچھا۔

"اب بول ساحر اعظم کیا حال ہے؟"

مگر اب سامری نے کوئی جواب نہ دیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے اپنے چاروں طرف کا جائزہ لیا مگر کوئی ذی روح نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا آتمال یہیں رہتا ہے تو ضرور وہ کسی نہ کسی کمرے میں چھپا ہو گا۔ وہ ہاتھ میں چاندی کا پستول تھامے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کمرے میں بھی ایک انسانی آنکھ والا چراغ جل رہا تھا جیسا باہر صحن میں جل رہا تھا مگر اس میں ایک ہی بتی تھی اور اس کے سرے پر ایک ہی آنکھ تھی اور وہ کسی بڑے بلب کی طرح روشن تھی۔

اس کمرے میں فرنیچر نام کی کوئی شے نہ تھی ہر طرف مٹی ہی مٹی اور بڑی بڑی مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔ کمرے کے ایک کونے میں تین چڑیلیں کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ انسپکٹر قادری نے پستول کا رخ ان کی طرف کر کے پوچھا۔

"بتاؤ میری بہن نائلہ اور اس کے شوہر کو کس نے قتل کیا تھا؟" ان میں سے ایک چڑیل نے کہا۔

"ہمیں معلوم نہیں ہے۔"

انسپکٹر قادری نے پستول کا ٹرائیگر دبایا اور مقدس پانی گرتے ہی اس چڑیل کے جسم کو آگ لگ گئی اور دوسری دونوں چڑیلیں بھی اس کے ساتھ ہی چیخ چیخ کر رونے اور معافیاں مانگنے لگیں۔

مگر انسپکٹر قادری نے کہا۔

''تم دونوں میں سے وہی زندہ رہے گی جو مجھے میری بہن کے قاتلوں کا پتہ بتائے گی۔''

یہ سنتے ہی وہ دونوں یک زبان ہو کر بولیں۔

''تمہاری بہن کو تو آتمال نے کھایا تھا۔''

''اور اس کے شوہر کو کس نے مارا تھا؟''

وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں پھر ان میں سے ایک نے دوسری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اسے اس نے مارا تھا۔'' مگر دوسری نے پہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''نہیں نہیں میں نے اسے نہیں مارا اسے تو اسی نے مارا تھا اس کا بچہ اس کی گاڑی کے نیچے آ گیا تھا۔''

انسپکٹر قادری نے ان دونوں پر مقدس پانی کا فائر کر دیا اور کہا۔

''تم دونوں ہی قاتل ہو۔ جاؤ تم بھی زندگی سے آزاد ہو جاؤ۔ مقدس پانی گرتے ہی ان دونوں چڑیلوں کے جسموں میں بھی آگ لگ گئی اور وہ بری طرح چیخنے چلانے لگیں۔ پہلے والی چڑیل جل کر راکھ ہو چکی تھی۔ اب کمرے میں کوئی نہیں تھا انسپکٹر قادری مڑا اور ایک دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

غار سے گہری کھائی میں گرتے ہی ارجن اور شنکر سومناتی نے خوف سے چیخ ماری اور آنکھیں بند کر لیں انہیں اپنی موت یقینی دکھائی دینے لگی مگر چند ہی ثانئے بعد انہیں یوں لگا جیسے انہیں کسی مضبوط ہاتھ نے کمر سے تھام رکھا ہو اور وہ نیچے گرنے کی بجائے آگے کی طرف اڑتے جا رہے ہوں۔ انہوں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور گردن گھما کر دیکھا تو پتہ چلا وہ کسی بڑے گدھ کی گرفت میں ہیں اور اس نے انہیں اپنے پنجوں میں کمر سے پکڑ رکھا ہے اور اس کے بڑے بڑے پنجوں کو ہی وہ ہاتھ سمجھتے تھے اور اس نئی افتاد پر وہ اور بھی پریشان ہو گئے۔ کچھ دور پانی کے وسط میں ایک پہاڑی تھی جس پر ایک گھانس پھونس کی کٹیا سی بنی ہوئی تھی اس گدھ نے انہیں اس کٹیا کے سامنے زمین پر رکھ دیا اور خود اڑ گیا۔ اس طرح جان بچ جانے پر وہ خوش بھی تھے اور حیران

بھی...... وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے ہی وہ گھاس پھونس کی کٹیا تھی۔ وہ کٹیا دیکھ کر حیران رہ گئے اور ارجن، شنکر سومناتی سے پوچھنے لگا۔

''یہ ماضی کے اس قدیم دور میں یہاں کون رہتا ہے؟''

''میں بھی حیران ہوں کہ اس دور میں کون ہے جو یہاں رہتا ہے؟ چلو آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔ پھر وہ دونوں اس کٹیا کی طرف چل پڑے۔ ابھی وہ کٹیا کے دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ انہیں اندر سے ایک بوڑھا نکلتا دکھائی دیا اس نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔

''تم لوگ کون ہو؟ اور ماضی کے اس دور میں کیسے آ گئے؟'' شنکر سومناتی اور ارجن نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے کے چرن چھوئے اور کہا۔

''بابا جی ہم تو مصیبت کے مارے ہیں مقدر نے ہمیں یہاں لا پھنسایا ہے مگر آپ یہاں کیسے؟'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''بالک میں تو ماضی میں آنے جانے کا ماہر ہوں میری عمر کئی سو سال ہے اور میں جنوں کے قبیلے آدمان سے تعلق رکھتا ہوں۔ جب اپنی دنیا کے ہنگاموں سے اکتا جاتا ہوں تو کچھ دنوں کے لیے یہاں آ جاتا ہوں اور کچھ دن سکون سے گزار کر واپس چلا جاتا ہوں۔ میں رات ہی آیا تھا جس وقت طوفان آ رہا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ دو انسان بھی ماضی میں آ گئے ہیں اور ایک غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ میں نے سوچا چلو صبح آپ لوگوں سے ملاقات کر لوں گا مگر صبح ہوتے ہی مجھے پتہ چلا کہ کوئی اور انسان طلسمی تلوار لئے تمہیں مارنے کی کوشش میں ہے۔ تب میں نے اس گدھ کو تمہیں لینے کے لئے بھیجا اور وہ تمہیں یہاں پہنچا کر چلا گیا۔'' شنکر سومناتی نے پوچھا۔

''بابا جی کیا وہ گدھ بھی کوئی جن تھا؟''

''بالکو اندر آ جاؤ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کیا سب کچھ کھڑے کھڑے ہی پوچھ لو گے۔'' یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا اور ارجن اور شنکر سومناتی بھی اس کے پیچھے پیچھے کٹیا میں داخل ہو گئے۔ اندر نرم نرم گھاس کا بستر بچھا تھا۔ وہ دونوں اس بوڑھے کے سامنے بیٹھ گئے اور بوڑھے نے کہا۔ بالکو وہ گدھ کوئی جن نہیں تھا بلکہ گدھ ہی تھا۔ مگر اسے میں نے اپنے تابع کر رکھا ہے۔ میں جانوروں کو اپنے بس میں کرنے کا منتر بھی جانتا ہوں اور یہاں کے سب جانور میرے بس میں ہیں۔ تمہارے آنے کی اطلاع بھی مجھے ایک جنگلی طوطے نے دی تھی اس نے تمہیں پہاڑی پر

چڑھتے دیکھا تھا۔

''باباجی آپ شکل سے تو آدمی لگتے ہیں مگر آپ کہہ رہے ہیں کہ میں جن ہوں ایسا کیوں ہے؟'' ارجن نے پوچھا اور بوڑھے نے جواب دیا۔

''بالک ہمارا قبیلہ آدمان ہے اور ہم انسانوں جیسی شکل رکھتے ہیں مگر طاقت وہی جنوں والی ہے۔''

''باباجی رات تو بڑا زبردست طوفان آیا تھا مگر آپ کی کٹیا صحیح سلامت ہے؟''

''بالک میں جب جاتا ہوں تو اس پر ایک ایسا دائرہ لگا جاتا ہوں کہ ہوا بھی اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ رات جب میں آیا تو طوفان آرہا تھا میں نے اندر داخل ہو کر دائرہ لگا لیا تھا۔ اس لئے یہ کٹیا صحیح سلامت ہے۔''

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ان کے سامنے مختلف کھانوں کی تھالیاں سج گئیں اور بوڑھے نے کہا۔

''لو بالکو بھوجن کرلو۔''

کھانا دیکھ کر ان دونوں کی بھوک چمک اٹھی اور وہ دونوں ندیدوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑے پھر کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے پانی پیا اور بوڑھے جن سے پوچھا۔

''باباجی کیا آپ ہمیں ہمارے علاقے میں پہنچا سکتے ہیں؟''

''بالکو تم یہاں آرام سے رہو جب میں جاؤں گا تمہیں پہنچا کر پھر جاؤں گا۔ کسی قسم کی چنتا نہ کرو اس پہاڑی پر گھومو پھرو اس پر کوئی خطرناک جانور نہیں ہے۔ ویسے بھی اس کے چاروں طرف کافی گہرا پانی ہے اس لئے کوئی جانور یہاں تک نہیں آسکتا۔''

''باباجی فی الحال تو ہم سونا چاہیں گے کیونکہ رات کو خوف کے مارے اچھی طرح سو بھی نہ سکے تھے۔'' بوڑھے جن نے کہا۔

''ٹھیک ہے تم دونوں سو جاؤ میں نے تو ابھی کچھ منتر پڑھنے ہیں۔''

پھر وہ دونوں وہیں گھاس پر لیٹ گئے۔

☆......☆......☆

دوسرے کمرے میں داخل ہو کر انسپکٹر قادری نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا مگر وہاں کوئی نظر نہ

آیا۔ وہاں بھی وہی ایک آنکھ کا چراغ جل رہا تھا۔ اس کے بعد انسپکٹر قادری ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں بھی ویسا ہی چراغ جل رہا تھا اور ایک چھوٹا سا لوہے کا پنجرہ موجود تھا جس میں ایک چھوٹا سا پودا گملے سمیت بند تھا۔ انسپکٹر قادری اس گملے کو پنجرے میں بند دیکھ کر حیران رہ گیا وہ سوچنے لگا پودے کا گملا تو باہر بھی رکھا جا سکتا ہے پھر اس کو قید کرنے کا کیا مطلب؟ مگر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی۔ اس نے سوچا فی الحال تو اتنا وقت نہیں ہے گھر جا کر دیکھیں ابھی تو اسے ساتھ لے لیتا ہوں یہ سوچ کر اس نے پنجرہ کھولا اور گملا اٹھا کر اپنے بیگ میں رکھ لیا اور ایک دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سنداش اور آتمال پر پڑی جو ایک کونے میں سہمے کھڑے تھے اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے انسپکٹر قادری کی طرف دیکھ رہے تھے وہاں بھی ویسا ہی ایک آنکھ کا چراغ روشن تھا۔ انسپکٹر قادری نے آتمال کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا خیال تھا کہ ہندوستان سے یہاں آجانے کے بعد تم مجھ سے بچ جاؤ گے؟''

آتمال نے خرخراتی آواز میں کہا۔

''میں اب تمہارے علاقے میں نہیں رہتا پھر تم مجھے پکڑنے کیوں آئے ہو؟''

''تم نے جس عورت کو مارا وہ میری بہن تھی میری بہن کا خون کر کے بھی تم پوچھ رہے ہو کہ میں تمہیں پکڑنے کیوں آیا ہوں؟''

آتمال تھر تھر کانپنے لگا اور سنداش کی طرف دیکھنے لگا۔ سنداش نے آتمال کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ آتمال مدد چاہتا ہے اس لئے سنداش نے انسپکٹر قادری سے کہا۔

''آقا سامری نے اسے میری حفاظت میں دیا ہے تم اسے میرے ہوتے ہوئے نہیں لے جاسکتے۔''

''مگر تمہارے مرنے کے بعد تو لے جا سکتا ہوں۔'' انسپکٹر قادری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

سنداش نے کہا۔

''تمہارے مقدس پانی کا بدروحوں پر تو اثر ہو سکتا ہے مگر مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا میں

ایک جن ہوں۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ تم پر مقدس پانی کا اثر ہوگا۔ میں تو آتمال کو لے جانے کے لئے تمہاری اجازت کا منتظر ہوں۔ جب تم اجازت دو گے تو میں آتمال کو لے جاؤں گا ورنہ میں یہیں بیٹھا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر قادری دروازے کے پاس ہی ایک پتھر کی کرسی پر بیٹھ گیا اور جیب سے ایک چھوٹی سی سفید گیند نکال کر سنداش کی طرف پھینک دی۔

سفید گیند زمین پر گرتے ہی سفید دھوئیں میں بدل گئی اور وہ دھواں سنداش سے لپٹ گیا۔

اب تو سنداش کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بدن میں جگہ جگہ شمعیں جل اٹھی ہوں اس کے تمام جسم سے روشنی کے شعلے نکل رہے تھے اور سنداش ان کو بجھانے کے لئے اچھل رہا تھا مگر روشنی کے شعلے اور بھی بھڑکتے جا رہے تھے۔ آخر شدت درد اور جلن سے وہ چیخنے اور منتیں کرنے لگا۔ آتمال بھی سہما ہوا اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا۔ فوراً بولا۔

"کہو کیا حکم ہے میرے آقا؟"

"کیا میں آتمال کو لے جا سکتا ہوں؟" سنداش نے چیختے ہوئے جواب دیا۔

"تم آتمال تو کیا اس کے سارے پریوار کو بھی لے جا سکتے ہو۔ مگر مجھے اس اذیت سے نجات دے دو۔"

انسپکٹر قادری کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ رقصاں تھی ادھر آتمال بھاگنے کی سوچ رہا تھا مگر دروازے کے قریب ہی انسپکٹر قادری بیٹھا تھا۔ پھر اس نے کچھ پڑھ کر سنداش کی طرف پھونک ماری اور اس کے شعلے بجھ گئے اب سنداش کو کچھ سکون محسوس ہوا اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کھڑا ہونے کی تو اس میں ہمت نہیں تھی۔ انسپکٹر قادری نے فوراً اپنے بیگ سے چاندی کا پنجرہ نکالا اور آتمال کے سامنے رکھ دیا۔ چاندی کا پنجرہ دیکھتے ہی آتمال سمجھ گیا کہ انسپکٹر قادری اب مجھے پکڑے گا۔ اس نے ایک بار پھر التجا آمیز نگاہوں سے سنداش کی طرف دیکھا مگر وہ تو ہارے ہوئے جواری کی طرح نگاہیں نیچی کئے بیٹھا تھا۔

اچانک آتمال نے ایک خوفناک چیخ ماری اور اس کی حالت بدلنے لگی اب وہ خوفناک سے خوفناک تر ہوتا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر قادری مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تمہارا علاج تو میرے پاس موجود ہے۔"

یہ کہتے ہی انسپکٹر قادری نے بلند آواز میں سورۃ الناس پڑھنی شروع کر دی اور اس کے سورۃ الناس شروع کرتے ہی آتمال زمین پر آ گرا اور وہ تڑپ تڑپ کر واپس بچہ بننے لگا۔ انسپکٹر قادری کے سورۃ الناس شروع کرتے ہی کمرے میں جلتے ہوئے چراغ کی اکلوتی آنکھ پھوٹ گئی اور کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ مگر انسپکٹر قادری اب بھی دن کی روشنی کی طرح دیکھ سکتا تھا۔ چند ہی منٹ بعد آتمال واپس بچہ بن گیا اور پنجرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے پنجرے میں داخل ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے پنجرہ بند کر دیا اور بیگ میں رکھ لیا۔ اب اس نے سنداش کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"تم لوگ تو اندھیرے میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر یہ انسانی آنکھوں والے چراغ کیوں جلا رکھے ہیں؟"

سنداش نے شکست خوردہ انداز میں جواب دیا۔

"یہ چراغ آقا سامری نے چڑیلوں اور بدروحوں کو شکتی بخشنے کے لئے بنائے ہوئے ہیں۔ ان چراغوں میں انسانی خون بھرا ہوا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جب بھی کسی چڑیل یا بدروح کو انسانی خون کی خواہش ہوتی ہے وہ اس انسانی آنکھ سے آنکھیں ملا کر کھڑی ہو جاتی ہے اور انسانی خون کی طاقت اس میں منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے یہ چراغ چڑیلوں اور بدروحوں کی خوراک کا ذریعہ ہیں۔"

"یہی سمجھ لیں۔"

انسپکٹر قادری نے اپنا بیگ کندھے پر رکھا اور ہاتھ میں چاندی کا پستول تھامے کمرے سے باہر آ گیا۔ کمرے سے باہر نکل کر اس نے قلعے کے صحن میں جلتے ہوئے بڑے بڑے چراغ پر مقدس پانی کا فائر کیا اور فائر کرتے ہی اس کی تمام انسانی آنکھیں پھوٹ گئیں اور قلعے میں اندھیرا چھا گیا۔ اب انسپکٹر قادری کا رخ قلعے کے دروازے کی طرف تھا۔ قلعے کے دروازے سے نکل کر وہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔

☆......☆......☆

شلراگ غار کے اندرونی دہانے پر کھڑا ارجن اور شنکر سومناتی کو گہری کھائی میں گرتے ہوئے دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک بہت بڑا گدھ آیا اور ان دونوں کو دبوچ کر اڑ

گیا۔

شلراگ کی نگاہیں دور دور تک اس گدھ کا پیچھا کرتی رہیں مگر کچھ ہی دیر میں وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ شلراگ نے سوچا یہ تو مارے گئے۔ چلو کچھ دیر اس پہاڑی کی سیر کرتے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ کافی دیر اِدھر اُدھر بے مقصد گھومتا پھرتا رہا۔ پھر اس نے استاد سامری کا نام لیا اور واپس قلعے میں پہنچ گیا۔ قلعے میں پہنچتے ہی شلراگ نے دیکھا کہ ہر طرف ویرانی کا راج ہے۔ صحن میں انسانی آنکھوں والا چراغ بھی بجھا پڑا ہے اور سامری کا تخت بھی جلا پڑا ہے اور چڑیلیں، بدروحیں، جنات اور دوسرے سامری کے کارندے اپنے اپنے کمروں میں دبکے پڑے ہیں۔

شلراگ یہ ساری تباہی دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ قلعے کی حالت کس نے بگاڑی ہے؟ ایسا کون ہے جو آقا سامری سے ٹکرا سکے۔ مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے چڑیلوں اور بدروحوں کو آوازیں دیں مگر کوئی بھی باہر نہ نکلا۔

شلراگ کے بار بار آوازیں دینے پر سنداش گرتا پڑتا باہر آیا اور شلراگ سے کہا۔

''یہ سب آتمائیں انسپکٹر قادری سے خوفزدہ ہیں اور اسی لئے کوئی باہر نہیں آ رہا۔''

شلراگ نے سنداش کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر پوچھا۔

''تمہارا یہ حال کس نے کیا؟ اور یہ انسپکٹر قادری یہاں کیسے آ پہنچا؟''

''میری چتا چھوڑیں آقا کی خبر لیں وہ تو مجھ سے بھی بری حالت میں یہاں سے بھاگے ہیں۔ انسپکٹر قادری آتمال کو پکڑنے آیا تھا اور اس کو پکڑ کر لے گیا ہے۔''

''کیا کہا آقا بھی زخمی ہو چکا ہے؟ تم سب کہاں مر گئے تھے؟''

''انسپکٹر قادری کے پاس مقدس پانی کا پستول تھا جس کی وجہ سے سب خوفزدہ تھے۔ اسی لئے کوئی چڑیل یا بدروح اس کے قریب نہیں گئی۔ بدقسمتی سے تمام جن اور دیو منگلوتری پوجا کے لئے گئے ہوئے تھے۔''

''اس وقت آقا کہاں ہے؟''

''یہاں سے بھاگ کر وہ اپنی سمادھی پر ہی گئے ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے میں آقا سے مل کر آتا ہوں اتنے تم سب آتماؤں اور دوسرے کارندوں کو جمع کرو میں انسپکٹر قادری کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اب انسپکٹر قادری

کدھر گیا ہے؟''

سنداش نے جواب دیا۔

''اب وہ نیچے وادی میں گیا ہے۔ مگر اس کو نیچے پہنچنے میں کئی گھنٹے لگیں گے۔'' شلراگ نے کہا۔

''ٹھیک ہے میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔ تم سب تیار رہو۔'' یہ کہہ کر شلراگ غائب ہو کر آقا سامری کے پاس پہنچ گیا۔ ساحر اعظم سامری اس وقت اپنے تابوت میں لیٹا پڑا تھا اور اپنے بدن پر طلسمی مرہم لگا رہا تھا جو اس کے زخموں کو فوراً بھر رہا تھا۔ سامری نے اپنا یہ تابوت خاص طور پر بنوایا ہوا تھا اور وہ اکثر اسی میں آرام کرتا تھا۔ اس نے یہ تابوت امر شکتی حاصل کرتے وقت تیار کرایا تھا اور یہ تابوت اس کی سمادھی کے نیچے بنے ہوئے چھوٹے سے کمرے میں رکھا ہوا تھا اور وہاں پر شلراگ کے سوا کوئی بھی نہیں آ جا سکتا تھا۔ شلراگ جاتے ہی آقا سامری کے سامنے جھک گیا اور پوچھا۔

''آقا یہ سب کیسے ہو گیا؟ آپ جیسے مہان شکتی والے ساحر سے انسپکٹر قادری کیسے جیت گیا؟'' سامری نے کہا۔

''میں اس وقت رقص دیکھنے میں محو تھا اس نے اچانک ہی نورانی لہروں کا جال مجھ پر پھینک دیا ورنہ اگر میں ہوشیار ہوتا تو اس کو مسل کر رکھ دیتا۔''

سامری نے اصل واقعہ شلراگ کو اس لئے نہ بتایا تھا کہ اس کی نظروں میں اس کی قدر کم ہو جائے گی۔

''جب انسپکٹر قادری، قلعے پر چڑھ رہا تھا تو اس وقت طلسمی الو نے آپ کو خبردار کیوں نہ کیا؟''

سامری نے جواب دیا۔

''شاید انسپکٹر قادری کو طلسمی الو کے متعلق خبر تھی اس لئے اس نے الو کو ختم کر دیا تھا اس کے ٹکڑے قلعے میں ہی پڑے ہوئے تم دیکھ آئے ہو گے۔ اسی لئے مجھے خبر نہ ہو سکی اور اس نے پیچھے سے وار کر دیا۔''

''آقا آپ آرام کریں کچھ ہی دیر بعد انسپکٹر قادری کی گردن آپ کے قدموں میں ہو گی۔''

میں سنداش کو کہہ کر آیا ہوں وہ سب چڑیلوں، بھوتوں، بدروحوں اور ہمارے دوسرے کارندوا
جمع کر رہا ہے ہم سب مل کر اس پر حملہ کریں گے ایک پستول سے وہ کسے کسے مارے گا۔ ہم ا
کچل کر رکھ دیں گے۔" سامری نے پوچھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر جس کام کے لئے تمہیں بھیجا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"وہ دونوں ایک وحشی گدھ کے ہاتھوں مارے گئے۔"

شلراگ نے جواب دیا اور کہنے لگا۔ میں انسپکٹر قادری کی خبر لیتا ہوں۔ ابھی وہ زیادہ دو
نہیں گیا ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو کر قلعے میں پہنچ گیا۔

سنداش نے سب کارندوں کو جمع کر رکھا تھا۔ قلعے کے صحن میں ہر طرف جن، بھوت
چڑیلیں، دیو اور بدروحیں نظر آ رہی تھیں۔ شلراگ کے پہنچتے ہی سب خاموش ہو گئے۔ شلراگ
نے غصے سے ان کی طرف دیکھا اور کہا۔

بڑے دکھ کی بات ہے ایک انسان تم سب کے ہوتے ہوئے آقا سامری کو زخمی کر کے چا
گیا اور تم بزدل چوہوں کی طرح اپنے اپنے مسکن میں دبک گئے۔ اپنے آپ پر اور اپنی شکتیوں پ
غور کرو اتنی طاقت رکھتے ہوئے بھی تم آقا کی رکھشا نہ کر سکے۔ تم سب نے کالی طاقتوں کے سر بھ
شرم سے جھکا دیئے ہیں۔

اس انسان کے پاس مقدس پانی کا پستول تھا۔ ہم اس سے مقابلہ کیسے کرتے؟

ایک پستول سے وہ کس کس کو مارتا۔ بے وقوفو اگر تم میں ذرا سی بھی عقل ہوتی تو تم سب مل
کر اس پر حملہ کر دیتے۔ دو چار مر جاتے مگر اس کو تو مسل کر رکھ دیتے۔

شلراگ کی بات سن کر سب نے سر جھکا لئے۔ پھر شلراگ نے کہا ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا
ہوگا۔ آؤ ہم سب مل کر اس پر حملہ کرتے ہیں اس کے اتنا کہتے ہی وہ سب قلعے سے باہر آ گئے اور
نیچے اترتے ہوئے انسپکٹر قادری کو دیکھنے لگے جو کافی نیچے جا چکا تھا۔

شلراگ نے چیخ کر کہا۔ تم سب بڑے بڑے پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینک دو یہ کچل کر
ہی مارا جائے گا۔ یہ سنتے ہی سب جن، بھوت اور دوسری ارواح پتھر اٹھا اٹھا کر نیچے انسپکٹر قادری
کی طرف پھینکنے لگے۔ ان کا شور سن کر انسپکٹر قادری بھی رک چکا تھا۔ اور ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
جب اس نے ان سب کو پتھر اٹھا کر نیچے پھینکتے ہوئے دیکھا تو وہ مسکرا اٹھا اور اس نے ایک آیت

پڑھ کر اوپر کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر دیا۔ اس کے اشارہ کرتے ہی تمام نیچے گرتے ہوئے پتھر بجلی
کی سی سرعت سے پلٹے اور ان سب سے جا ٹکرائے اور انسپکٹر قادری واپس نیچے کی طرف چل پڑا۔
ان پتھروں کے ٹکراتے ہی وہ سب چیخنے لگے اور قلعے میں اندر کی طرف بھاگنے لگے۔ کئی
پتھر شلراگ کو بھی لگے اور وہ بھی زخمی ہو گیا۔ پھر وہ سب بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے مگر شلراگ
زخمی ہو کر بے ہوش ہو چکا تھا اور قلعے کے باہر ہی پڑا تھا کسی جن، بھوت میں اتنی ہمت نہ تھی کہ
اسے اٹھا کر قلعے میں لے جاتا۔

انسپکٹر قادری اب نیچے وادی میں پہنچ چکا تھا اور وہ اسی بڑے پتھر پر بیٹھا تھا۔ جس پر شام کو
مان سنگھ کی ٹیکسی سے اتر کر بیٹھا تھا۔ اب صبح ہو رہی تھی اس نے وادی کے پانی میں وضو کیا اور نماز
فجر ادا کی۔ اس کے بعد وہ کافی دیر بیٹھا کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنا بیگ کھول
کر آتمال کا پنجرہ باہر رکھا اور اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر اس کا ۰۳۔ نمبر دبا دیا۔

صفر اور پھر تین کا ہندسہ دباتے ہی معلومات دینے والی سامگری اس کے سامنے حاضر تھی
اس نے آتے ہی پوچھا۔

کیا حکم ہے میرے آقا۔ قادری نے کہا۔

یہ آتمال کا پنجرہ لے جاؤ اس کی خاص حفاظت کرنا میں تم سے اپنے ملک میں پہنچ کر اسے
لے لوں گا۔ کیونکہ میں اس کو جہاز میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔

"ٹھیک ہے میرے آقا" سامگری نے کہا۔ اور پنجرہ اٹھا کر غائب ہو گئی۔

اس کے غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے اپنے بیگ کی جیب سے بسکٹوں کا پیکٹ نکالا
اور اسے کھول کر آہستہ آہستہ بسکٹ کھانے لگا۔ اب کافی دن نکل آیا تھا۔ انسپکٹر قادری نے اپنی
رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ صبح کے نو بج رہے تھے مگر اس نے مان سنگھ کو تو بارہ بجے آنے کا وقت دیا تھا
ابھی اس کے پاس تین گھنٹے باقی تھے اس نے بسکٹ کھا کر پانی پیا اور ہاتھ منہ دھونے لگا۔ تاکہ نیند کا
غلبہ دور ہو سکے۔ کیونکہ وہ ساری رات کا جاگا ہوا تھا اور وادی کی ٹھنڈی ہوائیں اس پر نیند طاری
کئے دے رہی تھیں۔ ابھی وہ ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہی ہوا تھا کہ مان سنگھ ٹیکسی لے کر پہنچ گیا۔ اس
نے مان سنگھ کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر پوچھا۔

"تم بڑی جلدی آ گئے ہو۔ خیریت تو ہے؟" مان سنگھ نے کہا۔

"آپ کو خیریت سے دیکھنا چاہتا تھا واپس جا کر مجھے احساس ہوا کہ آپ کو اکیلے بدروحوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس نہیں آنا چاہیے تھا۔ تمام رات آپ کی خیریت کی دعا مانگتا رہا اور پھر جلدی ہی چل پڑا۔ اب آپ کو دیکھا تو دل کو کچھ سکون ملا۔ آپ واقعی مہان آدمی ہیں جو رات کو بدروحوں میں رہ کر واپس آ گئے ورنہ قلعے میں جانے والا تو دن کی روشنی میں بھی واپس نہیں آ سکتا۔"

انسپکٹر قادری نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں قلعے میں گیا تھا؟" مان سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اکیلا چھوڑ کر مجھے دکھ ہو رہا تھا۔ اس لئے میں کچھ دور جا کر واپس آ گیا تھا۔ اس وقت اندھیرا پھیل چکا تھا اور آپ کافی بلندی پر ایک سفید سے ہیولے کی طرح نظر آ رہے تھے۔" میں خوفزدہ ہو کر واپس چلا گیا۔

پھر اس نے انسپکٹر قادری کا بیگ گاڑی میں رکھا اور انسپکٹر قادری ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر لیٹ گیا اب وہ کافی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ اور پھر گاڑی واپس چل پڑی اور انسپکٹر قادری نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی سو کر اٹھے تو شام ہو چکی تھی اور بوڑھا جن بھی واپس آ چکا تھا۔ انہیں جاگتے دیکھ کر بوڑھے جن نے کہا۔

"اب تو شام ہو چکی اٹھ کر ہاتھ منہ دھو لو اور کھانا کھا لو۔"

ارجن اور شنکر سومناتی نے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کھانا کھا کر کہا۔

"بابا جی ہم آپ کے ابھاری ہیں اب آپ ہمیں واپس ہمارے شہر پہنچا دیں۔"

"بالکو دو چار دن رہو۔ یہاں کی سیر کرو۔ پھر میں تمہیں پہنچا دوں گا۔" مگر شنکر سومناتی نے کہا۔

"بابا جی آپ ہمیں جلد سے جلد پہنچا دیں۔ ہم نے ابھی تو بہت سے کام کرنے ہیں۔" بوڑھے جن نے کہا۔

"بالکو جیسے تمہاری اچھا۔ اگر تم گھر جانا ہی چاہتے ہو تو میں تمہیں واپس پہنچا دیتا ہوں۔"

"بابا جی آپ ہمیں کس جگہ پہنچائیں گے؟ کیونکہ ماضی سے واپسی پر تو آدمی وہیں پہنچتا ہے جہاں سے وہ چلا ہو۔ اور ہم جب آئے تھے تو طلسمی مکھیوں نے ہمیں اٹھایا ہوا تھا۔" بوڑھے نے کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکو جب تم ماضی کے ابتدائی دور میں آئے تھے تو تمہارے منتر کی شکتی ختم ہو گئی تھی۔ اس لئے اب تم جہاں چاہو میں تمہیں پہنچا سکتا ہوں۔ کیونکہ تم کو تو میں واپس بھیج رہا ہوں۔ اگر تم اپنی شکتی سے واپس جاتے تو پھر اسی جگہ جانا پڑتا جہاں سے تم آئے تھے۔"

وہ تینوں باتیں کرتے ہوئے اب کٹیا سے باہر آ چکے تھے۔

"بالکو ایک بات یاد رکھنا وہاں پہنچ کر تمہارا ماضی میں جانے کا منتر اسی طرح کام کرے گا جیسے پہلے کرتا تھا۔ اس کے لئے تمہیں دوبارہ منتر سدھی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

یہ سن کر شنکر سومناتی اور ارجن دونوں کے چہرے کھل اٹھے اور انہوں نے کہا۔

"بابا جی آپ ہمیں دہلی شہر میں پہنچا دیں اپنے گھر ہم خود ہی چلے جائیں گے۔"

"تم دونوں آنکھیں بند کر لو اور اس جگہ کا تصور کرو جہاں تمہیں جانا ہے۔" شنکر سومناتی نے ارجن سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں پہلے اپنے گھر جانا چاہیے پھر وہاں سے ہم کھنڈرراؤ کے گھر چلیں گے۔" ارجن نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم اپنے گھر کا تصور کر لیتے ہیں۔" پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آنکھیں بند کر لیں اور شنکر سومناتی کے گھر کا تصور کیا۔

"بالکو آنکھیں کھول لو۔"

پھر ان دونوں نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں وہ اپنے گھر کے صحن میں کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور بھگوان کا شکر ادا کیا کیونکہ انہیں واپسی کی امید ہی نہیں تھی۔

☆......☆......☆

شلراگ کو جب ہوش آیا تو وہ زخمی حالت میں پہاڑی پر پڑا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر قلعے میں آیا اور جنوں اور بدروحوں کو آواز دی۔ اسے ہوش میں دیکھ کر جن، بھوت اور بدروحیں اپنے اپنے مسکنوں سے نکل کر آئیں تو شلراگ نے گرج کر انہیں کہا۔

تم سب کہاں مر گئے تھے؟ انسپکٹر کدھر گیا؟

ایک بدروح نے کہا۔ تم خود تو بے ہوش ہو گئے تھے ہم کیا کرتے؟ اس کے پاس نورانی طاقت ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

شلر اگ نے کہا۔ لعنت ہے تم پر اور تمہاری شکتی پر ایک انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس سے تو بہتر تھا تم وادی میں ڈوب مرتے کم از کم تمہاری شکتی کا بھرم تو رہ جاتا۔

ایک ڈھانچے نے کڑکڑاتے ہوئے جواب دیا۔ مرے ہوئے تو ہم پہلے ہی ہیں اب کیا سیدھے نرکھ میں پہنچاؤ گے؟ اگر اتنے ہی بلوان ہو تو اس سے خود مقابلہ کرو ہمیں آقا سے کہہ کر مکتی دے دو ہم تو سنسار میں بھی دھکے کھا رہے تھے مرنے کے بعد تمہاری گالیاں سننی پڑ رہی ہیں۔

شلر اگ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''تمہاری بہت زبان چلنے لگی ہے اب بھی اپنے آپ کو نیتا سمجھتے ہو؟ میں دیتا ہوں تمہیں مکتی۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔

اور ڈھانچہ ٹوٹ کر بکھر گیا اور اس کی سینے کی ہڈیاں دو سانپ بن کر اس کی آنکھوں کے راستے کھوپڑی میں گھس گئیں اور اس کی کھوپڑی چیخنے چلانے لگی مگر شلر اگ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور پوچھنے لگا۔

اور کس کس کو مکتی چاہیے؟

مگر سب کے سب سر جھکائے خاموش کھڑے تھے اور ان کی خوفناک سانسوں کی خرخراہٹ ہی سنائی دے رہی تھی۔ پھر شلر اگ نے ان سے پوچھا۔

''انسپکٹر قادری کہاں گیا ہے؟'' ایک جن نے جواب دیا۔

وہ تو اپنے ملک چلا گیا ہے اور آتمال کو بھی ساتھ لے گیا ہے اور آقا کے دشمن بھٹ ناگرک کے درخت کو بھی آزاد کرا کے ساتھ لے گیا ہے۔ شلر اگ نے کہا۔

چلو یہ تو اچھا ہوا بھٹ ناگرک کا قبیلہ ہی انسپکٹر قادری کیلئے عذاب بن جائے گا اور وہ اس کے ملک کے انسانوں کا قتل عام کرتا پھرے گا تب اسے پتہ چلے گا کہ اس نے کتنی بڑی مصیبت کو چھڑایا ہے۔ اگر انسپکٹر قادری، بھٹ ناگرکوں کے ہاتھوں بچ گیا تو پھر میں اس کا جینا حرام کر دوں گا۔ میں دو بدروحوں کو ساتھ لے کر جاؤں گا اور اس کے ملک میں تباہی و بربادی پھیلا دوں گا اور اسے آقا سامری کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔ پھر اس نے سب بدروحوں، جنوں اور بھوتوں

سے کہا۔

اب تو میں تمہیں شما کرتا ہوں مگر پھر کبھی کوئی انسان قلعے میں داخل ہوا تو تمہیں سخت سزا دوں گا۔ اب جاؤ اپنے اپنے مسکن میں دفع ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی سب جن، بھوت اور چڑیلیں وغیرہ غائب ہو گئے۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری اپنے ملک پہنچ چکا تھا اور اپنے گھر سے ہو کر وہ آج ہی اپنی ڈیوٹی پر پہنچا تھا اس نے اپنی بیوی اور بچوں سے وعدہ کیا تھا کہ میں جلد ہی کوئی اچھا سا مکان کرائے پر لے کر تمہیں دہلی بلوا لوں گا۔

اور دہلی پہنچ کر اس نے سب سے پہلا کام ہی یہی کیا تھا کہ ایک کوٹھی کرائے پر لی تھی۔ یہ کوٹھی شہر سے کچھ دور تھی مگر اچھی اور نئی تعمیر شدہ تھی اور نیو دہلی کے علاقے میں واقع تھی۔ اس میں چھ کمرے تھے وسیع صحن تھا اور کافی اونچی چار دیواری تھی۔ صحن میں بہترین گھاس لگی ہوئی تھی اور صحن کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں، گھاس کے وسط میں بھی ایک چھوٹی سی گول کیاری تھی مگر اس میں کوئی پودا نہیں تھا۔ شاید لگایا ہی نہیں تھا یا پھر سوکھ کر ختم ہو گیا تھا۔ انسپکٹر قادری نے اپنے بیگ سے سامری کے قلعے سے لایا گیا پودا نکالا اور اس کا گملا توڑ کر اسے گھاس کے پلاٹ کے وسط میں خالی گول کیاری میں لگا دیا اور پانی دے دیا۔ اس پودے میں چھوٹے چھوٹے سیاہ پھول لگے ہوئے تھے اور ان میں سے بڑی اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ انسپکٹر قادری نے ان پھولوں کو غور سے دیکھا مگر یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ کس چیز کے پھول ہیں۔ اس نے سوچا یہ کسی نہ کسی چیز کے پھول تو ہوں گے مجھے کون سا پھولوں کی پہچان ہے۔

پھر وہ اپنے تھانے آ گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے اپنے کمرے کا سامان اس کوٹھی میں شفٹ کرایا۔ کوئی دوپہر کے بارہ بجے تھے جب انسپکٹر قادری کوٹھی پہنچا۔ سپاہی صفائی وغیرہ کرا کے اور اس کا سامان ایک کمرے میں سیٹ کر کے جا چکا تھا۔ اس نے جیپ سے اتر کر کوٹھی کا دروازہ کھولا اور جیپ اندر کھڑی کر کے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ مگر وہ صحن میں لگے اسی کالے پھولوں والے پودے کو دیکھ کر رک گیا وہ چھوٹا سا پودا اب ایک گز کے قریب لمبا ہو چکا تھا اور اس کے پھول بھی کافی بڑے بڑے ہو چکے تھے اور سیاہ پھولوں پر انسانی چہرے بنے ہوئے دکھائی

دے رہے تھے۔ انسپکٹر قادری نے اسے دیکھ کر سوچا یہ تو بڑا عجیب سا پودا ہے اور پھر اس کے انسانی چہرے والے پھول تو شاید میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ دو تین گھنٹوں میں ہی یہ پودا کتنا بڑا ہو گیا ہے۔ اس نے سوچا یہ شاید کوئی طلسمی پودا ہے جب ہی تو اتنا بڑھ گیا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں میں جلد ہی اس کا پتہ لگا لوں گا کہ یہ کس چیز کا پودا ہے؟

یہ سوچ کر وہ کمرے میں آ گیا اور کمرے میں آتے ہی اسے آتمال کا خیال آیا۔ آتمال کا خیال آتے ہی غصے سے اس کے دماغ کی رگیں تن گئیں اور اس نے جیب سے موبائل فون نکال کر اس کا صفر اور تین کا ہندسہ دبا دیا۔

صفر اور تین کا ہندسہ دباتے ہی بوڑھی سامگری اس کے سامنے حاضر ہو گئی اس کے ہاتھ میں آتمال کا پنجرہ موجود تھا۔ انسپکٹر قادری نے اس سے پنجرہ لے لیا اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً ہی غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے آتمال کا پنجرہ میز پر رکھا اور اپنے بیگ میں سے چھوٹی چھوٹی چاندی کی زنجیریں نکالیں اور ان کے سروں کو میز پر گاڑنے لگا۔ پھر انسپکٹر قادری نے آتمال کی طرف دیکھا وہ سہما سہما سا انسپکٹر قادری کی کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر انسپکٹر قادری نے اس کو کھول کر ان زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اب آتمال میز پر چت لیٹا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور اب وہ کوئی حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک زنجیر اس کی گردن میں بھی بندھی ہوئی تھی اس کو زنجیروں میں جکڑ کر انسپکٹر قادری نے کہا۔

''اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ جب کسی زندہ انسان کو چیرا جاتا ہے تو اس کو کتنی تکلیف ہوتی ہے آج تک تم نے انسانوں کو چیر پھاڑ کر اپنی بھوک پیاس مٹائی ہے لیکن ان کے درد کا تم نے کبھی اندازہ بھی نہیں کیا ہو گا کہ درد کیا ہوتا ہے؟ اگر میں چاہوں تو ایک ہی جھٹکے میں تمہیں ختم کر سکتا ہوں۔ مگر میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تم مرنے کی خواہش کرو گے مگر ہر لمحہ موت تمہارے قریب آ کر پلٹ جائے گی۔ اور تم موت کو گلے لگانے کے لئے تڑپتے رہ جاؤ گے۔ آتمال کوئی جواب دیئے بغیر اس کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر انسپکٹر قادری نے اپنے بیگ میں سے ایک چھوٹی سی شیشے کی ڈبیہ نکالی اس میں باریک باریک تین سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ جن کے پھن بھی تھے۔ اس شیشے کی ڈبیہ میں سوئی جیسے باریک سوراخ تھے جو شاید ہوا کے لئے رکھے گئے تھے۔ انسپکٹر قادری نے ان تینوں سانپوں کو ہتھیلی پر الٹ لیا اور وہ تینوں سانپ پھن اٹھا کر

انسپکٹر قادری کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے جیسے اسے جانتے ہوں۔ قادری نے ان کی طرف دیکھا اور ان کے پھنوں پر انگلی پھیر کر انہیں پیار کیا اور کہا۔

''آج تمہاری دعوت ہے جی بھر کے کھاؤ پیو اور عیش کرو۔''

یہ بات سن کر تینوں سانپ پھن اٹھا کر جھومنے لگے۔ جیسے خوشی کا اظہار کر رہے ہوں۔ پھر وہ ان تینوں سانپوں کو لے کر آتمال کی طرف بڑھا ان کو دیکھ کر آتمال خوفزدہ ہو کر اچھلنے لگا مگر ان زنجیروں نے اسے اور بھی اچھی طرح جکڑ لیا۔ جیسے وہ اپنے شکار کو پہچانتی ہوں۔ اس کے بعد انسپکٹر قادری نے جیب سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا اور آتمال کے پیٹ پر ایک زخم لگا دیا۔ اس میں سے پیپ جیسا پیلا مواد بہنے لگا اور آتمال درد سے تڑپنے لگا۔

انسپکٹر قادری نے ان تینوں سانپوں کو آتمال کے زخم پر ڈال دیا اور ان تینوں نے آتمال کے زخم میں دانت گاڑ دیئے۔ اب پتہ چلا کہ ان سانپوں کے منہ میں باریک باریک دانت بھی ہیں۔ آتمال شدت درد سے کریہہ انداز میں چیخنے لگا مگر انسپکٹر قادری ایک طرف کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ سانپ اس کے زخم کو کاٹتے کاٹتے اس کی رگوں میں گھس گئے اور اس کا زخم فوراً ہی بھر گیا اب آتمال کو کچھ سکون سا محسوس ہوا مگر دوسرے ہی لمحے وہ ذبح ہوتے جانور کی طرح تڑپنے لگا۔

تینوں سانپ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس کی رگوں کو چیرتے ہوئے اس کے جسم میں گھوم رہے تھے اور وہ کبھی بازو میں، کبھی سینے میں، کبھی گالوں میں اور کبھی اس کی ٹانگوں میں سے پھن باہر نکال کر جھانکتے اور انسپکٹر قادری کو مسکراتا دیکھ کر پھر آتمال کے جسم میں گھس جاتے اور اس کا زخم بھر جاتا۔

آتمال کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چھوٹی چھوٹی چھریوں کے ذریعے اس کے جسم کو اندر ہی اندر چیرا جا رہا ہو۔ اس کو بڑی شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اس نے چیخ مار کر بدروح کی شکل میں آنے کی کوشش کی مگر چاندی کی زنجیروں میں بندھا ہونے کی وجہ سے چیخ مار کر رہ گیا مگر اس کی شکتیاں بیدار نہ ہوئیں۔ انسپکٹر قادری نے کہا۔

''اب پتہ چلا کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے؟''

مگر آتمال شدت درد سے چیخ رہا تھا اور انسپکٹر قادری کو کہہ رہا تھا۔

''بھگوان کے واسطے مجھے شما کر دو مجھے آزاد کر دو میں پھر کبھی کسی انسان کو نہیں ماروں گا۔''

"میں تمہیں چھوڑوں گا تو تم کسی انسان کو مارو گے میں ہر روز تمہیں اسی طرح تکلیف دیا کروں گا۔"

وہ تینوں سانپ اب بھی آتمال کے جسم میں اچھلتے کودتے پھر رہے تھے اور آتمال کربیہ چیخیں مار رہا تھا۔ کافی دیر یہ تماشہ جاری رہا اور آخر آتمال بے سدھ ہو گیا شاید وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ پھر انسپکٹر قادری نے ایک مخصوص سیٹی بجائی اور تینوں سانپ حیرت انگیز طور پر آتمال کے جسم سے نکل کر میز پر اترے اور انسپکٹر قادری کی طرف بڑھ گئے۔ انسپکٹر قادری نے وہی شیشے کی ڈبیہ ان کے آگے رکھ دی اور وہ تینوں سر جھکائے سدھائے ہوئے سانپوں کی طرح اس ڈبیہ میں اتر گئے۔ انسپکٹر قادری نے ڈبیہ بند کر کے جیب میں رکھ لی اور آتمال کو کھول کر چاندی کے پنجرے میں پھینکا اور تالا لگا کر چابی جیب میں رکھ لی۔ اور کچھ دیر آرام کی غرض سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

ابھی اسے لیٹے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جیب سے فون نکالا اس کا ایریل کھینچا اور کان کے ساتھ لگا لیا۔

"ہیلو! انسپکٹر قادری اسپیکنگ۔" دوسری طرف ڈی ایس پی شیر سنگھ تھا۔

"او پتر قادری تیری ماں دی طبیعت خراب اے تیرے گھروں کال آئی اے۔ توں چھیتی تھانے پہنچ میں ایتھے ای آں (بیٹا قادری تیری والدہ کی طبیعت ناساز ہے تیرے گھر سے فون آیا ہے میں تھانے میں بیٹھا ہوں تو جلدی آ) یہ سن کر انسپکٹر قادری فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے جیپ نکالی، تالے لگائے اور فوراً تھانے پہنچ کر شیر سنگھ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"سر میرے گھر سے کال کس وقت آئی تھی؟" شیر سنگھ نے کہا۔

"جدوں میں تینوں فون کیتا اسے ویلے آئی سی۔ (جب میں نے تمہیں فون کیا اسی وقت آئی تھی۔)

"مگر سر آپ اور اس وقت تھانے میں خیریت تو ہے؟" شیر سنگھ نے جواب دیا۔

"آہو میں منشی کول ایک کام آیا تھا کہ تیری کال آ گئی۔"

اتنے میں ایک سپاہی ایئر انڈیا کی ٹکٹ لے آیا اور لا کر ڈی ایس پی شیر سنگھ کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس نے وہ ٹکٹ قادری کی طرف بڑھا دی اور کہا۔

"یہ لے پتر تیری ٹکٹ وی آ گئی ہے۔"

انسپکٹر قادری نے اس کے ہاتھ سے ٹکٹ لے کر اس کا شکریہ ادا کیا اور جیب سے ٹکٹ کے پیسے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی مہربانی ہے سر یہ ٹکٹ کے پیسے لے لیں۔" شیر سنگھ نے کہا۔

او پتر رہنے دے میرے پیسے نہیں لگے۔ ایجنسی والے اپنی ہی بندے نیں۔" اور انسپکٹر قادری سمجھ گیا کہ ایجنسی والے بھی ڈی ایس پی کے جال میں گرفتار ہیں اور انسپکٹر قادری نے پیسے واپس جیب میں ڈال لئے۔ اسے معلوم تھا کہ شیر سنگھ خردماغ افسر ہے اس کی بات کا برا بھی مان سکتا ہے۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی نے اپنے گھر پہنچتے ہی اشنان کر کے اپنی حالت سنواری اور پھر ناشتہ کر کے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ ناشتہ انہوں نے طلسمی انگوٹھی کے ذریعے منگوایا تھا کیونکہ اب وہ کام کر رہی تھی۔ ارجن نے تو غسل خانے میں اس سے خون منگوا کر بھی پیا تھا کیونکہ اسے طلب ہو رہی تھی اور اس کے دماغ کی رگیں کھنچ رہی تھیں۔

ابھی وہ گھر سے نکلے ہی تھے کہ ٹیکسی لے کر اپنے دوست کھنڈر راؤ کے گھر جائیں کہ ان کے قریب ایک کار آ کر رکی اور کھڑکی کا شیشہ اوپر کر کے ڈرائیور نے پوچھا۔

"کہاں جانا ہے سر؟" ارجن نے پوچھا۔

"کیا یہ ٹیکسی ہے؟"

جناب کیا کریں مالک تنخواہ کم دیتا ہے اسی لیے دو چار چکر لگا لیتے ہیں۔ اگر آپ بیٹھیں گے تو میری مدد بھی ہو جائے گی اور آپ اپنی منزل پر بھی پہنچ جائیں گے۔

ڈرائیور کی بات سن کر وہ دونوں مسکراتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

شنکر سومناتی نے کھنڈر راؤ کے گھر کا پتہ ڈرائیور کو بیٹھتے ہی بتا دیا تھا۔ کچھ دیر بعد کار اچانک رک گئی اور ڈرائیور نے کہا۔

"سر آپ بیٹھیں میں ایک منٹ میں آیا سگریٹ لینے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ کار سے اتر کر چلا گیا۔

اچانک ارجن کی نظر باہر پڑی تو اس نے چونک کر شنکر سومناتی سے کہا۔

یار یہ ڈرائیور ہمیں کہاں لے آیا؟ یہ تو اسی گلو دادا کا اڈا ہے جس نے مجھے تہہ خانے میں ڈال دیا تھا اور میں وہاں سے نکل بھاگا تھا۔ ابھی ارجن نے اتنا ہی کہا تھا کہ تین چار بدمعاش آئے اور ان دونوں کو کھینچ کر گاڑی سے اتارا اور گھسیٹتے ہوئے گلو دادا کے اڈے میں لے گئے اور ان دونوں کو لے جا کر گلو دادا کے سامنے کھڑا کر دیا۔

اب وہ سمجھے کہ کار چلانے والا کوئی گلو دادا کا آدمی تھا اور وہ دھوکے سے ہمیں یہاں لے آیا ہے۔ وہ اس وقت گلو دادا کے دفتر میں تھے اور گلو دادا بھی موجود تھا۔ اس نے ان کو دیکھ کر غصے سے کہا۔

ان دونوں کو دیوار کے ساتھ باندھ دو۔ یہ سنتے ہی گلو دادا کے بدمعاشوں نے ان کو رسی سے جکڑ کر دیوار کے ساتھ لگے ہک کے ساتھ باندھ دیا۔ اب گلو دادا نے اپنی بیلٹ اتار لی اور نوکروں کو باہر بھیج کر دروازہ بند کر دیا اور ارجن کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔

"مجھے تو پتہ چلا ہے کہ تم میں کوئی بدروح داخل ہوگئی ہے مگر میرا نام بھی گلو دادا ہے میں نے تو بڑے بڑے جن، بھوت سیدھے کر دیئے ہیں۔ تیری بدروح نہ نکال دی تو میرا نام بدل دینا۔"

ارجن نے کہا۔

"گلو دادا ہماری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے تم نے مجھے تہہ خانے میں ڈالا تھا اسی لئے میں نے تمہارے خلاف رپٹ لکھوائی تھی اور اس کی بھی میں نے پیروی نہیں کی۔ اب تم ہمیں کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"میری پتری کو مار کے بھی پوچھتا ہے کہ اب تم ہمیں کیوں مارنا چاہتے ہو؟ حرام زادے نکال اپنی بدروح کو۔" یہ کہہ کر اس نے ارجن کو مارنا شروع کر دیا۔ اب ارجن کو بھی غصہ آ گیا اور اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی حالت بدلنی شروع ہوگئی۔ شنکر سومناتی سمجھ گیا کہ ارجن اب اپنی بدروحوں والی شکتی کا استعمال کرے گا۔ کچھ ہی دیر میں ارجن بدروح بن چکا تھا۔

ارجن نے بدروح بنتے ہی رسیاں توڑ ڈالیں اور گلو دادا کا ایک ہاتھ سے گلا پکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔ گلو دادا کے حلق سے آواز بھی نہ نکلی اور اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ وہ چند سیکنڈ ارجن کے ہاتھوں میں تڑپا اور پھر ساکت ہوگیا۔ ارجن نے اس کو ایک طرف پھینک دیا۔

اب ارجن کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا اب اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی خوفناک بدروح ہے جس نے کچھ دیر پہلے گلو دادا کو گلا دبا کر مارا ہے۔ شنکر سومناتی نے ایک نظر گلو دادا کو دیکھا اور ارجن سے کہا۔

"یہ تو مر چکا ہے۔ اب باہر نکلنے کی کوشش کرو ورنہ مارے جائیں گے۔" ارجن نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" اور پھر وہ راہداری کی طرف کھلنے والا دروازہ کھول کر گلو دادا کے گھر کی راہداری میں آ گیا۔ شنکر سومناتی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا گلو دادا کے گھر میں کوئی نہیں تھا۔ وہ آرام سے گلو دادا کے گھر کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر آئے اور فوراً ایک ٹیکسی روک کر کھنڈر راؤ کے گھر روانہ ہو گئے کھنڈر راؤ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم جلد ہی واپس آ جاؤ گے۔ کیونکہ میں نے معلوم کر لیا تھا کہ تم ماضی کے ابتدائی دور میں چلے گئے ہو اور ایک بوڑھے جن کی مدد سے جلد ہی واپس آ جاؤ گے۔" شنکر سومناتی نے کہا۔

"یار جب تمہیں پتہ لگ گیا تھا کہ ہم ماضی میں پھنس گئے ہیں تو تم کسی نہ کسی طرح ہماری مدد کرتے۔"

"مدد تو میں جب کرتا کہ تمہاری واپسی کا پتہ نہ لگتا۔ جب مجھے پتہ لگ گیا تو میں مطمئن ہو کر تمہارے کام میں لگ گیا۔ تمہارے پاسپورٹ اور ویزے بھی ایک دو روز تک مل جائیں گے۔"

شنکر سومناتی نے اسے بتایا کہ ان سے گلو دادا کا خون ہو گیا ہے اس لئے انہیں یہاں ایک ایک منٹ بھاری لگ رہا ہے وہ جلد ہی یہ شہر چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ پھر اس نے گلو دادا کے قتل کی تفصیل بتائی تو کھنڈر راؤ نے کہا۔

"تمہیں اب باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ دن یہیں رہو جب حالات پُرسکون ہو جائیں گے تو چلے جانا۔ اب تو میں نے ایسے انتظامات بھی کر لئے ہیں کہ انسپکٹر قادری بھی تمہیں یہاں سے نہیں لے جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے اب ہم یہیں رہیں گے کیونکہ گلو دادا کے قتل کی خبر ملتے ہی اس کے بدمعاش ریلوے اسٹیشن، بسوں کے اڈے اور ایئرپورٹ کی نگرانی ضرور کریں گے اور جلد بازی میں ہم پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔"

ارجن بھی چپ چاپ بیٹھا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اسے چپ دیکھ کر شنکر نے پوچھا۔

''یار ارجن تمہارا کیا خیال ہے؟'' ارجن نے کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی ویسے کرو میں تو جلد از جلد استاد سامری تک پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''تم استاد سامری تک کیسے پہنچو گے؟'' ارجن نے چونک کر اپنی بات پر غور کیا اور مسکرا کر کہا۔

''میرا مطلب تھا کہ جلد ہی سامری کی سادھی پر پہنچ کر منتر کا جاپ شروع کرنا چاہتا ہوں۔''

''پہلے حالات پر سکون ہو لینے دو اگر پکڑے گئے تو پھر بچنا مشکل ہو جائے گا۔''

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری اپنی والدہ سے مل کر آ چکا تھا۔ اس کی والدہ کی طبیعت اب ٹھیک تھی۔ ایئر پورٹ سے وہ سیدھا تھانے پہنچا تھا اور تھانے پہنچ کر اسے ایک عجیب وغریب خبر سننے کو ملی تھی۔ نیو دہلی کے علاقے میں لوگوں نے کئی ایسے بڑے بڑے ناگوں کو دیکھا تھا جن کے چہرے انسانی تھے اور دھڑ ناگ کا تھا۔ ان میں سے ایک سیاہ تاج والے ناگ نے ایک آدمی کو چبا لیا تھا اور اس کا خون پی لیا تھا۔ کئی ایک دوسرے ناگ اس آدمی کی لاش کو اپنے منہ کے ذریعے پکڑ کر نہ جانے کہاں لے گئے تھے۔ جائے واردات پر انسانی خون اور کچھ ادھڑے ہوئے گوشت کے ٹکڑے پائے گئے تھے۔ کیونکہ وہ علاقہ تھانہ نیو دہلی کا تھا اس لئے وہاں کا تھانیدار اس واردات کی تحقیقات کر رہا تھا۔ مگر ابھی تک ان ناگوں کا کچھ بھی پتہ نہ چلا تھا۔

توہم پرست ہندوؤں کی اکثریت کا خیال تھا کہ یہ ناگ دیوتا کے کارندے ہیں اور ناگ دیوتا ان سے ناراض ہے اور اسی لیے وہ انسانوں کی بھینٹ لے رہا ہے۔ تھانہ نیو دہلی کا ایس ایچ او موہن داس بھی ہندو تھا اور وہ بھی یہی خیال کر رہا تھا کہ یہ ناگ دیوتا کا قہر ہے اور اس نے بڑے پیمانے پر ناگ دیوتا کی پوجا کے احکامات بھی جاری کئے تھے اور پوجا کا انتظام بھی کیا تھا۔

انسپکٹر قادری نے اپنے علاقے میں گشت بڑھا دیا تھا اور وہ خود بھی اپنے علاقے کی کڑی نگرانی کر رہا تھا کہ میرے علاقے میں اس قسم کی واردات نہ ہو جائے۔

ناگ دیوتا کی پوجا کے باوجود بھی پے در پے ایسی وارداتیں ہو رہی تھیں اور اکثر وارداتیں رات کو ہوتی تھیں اس لئے پتہ نہ چل رہا تھا کہ یہ انسانی چہرے والے ناگ کہاں سے آتے ہیں

اور کہاں چلے جاتے ہیں؟ اب تو یہ وارداتیں سارے شہر میں پھیل چکی تھیں اور ہر رات کسی نہ کسی علاقے میں ایسی واردات ہو جاتی تھی۔ سارے دہلی شہر میں خوف و ہراس پھیل چکا تھا۔ لوگ سر شام ہی اپنے اپنے گھروں میں دبک جاتے تھے مگر پھر بھی کوئی نہ کوئی ان انسانی چہروں والے ناگوں کی بھینٹ چڑھ جاتا تھا۔

سارے دہلی میں ایسی پُراسرار اور دہشت ناک وارداتیں ہو رہی تھیں مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ ایسی کوئی بھی واردات انسپکٹر قادری کے تھانے کی حدود میں نہ ہوئی تھی۔ اور انسپکٹر قادری خود بھی اس بات پر حیران تھا کہ آخر یہ انسانی چہرے والے ناگ میرے علاقے میں واردات کیوں نہیں کرتے؟ مگر دن بہ دن یہ معاملہ اس کی سمجھ سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ ایسے انسانی چہرے والے ناگوں کو کافی لوگوں نے دیکھا تھا اور خود تھانہ بلی ماراں کے اہلکار بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔ وہ پلک جھپکتے ہی غائب ہو جاتے تھے۔ مگر نہ تو انہوں نے کبھی تھانہ بلی ماراں کے علاقے میں کوئی خون کیا اور نہ ہی کبھی ان کا انسپکٹر قادری سے آمنا سامنا ہوا۔

کئی راتوں سے سخت ڈیوٹی دینے کے بعد بھی انسپکٹر قادری ان کا سراغ نہیں لگا پایا تھا۔ آخر تنگ آ کر انسپکٹر قادری نے بھی ڈیوٹی میں نرمی کر دی کیونکہ ویسے بھی ایسی وارداتیں اس کے علاقے میں نہ ہو رہی تھیں اور وہ کسی کو جوابدہ نہیں تھا۔

ایک دن صبح ڈیوٹی سے واپسی پر اس نے سوچا کہ گھر چل کر آتمال کی خبر بھی لینی چاہیے جب سے میں آیا ہوں بس ڈیوٹی کے چکر میں ہی ہوں یہ سوچ کر اس نے سپاہیوں کو تھانے کے پاس اتارا اور کہا میں گھر سے ہو کر آتا ہوں پھر اس نے جیپ موڑی اور گھر کی طرف چل دیا۔ انسپکٹر قادری کی کوٹھی تھانہ نئی دہلی کی حدود میں ہی تھی اور اسی تھانے کی حدود میں ایسی خونی وارداتیں سب سے زیادہ ہو رہی تھیں۔ انسپکٹر قادری نے کوٹھی پہنچ کر گیٹ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ جیپ اس نے باہر ہی چھوڑ دی تھی کہ آتمال کو دیکھ کر واپس چلا جاؤں گا مگر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا خوف کی ایک لہر اس کے بدن میں پھیل گئی۔ وہ بڑے دل گردے والا آدمی تھا مگر اس منظر نے تو اس کے دل و دماغ کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ وہی انسپکٹر قادری تھا جس نے اکیلے ہی سامری کے قلعے میں داخل ہو کر اس کے جنوں، بھوتوں، چڑیلوں، دیوؤں اور بدروحوں کو شکست دی تھی مگر آج تو اس کی سٹی گم ہو چکی تھی۔ وہ بت بنا خوف سے لرز رہا تھا اور بات بھی کچھ ایسی ہی

تھی۔ انسپکٹر قادری نے اپنی کوٹھی کے صحن میں (سامری کے قلعے سے لایا گیا) جو پودا لگایا تھا اب وہ تناور درخت بن چکا تھا جس کا رنگ بالکل سیاہ تھا اور اس کی شاخوں میں ہزاروں چھوٹے بڑے انسانی چہرے والے ناگ دُموں کے ذریعے لٹکے ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے وہ دموں کے ذریعے شاخوں میں اُگ رہے ہوں، اور واقعی وہ شاخوں میں اُگے ہوئے تھے اور دُموں کے ذریعے شاخوں سے پیوست تھے۔ اس درخت کے نیچے آٹھ دس بڑے بڑے انسانی چہروں والے ناگ دانتوں میں انسانی کھوپڑیاں دبائے درخت کے چاروں طرف گھوم رہے تھے اور ان انسانی کھوپڑیوں میں انسانی گوشت اور خون تھا۔ جو درخت میں لٹکے ہوئے کالے سانپ نیچے جھک جھک کر کھا رہے تھے۔ وہ ان کھوپڑیوں میں سے خون پی رہے تھے اور جو کچھ بڑے ناگ تھے وہ گوشت چبا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے بڑے ناگ اپنے بچوں کو غذا دے رہے ہوں۔ ہر طرف ہلکی ہلکی سیٹیوں کی آواز گونج رہی تھی۔ جو کہ ان درخت پر لگے ہوئے سانپوں کے منہ سے نکل رہی تھی۔ اس درخت کے نیچے کئی انسانوں کی ادھڑی ہوئی لاشیں پڑی تھیں۔ جن میں سے بڑے ناگ دانتوں سے ادھیڑ ادھیڑ کر خالی ہو جانے والی انسانی کھوپڑیاں گوشت اور خون سے بھر رہے تھے۔

ان انسانی چہروں والے ناگوں کو دیکھ کر انسپکٹر قادری دم بخود رہ گیا اس نے زندگی میں بڑے بڑے خوفناک مناظر دیکھے تھے مگر ایسا دہشتناک منظر پہلی دفعہ اس کے سامنے آیا تھا۔

ابھی وہ ان کو دیکھ کر یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ اچانک ایک بڑے ناگ کی نظر انسپکٹر قادری پر پڑی۔ اس نے انسپکٹر قادری کو دیکھتے ہی ایک زوردار سیٹی ماری۔

انسانی کھوپڑیاں لے کر گھومنے والے ناگ یکدم رک گئے اور کھوپڑیاں ان کے دانتوں سے چھوٹ کر نیچے گر پڑیں۔ درخت پر لٹکنے والے چھوٹے ناگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شاخوں میں لپٹ لپٹ کر درخت میں چھپنے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

بڑے بڑے ناگ فوراً زمین پر بنے بڑے بڑے سوراخوں میں غائب ہو گئے۔ اب انسپکٹر قادری نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ درخت کے نیچے اور آس پاس گھاس کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور اس میں بڑی بڑی سرنگیں بنی ہوئی ہیں جو زمین میں اندر کی طرف جا رہی ہیں۔ وہ سرنگیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ ایک متناسب قد کاٹھ کا آدمی لیٹ کر ان میں بآسانی داخل ہو سکتا تھا اور وہ انسانی

چہروں والے بڑے بڑے ناگ ان ہی سرنگوں میں داخل ہوئے تھے۔ کئی سرنگوں میں انسانی ہڈیاں پڑی دکھائی دے رہی تھیں۔

انسپکٹر قادری کو دیکھ کر وہ سارے ناگ فرار ہو چکے تھے اور یہ بات بھی انسپکٹر قادری کی سمجھ سے باہر تھی کہ مجھے دیکھ کر یہ سب کیوں بھاگ گئے؟

انسان ان کی خوراک ہیں اور میں بھی انسان ہوں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے مارنے کی کوشش کرتے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اس کے برعکس ہے۔ یہ تو مجھے دیکھتے ہی چھپ گئے۔ وہ ان کے بھاگ جانے پر مسکرا رہا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے انسپکٹر قادری اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

آتمال کا پنجرہ اسی طرح میز پر رکھا ہوا تھا اور آتمال اس میں پڑا سو رہا تھا۔ وہ اپنے بستر پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ انسانی چہرے والے ناگ مجھے دیکھ کر کیوں بھاگے؟ پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ ان ناگوں نے سارے شہر میں تباہی مچائی ہوئی ہے۔ مگر میرے علاقے میں آج تک کوئی واردات نہیں کی کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سامری کے قلعے میں پنجرے میں بند تھے اور میں انہیں آزاد کرا آیا ہوں۔

یہ سوچتے ہی اس کی مسکراہٹ میں اضافہ ہو گیا کہ میں بھی کن چیزوں کو آزاد کرا لایا ہوں۔ یہ میرے احسان مند ہیں اور اسی لیے انہوں نے مجھے نہیں مارا اور نہ ہی کبھی میرے علاقے میں واردات کی مگر میرے احسان واحترام تک تو یہ ٹھیک ہیں مگر ہیں تو انسانوں کے دشمن۔ ان کا زندہ رہنا انسانوں کی موت ہے اس لیے ان کو یا تو واپس قید کر دینا چاہیے یا پھر ختم کر دینا چاہیے۔

یہ سوچ کر وہ اٹھا اور کمرے کو تالا لگا کر باہر آ گیا۔ ناگ ابھی تک سرنگوں میں چھپے ہوئے تھے اور ناگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے شاخوں میں سے چھپ چھپ کر انسپکٹر قادری کو دیکھ رہے تھے۔ انسپکٹر قادری ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھر گیٹ کھول کر باہر سے تالا لگا کر اپنی جیپ میں آ بیٹھا۔ اب اس کا رخ تھانے کی طرف تھا۔ گلو دادا کو قتل ہوئے بھی کئی روز ہو چکے تھے مگر انسانی چہروں والے ناگوں کی وارداتوں کی وجہ سے اس کیس میں کسی نے دلچسپی نہیں لی تھی۔ اور نہ ہی کسی موثر طریقے سے تفتیش ہی کی گئی تھی۔ اس لئے گلو دادا کے قتل کا سراغ نہ لگ سکا اور نہ ہی گلو دادا کے آدمیوں نے پولیس کو بتایا تھا کہ ہم نے ارجن اور شنکر سومناتی کو پکڑ لیا تھا اور وہی اسے مار کر فرار

ہوئے ہیں۔گلوداداکے آدمی تو اپنے طور پر ان دونوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے مگر ان کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

انسپکٹر قادری تھانے پہنچ چکا تھا اور ناشتہ کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان انسانی چہرے والے ناگوں کو ختم کرنے کے طریقے سوچ رہا تھا مگر اس کی سمجھ میں کوئی طریقہ نہ آ رہا تھا اتنے میں ڈی ایس پی شیر سنگھ اس کے کمرے میں داخل ہوا اور پوچھنے لگا۔

''پتر قادری اب تیری ماں جی دا کیہ حال اے؟''

انسپکٹر قادری اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔

''سر اب تو وہ کافی ٹھیک ہیں کچھ ہارٹ پرابلم تھی مگر علاج ہو رہا ہے۔''

اسے اٹھتے دیکھ کر شیر سنگھ نے کہا۔

''بیٹھ جا پتر ناشتہ کر لے فیر باتاں کراں گے۔''

''سر ناشتہ میں کر چکا ہوں آپ حکم کریں کیسے تکلیف کی؟'' یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی فوراً ہی ایک سپاہی آ گیا۔انسپکٹر قادری نے اسے برتن اٹھانے کے لئے کہا اور خود کولر کے پانی سے ہاتھ دھونے لگا۔شیر سنگھ نے اس کو تولیے سے ہاتھ صاف کرتے دیکھ کر کہا۔

''پتر اوگلوداداکے قتل دا کیا بنا ہے؟ پتہ لگا کہ نہیں۔'' جب سے شیر سنگھ نے انسپکٹر قادری کے علم وطاقت کے بارے۔میں جانا تھا تب سے وہ انسپکٹر قادری کی اور بھی عزت کرنے لگا تھا اور اب اسے پتر کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔انسپکٹر قادری نے جواب دیا۔

''سر ابھی تو ان انسانی چہروں والے ناگوں میں ذہن الجھا ہوا ہے ان کا کچھ بندوبست کر لوں تو پھر گلوداداکے کیس کی تفتیش کروں گا؟''

''آہو پتر، تیری اے گل ٹھیک ہے مگر تیرے کولوں تو ناگ وی ڈر دے ہیں۔''

''سر ایسی تو کوئی بات نہیں۔ یہ تو آپ کا بڑا پن ہے جو میرے بارے میں ایسا سوچتے ہیں۔'' شیر سنگھ نے کہا۔

''اونئیں پتر کل ایس پی صاحب وی کہہ رہے تھے کہ انسپکٹر قادری کے کول بڑا علم ہے تاں ای تے ناگ بھی اس دے علاقے وچ نہیں وڑ دے۔''

انسپکٹر قادری یہ سن کر صرف مسکرا کر رہ گیا کہ اگر ایس پی صاحب کو پتہ لگ جائے کہ یہ ناگ

میری ہی کوٹھی سے آتے ہیں تو پھر کیا ہوگا؟

''پتر قادری کیا سوچ رہا ایں۔تیرا علم کی کیندا اے۔''

سر میں نے ان کے متعلق معلومات حاصل کر لی ہیں اور آج ہی ان کے رہنے کی جگہ بھی دیکھ آیا ہوں۔ یہ انسانی چہروں والے ناگ ایک درخت میں لگتے ہیں اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تو ٹوٹ کر گر جاتے ہیں اور پھر انسانوں کا شکار شروع کر دیتے ہیں۔

''پر وہ بوٹا ہے کتھے؟''

''نیو دہلی کے علاقے میں ہے۔''

''اوئے پتر اجے یہ گل تو کسی اور کو دسے تو وہ کبھی نہیں وشواش کرے گا۔''

''سر آپ تو جانتے ہی ہیں کہ نئی دہلی میں، میں نے ایک کوٹھی کرائے پر لی ہے۔ مجھے اپنے علم سے پتہ لگا تھا کہ اس کوٹھی میں کسی جن نے انسانی چہروں والے ناگوں کا پودا لگایا ہے اور وہ ان ناگوں پر کوئی عمل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اسی لئے وہ کوٹھی کرائے پر لے لی تھی تا کہ اس پودے اور اس جن کو ختم کر سکوں مگر اچانک میری والدہ صاحبہ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور میں اپنے گھر کلکتے چلا گیا۔میرے جانے کے دو دن بعد ہی وہ پودا اس جن نے منتر کے ذریعے ایک تناور درخت میں تبدیل کر لیا اور ان انسانی چہروں والے ناگوں پر حصار قائم کر لیا۔حصار قائم کر کے اس نے ان پر عمل شروع کر دیا جو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ان ناگوں نے اس جن کو ختم کر دیا اور خود آزاد ہو گئے اب وہی ناگ انسانی خون اور گوشت کو اپنی غذا کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اور اسی لئے انسانوں پر حملے کر رہے ہیں۔ یہ کہانی انسپکٹر قادری نے اس لئے گھڑی تھی تا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کو ناگوں کی جگہ بھی پتہ چل جائے اور پولیس ڈیپارٹمنٹ یہ شک بھی نہ کرے کہ میرا ان ناگوں سے کوئی تعلق ہے اور سامری کے قلعے سے پودا لانے والی بات اس نے اسی لیے نہ بتائی تھی کہ اس طرح میں ہی ملزم ٹھہرا دیا جاؤں گا اور مارے جانے والے تمام لوگوں کا خون میرے سر ڈال دیا جائے گا۔''

انسپکٹر قادری کی بات سن کر شیر سنگھ نے پوچھا۔

''پر اے تیرے علاقے میں وارداتاں کیوں نہیں کر دے؟''

انسپکٹر قادری اس سوال پر یکدم گھبرا گیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل گیا اور اس نے جواب

دیا۔

"سر میں نے بڑی مشکل سے اپنے تھانے کی حدود پر ایک حصار قائم کیا ہے اور اسی لئے وہ انسانی چہرے والے ناگ میرے تھانے کی حدود میں داخل نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ آئیں گے اور نہ ہی واردات کریں گے۔"

"اب انہیں ختم کرن لئی کیا سوچیا ہے؟"

"سر ابھی تو میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے؟"

"او پتر سوچنا کی ہے اس درخت نوں اگ لگا دیتے ہیں سارے سپ خود سڑ جان گے۔"

"نہیں سر میرے خیال میں یہ طریقہ مناسب نہیں ہے اس طرح تو بچ جانے والے ناگ اپنے بچوں کی موت کا بدلہ لینے کے لیے پاگل ہو جائیں گے اور سارے شہر میں پھیل کر آفت مچا دیں گے پھر آپ کس کس کو ماریں گے؟ میں آپ کو ایسا کوئی بھی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے پتر تیری جو مرضی کر میں چلناواں۔" شیر سنگھ اٹھ کر چلا گیا۔

شیر سنگھ کے جانے کے بعد انسپکٹر قادری سوچنے لگا کہ یہ کس قسم کا پودا تھا جسے میں سامری کے قلعے سے آزاد کرا لایا ہوں۔ شاید سامری نے اس کو ٹھیک ہی قید کیا ہوا تھا۔ اگر دو چار ایسے پودے اور لگا دیئے جائیں تو میرے خیال میں سارے شہر کے لئے کافی ہیں۔ اچانک انسپکٹر قادری کے ذہن میں آیا کہ ان ناگوں کے چہرے انسانوں جیسے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بول بھی سکتے ہوں ان سے بات چیت کر کے دیکھنی چاہیے ہو سکتا ہے کہ ان کی بات چیت میری سمجھ میں آ جائے۔ یہ سوچ کر انسپکٹر قادری نے اپنی جیپ نکالی اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اپنے گھر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ پولیس نے اس کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور بیرونی گیٹ کا تالا توڑ کر گیٹ کھول دیا گیا ہے اور اس درخت پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی ہے اور چھوٹے چھوٹے سانپ آگ میں جل رہے ہیں۔

یہ دیکھتے ہی وہ آگے بڑھا اور آگ لگانے والے سپاہیوں کو وہاں سے ہٹانے لگا اور کہنے لگا۔

"ان ناگوں کو مت جلاؤ ورنہ تم بھی مارے جاؤ گے۔" مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔ انسپکٹر

قادری نے اِدھر اُدھر دیکھا ڈی ایس پی شیر سنگھ اور تھانہ نیو دہلی کے ایس ایچ او موہن داس ایک طرف کھڑے ہنس رہے تھے انسپکٹر قادری ان کی طرف بڑھا اور کہا۔

"سر یہ سب کیا ہے؟ اس طرح تو ناگ اور بھی خطرناک ہو جائیں گے؟"

"او پترا تو چنتا نہ کر۔ یہ سارے مارے جان گے۔"

انسپکٹر قادری پریشانی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اور غصے سے اس کے چہرے پر کرختگی چھائی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ ایک خوش شکل انسان تھا۔ اسے رہ رہ کر اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے شیر سنگھ کو یہ بات بتائی ہی کیوں؟ شیر سنگھ کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایک بار آتمال ایک سپاہی کا خون کر کے فرار ہو گیا تھا۔

مگر آج پھر ایک راز کی بات شیر سنگھ کو بتا کر نقصان اٹھایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ درخت کے نیچے بنی سرنگوں میں بھی ناگ موجود ہیں جو مشتعل ہو کر انسانوں کے دشمن ہو جائیں گے اور بڑے پیمانے پر انسان مارے جائیں گے شیر سنگھ یا موہن داس کا کیا بگڑے گا یہ لوگ تو صرف نمبر بنانے میں لگے رہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ صبح کے اخباروں میں اپنی تصویریں چھپوا لیں گے۔ مگر اس کے بعد جو تباہی پھیلے گی اس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا اور نکلا ہوا تیر اور زبان سے نکالی ہوئی بات کبھی واپس نہیں آ سکتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا درخت آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ جہاں جہاں سے درخت جل رہا تھا وہیں سے خون ٹپک رہا تھا چھوٹے چھوٹے جھلستے ہوئے سانپوں کی سیٹی نما چیخیں عجیب سی دہشت پھیلا رہی تھیں۔ ہر طرف انسانی خون اور سانپوں کے جلنے کی بو پھیلی ہوئی تھی ایک عجیب سی سڑاند اٹھ رہی تھی اور وہاں کھڑا بھی نہ ہوا جا رہا تھا۔ انسپکٹر موہن داس اور شیر سنگھ ایک طرف منہ پر رومال رکھے کھڑے تھے کئی اخبار والے درخت کی اور ان دونوں کی تصویریں اتار رہے تھے۔

انسپکٹر قادری اپنی جیپ میں بیٹھا اور وہاں سے چل دیا۔ اس کا دل وہاں سے اچاٹ ہو چکا تھا وہ کافی دیر بے مقصد دہلی کی سڑکوں پہ جیپ گھماتا رہا اور پھر تھک کر ایک ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا۔ وہاں بھی اس کا دل نہ لگا مگر کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ وہاں سے بھی چل دیا۔ اب شام ہو چکی تھی وہ واپس اپنی کوٹھی آ گیا۔ سب لوگ جا چکے تھے بیرونی گیٹ ویسے ہی بند تھا اس نے گیٹ کھولا اور جیپ اندر کھڑی کر کے گیٹ بند کر دیا اور درخت کا جائزہ لیا۔ درخت تقریباً سارا جل چکا

تھا اس پر مرے ہوئے سانپ لٹکے ہوئے تھے۔ ہر طرف عجیب سی خاموشی اور دہشت پھیلی ہوئی تھی مگر انسپکٹر قادری تو خطروں کا کھلاڑی تھا بدروحوں کا شکاری تھا اس پر اس دہشت ناک ماحول کا کیا اثر ہونا تھا۔ اس کا دل تو ویسے ہی اداس تھا وہ شیر سنگھ کو اور اپنے آپ کو کوس رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ان سانپوں سے بات چیت کے ذریعے یا کسی عمل کے ذریعے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیے تھا وہ اپنے آپ کو ان سانپوں کا مجرم تصور کر رہا تھا۔ درخت کو دیکھ کر اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر لائٹ آن کر دی مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے کمرے میں نہ تو اس کا بیڈ ہی ہے اور نہ ہی آتمال کا پنجرہ۔

اس نے میز کو غور سے دیکھا جہاں آتمال کا پنجرہ رکھا ہوا تھا۔ مگر وہاں سے پنجرہ غائب تھا اور اس کی جگہ ایک رقعہ پڑا ہوا تھا اس نے رقعے کو کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

''قاتل محسن۔ تیرے اس ظلم کو تیری طاقت کا غرور سمجھوں یا تیرے دماغ کا خلل۔ شیر سنگھ کو ہمارا پتہ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر مجھے اور میرے قبیلے کو مروانا ہی چاہتے تھے تو ہمیں سامری کے قلعے میں ہی مار دیتے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟

دیار غیر میں لا کر ہمیں مروا کر تمہیں کیا ملا تمہاری تو ترقی بھی نہ ہو سکی اگر تو ہمیں اپنے ہاتھوں سے مارتا تو ہمیں مرنے کا بھی دکھ نہ ہوتا تمہاری ترقی ہو جاتی اور میں یہ سمجھ لیتی کہ ہمیں مار کر چلو تمہیں کوئی تو فائدہ ہوا۔

ہمیں یہاں لا کر ظالم انسانوں کے حوالے کرنے والے بے درد انسان تو کیا سمجھتا ہے کہ ان معصوم بچوں کی موت کے بعد تو چین سے سو سکے گا؟ نہیں قادری نہیں ان معصوم بچوں کی چیخیں تمہیں سونے نہیں دیں گی۔

جب تو ہمیں یہاں سے لایا تھا تو تیری پوجا کرنے کو دل کرتا تھا مگر اب دل کرتا ہے کہ تمہیں بھی اسی طرح تڑپا تڑپا کر ماروں جس طرح تم نے یہ معصوم بچے مروائے ہیں۔ نہ ہی تم شیر سنگھ کو بتاتے اور نہ ہی یہ سب مارے جاتے۔ انسانوں کا قتل تو ہماری چند روزہ مجبوری تھی اس کے بعد جب ہمارا پورا قبیلہ اس درخت میں سے آزاد ہو جاتا تو پھر ہمیں کسی انسان کو مارنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ ویسے بھی ہم نے جن لوگوں کو مارا ہے وہ تو بڑے بڑے قاتل تھے اور جو قانون سے بچے ہوئے تھے۔ اپنے قبیلے کی آزادی کے بعد ہم تو تیرا شہر ہی چھوڑنے کا ارادہ رکھتے

تھے مگر ظالم محسن تو نے تو ہمیں دنیا ہی چھوڑنے پر مجبور کر دیا میں چاہوں تو تمہیں ختم کرا سکتی ہوں مگر نہیں میں اور میرا قبیلہ اب بھی تیرے احسان مند ہیں۔ میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میں تیرے اس کمرے کے نیچے موجود ہوں۔ آتمال بھی میرے پاس ہے۔ اپنی آزادی کے لئے ہزاروں بار میری منت کر چکا ہے مگر یہ تیرا دشمن ہے اسے ایک چمگادڑ آزاد کرانے کی کوشش میں تھی مگر اسے ہم نے اپنے پاس رکھ لیا تا کہ یہ بھاگ نہ سکے۔ اب تو ایک ہی خواہش ہے موت کی خواہش۔ آؤ اور اپنے محسن ہاتھوں سے مجھے بھی ختم کر دو تا کہ مرنے کے بعد بھی میری آتما تیرے محسن ہاتھوں کا لمس محسوس کرتی رہے اور میں سکون میں رہوں۔

تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہاری زبان کیسے جانتی ہوں؟ اور یہ سرخ سیاہی سے خط کیسے لکھ دیا؟ مجھ میں اور میرے قبیلے میں یہ خاصیت ہے کہ ہم جہاں بھی چلے جائیں وہاں کی زبان بولنے اور سمجھنے لگتے ہیں یہ خط سرخ سیاہی سے نہیں بلکہ ان جلائے گئے بچوں کے خون سے لکھا ہے جن کی موت کے تم ذمہ دار ہو۔ تمہارے ہاتھوں موت کی خواہش مند۔ تمہیں دیوتا ماننے والی۔ تمہاری اپنی۔ زرتاش۔''

یہ خط پڑھ کر انسپکٹر قادری بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اسے تو پہلے ہی ان سانپوں کے مارے جانے کا دکھ تھا مگر اس خط نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا اور بے اختیار انسپکٹر قادری کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ کافی دیر تک روتا رہا جب رو رو کر کچھ دل ہلکا ہوا تو اس نے سوچا کہ واقعی میں ہی ان سانپوں کی موت کا ذمہ دار ہوں۔ مجھے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔ مجھے بھی جینے کا کوئی حق نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے کمرے میں اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا کہ شاید اس کمرے کے نیچے جانے کا کوئی راستہ ہو مگر کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ صحن میں کئی بڑے بڑے انسانی چہروں والے ناگ نظر آ رہے تھے جو افسردگی سے اس جلے ہوئے درخت کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ انسپکٹر قادری بے اختیار ان کی طرف بڑھا۔ اب خوف نام کی کوئی چیز اس کے ذہن میں نہ تھی وہ آگے بڑھ کر ان روتے ہوئے ناگوں کے پاس آ بیٹھا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا اور پھر فرط غم سے ان سے لپٹ کر ایک بار پھر رو پڑا۔ وہ ناگ بھی اس کے گلے لگ کر اس طرح رو رہے تھے جیسے وہ ان میں سے ہو۔ انسپکٹر قادری ان سے لپٹ کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''میں تمہارا مجرم ہوں۔ تمہارے بچے میری ہی غلطی کی وجہ سے مرے ہیں نہ میں شیر سنگھ کو بتاتا اور نہ ہی تم مارے جاتے تم مجھ سے اپنے بچوں کا انتقام لے لو۔ مجھے مار ڈالو۔ مگر ایک سانپ نے روتے ہوئے کہا۔

''آقا اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ آپ تو ان لوگوں کو اس وقت بھی روک رہے تھے جب وہ ہمارے بچوں کو جلا رہے تھے۔ میں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جنہوں نے ہمارے ساتھ یہ ظلم کیا ہے۔ اب آپ ہمیں انتقام لینے سے نہ روکنا اور نہ ہی ہمارے راستے میں آنا۔ اب ان لوگوں کو ہم سے کوئی نہیں بچا سکتا ہم ایک ایک کو مار ڈالیں گے۔''

''ٹھیک ہے تم اپنا انتقام لے سکتے ہو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ میں نے موہن داس اور شیر سنگھ کو کہہ دیا تھا کہ ایسا مت کرو ورنہ تم سب مارے جاؤ گے لیکن ایک منت میں اب بھی کروں گا کہ بے گناہ شہریوں کو مت مارنا صرف اپنے دشمنوں سے انتقام لینا۔''

''ٹھیک ہے آقا آپ کے حکم پر عمل ہوگا۔''

''زرتاش کہاں ہے؟'' انسپکٹر قادری نے اچانک پوچھا۔

ناگ نے سامنے ایک سرنگ کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔

''وہ وہاں سرنگ میں۔''

انسپکٹر قادری نے دیکھا وہ کافی بڑی سرنگ تھی جس میں وہ گھٹنوں اور کہنیوں کے بل لیٹ کر آسانی سے اندر جا سکتا تھا۔ اس نے اللہ کا نام لیا اور اس سرنگ میں لیٹ کر کہنیوں کے بل آہستہ آہستہ اندر جانے لگا۔

سرنگ ختم ہوتے ہی وہ ایک کمرے میں تھا یوں لگتا تھا جیسے مٹی کاٹ کر کمرہ بنایا گیا ہو۔ نیچے فرش بھی مٹی ہی کا تھا۔ ایک طرف اس کا اپنا بیڈ بچھا ہوا تھا اور آتمال کا پنجرہ اس بیڈ کے نیچے رکھا تھا۔ انسپکٹر قادری اٹھ کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں ایک بلب بھی روشن تھا جو شاید اس کے اوپر کے کمرے سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ بلب کی تار چھت میں سے ایک سوراخ کے ذریعے آتی نظر آ رہی تھی۔ انسپکٹر قادری کی نظر کھڑے ہوتے ہی بیڈ پر پڑی اور اس کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس کے سامنے ہی زرتاش لیٹی ہوئی تھی اس کا منہ دوسری طرف تھا اور بلب کی روشنی میں اس کا بدن چاندی کی طرح چمک رہا تھا وہ بالکل برہنہ تھی اور بلاشبہ اس کو دیکھ کر پتھر کی مورتی کا

گماں ہوتا تھا اگر اس میں سانسوں کی حرکت نظر نہ آتی تو انسپکٹر قادری بھی اسے سنگ مرمر کا بت ہی سمجھتا۔ وہ رو رہی تھی اور ہچکیاں لے رہی تھی۔ انسپکٹر قادری نے اسے آہستہ سے پکارا۔ زرتاش۔

اور وہ چونک کر سیدھی ہو گئی اور انسپکٹر قادری کی طرف دیکھنے لگی۔ انسپکٹر قادری بھی اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں میں کھو گیا۔ بلاشبہ وہ حسن کا شاہکار تھی۔ انسپکٹر قادری کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ زرتاش اتنی حسین ہو گی وہ ساکت و جامد کھڑا تھا اس کی نظریں اس پیکر حسن کا طواف کر رہی تھیں اس کے سینے کے زیر و بم کسی قیامت سے کم نہ تھے اس کی ہر چڑھتی اترتی سانس کے ساتھ ساتھ انسپکٹر قادری کو اپنی سانسیں چلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

انسپکٹر قادری کو سکتے کی سی حالت میں کھڑے دیکھ کر زرتاش اٹھی اور دوڑ کر اس کے سینے سے لگ گئی اور پھر رونے لگی۔ اس کے گرم جسم سے ٹکراتے ہی انسپکٹر قادری کو جیسے ہوش آ گیا۔ اس نے زرتاش کو اپنے سے الگ کر کے بیڈ پر بٹھایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارا مجرم ہوں تم جو چاہو مجھے سزا دے سکتی ہو میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تم اپنے قبیلے کی موت کا انتقام مجھ سے لے سکتی ہو۔''

زرتاش نے کہا۔

''دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے ان کی دی گئی سزاؤں پر ان سے انتقام نہیں لیا جاتا۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ اس دنیا میں اب میں اکیلی رہ گئی ہوں میرے قبیلے کے چار پانچ بزرگ بچے ہیں اور وہ بھی اپنے قبیلے کے قاتلوں سے انتقام لینے چلے گئے ہیں۔ شاید ان میں سے بھی کوئی زندہ نہ رہے اب میرا کیا ہوگا؟ مجھے کون سہارا دے گا؟ مجھے اکیلی دیکھ کر سامری مجھے پکڑوا لے گا۔''

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی نہیں لے جا سکتا۔'' قادری نے اسے حوصلہ دیا۔

''مگر سامری بہت ظالم جادوگر ہے وہ مجھے کسی حال میں بھی نہ چھوڑے گا۔''

''میں سامری سے نمٹنا جانتا ہوں اس کی بات مجھ پر چھوڑ دو پہلے یہ بتاؤ تمہارا لباس کہاں ہے؟''

"میرے پاس کپڑے نہیں ہیں کپڑے پہنانے ہیں تو لا کر دے دے۔" یہ کہہ کر اس نے شرما کر منہ نیچے کرلیا اور انسپکٹر قادری کو اپنے دل پر بجلیاں سی گرتی دکھائی دیں۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں کل تمہارے لیے کپڑے لے کر آؤں گا پھر تفصیل سے بات کریں گے فی الحال تو اوپر کمرے سے میرے کپڑے پہن لینا۔" یہ کہہ کر انسپکٹر قادری اسی طرح کہنیوں کے بل لیٹ کر وہاں سے نکل آیا۔

اب وہاں باہر کوئی ناگ موجود نہیں تھا۔ انسپکٹر قادری نے اپنے کمرے کو تالا لگانے کی بجائے کھلا چھوڑ دیا تا کہ زرتاش اس کے کپڑے پہن لے ویسے تو وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جب بند کمرے سے وہ اس کا بیڈ نکال سکتی ہے تو اس کے لیے کپڑے نکالنا کون سا مشکل کام ہے مگر پھر بھی اس نے تالا کھلا رکھنا بہتر سمجھا۔

☆......☆......☆

شلراگ، سامری کی سادھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں، سامری کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ سامری نے اسے ابھی کچھ دیر پہلے بلایا تھا اور سامری اس سے پوچھ رہا تھا۔

تم تو کہتے تھے کہ راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی دونوں مارے جا چکے ہیں مگر مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے شہر میں پہنچ گئے ہیں اور کسی دوسرے جادوگر کے تہہ خانے میں چھپے ہوئے ہیں اگر وہ گدھ کا نشانہ بن گئے تھے تو پھر وہ کیسے بچ گئے؟

"آقا یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی کہ وہ دونوں کس طرح بچ گئے؟ میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک خونخوار گدھ ان دونوں کو اپنے پنجوں میں دبوچ کر لے گیا ہے۔"

سامری نے کہا۔

"تو پھر وہ زندہ کیسے بچے۔ انہوں نے ضرور تمہیں دھوکہ دیا ہے وہ گدھ ان کا ہی کوئی کارندہ ہوگا۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے میرے آقا؟"

"تم دو تین بدروحوں کو ساتھ لے جاؤ اور میرے دشمن انسپکٹر قادری کو سبق سکھاؤ اور راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی پر بھی نظر رکھو وہ مجھ تک نہ پہنچنے پائیں۔ جب بھی موقع ملے ان دونوں کو ختم کر دو اور مجھے پتہ چلا ہے کہ بھٹ ناگرک کی پتری زرتاش آزاد ہوگئی ہے اسے ہر قیمت پر اٹھا کر

میرے پاس لے آؤ۔ ایک بات یاد رکھنا تمہیں بار بار موقع اس لئے دیا جا رہا ہے کہ تم میرے پرانے خدمت گار ہو ورنہ اب تم اس قابل نہیں رہے ہو کہ تم سے کوئی رعایت کی جائے اب میں کوئی بھی غلطی پسند نہیں کروں گا۔"

"آپ کی دیا ہے آقا میں ہی کسی لائق نہیں ہوں ورنہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملتا لیکن اب میں آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں گا میں تمام کام نہایت ہوشیاری اور منصوبہ بندی کے تحت پورے کروں گا تا کہ دشمنوں کو بچنے کا موقع ہی نہ ملے۔" یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی اپنے دوست کھنڈر راؤ کے تہہ خانے میں چھپے ہوئے تھے اور کھنڈر راؤ انہیں بتا رہا تھا کہ کل تم دونوں کے پاسپورٹ اور ویزے مل جائیں اور ساتھ ہی میں نے ٹکٹ بھی بک کرادی ہیں۔ پہلے تمہیں یہاں سے بمبئی جانا پڑے گا اور پھر دوسری فلائٹ سے تم مسقط کے لئے روانہ ہو جاؤ گے کیونکہ دہلی سے کوئی بھی فلائٹ براہ راست مسقط نہیں جاتی۔

"اب شہر میں کیا حالات ہیں؟ گلوداداکے آدمی نگرانی کر رہے ہیں یا نہیں؟"

"شہر میں تو افراتفری مچی ہوئی ہے کافی لوگ انسانی چہرے والے ناگوں کا نشانہ بن چکے ہیں اور پولیس ان ناگوں کو مارنے میں الجھی ہوئی ہے۔"

"یہ انسانی چہرے والے ناگ آئے کہاں سے؟ میں نے تو کبھی ایسے ناگ نہیں دیکھے اور نہ ہی کسی سے سنا۔"

"پولیس اور اخبار والوں کے مطابق یہ انسانی چہرے والے ناگ ایک درخت کی پیداوار ہیں اور پولیس نے ایسا ایک درخت کل جلا دیا ہے جس میں سینکڑوں چھوٹے چھوٹے انسانی چہروں والے سانپ اگے ہوئے تھے۔"

"یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے کہ انسان جیسے چہرے والے ناگ ایک درخت میں سے اگ رہے ہیں مگر سب سے خطرناک کام پولیس والوں نے اس درخت کو جلا کر کیا ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو بڑے ہو کر درخت سے ٹوٹ چکے ہوں گے وہ اپنے ساتھیوں کا بدلہ ضرور لیں گے۔"

"یہ تو واقعی بڑی خطرناک بات ہے اگر ایسا ہو گیا تو بہت سے بے گناہ لوگ مارے جائیں

گے۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کھنڈر راؤ کا نوکر اخبار لے کر آیا اور کھنڈر راؤ سے کہا۔

"صاحب جن پولیس والوں نے انسانی چہروں والے درخت کو آگ لگائی تھی ان میں سے کئی ایک مارے جا چکے ہیں یہ دیکھئے اخبار میں لکھا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اخبار کھنڈر راؤ کے سامنے رکھ دیا۔

کھنڈر راؤ نے اخبار اٹھا کر ایک نظر دیکھا اور کہا۔

"شنکر بھائی آپ کا خیال ٹھیک ہی تھا ناگ تو انتقام لینے پر اتر آئے ہیں اور انسپکٹر موہن داس سمیت کئی سپاہی مارے جا چکے ہیں ان کو انسانی چہروں والے ناگوں نے چیر پھاڑ دیا ہے ان کی لاشیں بری طرح ادھڑی ہوئی ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"ہوگا کیا جن جن لوگوں نے اس درخت کو جلانے میں حصہ لیا ہوگا وہ سب کے سب مارے جائیں گے تب ہی ناگوں کو شانتی ملے گی۔"

"صاحب جی ان لوگوں کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی؟"

"ان کے بچاؤ کی کئی صورتیں ہیں مگر ہمیں کیا پڑی ہے کسی کے کام میں ٹانگ اڑانے کی ویسے بھی پولیس والے ہمارے کون سے دوست ہیں وہ تو ہمیں دیکھتے ہی دھر لیں گے۔"

"کل تو تمہیں چلے ہی جانا ہے جو ہوتا ہے ہوتا رہے۔ فی الحال تو تم اپنے سفر کی تیاری کرو اور جو چیزیں تمہیں ضرورت ہمیں ان کی لسٹ بنا کر مجھے دے دو تا کہ میں منگوا دوں۔"

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری اپنے کمرے میں آیا، ایک سپاہی کو اس نے ناشتہ بنانے کے لئے کہا اور خود وردی اتار کر غسل خانے میں چلا گیا۔ ابھی وہ نہا کر نکلا ہی تھا کہ اس کے کمرے میں ڈی ایس پی شیر سنگھ گھبرایا ہوا داخل ہوا اور آتے ہی کہنے لگا۔

"او پتر قادری آج دا اخبار پڑھا ہے۔"

"نہیں سر، کیوں؟ کوئی خاص خبر ہے؟"

"موہن داس سمیت کئی سپاہی مارے گئے نے وہ سپ ان کو مار گئے نے۔"

انسپکٹر قادری نے بالوں میں برش مارتے ہوئے کہا۔

"یہ خبر تو رات مجھے وائرلیس پر مل گئی تھی اور کوئی نئی خبر ہو تو بتائیں۔"

شیر سنگھ نے حیرانگی سے کہا۔

"پتر مجھے اپنی جان دی پڑی اے تے تم مخول سمجھ رہیا ایں؟""

"سر مذاق میں نہیں سمجھ رہا۔ آپ نے میری بات کا مذاق سمجھا تھا۔ میں نے تو آپ لوگوں کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ اس درخت کو نہ جلاؤ ورنہ سب مارے جاؤ گے مگر آپ نے میری بات کی پرواہ ہی نہیں کی۔ آپ نے مجھے پاگل سمجھا ہوا ہے۔"

"پتر اب غصے دا ٹائم نہیں کچھ کر، میں رات دا پریشان آں، مجھے لگدا ہے وہ مجھے بھی ماریں گے"

"سر اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ کام میرے بس سے باہر ہے اب ان ناگوں پر میرے حصار کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ آج جمعرات ہے اور میرے لگائے گئے حصار کا وقت بھی ختم ہو جائے گا۔"

"پتر میں تے ضرور ماریا جاواں گا۔"

"سر جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا میں ضرور کروں گا مگر وعدہ نہیں کرتا کہ میں آپ کو بچا لوں گا۔"

"پتر مجھے رب کے بعد تیرا ہی آسرا ہے۔ اب میں اپنے گھر بھی نہیں جاواں گا ایتھے تیرے کمرے میں ہی سوواں گا۔"

"سر آپ تھانے کے مالک ہیں جب تک چاہیں یہاں رہ سکتے ہیں مگر میری کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ میرا حصار ختم ہونے کے بعد وہ میرے علاقے میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔"

"پتر! وہ تیرے علاقے میں آ جان تے تیرے کمرے وچ تے نہیں آن گے نا؟"

اتنے میں سپاہی ناشتہ لے کر آ گیا اور شیر سنگھ بھی انسپکٹر قادری کے ساتھ ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ ناشتہ کر کے انسپکٹر قادری نے کہا۔

"اچھا سر میں چلتا ہوں کچھ کام ہے۔ کچھ شاپنگ کرنی ہے آپ آرام کریں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر قادری چلا گیا اور شیر سنگھ نے ایک سپاہی سے چارپائی منگوا کر بچھائی اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ اپنے گھر اس نے رات کو ہی ٹیلی فون کر دیا تھا کہ میں دو چار دن مصروف ہوں اس لئے

گھر نہیں آؤں گا۔ مصروفیت تو اسے کچھ بھی نہیں تھی وہ وہ صرف انسانی چہرے والے ناگوں سے خوف زدہ تھا اس لیے وہ انسپکٹر قادری کے تھانے کی حدود سے باہر نہ جانا چاہتا تھا۔

انسپکٹر قادری جب شاپنگ کر کے اپنی کوٹھی پہنچا اسی وقت دوپہر کے بارہ بج چکے تھے اس نے جیپ اندر کھڑی کی۔ گیٹ بند کیا اور شاپنگ کے شاپر اٹھا کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ زرتاش سامنے ہی اس کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور قادری کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی تھی۔ شاید انسپکٹر قادری کی غیر موجودگی میں اس نے بیڈ واپس اس کے کمرے میں رکھوالیا تھا۔ اس وقت وہ انسپکٹر قادری کی پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی اس کے سنہری بال اس کے شانوں پر بکھرے پڑے تھے اور اس کا حسن بجلیاں گرا رہا تھا اور وہ تھی بھی بلا کی حسین۔ انسپکٹر قادری نے شاپنگ کے شاپر بیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لو ملکہ عالیہ آپ کے کپڑے اور میک اپ کا سامان حاضر ہے۔"

زرتاش نے حیرانگی سے کہا۔

"یہ میک اپ کا سامان کیا ہے؟"

"کھول کر دیکھو تو پتہ چلے گا۔"

زرتاش نے شاپر کھول کر دیکھے تو اس میں کئی کپڑوں کے جوڑے، چوڑیاں، جوتیاں، لپ اسٹک اور میک اپ کا دوسرا سامان تھا جس کا طریقہ استعمال بھی انسپکٹر قادری کو ہی بتانا پڑا۔

پھر جب زرتاش نے دوسرے کمرے میں جا کر کپڑے بدلے اور وہ میک اپ کر کے آئی تو انسپکٹر قادری اسے دیکھتا ہی رہ گیا وہ سچ مچ آکاش سے اتری کوئی اپسرا ہی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ خراماں خراماں چلتی ہوئی انسپکٹر قادری کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"آؤ چلیں۔" قادری نے آہستہ سے کہا۔

"کہاں۔"

"ہوٹل میں کھانا کھائیں گے اور پھر باتیں کریں گے پھر وہ اسے جیپ میں بٹھا کر مرلی ریسٹورنٹ لے آیا اور ایک فیملی کیبن میں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دے دیا اور پھر زرتاش سے پوچھا۔

"تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ سامری نے تمہیں قید کیوں کیا ہوا تھا؟" زرتاش نے کچھ سوچا

اور پھر مخاطب ہوئی۔

"یہ صدیوں پہلے کی بات ہے جب ہمارا قبیلہ وادی دکم کی اس پہاڑی پر آباد تھا جہاں اب سامری کا قلعہ ہے۔ ہم پری زاد ہیں۔ اس وقت سامری مصر میں رہتا تھا جہاں فرعون کی حکومت تھی اس وقت کے ایک نیک آدمی کے خوف سے سامری نے مصر کی زمین کو خیر باد کہا اور وادی دکم میں آ گیا۔

سامری نے وادی دکم میں آ کر میرے باپ بھٹ ناگرک کو کہا کہ وہ یہ جگہ خالی کر دے تا کہ میں یہاں اپنا قلعہ بنوا سکوں۔ مگر میرے باپ سردار بھٹ ناگرک نے کہا۔

میں اتنے بڑے قبیلے کو لے کر کہاں جاؤں؟ اس میں بچے بھی ہیں بوڑھے بھی ہیں۔ عورتیں اور جوان بھی ہیں۔ ان سب کا یہاں سے جانا مشکل ہے۔ اور پھر ہم یہاں صدیوں سے آباد ہیں ہم اپنا علاقہ چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔

میرے سردار باپ کی بات سن کر سامری غصے میں آ گیا۔ اور اس نے میرے سردار باپ کو قتل کر دیا اور ہم سب کو ایک درخت میں قید کر دیا اور پھر اس درخت کو ایک چھوٹے سے پودے میں بدل کر لوہے کے پنجرے میں قید کر دیا۔

ایک بار اس نے مجھے اس درخت میں سے نکالا تھا اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس نے پھر مجھے درخت میں قید کر دیا اور کہا۔

اب تم اس وقت تک اس درخت میں قید رہو گی جب تک تمہیں میری قید سے کوئی آزاد کرا کے زمین میں پودا اگنے کے لیے نہ لگا دے۔"

اتنے میں ویٹر آ کر میز پر کھانا لگانے لگا اور زرتاش چپ ہو گئی۔ ویٹر کھانا لگا کر چلا گیا تو انسپکٹر قادری نے کہا۔

"کھانا کھا لو!" پھر وہ دونوں کھانا کھانے لگے۔ کھانا کھاتے ہوئے زرتاش پھر سے بولنے لگی۔

"پھر سامری نے کہا جب کوئی شخص اس پودے کو زمین میں لگائے گا تو چوبیس گھنٹے میں یہ تناور درخت بن جائے گا اور پھر تم اور تمہارا قبیلہ اس درخت میں سے پھولوں کی طرح برآمد ہو گے۔ پہلے اس میں سے تمہارے قبیلے کے سات بزرگ اور تم برآمد ہو گی اس کے بعد اس میں

سے بچے اور عورتیں برآمد ہوں گی اور ان سب کو تمہارے بزرگ ستر انسانوں کا خون اور گوشت کھلائیں گے تو وہ اس درخت سے مکمل نکل آئیں گے ورنہ اسی درخت میں پھلوں کی طرح لٹکے رہیں گے اور مر جائیں گے۔ جب تم سب اس میں سے نکل آؤ گے تو تم پھر سے پری زاد بن جاؤ گے اور جب تم اس میں سے نکلو گے تو تمہارا چہرہ انسانوں کی طرح ہوگا اور باقی دھڑ ناگ کی طرح ہوگا اور تمہیں اسی حالت میں ان کو ستر انسانوں کا خون دینا ہوگا ورنہ تمہیں کبھی آزادی نہیں ملے گی۔

اور وہ آدمی کبھی پیدا نہیں ہوگا جو کہ تمہیں آزادی دلا سکے میں تمہیں اپنے قلعے میں رکھوں گا اور سامری کا قلعہ ناقابل تسخیر ہوگا جو ایک بار اس میں آئے گا وہ کبھی واپس نہیں جائے گا۔''

زرتاش خاموش ہوئی تو انسپکٹر قادری بول پڑا۔

''اس کے قلعے کو تسخیر کر کے میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کا قلعہ ناقابل تسخیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں جو قید لکھی تھی اس کا وقت پورا ہوتے ہی تمہیں رہائی مل گئی۔''

''یہ سامری کچھ بھی نہیں ہے میں کسی سامری سے نہیں ڈرتا۔ میں مسلمان ہوں اور میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور تم دیکھو گی کہ سامری میرے ہوتے ہوئے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''سامری نے مجھے کہا تھا کہ آزادی کے بعد تین دن کے اندر اندر تم میرے پاس رہو گی اور پھر میں تم سے شادی کروں گا اگر میں چاہوں تو تمہیں اب بھی شادی کے لئے مجبور کر سکتا ہوں مگر میں وقت کا انتظار کروں گا تمہاری آزادی تک میں دنیا کی حسین ترین عورتوں سے لطف اٹھاؤں گا۔''

''تمہیں آزاد ہوئے آج دوسرا دن ہے مگر اس نے ابھی تک تو کچھ نہیں کیا میرے خیال میں تو اسے تمہاری آزادی کی خبر بھی نہیں ہوگی اس نے اس وقت ویسے ہی کہہ دیا ہوگا تم کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمہاری حفاظت کا پورا پورا بندوبست کر دیا ہے۔ تم کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ باتوں کے دوران انہوں نے کھانا ختم کیا اور بل ادا کر کے وہ زرتاش کے ساتھ اپنی کوٹھی واپس آ گیا۔ مگر جیسے ہی وہ دونوں کمرہ کھول کر اندر داخل ہوئے سامنے ہی اس کے بیڈ پر شلراگ لیٹا ہوا تھا اور اس کا منہ دروازے کی طرف ہی تھا۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور پھر زرتاش پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اس نے کہا۔

''واہ زرتاشہ یہ تم ہو؟ آقا سامری ٹھیک ہی تمہارے حسن کا دیوانہ ہے تمہیں دیکھ کر تو کوئی بھی دیوانہ ہو سکتا ہے چلو آقا سامری نے تمہیں بلایا ہے میں تمہیں لینے آیا ہوں۔''

زرتاش نے اس کی بات سن کر انسپکٹر قادری کی طرف دیکھا اور انسپکٹر قادری نے اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے شلراگ سے کہا۔

''زرتاش اب میرے پاس ہے اور میرے پاس ہی رہے گی۔''

''میں اسے لینے آیا ہوں اور لے کر ہی جاؤں گا۔ میرا نام شلراگ ہے اور شلراگ، آقا سامری کے قہر کا نام ہے۔ شلراگ تمہاری موت بھی بن سکتا ہے۔''

انسپکٹر قادری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یار میں تو بڑا کمزور دل آدمی ہوں کیوں مجھے خوفزدہ کر رہا ہے اگر تم زرتاش کو لینے آئے ہو لے جاؤ یہ لو میں ایک طرف بیٹھ جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر قادری اپنے بیڈ پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اسے اس طرح بیٹھے دیکھ کر زرتاش گھبرا گئی اور اس نے غائب ہونے کی کوشش کی مگر وہ اب بھی نہ ہو سکی وہ سمجھی شاید شلراگ نے کوئی جادو کر رکھا ہے اس نے گھبرا کر انسپکٹر قادری سے کہا۔

''قادری تم کیسے مرد ہو؟ تم مجھے اس کے حوالے کر رہے ہو تم نے تو کہا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے سامری تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''وہ تو میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اتنا بڑا جادوگر ہے اور اس کو تمہیں لینے کے لئے بھیج دے گا۔'' پھر اس نے شلراگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یار لے کے جانا ہے تو جلدی لے جا۔ کیوں میری بے عزتی کرا رہا ہے۔''

یہ سن کر شلراگ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا۔ اور کہا۔

''زرتاش اب تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہی ہوگا آؤ چلو۔'' یہ کہہ کر شلراگ نے زرتاش کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہاتھ پکڑتے ہی اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ چیخ مار کر پیچھے

ہٹ گیا اور اس کے جسم میں آگ لگ گئی۔ اپنے جسم میں آگ لگتے ہی وہ بری طرح چیخنے لگا اور انسپکٹر قادری سے کہنے لگا۔

''مجھے بچالو بھگوان کے لئے مجھے بچالو میں زرتاش کو کبھی لینے نہیں آؤں گا۔''

اس کے جسم میں لگی آگ دیکھ کر زرتاش بھی حیران و پریشان سی ایک طرف کھڑی تھی اور اب اس کے چہرے پر پریشانی کے ساتھ ساتھ اطمینان بھی تھا۔

شلراگ کو منتیں کرتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے کہا۔

''تم تو زرتاش کو لینے آئے تھے اگر لے جاسکتے ہو تو لے جاؤ۔ یاد رکھو میرا نام انسپکٹر قادری ہے میں بدروحوں کا شکاری کے نام سے جانا جاتا ہوں اگر میں زرتاش اور اس کے قبیلے کو سامری کے قلعے سے لاسکتا ہوں تو پھر اس کی حفاظت بھی کرسکتا ہوں۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم میرے ہی گھر میں داخل ہو کر زرتاش کو لے جاؤ گے۔''

مگر انسپکٹر قادری کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شلراگ غائب ہو چکا تھا۔

اس کے غائب ہوتے ہی زرتاش خوشی کے مارے دوڑ کر انسپکٹر قادری سے لپٹ گئی مگر انسپکٹر قادری نے اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا بے ہودگی ہے؟ تم مجھ سے دور رہا کرو میں مسلمان ہوں اور شادی شدہ ہوں۔ تمہیں اکیلی جان کر میں نے تمہیں سہارا دیا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم جب چاہو مجھ سے لپٹ جاؤ۔''

اور زرتاش شرما کر پیچھے ہٹ گئی اور پوچھنے لگی۔ مگر تم نے مجھے بچایا کس طرح؟ تم تو سامری سے بھی بڑے جادوگر لگتے ہو۔

''میں نے تمہیں کہاں بچایا ہے۔ بچانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اس نے زرتاش کو بتایا کہ تمہارے گلے میں یہ جو لاکٹ ہے جو میں میک اپ کے سامان کے ساتھ لایا تھا اس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے تم پر کوئی جادو اثر نہیں کرسکتا۔''

''میں غائب ہونا چاہتی تھی مگر اس وجہ سے غائب نہ ہوسکی کہ یہ لاکٹ میرے گلے میں تھا۔ یہ تو بہت بڑی طاقت ہے مگر سب لوگ اس کو کیوں نہیں پہن لیتے تاکہ وہ جادو اور بلاؤں سے محفوظ رہ سکیں۔''

''اسے صرف مسلمان ہی پہنتے ہیں کیونکہ یہ مسلمان کا کلمہ ہے اور اسے مسلمان ہی پہن سکتے ہیں۔''

''یہ تم مجھے بھی پڑھا دو۔''

''اسے پڑھ کر تم مسلمان ہو جاؤ گی اور تمہاری غائب ہونے کی اور دوسری تمام صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی۔''

زرتاش نے کہا۔

''مجھے ایسی صلاحیتیں نہیں چاہئیں جن کی وجہ سے میں اپنا تحفظ نہ کرسکوں میں عورت ہوں اور بس عورت ہی ٹھیک ہوں۔''

''ٹھیک ہے اگر تم مسلمان ہونا ہی چاہتی ہو تو پھر یہ لاکٹ اتار کر پہلے غسل کر کے آؤ۔''

پھر اس نے زرتاش کو غسل کرنے کا طریقہ بتایا۔

کچھ ہی دیر بعد زرتاش غسل کر کے آئی تو انسپکٹر قادری نے اسے کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھایا اور کہا۔ اب تم مسلمان ہو چکی ہو اس لئے نماز پڑھا کرو اور پھر اس نے اسے نماز کا طریقہ سکھایا اور کہا کل میں تمہیں نماز کی کتاب بھی لا کر دوں گا تم اس کو یاد کرنا اور پھر میں تمہیں قرآن پاک بھی پڑھنا سکھاؤں گا۔

''اور تم مجھ سے شادی کب کرو گے؟''

''میری تو شادی ہو چکی ہے میں تم سے شادی نہیں کرسکتا۔'' زرتاش نے کہا۔

''تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرسکتے؟''

''میری شادی ہو چکی ہے میری بیوی ہے دو بچے ہیں پھر میں تم سے شادی کیسے کرسکتا ہوں؟''

''تو کیا مسلمان دوسری شادی نہیں کرسکتے؟''

''مسلمان تو چار شادیاں کرسکتے ہیں مگر میں تم سے شادی نہیں کرسکتا۔''

''تم مسلمان ہو۔ تمہیں اس کلمے سے کتنی محبت ہے؟''

''اس کے لئے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔''

''مجھے تمہاری جان نہیں چاہیے تمہیں اس کلمے سے محبت ہے تو پھر تمہیں اس کلمے کی قسم ہے

تم مجھ سے شادی کرلو یا مجھے جان سے ماردو۔"

یہ سن کر انسپکٹر قادری کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اس نے سوچا اب میں اسے جان سے مارنے سے تو رہا اس کا تو پہلے ہی پورا قبیلہ میری وجہ سے مارا جا چکا ہے۔ اور نہ ہی میں اس سے شادی کرسکتا ہوں اور نہ یہ کلمہ طیبہ کی دی گئی قسم توڑ سکتا ہوں۔

"ٹھیک ہے میں کل تم سے شادی کرلوں گا۔ اس کے علاوہ اب کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔"

انسپکٹر قادری کا فیصلہ سن کر زرتاش خوشی سے جھوم اٹھی اور ایک بار پھر شرم کے مارے انسپکٹر قادری کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔ رات کا کھانا میں لے آؤں گا اور پھر تمہارے ساتھ کھانا کھا کر میں ڈیوٹی پر چلا جاؤں گا مگر کل سے تمہیں خود ہی کھانا پکانا پڑے گا" اور پھر اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کھانا بنانا بھی آتا ہے یا وہ بھی مجھے ہی سکھانا پڑے گا۔"

"تم فکر نہ کرو میں پکالوں گی۔" اور پھر انسپکٹر قادری اسے خدا حافظ کہہ کر تھانے پہنچ گیا۔

☆......☆......☆

شلراگ، سامری کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ جلنے کے نشان تھے اور اس کے سارے جسم پر گندا کیچڑ لتھڑا ہوا تھا جس سے بڑی بری سڑاند اٹھ رہی تھی۔ سامری نے اسے اس حالت میں دیکھا تو پوچھا۔

"تمہاری یہ حالت کس نے کردی ہے؟"

"یہ سب انسپکٹر قادری کی وجہ سے ہوا ہے۔" شلراگ نے سر جھکائے جواب دیا۔

"کیا وہ تم سے زیادہ شکتی مان ہے؟" سامری نے غصے سے پوچھا۔ شلراگ نے جواب دیا

"آقا اس کے پاس نوری شکتی ہے اس نے میرے جسم کو آگ لگادی تھی۔ وہ تو مجھے وقت پر عقل آگئی اور میں بھاگ کر گندگی سے بھرے نالے میں اتر گیا ورنہ آج میرا جسم ختم ہوجاتا اور مجھے نئے جسم کی تلاش کرنی پڑتی۔"

"زرتاش کہاں ہے؟" شلراگ نے جواب دیا۔

"وہ بھی انسپکٹر قادری کے قبضے میں ہے۔ اس کا سارا قبیلہ تو انسانوں نے ماردیا ہے صرف

ہی اکیلی بچی ہے۔"

"حیرت ہے انسانوں نے اس کا سارا قبیلہ ماردیا مگر پھر بھی وہ ایک انسان کے ساتھ رہ ہی ہے۔"

"آقا اب تو زرتاش اور بھی حسین ہوگئی ہے اس نے انسانوں والے کپڑے پہنے ہوئے ے اور راجہ اندر کے دربار کی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔"

"تو پھر میرے سامنے سے دفع ہوجا۔ تو اب بالکل ناکارہ ہوگیا ہے۔ جا دفع ہوجا۔ اس پکٹر قادری اور راگا بن ملیان سے میں خود نمٹ لوں گا۔ میں ان کے مقابلے کے لئے صدیوں ے سوئے ہوئے شیطان جن شگول کو بھیجوں گا پھر دیکھتا ہوں کہ میرے دشمن کس طرح دھرتی پر ہتے ہیں۔"

سامری کا حکم سنتے ہی شلراگ وہاں سے غائب ہوگیا کیونکہ اس سے تو تکلیف کے مارے ھڑا بھی نہ ہوا جا رہا تھا۔

شلراگ کے چلے جانے کے بعد سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے کمرے کی پتھریلی یوار ٹی وی سکرین کی طرح روشن ہوگئی اور اس پر ایک نہایت خوفناک بڑھیا نظر آنے لگی جس کے رے کی کھال لٹک کر سینے تک آئی ہوئی تھی اور اس کا اکلوتا دانت کسی برچھی کی طرح نظر آرہا تھا ل کو دیکھتے ہی سامری نے پوچھا۔

"بول شنکھنی بول زرتاش کی واپسی کیسے ہوگی؟ مجھے ہر قیمت پر زرتاش چاہیے۔" بوڑھی ے جواب دیا۔

"سامری، زرتاش تمہیں کبھی نہیں مل سکتی اب وہ قادری کی بیوی ہے اس نے اس سے ادی کرلی ہے۔"

سامری غصے سے چیخا۔

"نہیں یہ نہیں ہوسکتا میں ان دونوں کو ختم کردوں گا میں زرتاش پر صدیوں کی چھایا ڈال ں گا اور پھر وہ تجھ سے بھی بوڑھی نظر آنے لگے گی۔"

"سامری اب زرتاش پر تیرا جادو اثر نہیں کرسکتا وہ مسلمان ہوگئی ہے اور قرآن پاک ھنے لگی ہے اب تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"میں سات لاکھ کالی شکتیوں کا مالک ہوں میں زرتاش کو ہر قیمت پر حاصل کروں گا۔ اگر تیرے پاس زرتاش کو حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ہے تو بتا ورنہ دفع ہو جا۔ منحوس بڑھیا تیری کالی زبان سے نکلے ہوئے شبدھ سامری کا لیکھ بن جاتے ہیں۔ آج کے بعد تیری زبان سے میں کوئی منحوس بات نہ سنوں۔" یہ سنتے ہی بوڑھی شنکھنی غائب ہوگئی اور دیوار پہلے کی طرح ہوگئی۔

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی ابھی تک کھنڈر راؤ کے گھر کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں رہ رہے تھے کیونکہ ان کے پاسپورٹ اور ویزے ابھی تک نہیں آئے تھے اور ٹریول ایجنسی والوں نے مزید چار دن بعد دینے کا کہا تھا۔

اس وقت ارجن اور شنکر سومناتی دونوں ہی بیٹھے تھے اور کھنڈر راؤ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ وہ دونوں اپنے اپنے بیڈ پر لیٹے پڑے تھے اور آپس میں صلاح مشورہ کر رہے تھے شنکر سومناتی نے پوچھا۔

"یار اگر وہاں جا کر بھی سامری نہ ملا تو پھر کیا کریں گے؟" ارجن نے جواب دیا۔

"اگر سامری نہ بھی ملا تو اس کے قلعے میں بدروحیں تو موجود ہوں گی ہو سکتا ہے وہاں کی قدیم بدروح سے ملاقات ہو جائے اور وہ ہمیں راگا بن ملیان کی لاش کے متعلق بتا دے۔"

"یار شنکر تو سو سال پیچھے تک ماضی میں تو جا سکتا ہے اس لیے مجھے آج سے سو سال پہلے ماضی میں سامری کے قلعے میں لے چل پھر تو سامری کے قلعے میں واقعی بدروحوں سے یا آقا سامری سے ملاقات ہو سکتی ہے۔" شنکر سومناتی نے کہا۔

"یار ترکیب تو تمہاری ٹھیک ہے مگر پہلے ہمیں یہ ترکیب کیوں سمجھ نہ آئی ورنہ اب تک ہم اس دنیا پر حکومت کر رہے ہوتے اور قارون کا خزانہ بھی کب کا ہمارے ہاتھ آ چکا ہوتا۔" ارجن نے جواب دیا۔

"یار پہلے میں آقا سامری کے قلعے یا اس کی سمادھی کا پتہ نہ تھا اس لیے یہ ترکیب بھی سمجھ میں نہ آ سکی ہم تو آقا سامری کے پرانے دور میں جانے کی ترکیبیں ہی سوچتے رہے۔" شنکر سومناتی نے کہا۔ چلو اٹھو ابھی وہاں چلتے ہیں شاید ہماری منزل قریب آ چکی ہو مقدر پلٹتے دیر نہیں لگتی۔

شنکر سومناتی کے اتنا کہتے ہی ارجن بھی اٹھ کھڑا ہوا اور انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا پھر شنکر سومناتی نے ماضی میں جانے کا منتر پڑھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ فضاء میں بلند ہوئے مگر فوراً ہی تہہ خانے کی دیوار سے ٹکرا کر گر پڑے ہیں کافی چوٹیں لگیں مگر وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ارجن نے گھبرا کر پوچھا۔

"یہ کیا ہوا؟ کہیں تمہارا منتر غلط تو نہیں ہو گیا؟"

"نہیں یار میرا خیال ہے کہ سامری کے قلعے پر حصار لگا ہوا ہے اس لیے ہمیں واپس پھینک یا گیا ہے" پھر وہ دونوں اٹھ کر کراہتے ہوئے اپنے اپنے بستر پر بیٹھ گئے۔

"یار اچھی ترکیب بتائی تو نے۔ اگر ایسی دو چار اور ترکیبوں پر عمل ہو گیا تو پھر آقا سامری کے سامنے ہماری ہڈیاں ہی جائیں گی۔" شنکر سومناتی نے کراہتے ہوئے کہا اور ارجن اس کی بات ن کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا اور پوچھنے لگا۔

"یار یہ سامری کو تم آقا سامری کس لیے کہہ رہے ہو؟"

"یار چوٹ لگنے کے بعد تو وہ مجھے بھی آقا ہی لگا کیونکہ ہم بھی بے وقوفوں کی طرح اس کے قلعے میں داخل ہونے لگے تھے ہم نے یہ نہ سوچا کہ وہ اتنا بڑا جادوگر ہے تو اس نے اپنے قلعے کی فاظت کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کر رکھا ہوگا۔" ارجن نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"چلو اب قلعے میں نہ سہی آقا سامری کی سمادھی (قبر) پر چلے جاتے ہیں۔" شنکر نے لیٹتے ہوئے کہا۔

"نہ بھائی نہ میں نے ابھی اپنی سمادھی نہیں بنوانی۔" اور جواب میں ارجن بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری نے زرتاش سے شادی کر لی تھی اور زرتاش بھی بہت خوش تھی۔ جن جن لوگوں نے انسانی چہرے والے ناگوں کے درخت کو جلایا تھا وہ ایک ایک کر کے سارے کے سارے ارے جا چکے تھے۔ صرف ایک شخص زندہ تھا اور وہ تھا ڈی ایس پی شیر سنگھ۔

وہ انسپکٹر قادری کے تھانے میں اس کے کمرے میں ہی رہتا تھا اور اس کے تھانے کی حدود سے باہر نہ نکلتا تھا اور اسی لیے اب تک وہ زندہ تھا ورنہ کب کا مارا جا چکا ہوتا۔ آج شیر سنگھ کو ایس

ایس پی صاحب نے اپنے دفتر بلایا تھا ڈی ایس پی شیر سنگھ جانا تو نہ چاہتا تھا کیونکہ اس کا دفتر تھانہ بلی ماراں کی حدود سے کافی دور تھا۔ مگر پھر بھی مجبوری تھی جانا بھی ضروری تھا وہ انسپکٹر قادری کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا مگر اس نے عدالت جانا تھا اور کسی مجرم کے کیس کے بارے میں اس کی پیشی تھی۔

شیر سنگھ چارو ناچار چل پڑا ویسے بھی دن کا وقت تھا اس نے سوچا دن میں تو انسانی چہرے والے ناگ ملنے سے رہے۔ یہ سوچ کر اس نے گاڑی نکالی دو تین رائفل بردار سپاہیوں کو ساتھ بٹھایا اور ایس ایس پی صاحب کے دفتر میں جا پہنچا۔ اس نے سپاہیوں کو گاڑی میں ہی بیٹھنے کے لئے کہا اور خود ایس ایس پی صاحب کے کمرے تک جا پہنچا مگر اسے چپڑاسی نے بتایا کہ ایس ایس پی صاحب ایک دوسرے کمرے میں اس کے منتظر ہیں۔

چپڑاسی اسے ایک کمرے تک لے گیا اور کہا۔ جایئے صاحب آپ کے منتظر ہیں۔ شیر سنگھ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی شیر سنگھ کی نگاہ سامنے میز پر پڑی اور اس کے ہوش اڑ گئے اس کے سامنے میز پر ایک کافی بڑا انسانی چہرے والا ناگ موجود تھا۔ اسے دیکھ کر شیر سنگھ نے ایک چیخ ماری اور واپس مڑ کر بھاگنے لگا مگر دروازہ بند تھا اور دروازے کے پاس بھی ایک انسانی چہرے والا ناگ کھڑا تھا اور وہ اپنی دم کے سہارے انسانوں کی طرح کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر شیر سنگھ نے چیخیں مارنی شروع کر دیں اور بچاؤ بچاؤ کی آوازیں دینے لگا۔

شیر سنگھ کی چیخیں سن کر باہر سے سپاہی بھی بھاگتے ہوئے آئے اور دفتر کا دوسرا عملہ بھی اکٹھا ہو گیا۔ دروازہ بند تھا انہوں نے دروازہ کھولنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ شیر سنگھ کو چیختے دیکھ کر میز پر بیٹھے ہوئے انسانی چہرے والے ناگ نے کہا۔ چیخو اور چیخو تا کہ ہمارے بچوں کی آتماؤں کو شانتی ملے۔ آج تمہارا انت ہونے والا ہے تم نے ہمارے بچوں کو جو آگ لگائی تھی وہ تمہارے خون سے ہی بجھے گی۔ شیر سنگھ نے کہا۔

"بھگوان کے لئے مجھے شما کر دو مجھ پر دیا کرو میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

"تم نے ہم پر دیا کی تھی جو ہم تم پر کریں تم نے ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کو آگ میں جلایا ہم تمہیں تمہارے بچوں کے لئے چھوڑ دیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا آج ہمارے ہاتھ سے تمہیں

کوئی نہیں بچا سکتا۔"

ان انسانی چہرے والے ناگوں نے شیر سنگھ پر حملہ کر دیا اب وہ ناگ تعداد میں کئی نظر آ رہے تھے اور شاید کمرے میں اِدھر اُدھر چھپے ہوئے تھے۔ ان کے حملہ کرتے ہی شیر سنگھ ذبح کی ہوئی بکری کی طرح چیخ اٹھا کیونکہ انہوں نے کئی جگہ سے شیر سنگھ کا گوشت ادھیڑ لیا تھا اس کی چیخیں تیز ہوتے ہی ایس ایس پی صاحب نے دروازہ توڑنے کا حکم دے دیا کئی سپاہیوں نے آگے بڑھ کر دروازے کے لاک میں گولیاں برسا دیں اور پھر دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولتے ہی ان کے سامنے ایک دہشت ناک منظر تھا۔ شیر سنگھ زمین پر گرا پڑا تھا اور اس کو چار پانچ ناگ چیر پھاڑ رہے تھے شیر سنگھ ساکت ہو چکا تھا۔ شاید مر گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی ایس ایس پی صاحب نے ان سانپوں کو مارنے کا حکم دے دیا۔

اور سینکڑوں گولیاں چند ہی منٹوں میں ان سانپوں کے جسموں میں اتار دی گئیں تمام ناگ مر چکے تھے مگر مرنے سے پہلے وہ شیر سنگھ سے انتقام لے چکے تھے۔

☆......☆......☆

بوڑھی شنکھنی کے غائب ہوتے ہی سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے سامنے دیوار میں ایک سرنگ نما خلا پیدا ہو گیا اس میں گھپ اندھیرا تھا اور اس کی زمین پر ہزاروں چھوٹے بڑے سانپ، بچھو، کنکھجورے اور دوسرے حشرات الارض موجود تھے۔ سامری اس سرنگ میں داخل ہو گیا اور آگے کی طرف بڑھنے لگا وہ ان حشرات الارض سے بے خوف ان کو کچلتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا اور باوجود اندھیرے کے اسے سرنگ نظر آ رہی تھی۔ کافی دور چل کر سرنگ بند ہو گئی اس نے پھر ہاتھ کا اشارہ کیا اور سامنے دیوار میں ایک دروازہ کھل گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا مگر اس کی چھت کافی اونچائی پر تھی اس میں ایک کالے رنگ کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس تابوت کی لمبائی تقریباً سات گز ہو گی اس کالے تابوت پر سفید نقش و نگار سے بنے ہوئے تھے شاید یہ کوئی تحریر تھی جو نقش و نگار کی صورت میں تھی۔ اس تابوت کا ڈھکن بند تھا۔ سامری نے آگے بڑھ کر اس تابوت کا ڈھکن کھولنا چاہا مگر وہ مضبوطی سے بند تھا اس لئے وہ نہ کھول سکا پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور تابوت کا ڈھکن بغیر کسی آواز کے کھلتا چلا گیا۔ تابوت کھلتے ہی سارے کمرے میں کافور کی ناگوار بو پھیل گئی مگر ساحر اعظم سامری اس سے بے نیاز کوئی منتر پڑھنے میں مصروف تھا۔

تابوت میں ایک تقریباً پانچ گز کا کرخت چہرے والا جن لیٹا پڑا تھا۔ اس کی سانس چل رہی تھی اور اس کی سانسوں سے ہی کافور کی بو نکل نکل کر پھیل رہی تھی۔ کافی دیر منتر پڑھنے کے بعد سامری نے اس تابوت میں لیٹے جن کی طرف پھونک ماری اور کہا۔

''اٹھ شگول اٹھ! آج پھر سامری کو تیری مدد کی ضرورت ہے۔ اٹھ ورنہ کالی شکتیوں کا دھرتی سے نام ونشان مٹ جائے گا۔ تیرے ہوتے ہوئے شکست سامری کا لیکھ نہ بن جائے۔''

سامری کے اتنا کہتے ہی وہ جن اٹھ کر بیٹھ گیا اور اٹھتے ہی اس نے ایک طویل انگڑائی لی جیسے صدیوں کی تھکن دور کر دی ہو پھر سامری پر نظر پڑتے ہی اس نے پوچھا۔

''ایسی کون سی بپتا آن پڑی ہے جو مجھے نیند سے بیدار کیا ابھی تو میں سویا تھا۔''

سامری نے جواب دیا۔

''بپتا ہی آن پڑی ہے تو تجھے جگایا ہے شگول۔ ورنہ تم جانتے ہو سامری نے بلاوجہ تمہیں کبھی تکلیف نہیں دی۔''

''کون ہے وہ بدبخت جس نے اپنی موت کو آواز دی ہے؟'' سامری نے کہا۔

''کوئی ایک ہو تو بتاؤں وہ تو تین ہیں۔ ایک انسپکٹر قادری ہے جو میرے قلعے میں داخل ہو کر مجھے زخمی کر کے چلا گیا اور ساتھ ہی بھٹ ناگرک کے قبیلے والے پودے کو آزاد کرا کے لے گیا ہے۔ دوسرا ایک جادوگر شنکر سومناتی ہے جو راگا بن ملیان کی بدروح کے ساتھ مل کر میری تلاش میں ہے اور تیسری راگا بن ملیان کی بدروح ہے جس کے خون کا بلیدان دے کر میں نے امر شکتی حاصل کی تھی۔ میں ان تینوں کا سرو ناش کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں کو ختم کر دو۔''

یہ سنتے ہی شگول جن تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

''تم چنتا نہ کرو میں ان تینوں کا سرو ناش کر دوں گا۔ انہیں ایسی بھیانک موت ماروں گا کہ پھر کبھی کوئی ساحر اعظم سامری سے ٹکرانے کی ہمت نہیں کرے گا۔''

یہ سن کر سامری مڑا اور اسی سرنگ کے ذریعے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ سامری کے جاتے ہی شگول جن تابوت سے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ اسی دروازے سے سرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ قدیم طرز کے لباس میں ملبوس تھا۔ سرنگ میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ سرنگ میں رینگنے والے حشرات الارض پر پڑی اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بڑا سا بچھو منہ میں رکھ لیا اور اس کو چبا کر کھانے لگا اس کو چباتے ہی اس کے چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی شاید اس کا ذائقہ اس کا دل پسند تھا۔ تو وہ سرنگ میں ہی بیٹھ گیا اور سانپ، بچھو، کنکھجورے اور دوسرے کیڑے مکوڑے پکڑ پکڑ کر کھانے لگا۔ کیڑے مکوڑے کھاتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور کیڑے مکوڑے اس سے جان بچانے کے لئے تیزی سے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے شاید ان کو بھی خطرہ محسوس ہو گیا تھا مگر بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے۔ آگے سرنگ بند ہو چکی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد تمام حشرات الارض شگول جن کے پیٹ میں منتقل ہو چکے تھے اور سرنگ میں دور دور تک کوئی بھی کیڑا مکوڑا نظر نہ آ رہا تھا۔ پھر وہ سرنگ میں کھڑا ہو گیا اور آگے سے سرنگ کھل گئی سامنے ہی سامری اپنے تابوت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور اس کی نظریں شگول جن پر جمی ہوئی تھیں۔

''کہاں ہے وہ بدبخت انسان؟ جو سامری سے ٹکرانا چاہتا ہے؟''

سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار روشن ہو گئی اس پر انسپکٹر قادری اور زرتاش اپنی کوٹھی کے کمرے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آتمال کا پنجرہ بھی ان کے قریب ہی میز پر رکھا تھا اور آتمال اس میں بے سدھ پڑا تھا شاید اتنے دن سے بھوکا رہ رہ کر اس کی طاقت جواب دے گئی تھی۔

انسپکٹر قادری اور زرتاش دونوں کھانا بھی کھا رہے تھے اور ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے سامری نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''شگول یہ ہے انسپکٹر قادری جس نے مجھے زخمی کیا تھا اور یہ اس کے ساتھ زرتاش ہے سردار بھٹ ناگرک کی بیٹی۔ مجھے انسپکٹر قادری کی لاش چاہیے اور زرتاش زندہ سلامت چاہیے۔''

پھر اس نے دوبارہ ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پر منظر بدل گیا۔ اب اس پر ارجن اور شنکر سومناتی نظر آ رہے تھے جو دونوں تاش کھیل رہے تھے اور اس وقت کھنڈر راؤ کے گھر کے نیچے بنے تہہ خانے میں موجود تھے۔ سامری نے ان کی طرف اشارہ کر کے شگول جن کو بتایا۔

''یہ جادوگر شنکر سومناتی ہے اور یہ دوسرے جسم میں راگا بن ملیان کی روح ہے میں ان دونوں کی موت چاہتا ہوں۔''

''شگول کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں میں ان سب کو بھیانک موت ماروں گا۔ زرتاش کو لا

کر تمہارے قدموں میں ڈال دوں گا۔ ان انسانوں کی وجہ سے میری نیند خراب ہوئی ہے میں ان کو ہمیشہ کے لئے سلا دوں گا۔" یہ سن کر سامری نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا۔

"شگول مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اب ان تینوں کو میرے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ جاؤ شگول جاؤ ان سب کا سروناش کر دو میں تمہیں ان کے شہر میں پہنچا دیتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور شگول جن غائب ہو گیا۔

شگول جن کچھ ہی لمحوں بعد کھنڈر راؤ کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔ رات کے دس بجے تھے۔ کھنڈر راؤ کا گھر ایک ذیلی سڑک پر واقع تھا اس لئے اس وقت دور دور تک کوئی ذی روح یا گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔

شگول، کھنڈر راؤ کے گھر کی دیوار گرا کر اس کے صحن میں داخل ہو چکا تھا۔ دیوار گرتے ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور دھماکے کی آواز سن کر کھنڈر راؤ کا ملازم فوراً باہر آیا۔ پانچ گز لمبا شگول اپنی تمام تر وحشت کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ آس پاس کے رہنے والے لوگ بھی جمع ہو چکے تھے۔ کھنڈر راؤ کے ملازم نے ایک آہنی سریا لے کر اس کی ٹانگ پر دے مارا دوسرے ہی لمحے شگول نے ہاتھ بڑھا کر پکڑا اور اس کی گردن توڑ کر ایک طرف اچھال دیا۔ پانچ گز لمبے خوفناک جن کو دیکھ کر لوگ خوفزدہ سے کھڑے تھے۔

کھنڈر راؤ کے ملازم کی گردن اور دھڑ ایک طرف پڑے تڑپ رہے تھے اور اس منظر کو دیکھتے ہی لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ کھڑے ہوئے، دھماکے کی آواز ارجن اور شنکر سومناتی نے بھی سن لی تھی وہ دونوں تاش چھوڑ کر بھاگتے ہوئے آئے اور باہر اس پانچ گز لمبے عفریت کو دیکھ کر رک گئے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی شگول ان کی طرف بڑھا مگر وہ دونوں بھاگ نکلے۔ شگول بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مگر اس کے بھاگنے کی رفتار ان سے زیادہ تھی۔ اس لئے جلد ہی شگول ان کے سر پر پہنچ گیا۔

بھاگتے بھاگتے اب وہ بڑی سڑک پر آ چکے تھے۔ ارجن نے چیخ کر شنکر سومناتی سے کہا۔

"جلدی سے کوئی ٹیکسی پکڑو میں اس عفریت کو روکتا ہوں۔" یہ کہہ کر ارجن نے مڑ کر ایک خوفناک چیخ ماری۔ اس کے چیخ مارتے ہی شگول یکدم رک گیا۔ ارجن اب خوفناک سے خوفناک ہوتا جا رہا تھا۔

اور پھر اس کا قد بھی بڑھتے بڑھتے شگول کے برابر ہو گیا۔ اب دو راکھشس ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ شگول نے ایک خوفناک مسکراہٹ کے ساتھ ارجن کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تو یہ تم ہو راگا! مگر یاد رکھو آقا سامری سے بغاوت کرنے والوں کا انجام برا ہوتا ہے۔"

"میں نے آقا سامری سے بغاوت نہیں کی میں تو اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ مگر آقا سامری نے ہی مجھ سے ملنے سے انکار کر دیا ہے میں تو اب بھی اس کا منصوبہ پورا کرنا چاہتا ہوں مگر آقا سامری خود ہی مجھ سے نہیں ملنا چاہتا۔"

"وہ آقا ہے ساحر اعظم ہے اس کی مرضی وہ جو چاہے کرے اگر وہ تم سے نہیں ملنا چاہتا تو تم بھی اس سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔"

"میں ایک بار اس سے ضرور ملوں گا۔"

"تم زندہ رہو گے تو ملو گے نا، میں تمہارے جسم ختم کرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری روح کو بھی پکڑ لے جاؤں گا۔ شگول کی شکتیوں کے آگے تم کیا چیز ہو؟" یہ کہہ کر اس نے ارجن پر حملہ کر دیا مگر ارجن ہوشیار تھا اس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کے چہرے پر ایک زوردار ٹکر دے ماری۔ شگول کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور اس کی ناک اور منہ سے کافوری بدبودار خون نکل نکل کر اس کے چہرے کو مزید خوفناک بنانے لگا

شگول نے غصے میں آ کر ارجن کو اٹھا کر زمین پر دے مارا مگر وہ فوراً ہی کھڑا ہو گیا اور پھر دو خونی بھیڑیے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ شگول میں واقعی بہت طاقت تھی۔ اس نے کچھ ہی دیر میں ارجن کو ہلا کے رکھ دیا۔ شگول کے آگے ارجن کی سات ہزار بد روحوں کی شکتی بھی ماند پڑ چکی تھی اور اب ارجن وہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھا۔ سڑک پر دور دور تک گاڑیاں رکی ہوئی تھیں اور ٹریفک جام ہو چکا تھا۔ سینکڑوں لوگ اکٹھے ہو چکے تھے اور ان دونوں کی خونی ٹکر دیکھ رہے تھے۔ ارجن نے چاروں طرف نظر دوڑائی شنکر سومناتی کافی دور ٹیکسی روکے کھڑا تھا اور اس کو چیخ چیخ کر آنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ ارجن نے شگول کو ایک زوردار دھکا دے کر گرایا اور خود بھاگ کھڑا ہوا۔ گاڑیوں کے اوپر سے چڑھ کر وہ دوسری طرف کھڑے شنکر سومناتی کی طرف بڑھا اب وہ واپس ارجن بن چکا تھا۔ شگول بھی کھڑا ہو چکا تھا اور ارجن کے پیچھے بھاگنے لگا مگر وہ دوڑ کر ٹیکسی میں سوار ہو گیا۔ شنکر سومناتی نے ڈرائیور سے کہا۔

"چلو جلدی کرو۔" مگر ڈرائیور تو ان لڑتے ہوئے راکھشسوں کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔ شنکر سومناتی فوراً باہر نکلا اور ڈرائیور کو گھسیٹ کر ٹیکسی سے باہر پھینکا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چابی اگنیشن میں ہی لگی ہوئی تھی۔ شگول بھی ان کے قریب پہنچ چکا تھا اور قریب تھا کہ شگول ان کی ٹیکسی پر پاؤں رکھ دیتا مگر شنکر سومناتی گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر ٹیکسی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چل پڑی۔

کچھ ہی دیر میں شگول کافی پیچھے رہ چکا تھا۔ ویسے بھی اب شنکر سومناتی گاڑی ذیلی سڑکوں پر ہی دوڑا رہا تھا پھر اس نے گاڑی ایک بڑی سڑک پر روکی اور ارجن کو اترنے کے لئے کہا۔ ٹیکسی سے کچھ دور جا کر انہوں نے ایک اور ٹیکسی روکی اور اسے ہوٹل سیروز چلنے کے لئے کہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ دونوں ہوٹل سیروز کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔

"یار یہ کیا بلا تھی؟" شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"پتہ نہیں شاید کوئی قدیم عفریت تھا لباس سے تو میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ مگر ارجن تو جانتا ہے کہ یہ استاد سامری کا کارندہ تھا اور ہمیں مارنے کے لیے آیا تھا۔"

وہ تو شنکر سومناتی سے صرف اس لیے پوچھ رہا تھا کہ کہیں شنکر سومناتی نے اس جن سے ہونے والی گفتگو تو نہیں سن لی۔ مگر شنکر سومناتی نے ان کی گفتگو نہیں سنی تھی ویسے بھی وہ ٹیکسی لینے کے لئے دوڑا تھا۔ اگر وہ ان کی بات چیت سن بھی لیتا تو شاید اس کے پلے کچھ بھی نہ پڑتا کیونکہ وہ تو ایک قدیم زبان میں ہی بات چیت کر رہے تھے۔ شنکر سومناتی نے لیٹتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں تو اسے شلر اگ نے بھیجا ہوگا کیونکہ وہ ہمیں مروانا چاہتا ہے ورنہ وہ سیدھا کھنڈرراؤ کے گھر ہی کیوں آتا وہ کہیں اور بھی جا سکتا تھا اسے یقیناً پتہ تھا کہ ہم اس کے گھر میں موجود ہیں۔" اور ارجن اس کی عقلمندی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

پھر ارجن نے پوچھا۔

"یار یہ تو مان لیا کہ وہ ہمیں مارنے آیا تھا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم اس ہوٹل میں کس لئے آئے ہو؟ ہم تمہارے گھر بھی جا سکتے تھے اتنے دن ہو گئے ہیں اب کون سا انسپکٹر قادری وہاں چھاپے مار رہا ہوگا۔"

"وہ وہاں چھاپے نہیں مار رہا ہوگا تو اب ضرور چھاپہ مارے گا کیونکہ جب وہ اس عفریت سے کسی کے لڑنے اور بھاگنے کا واقعہ سنے گا تو وہ ضرور تم پر شک کرے گا اور اس کا پہلا خیال یہی ہو

گا کہ ہم بھاگ کر اپنے گھر چلے گئے ہیں۔"

ارجن نے لیٹ کر مسکراتے ہوئے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یار کبھی کبھی تو تیری کھوپڑی شیطان کی کھوپڑی لگتی ہے۔ اگر میں اکیلا بھاگتا تو یقیناً گھر کی طرف ہی جاتا اور پھر پکڑا جاتا۔"

"بدروح بن بن کر تیرا دماغ بھی بدروحوں جیسا ہو گیا ہے۔ چل اب سو جا۔ صبح حالات معلوم کریں گے کہ وہ کون تھا اور کیا کچھ نقصان کر کے گیا ہے۔" اور پھر ارجن نے بھی سونے کے لئے آنکھیں بند کر لیں لیکن درحقیقت وہ جاگ رہا تھا اور طلسمی انگوٹھی کے ذریعے خون پی کر سونا چاہتا تھا۔ شنکر سومناتی کچھ ہی دیر میں خراٹے لینے لگا اور ارجن نے اٹھ کر طلسمی انگوٹھی کے ذریعے انسانی خون منگوایا اور اسے پی کر اس کی کالی شکتیوں کو سکون ملا اور پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔

☆......☆......☆

شگول جن سڑک کے بیچ میں کھڑا تھا اور اس کے چاروں طرف گاڑیوں کا رش لگ چکا تھا۔ وہ ارجن کے پیچھے بھاگا تھا مگر ارجن اور شنکر سومناتی تو ٹیکسی میں بیٹھ کر بھاگ نکلے تھے لیکن شگول گاڑیوں کے بیچ میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ اب وہ غصے میں گاڑیوں کو توڑ پھوڑ رہا تھا اور جو انسان بھی اس کے ہاتھ لگتا اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکتا جا رہا تھا۔ ایک تو ارجن اور شنکر سومناتی اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور دوسرے اس کی ناک اور منہ میں شدید درد ہو رہا تھا۔ شاید ناک کی تو ہڈی ٹوٹ چکی تھی کیونکہ اس کی ناک پچکی ہوئی نظر آ رہی تھی اور یہ تکلیف اسے پاگل کئے دے رہی تھی۔ اسی لئے وہ لوگوں کو کچل رہا تھا۔

لوگ گاڑیوں سے نکل نکل کر جان بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے کیونکہ گاڑیاں تو پھنس چکی تھیں اور راستہ بند ہو چکا تھا۔ اتنے میں تین چار پولیس کی گاڑیاں بھی موقعے پر پہنچ گئیں شاید کسی نے تھانے ٹیلی فون کر دیا تھا۔ پولیس والوں نے آتے ہی اس پر رائفلوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں بارود کی برستی گولیوں میں بھی وہ پولیس والوں کو پکڑ پکڑ کر مار رہا تھا اور گرنے میں ہی نہ آ رہا تھا۔ اس میں بہت طاقت تھی جو اتنی گولیاں کھا کر بھی کھڑا تھا۔ اس کے جسم میں لاتعداد سوراخ ہو چکے تھے جن میں سے کافور کی بو والا خون کارپوریشن کے نلکوں کی طرح بہہ رہا تھا۔ وہ جدھر بھی جاتا کئی پولیس والے اس کا شکار ہو جاتے۔ ایسی حالت دیکھ کر پولیس والے بھی اس سے

کافی فاصلے پر کھڑے تھے اور اس پر گولیاں برسا رہے تھے مگر اب اس کو گولیاں کم ہی لگ رہی تھیں کیونکہ شاید ہی کسی پولیس والے کا نشانہ درست ہوگا۔ اب شگول بھی ان سے جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا تھا وہ ایک طرف کو بھاگ پڑا۔ پولیس کی گاڑیاں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ تمام تھانوں کو اس واقعے کا علم ہو چکا تھا اور ہر تھانے کے اہلکار ایمرجنسی ڈیوٹی کے لئے وہاں پہنچ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد پولیس کی گاڑیوں نے اسے پھر سے گھیر لیا اور اس پر نشانے لگانے لگے۔ اب وہ زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا اور کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح گرنے ہی والا تھا کہ اچانک انسپکٹر قادری بھی اپنی جیپ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ زرتاش بھی اس کے ساتھ ہی تھی وہ گھر سے کھانا کھا کر تھوڑی سی سیر کے لئے نکلے تھے کہ وائرلیس پر اس واقعے کی اطلاع مل گئی اور انسپکٹر قادری نے گاڑی جائے واردات کی طرف موڑ لی تھی۔ انسپکٹر قادری پر نظر پڑتے ہی شگول کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور اس سے پہلے کہ انسپکٹر قادری سنبھلتا اس نے انسپکٹر قادری کو کھلونے کی طرح اٹھا لیا اور پھر اسے سڑک پر دے مارا۔ خوش قسمتی سے انسپکٹر قادری ایک ٹوٹی ہوئی گاڑی کی سیٹ پر گرا مگر دوسرے ہی لمحے شگول نے انسپکٹر قادری کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور انسپکٹر قادری کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اس نے اس کے پاؤں کو ہٹانے کی کوشش کی مگر بے سود وہ اسے ہلا بھی نہ سکا اور پھر انسپکٹر قادری دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

☆/☆/☆/

☆......☆......☆

شگول کو انسپکٹر قادری کی گردن پر پاؤں رکھتے دیکھ کر زرتاش بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس ی طرف جھپٹی اور اپنے گلے سے کلمہ طیبہ والا لاکٹ اتار کر انسپکٹر قادری کے سر پر رکھ دیا۔

اس کے لاکٹ رکھتے ہی شگول کی ٹانگ میں آگ لگ گئی اور وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا' اب ں کی ٹانگ میں لگی آگ بجھ چکی تھی مگر اس میں سے دھواں اب بھی نکل رہا تھا۔

پولیس والے اب بھی شگول جن پر گولیاں برسا رہے تھے مگر وہ گرنے کا نام نہیں لے رہا تھا ر کسی مست ہاتھی کی طرح جھوم رہا تھا۔

سامری اپنی سادھی کے تہہ خانے میں اپنے تابوت میں بیٹھا سنگی دیوار پر یہ سب منظر دیکھ رہا ا۔ غصے سے اس کا سیاہ چہرہ اور بھی سیاہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں اس انسان کو کوس ہا تھا جس نے رائفل ایجاد کی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج انسانوں کے پاس رائفلیں اور دوسرا لحہ نہ ہوتا تو شگول جن کی ناکامی ممکن نہیں تھی بارش کی طرح برستی گولیاں شگول جن کو آگے بڑھنے یں دے رہی تھیں۔

قریب تھا کہ شگول جن زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑتا۔ یکا یک ساحر اعظم سامری نے ہاتھ کا شارہ کیا اور پانچ گز لمبا شگول کسی پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گیا۔ پھر اس کے جسم سے تمام ولیاں نکل نکل کر زمین پر گرنے لگیں اب حیرت انگیز طور پر اس پر گولیاں بھی اثر نہیں کر رہی یں۔

رائفلوں کے کارتوس اس کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر اس طرح گر رہے تھے جیسے وہ واقعی پتھر کا ت ہو مگر اس کے جسم سے گولیاں اس طرح نکل رہی تھیں جیسے وہ موم کا بنا ہوا ہو۔ اس کے جسم

سے جہاں سے بھی گولی نکلتی وہیں زخم فوراً بند ہو جاتا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کے جسم سے تمام گولیاں نکل گئیں اور اس کے زخم بھر گئے۔ ساحر اعظم سامری نے پھر ہاتھ کا اشارہ کیا اور شگول جن یکدم غائب ہو کر سامری کے سامنے آ کھڑا ہوا مگر اب بھی وہ چکر سے کھا رہا تھا۔ ایسا شاید کافی مقدار میں خون ضائع ہو جانے کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ سامری نے اس سے کہا۔

"جاؤ! جا کر اپنے تابوت میں لیٹ جاؤ۔ تمہیں ابھی آرام کی ضرورت ہے۔" شگول جن نے جھومتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں آقا نہیں! آپ مجھے اسی جگہ واپس بھیج دیں۔ ناکامیاں شگول کا مقدر نہیں ہیں۔ میں زرتاش کو ضرور لے کر آؤں گا" مگر سامری نے کہا۔

"تم جاؤ میں تمہیں کئی اور شکتیاں بخش کر ان کے مقابلے کے لئے بھیجوں گا۔ پھر تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکے گا۔"

یہ سن کر شگول گرتا پڑتا سامری کے تابوت کے سامنے والی سرنگ میں داخل ہو گیا اور اپنے کمرے میں جا کر تابوت میں لیٹ گیا اس کی خرخراہٹ بھری سانسیں اب بھی جاری تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے کسی ہاتھی کو ذبح کر دیا گیا ہو اور اس کے حلق سے خرخراہٹیں نکل رہی ہوں۔ اس کے لیٹتے ہی سامری بھی وہاں پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہی شگول کی چلتی ہوئی سانسیں رک گئیں۔ پھر سامری نے اپنی جیب سے ایک سیاہ چاقو نکالا اور شگول کے دل کے مقام پر ایک بڑا سوراخ کر دیا پھر اس نے ہاتھ فضا میں بلند کیا تو فوراً ہی اس کے ہاتھ میں ایک شیشے کا مرتبان آ گیا جس میں پیپ جیسا سیال مادہ بھرا ہوا تھا اس نے مرتبان کا ڈھکن اٹھایا تو کمرے میں کافور کی بو پھیل گئی یہ شاید ویسا ہی خون تھا جیسا شگول کے جسم سے نکلا تھا۔

سامری نے وہ سارا سیال مادہ شگول کے دل کے مقام پر کیے گئے سوراخ میں انڈیل دیا اور پھر اس سوراخ پر ہاتھ رکھ کر کوئی منتر پڑھا اس کا سوراخ فوراً ہی بند ہو گیا اور شگول کی سانسیں پھر سے چل پڑیں۔ شگول جن کی سانسیں اب بھی چل رہی تھیں مگر وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔ سامری نے اس کے جسم کو کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح دیکھنا شروع کر دی اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بڑبڑایا۔

"اوہ یہ تو برا ہوا اس کے جسم کے بیرونی زخم تو میں نے بھر دیئے مگر اندرونی طور پر سوراخ اب بھی موجود ہیں جو اس کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ پھر یکدم شگول کے منہ، کان، آنکھوں اور

ناک سے خون کسی فوارے کی طرح ابل پڑا اور سارے کمرے میں کافور اور پیپ کی ناگوار بو پھیل گئی اس کے جسم سے خون ابلتے دیکھ کر سامری کے ماتھے پر پریشانی کی لکیریں اور گہری ہو گئیں مگر چند ہی لمحے بعد وہ مسکرا اٹھا جس سے اس کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ سامری نے کوئی عمل پڑھنا شروع کر دیا اس کے عمل شروع کرتے ہی خون ابلنا بند ہو گیا اور شگول کے جسم سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس دھوئیں نے آگ کی شکل اختیار کر لی اب وہ آگ شگول کی شکل اختیار کر چکی تھی اور اب آگ سے بنا شعلے اگلتا ایک اور شگول سامری کے سامنے کھڑا تھا اسے دیکھ کر سامری نے کہا۔

شگول کی شکتیو! شگول کا جسم ختم ہو چکا ہے اور اب وہ اس قابل نہیں رہا کہ تمہیں پناہ دے سکے میں تمہیں ایک اور جسم عطا کر رہا ہوں جاؤ اس میں داخل ہو جاؤ اور ہر ممکن اس کی مدد کرو اس کا نام آتمال ہے اور وہ ایک بدروح راگا بن ملیان کا بیٹا ہے۔ تمہارے ملاپ سے اس کی طاقتیں دوگنا بڑھ جائیں گی اس کا جسم مٹی کا ہے مگر اس کا من بدروحوں جیسا ہے۔ تمہارے ملاپ سے وہ ناقابل تسخیر بن جائے گا اور اس کے اور اپنی شکتیوں سے تم اپنے اور میرے ہر دشمن کو تہس نہس کر سکو گے۔

میں تمہیں اس کے گھر پہنچا دیتا ہوں جاؤ سامری اور کالی شکتیوں کی ہر شکتی تمہارے ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر ساحر اعظم سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دوسرے ہی لمحے وہ آتشی شگول، انسپکٹر قادری کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔

اب تابوت میں صرف راکھ کا ڈھیر نظر رہا تھا۔ سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے کمرے کی دیوار روشن ہو گئی جس پر آتشی شگول آتمال کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

اس وقت زرتاش اور انسپکٹر قادری گھر پر نہیں تھے اور دروازہ بند تھا مگر آتشی شگول کے ہاتھ لگاتے ہی دروازہ جل اٹھا اور آتشی شگول اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی آتمال پنجرے میں بے سدھ پڑا تھا۔ شاید خوراک نہ ملنے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری تھی اس نے نیم وا آنکھوں سے

آتشی شگول کی طرف دیکھا اور ایک چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔

آتشی شگول کے جسم کی حرارت بڑھتی جا رہی تھی اور کمرے میں موجود بیڈ کو آگ لگ چکی تھی آہستہ آہستہ آگ اس میز تک بھی پہنچ گئی تھی جس پر آتمال کا پنجرہ رکھا تھا۔ آگ کی گرمی اتنی بڑھ چکی تھی کہ آتمال کا چاندی کا پنجرہ پگھلنا شروع ہو گیا تھا۔ پنجرے کے پگھلتے ہی آتمال کو اپنے جسم میں آگ سی لگی ہوئی محسوس ہوئی وہ ایک چیخ مار کر پنجرے سے نکل بھاگا مگر اس کے بھاگتے ہی آتشی شگول نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

آتمال دروازے کے قریب گر کر بے ہوش ہو گیا مگر آتشی شگول آگ کی لہروں کی شکل میں اس کی ناک کے ذریعے اس میں سما گیا۔

حیرت انگیز طور پر نہ تو آتشی شگول سے آتمال کو آگ لگی تھی اور نہ ہی کہیں سے اس کا جسم جلا تھا۔ آتشی شگول کے آتمال میں داخل ہوتے ہی آتمال نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر دروازے سے باہر صحن میں آ گیا۔

کمرے میں آگ بھڑک اٹھی تھی دروازہ تو کب کا جل کر گر چکا تھا۔ آتمال نے مڑ کر کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کوٹھی کا بیرونی گیٹ پھلانگ کر باہر آ گیا۔

آتمال کی عمر تو کافی کم تھی مگر وہ اس وقت بیس بائیس سال کا نوجوان نظر آتا تھا اور اس کی خوش شکل دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی خونی درندہ ہے جو کئی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔

آتمال کوٹھی سے نکل کر ایک طرف کو چل پڑا اس کے جسم پر کپڑے نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ رات کا وقت تھا اس لیے وہاں کوئی نہیں تھا ورنہ اتنی رات گئے ایک برہنہ نوجوان کو دیکھ کر لوگ یا تو اسے دیوانہ قرار دیتے یا پھر کوئی جن' بھوت سمجھ کر خوفزدہ ہو جاتے۔

کچھ دور چل کر وہ ایک اور کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ایک بڑے سے بلڈاگ نے اس کا استقبال کیا اور اس پر جھپٹ پڑا مگر آتمال نے اس کو کسی بچے کی طرح دبوچ کر گردن مروڑ دی اور اس کا خون پینے لگا اس کا خون پی کر اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک بڑھ گئی اس کے بعد آتمال نے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا کوٹھی میں اور کوئی نہیں تھا شاید گھر والے کہیں گئے ہوئے تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ آج کتے کا خون پیتے ہوئے نہ تو آتمال کی ہیئت بدلی تھی

اور نہ ہی اس کے جسم پر بال نکلے تھے شاید ایسا شگول کی شکتیوں کی وجہ سے ہوا تھا جو اس کے جسم میں سما گئی تھیں۔ اس کا چہرہ ویسے ہی معصوم لگ رہا تھا اور اس کا دماغ بھی عام انسانوں کی طرح کام کر رہا تھا۔

اس نے ایک کمرے میں الماری سے کپڑے نکالے اور غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ پینٹ شرٹ شاید کسی نوجوان لڑکے ہی کی تھی جو آتمال کے جسم پر پوری تھی۔

جب وہ اشنان کر کے کپڑے بدل کر نکلا تو ایک خوبصورت نوجوان کے روپ میں تھا۔ آج پہلی بار وہ نہایا تھا ورنہ اس سے پہلے تو وہ اشنان نہیں کرتا تھا اور آج اسے دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ وہ کافی خوبصورت اور سمارٹ شخصیت کا مالک ہے۔

اس نے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سراپے پر نظر ڈالی اور مسکرا کر خود ہی بول اٹھا۔

انسپکٹر قادری اب آتمال تیرے بس کا روگ نہیں رہا تو نے مجھ پر بڑے بڑے ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں تجھے اپنے کئے گئے ایک ایک ظلم کا حساب دینا پڑے گا اب آتمال تیرے لئے موت کا سندیس بن جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے مسکرا کر ایک بار پھر اپنے سراپے پر نظر ڈالی اور اس کوٹھی سے باہر نکل کر ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

شگول جن کے غائب ہوتے ہی زرتاش نے کلمہ طیبہ والا لاکٹ اٹھا کر واپس گلے میں ڈال لیا اور پھر انسپکٹر قادری کو اٹھا کر جیپ میں ڈالا اور ایک سپاہی سے کہا۔

''انہیں جلدی ہسپتال لے چلو۔''

سپاہی نے انسپکٹر قادری کو زخمی حالت میں دیکھتے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور دوسرے ہی لمحے جیپ بیک کر کے ایک گلی میں داخل کی اور پھر جیپ موڑ کر گلی میں سے ایک دوسری گلی میں ڈال دی اور جیپ ہوا سے باتیں کرنے لگی کچھ ہی دیر بعد وہ جیپ بڑی سڑک پر لے آیا کیونکہ وہاں ٹریفک جام تھا اور گلی سے آنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ اسی لئے وہ گلی سے آیا تھا۔

زرتاش بھی پچھلی سیٹ پر انسپکٹر قادری کے پاس ہی بیٹھی تھی اور انسپکٹر قادری کا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے تھی اور اس کی اکھڑتی سانسوں کو دیکھ دیکھ کر اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا وہ بار بار بے

چینی سے پہلو بدل رہی تھی اور سپاہی کو جیپ اور تیز چلانے کے لئے کہہ رہی تھی۔ سپاہی بھی جیپ ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ بھگوان داس ہسپتال جا پہنچے کیونکہ سرکاری ہسپتال کافی دور تھا اور اس طرف ویسے بھی روڈ بلاک تھا۔

اس وقت ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر وجے شرما کسی کام سے ایمرجنسی وارڈ میں ہی موجود تھے۔ انسپکٹر قادری کو زخمی دیکھ کر انہوں نے فوراً انہیں آکسیجن لگائی کیونکہ انسپکٹر قادری کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں سانس بحال ہوتے ہی انہوں نے انسپکٹر قادری کی مرہم پٹی کرائی اور پھر ان کا معائنہ کرنے کے بعد زرتاش اور اس سپاہی کو بتایا کہ اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے انہیں کچھ ہی دیر بعد ہوش آ جائے گا کوئی گہری چوٹ نہیں لگی ہے صرف گردن کے مسلز پر دباؤ کی وجہ سے سانس میں رکاوٹ تھی وہ بحال ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر وجے شرما سے انسپکٹر قادری کی خیریت کا پتہ چلتے ہی زرتاش نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس سپاہی سے کہا۔

”اب آپ واپس جا سکتے ہیں میں ان کے پاس ہی رکوں گی آپ کی بڑی مہربانی ہے۔“

اس میں مہربانی کی کوئی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا یہ میرے افسر ہیں اور میں ان ہی کے تھانے میں تعینات ہوں یہ کہہ کر وہ کانسٹیبل چلا گیا اور زرتاش‘ انسپکٹر قادری کے سرہانے بیٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔

ارجن اور شنکر سومناتی سو کر اٹھے تو کافی دن چڑھ چکا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے اخبار منگوایا تاکہ رات کے واقعے کے متعلق جان سکیں اخبار میں شگول کے متعلق کافی تفصیلات چھپی تھیں مگر یہ کوئی بھی تحریر نہ کر سکا کہ وہ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ اور کہاں چلا گیا؟

تقریباً سب اخباروں نے اسے دیوتاؤں کی ناراضگی ظاہر کیا تھا مگر حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ پھر شنکر سومناتی نے نیچے ہال میں جا کر کھنڈر راؤ کے گھر ٹیلی فون کیا۔ کھنڈر راؤ کا نوکر مر چکا تھا شنکر سومناتی کی آواز سنتے ہی کھنڈر راؤ نے کہا۔

”تم اپنا پتہ بتاؤ سب کام ہو چکا ہے تمہیں آج دوپہر تین بجے کی فلائٹ سے مسقط جانا ہے یہاں آنے کی ضرورت نہیں میں تمہارے پاسپورٹ اور متعلقہ کاغذات وہیں بھیج دیتا ہوں۔“

شنکر سومناتی نے کہا۔

”میں وہیں آ کر کاغذات لے جاتا ہوں کیونکہ ہمارا سامان بھی تہہ خانے میں ہی پڑا ہے۔“

”میں تمہارا سامان بھی بھجوا دوں گا یہاں پر پولیس موجود ہے اور وہ تمہاری تلاش میں ہے۔ میرا نوکر مر چکا ہے اور اس عفریت کو تمہارا ساتھی سمجھ کر پولیس والے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔“

شنکر سومناتی نے اسے ہوٹل سیروز کا پتہ بتایا اور کہا۔ تمام سامان اور کاغذات بھیج دیں اب ہم ویسے بھی اس ملک سے جانا چاہتے ہیں پھر وہ فون بند کر کے واپس کمرے میں آ گیا۔ پھر انہوں نے ناشتہ منگوایا اور کمرے میں ہی ناشتہ کرنے لگے۔ ابھی وہ ناشتہ کر ہی رہے تھے کہ ایک آدمی ان کا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا۔ دوپہر تک وہ دونوں اپنے کمرے میں ہی رہے اور دوپہر کا کھانا کھا کر وہ دو بجے ہوٹل سے نکل کر ٹیکسی کے ذریعے ایئرپورٹ پہنچ گئے اور پھر تین بجے کی فلائٹ سے مسقط روانہ ہو گئے اب ان کو کچھ سکون ملا۔

ایئرپورٹ سے نکل کر ارجن اور شنکر سومناتی ایک ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھے۔ ان دونوں کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ ٹیکسی ڈرائیور ادب سے آگے بڑھا اور ان سے مصافحہ کرنے کے بعد پوچھا۔ پاکستان ولا ہندی؟ (پاکستانی یا بھارتی؟)

شنکر سومناتی اور ارجن عربی زبان سے ناواقف تھے مگر شنکر سومناتی کچھ کچھ مفہوم سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں جواب دیا۔

”ہندی......“

”طیب! من راہ......“ (کہاں جانا ہے)

”سامری کے قلعے پر“

”من سامری؟“ (کون سا سامری؟)

”جادوگروں کا شہنشاہ سامری!“

”آئی وا! ھوا ساحر سامری۔ ولا بعید...... (اچھا وہ سامری‘ وہ تو بہت دور ہے) ثلاثہ میاہ ریال......“ (تین سو ریال کرایہ لوں گا۔)

”ٹھیک ہے۔“ کہتے ہوئے وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور ابو خاطر نے ٹیکسی

ایئرپورٹ کی حدود سے نکال کر وادی دکم کی طرف بڑھا دی۔ جدھر سامری کا قلعہ تھا۔

ارجن ابھی تک خاموش تھا وہ تو جلد سے جلد سامری تک پہنچنے کے خواب دیکھ رہا تھا اسے چپ دیکھ کر شنکر سومناتی نے پوچھا۔

''ارجن کیا سوچ رہے ہو؟''

ارجن نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

''کچھ نہیں یار بس استاد سامری کے متعلق ہی سوچ رہا تھا کہ اس سے ملاقات ہو بھی سکے گی یا نہیں؟''

''چنتا نہ کرو اب میں تمہارے ساتھ ہوں تمہاری ملاقات کرا کے ہی چھوڑوں گا۔'' پھر اس نے ٹیکسی ڈرائیور ابو خاطر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''یہ سامری کا قلعہ کس جگہ پر ہے؟''

''من المسقط حوالی اربعہ میتر کلو بعید'' (مسقط سے تقریباً ۴۰۰ کلومیٹر دور) اس قسم کی اور دوسری بہت سی باتیں کرتے ہوئے جب وہ وادی دکم میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ قلعے کے قریب پہنچتے ہی ابو خاطر نے انہیں بتایا کہ وہ سامنے پہاڑی پر قلعہ ہے پھر اس نے ٹیکسی ایک طرف روک دی۔

شنکر سومناتی نے ابو خاطر سے کہا کہ کچھ اور قریب کر کے اتار دے لیکن ابو خاطر نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔

''لعنۃ الکاذبین' ساحر وجدد (اللہ کی لعنت ہو جھوٹے جادوگروں پر)

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ٹیکسی کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور کسی ان دیکھی بلاء نے ابو خاطر کو کھینچ کر باہر نکالا اور سڑک پر دے مارا۔

یہ دیکھ کر ارجن اور شنکر سومناتی فوراً ٹیکسی سے باہر نکل کر اس کی طرف لپکے مگر اس کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور اس کا دماغ باہر نکل آیا تھا۔

شنکر سومناتی نے فوراً اندھیرے میں دیکھنے کا منتر پڑھا اب ہر چیز اسے واضح دکھائی دے رہی تھی۔ ارجن تو ویسے ہی اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔

انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا سامنے ہی ایک بدروح کھڑی چڑا دینے والے انداز میں مسکرا

رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر ارجن نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میرا نام خناش ہے۔ میں آقا سامری کی غلام ہوں اس نے آقا سامری کو گالی دی تھی اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔''

''اس وقت استاد سامری کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''تم اس سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟''

''میں ان کا شاگرد ہوں اور بڑی دور سے آیا ہوں میرا نام ارجن ہے۔''

''آقا تو اس وقت شراب و شباب کی محفل میں بیٹھے ہیں ایسے میں وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے۔''

شنکر سومناتی نے پہلی بار اس بدروح خناش سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''تم جا کر سامری سے کہو ارجن اور شنکر سومناتی تم سے ملنے آ رہے ہیں۔'' خناش نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔''

شنکر سومناتی اور ارجن وادی دکم کے سرد پانی میں سے گزرتے ہوئے پہاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔

☆......☆......☆

ہوش میں آتے ہی انسپکٹر قادری نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور ڈاکٹر سے اجازت لے کر وہ زرتاش کے ساتھ اپنی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

جیپ ان کے پاس ہی تھی کیونکہ سپاہی ان کی جیپ وہیں چھوڑ گیا تھا۔

کوٹھی کے سامنے پہنچتے ہی ان کے دل اچھل کر حلق میں آ گئے ان کی کوٹھی میں آگ لگی ہوئی تھی جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ آگ بجھانے والے محکمے کے کارکن پوری تندہی سے آگ بجھانے میں مصروف تھے مگر آگ کسی طرح سے بجھتی نظر نہ آتی تھی۔ پولیس بھی موقع پر موجود تھی لوگ بھی کافی تعداد میں جمع تھے حالانکہ ابھی صبح ہوئی ہی تھی۔

انسپکٹر قادری نے جیپ ایک طرف روکی اور دوڑتا ہوا ایک سپاہی کی طرف بڑھا اور پوچھا۔

''یہ آگ کس نے لگائی ہے؟''

"سر یہ آگ تو رات کی لگی ہوئی ہے اور ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ آگ کس نے لگائی یا کیسے لگی......؟"

انسپکٹر قادری بے بسی سے ہاتھ مل رہا تھا اسے سب سے زیادہ دکھ آتمال اور اپنے اس صندوق کے جلنے کا تھا جس میں وہ اپنی طلسمی اشیاء رکھتا تھا۔

یہی صندوق اس کی زندگی بھر کی ریاضتوں کا پھل تھا اور وہ سب سامان سمیت جل گیا تھا۔

آتمال کے متعلق اس کے دل میں ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید آگ اسی کی وجہ سے لگی ہو اور وہ نکل بھاگا ہو مگر یہ ایک خیال تھا حقیقت کیا تھی یہ تو اسے بھی معلوم نہ تھا۔ پھر وہ اداس ہو کر واپس جیپ کی طرف چل پڑا۔ زرتاش اس کے ساتھ ساتھ تھی۔

اب وہ تھانہ بلی ماراں کی طرف جا رہے تھے۔ کیونکہ اب کوٹھی تو جل چکی تھی اور فی الحال رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ راستے میں انسپکٹر قادری نے زرتاش سے پوچھا۔

"اس لمبے عفریت کا کیا بنا؟ وہ کون تھا؟"

زرتاش نے اسے بتایا کہ وہ سامری کا ہی ایک کارندہ تھا اسے سامری نے واپس بلا لیا ہے کیونکہ گلے والے لاکٹ سے جلنے کے بعد وہ غائب ہو گیا تھا۔

"میرا خیال ہے اس سامری کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے مجھے ایک بار پھر سامری کے قلعے میں جانا پڑے گا۔"

"آپ کو کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی۔ آخر ہندوستان میں اور بھی تو لوگ ہیں جن میں بڑے بڑے جادوگر بھی شامل ہیں جو یقیناً اس عفریت کی اصلیت سے واقف ہوں گے۔"

انسپکٹر قادری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کبھی جادوگر بھی کسی کے دوست ہوئے ہیں یہ تو صرف لوگوں کو لوٹنا اور ان کے جذبات سے کھیلنا جانتے ہیں۔ رحم نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہوتی۔ میں اپنے ملک کے بے گناہ شہریوں کو اس طرح مرتے نہیں دیکھ سکتا میں سامری کو بتا دوں گا کہ بدی کی طاقتیں کبھی بھی نیکی کی طاقتوں پر فتح حاصل نہیں کر سکتیں۔"

"تم بھی تو جادوگر ہو! تم تو اتنے رحم دل ہو کہ دوسروں کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہو۔"

زرتاش کے منہ سے اپنے لئے جادوگر کا لفظ سن کر انسپکٹر قادری کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کہنے لگا۔

"تم سے یہ کس نے کہا کہ میں جادوگر ہوں؟"

"تم بھی تو عملیات کرتے ہو۔"

"میں نوری عملیات کرتا ہوں میرے پاس روحانی طاقت ہے جادوگر تو اس کو کہتے ہیں جو سفلی عملیات کرے اور بدی کی شکتیوں کا پیروکار ہو۔"

"کیا تم اور پولیس والوں کو بھی ساتھ لے جاؤ گے؟"

"نہیں میں وہاں اکیلا ہی جاؤں گا۔ اگر میں سرکار سے اس کام کی اجازت مانگوں گا تو فران بالا مجھے پاگل سمجھیں گے اور مجھے مسقط کی بجائے پاگل خانے بھجوا دیں گے۔"

"تم ان سے بات کرو انہیں سمجھاؤ کیونکہ اکیلا جانا تمہارے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

انسپکٹر قادری نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور جیپ تھانے کی گلی میں موڑتے ہوئے کہا۔

"میری باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا اس۔ لئے میں چھٹی لے کر اکیلا ہی وہاں جاؤں گا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی ورنہ تم بھی نہیں جاؤ گے۔" زرتاش نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر قادری نے جیپ تھانے کے احاطے میں روکتے ہوئے پیار سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہارا پاسپورٹ بنوا لیتا ہوں اور کچھ ضروری تیاریوں کے بعد ہم مسقط روانہ ہو جائیں گے۔" پھر وہ دونوں جیپ سے اتر کر کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

☆......☆......☆

سامری اپنے قلعے میں بیٹھا ناچ گانے کی محفل سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ شلراگ بھی اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ ایسے میں وہی بدروح خناش اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور تھرکتے جسم ساکت ہو گئے۔

''آقا ایک بدروح اور ایک جادوگر آپ سے ملنے آئے ہیں؟''

''تم نے انہیں روکا کیوں نہیں؟''

''آقا وہ کہتا ہے کہ میں آقا سامری کا شاگرد ہوں میں نے اسی لئے نہیں روکا کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔'' اور سامری نے غصے میں کہا۔

''اچھا دفع ہو جا! میں ان کا پربنت کرتا ہوں آج یہ بچ کر نہیں جائیں گے۔''

پھر سامری نے جیب سے ایک چھوٹا سا گڈا نکالا اور اپنے سامنے پھینک دیا۔ وہ گڈا دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہیبت ناک جن میں تبدیل ہو گیا اور جھک کر پوچھنے لگا

''کیا حکم ہے میرے آقا؟''

سامری نے کہا۔

''ایک جادوگر شنکر اور ایک بدروح راگا بن ملیان ہم سے ٹکرانے آئے ہیں۔ ان کو نیست و نابود کر دو۔''

''آقا تیرے دشمنوں کی یہ آخری رات ہو گی۔ ان کی آنکھیں صبح کا سورج نہیں دیکھ سکیں گی۔'' یہ کہہ کر وہ قلعے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور سامری نے رقص کی محفل دوبارہ سے شروع کرنے کا اشارہ کر دیا۔ قوی ہیکل جن پہاڑی پر سے آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا اور شنکر سومناتی، ارجن کے ساتھ اوپر کی طرف چڑھ رہا تھا۔ جن کے بھاری بھرکم پاؤں کے دباؤ سے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے لڑھکتے جا رہے تھے۔ جب پتھر ارجن اور شنکر سومناتی کے قریب پہنچے تو انہوں نے بیک وقت اوپر کی جانب دیکھا اور جن کا انکشاف پا کر وہ دونوں ایک ابھری ہوئی چٹان کے عقب میں کھڑے ہو گئے ارجن نے گھبرا کر پوچھا۔

''اب کیا ہو گا؟ یہ جن شاید ہماری ہی تلاش میں آ رہا ہے''

''چنتا مت کرو آج میں یدھ کی پوری تیاری کر کے آیا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک لوہے کا گول سکے جیسا ٹکڑا نکال لیا اور اس پر کچھ پڑھ کر اوپر کی طرف اچھال دیا۔ وہ لوہے کا ٹکڑا اڑتا ہوا گیا اور اس جن کے جسم میں داخل ہو گیا اس جن نے ایک دلدوز چیخ ماری اور لڑھکتا ہوا پہاڑی سے نیچے آ گرا۔ نیچے وادی دکم کے پانی میں گرتے ہی اس کے جسم میں آگ لگ گئی اور وہ پانی میں ہی اچھل کود کرنے لگا۔ اس کے حلق سے فلک شگاف چیخیں بلند ہو رہی

ہیں پانی میں گرنے کے باوجود اس کے جسم میں لگی آگ اسے سوکھی لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ چھ ہی دیر میں اس کی چیخیں معدوم ہو گئیں اور وہ راکھ بن کر وادی کے پانی میں بہہ گیا۔ یہ دیکھ کر جن کا چہرہ خوشی کے مارے کھل اٹھا اور اس نے کہا۔

''یار شنکر تم واقعی بہت بڑے جادوگر ہو۔''

شنکر سومناتی نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''ابھی تو تم نے میری طاقت دیکھی ہی نہیں۔ سامری سے ٹکر ہو گی تو پتہ چلے گا کہ ہم کتنے نی میں ہیں اور سامری میں کتنی شکتی ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے ارجن کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''آؤ چلیں! سامری ابھی اپنے قلعے میں ہی موجود ہو گا۔''

اور پھر وہ دونوں تیزی کے ساتھ پہاڑی پر چڑھنے لگے۔

☆......☆......☆

آتمال آہستہ آہستہ چلتا ہوا بلی ماراں کے علاقے میں داخل ہو چکا تھا۔ اب صبح ہو چکی تھی ر کافی دن نکل آیا تھا وہ چلتا ہوا ایک دکان کے سامنے رک گیا۔ یہ سمیر پراپرٹی ڈیلر کا دفتر تھا۔ تمال دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور سامنے ہی کرسی پر بیٹھے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں اس علاقے میں ایک گھر خریدنا چاہتا ہوں اور اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔''

''بیٹھئے میں آپ کو جو مکان برائے فروخت ہیں ان کی لسٹ دکھاتا ہوں۔ آپ لسٹ دیکھیے ں اتنی دیر میں سمیر صاحب کو بلا لاتا ہوں وہ اس دکان کے پیچھے ہی رہتے ہیں۔''

وہ شاید سمیر کا نوکر تھا پھر اس نے ایک لسٹ اٹھا کر آتمال کو پکڑا دی اور خود سمیر کو بلانے چلا گیا۔ آتمال لسٹ کو اس طرح پڑھ رہا تھا جیسے وہ کوئی پڑھا لکھا باشعور نوجوان ہے شاید ایسا شگول ا شکتیوں کی وجہ سے تھا ورنہ آتمال کی نہ تو اتنی عمر تھی اور نہ ہی اسے سکول کا منہ دیکھنا نصیب ہوا ا وہ تو جب سے پیدا ہوا تھا مصیبتوں میں گرفتار تھا۔

لسٹ پڑھتے پڑھتے اچانک اس کی نظر ایک جگہ رک گئی۔ لکھا تھا۔

''مشہور بدمعاش گلو دادا کا گھر اور اس سے ملحق اس کا شراب اور جوئے کا اڈا برائے روخت ہے۔''

یہ پڑھتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑا اور دفتر میں ایک لحیم شحیم آدمی کو داخل ہوتے دیکھ کر بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"کیا گلو دادا کا گھر بھی برائے فروخت ہے؟"

دفتر میں داخل ہونے والا اس دفتر کا مالک سمیر ہی تھا۔ اس کے پیچھے اس کا ملازم تھا۔

سمیر نے آتمال کے سراپے پر ایک نظر ڈالی اور اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تو کیا تم وہ گھر خریدنا چاہتے ہو؟"

"ہاں! میں وہ گھر ضرور خریدوں گا۔"

سمیر اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہا اس کی قیمت دس لاکھ روپے ہے اور اتنی تمہاری ع نہیں ہے کہ تم نے کبھی دس لاکھ دیکھے بھی ہوں۔

یہ سن کر آتمال نے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ہزار ہزار کے نوٹوں کی گڈی اس کی میز پر رکھ دی اور کہا۔

"یہ ایڈوانس دیکھ کر آپ کو وشواس ہو گیا ہوگا کہ میں واقعی اس مکان کو خریدنا چاہتا ہوں مگر آپ یہ بتائیں کہ گلو دادا اپنا مکان کیوں فروخت کر رہا ہے؟"

"گلو دادا تو قتل ہو چکا ہے اور اس کی پتنی بھی پرلوک سدھار چکی ہے اس کا مکان اور اڈا اب ایک مندر کی ملکیت میں ہے اس کو فروخت کر کے مندر کی توسیع و مرمت کا کام کیا جائے گا۔"

یہ سن کر آتمال کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے پوچھا۔

"اسے کس نے قتل کر دیا؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے مگر تم یہ بتاؤ اتنی کم عمری میں اتنی دولت تمہارے پاس کہاں سے آ گئی جو دس لاکھ کا مکان خرید رہے ہو؟"

"میرے پتا جی بھی پرلوک سدھار گئے ہیں اب ان کی دولت کا میں اکیلا ہی وارث ہوں ویسے تو میری اپنی کوٹھی موجود ہے مگر میں بلی ماراں کے علاقے میں رہنا چاہتا ہوں۔"

سمیر نے نوٹوں کی گڈی اٹھا کر دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔ آیئے میں آپ کو گلو دادا کا گھر اور اڈا دکھا دوں۔"

"وہ سب میں نے دیکھا ہوا ہے آپ یہ بتایئے کہ مجھے اس مکان کا قبضہ کب ملے گا؟"

"جب آپ پوری رقم ادا کر دیں گے تو میں مندر کے بڑے پجاری کو بلوا کر آپ کو قبضہ دلوا ں گا اور رجسٹری بھی کرا دوں گا۔"

"میں ایک گھنٹے تک بقایا رقم لے کر آتا ہوں آپ بڑے پجاری کو بلوا لیں میں آج ہی اس قبضہ لینا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جناب آپ رقم لے آیئے میں پجاری جی کو بلوا لیتا ہوں مگر کچھ ہمارا کمیشن بھی نے گا۔ مہربانی کر کے وہ بھی ادا کر دیجئے گا۔"

آتمال نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ چنتا مت کیجئے میرا کام کرایئے۔ کمیشن کے علاوہ میں آپ کو انعام بھی دوں گا۔"

یہ سن کر سمیر پراپرٹی والے کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ آتمال کو کوئی سرپھرا نوجوان سمجھ رہا تھا ے پراپرٹی خریدنے کی بھی عقل نہیں تھی۔

آتمال نے سمیر پراپرٹی ڈیلر کے دفتر سے نکل کر ایک ہوٹل کا رخ کیا اب اسے بھوک لگی ئی تھی اور وہ کھانا کھانا چاہتا تھا اس نے ہوٹل میں ایک میز پر بیٹھتے ہی آرڈر دے دیا۔ کچھ ہی دیر وہ کسی عام انسان کی طرح کھانا کھا رہا تھا۔ اب نہ تو اسے خون کی پیاس تھی اور نہ ہی تازہ شت کی۔ شاید یہ سب شگول کی شکتیوں کی بدولت تھا کہ وہ انسان لگ رہا تھا اور نہ آج سے پہلے ں نے کبھی روٹی نہ کھائی تھی۔ روٹی کھاتے ہوئے اس نے سوچا یہ تو بڑی مزے دار چیز ہے۔ تو آج تک ویسے ہی لوگوں کو مارتا رہا۔ ان بے گناہ لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہے میں آج کے انسانوں کی طرح رہوں گا اور کسی انسان کا خون نہ پیوں گا۔

☆......☆......☆

کچھ ہی دیر بعد شنکر سومناتی اور ارجن قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے اور پھر وہ تیزی کے ھ چلتے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے۔

ان کو دیکھتے ہی سامری ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور رقص کی محفل رک گئی۔ رقاصائیں اور ندے پتھر کے بتوں میں تبدیل ہو گئے۔ سامری نے ارجن کی طرف غور سے دیکھا اور ہا۔

"کیا بات ہے راگا بن ملیان، جب شلراگ نے تمہیں کہا تھا کہ میں ابھی تم سے نہیں ملنا

چاہتا تو پھر تم کیوں آئے ہو؟"

ارجن نے جواب دیا۔

"آقا میں تو آپ کا ادھورا کام پورا کرنا چاہتا ہوں میں تو آپ کے ساتھ مل کر دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر میں اب ایسا نہیں کرنا چاہتا میں اپنی دنیا میں خوش ہوں اس لیے تم بھی یہ سپنا دیکھنا چھوڑ دو۔"

"آقا اگر آپ دنیا پر حکومت نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر مجھے آپ نے سات ہزار بدروحوں کی شکتی کیوں دی تھی؟ مجھے آپ نے اتنی صدیوں تک کیوں بند رکھا؟" سامری نے قہقہہ لگایا اور کہا۔

"راگا اس وقت میں واقعی دنیا پر حکومت کرنا چاہتا تھا مگر مجھ سے عمل میں کچھ غلطی ہو گئی تھی اس لئے تم صدیوں تک سوتے رہے۔ تمہاری آتما کو شکتی تو میں نے دے دی تھی مگر اسے جگانا اسی لیے تم صدیوں سوتے رہے اور اب اٹھے ہو۔"

"آقا جب میں صدیوں کی نیند سو گیا تھا تو میرا جسم آپ نے حنوط کرا کے محفوظ کر لیا ہو گا مجھے میرا جسم واپس کر دو۔"

"راگا میں نے تمہارا جسم حنوط کرا لیا تھا مگر حنوط کرنے والے کی غلطی سے وہ دو صدیوں بعد ہی گلنا شروع ہو گیا تھا اس لئے میں نے مجبوراً تمہارے جسم کو دفن کر دیا تھا اب تو وہ مٹی ہو چکا ہو گا اور اسی لئے میں تم سے ملنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں تمہارے سامنے آنے سے شرمندگی محسوس کرتا تھا مگر اب تم آ ہی گئے ہو تو میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اب بہتر یہی ہے کہ تم اسی جسم میں رہو اور میرے ساتھ کام کرو میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گا۔"

سامری کی بات سن کر ارجن نے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا کہ اس سے مشورہ کرے مگر شنکر سومناتی کا چہرہ جذبات سے عاری تھا اس نے ارجن کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر پوچھا۔

"سامری سے تمہاری کیا بات ہوئی ہے مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا یہ کون سی زبان ہے؟"

ارجن نے خیال کیا کہ چلو اچھا ہی ہے کہ شنکر سومناتی کو ہماری بات سمجھ نہیں آئی اور اسے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ میں ہی راگا بن ملیان ہوں۔

"آقا سامری کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ مل جاؤ۔ راگا بن ملیان کا جسم تو ختم ہو چکا ہے۔"

"اس سے یہ پوچھو اس کی قبر کہاں ہے؟ میں اس کی لاش کو خود ہی زندہ کر لوں گا چاہے اس کی لاش مٹی بھی ہو گئی ہو۔"

شنکر سومناتی کی بات سن کر سامری نے خود ہی شنکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب تو مجھے وہ جگہ بھی یاد نہیں رہی جہاں راگا بن ملیان کی لاش دفن کی گئی تھی کیونکہ یہ صدیوں پہلے کی بات ہے اور اب تو وہاں شہر آباد ہو چکے ہیں۔"

شنکر سومناتی نے کہا۔

"مجھے تو اپنے جادو کے ذریعے پتہ چلا ہے کہ راگا بن ملیان کی لاش تمہارے پاس موجود ہے۔"

سامری نے حقارت بھری نظروں سے شنکر سومناتی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اگر تو اتنا بڑا جادوگر ہوتا تو راگا بن ملیان کی حقیقت سے بھی واقف ہوتا کہ راگا بن ملیان کون تھا؟ اس کی آتما کہاں ہے؟ مگر تم تو جادوگروں کے نام پر دھبہ ہو دو چار شکتیاں حاصل کر لینے سے آدمی جادوگر نہیں بن جاتا اس کے لیے تو جان کی بازی لگانا پڑتی ہے۔ میں مہان جادوگر ہوں اسی لئے کالی شکتیوں نے مجھے ساحر اعظم کا خطاب دیا ہے اور صدیاں گزر چکی ہیں مگر آج بھی سامری ساحر اعظم ہے آج تک کوئی بھی انسان سامری سے اس کا اعزاز نہیں چھین سکا۔"

شنکر سومناتی نے کہا۔

"مگر یہ حقیقت ہے کہ راگا بن ملیان کی لاش تمہارے پاس ہے اور تم اسے ہمارے حوالے نہیں کرنا چاہتے۔"

"اگر یہ بات ہے تو یہی سہی! تم میں اگر شکتی ہے تو مجھ سے راگا کی لاش حاصل کر لو۔"

"راگا کی لاش تو میں لے کر ہی جاؤں گا مگر اس سے پہلے تجھے تیری شکتی کا پتہ تو بتا دوں۔ آج تجھے بھی پتہ لگ جائے گا کہ تو کتنے پانی میں ہے آج تک تو نے جنوں اور بھوتوں سے ٹکر لی ہے کسی جادوگر سے نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے شنکر سومناتی نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور چشم زدن میں اس کے ہاتھوں کی انگلیوں میں سے تیر نکلے اور سامری کے جسم میں پیوست ہو گئے۔

سامری نے ایک دلدوز چیخ ماری اور اس کے چیخ مارتے ہی تیر غائب ہو گئے سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور آگ کا ایک گولہ اس کے ہاتھ سے نکل کر شنکر سومناتی سے ٹکرا گیا مگر اس سے ٹکراتے ہی آگ کا گولہ پانی بن گیا یہ دیکھتے ہی سامری نے ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ دستے والی تلوار آ گئی۔

شنکر سومناتی نے بھی اپنا ہاتھ بلند کیا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں بھی تلوار چمک رہی تھی۔

پھر وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے سامری کا قد شنکر سومناتی سے کافی لمبا تھا شنکر سومناتی نے کوئی منتر پڑھا اور اس کا قد بڑھ کر سامری کے برابر ہو گیا۔

اب دو جادوگر آمنے سامنے تھے ایک جادوگروں کا شہنشاہ ساحر اعظم سامری تھا اور دوسرا جادوگر شنکر سومناتی جو کبھی بمبئی میں دہشت کی علامت تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دونوں میں خونی مقابلہ شروع ہو گیا۔

شلراگ اور ارجن کھڑے بڑے انہاک سے ان کا مقابلہ دیکھ رہے تھے دونوں میں سے کوئی بھی ہارنے کو تیار نہیں تھا۔

ان دونوں کے جسموں پر جا بجا گھاؤ لگ چکے تھے جن میں سے خون رس رہا تھا۔ مگر وہ پھر بھی ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش میں تھے۔ اچانک سامری کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری اور سامری لڑکھڑا کر اپنے تخت پوش پر گر پڑا۔

اس سے پہلے کہ شنکر سومناتی آگے بڑھ کر اس پر تلوار کا وار کرتا ارجن اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا۔

”نہیں نہیں اسے مت مارو! اگر یہ مر گیا تو ہمیں راگا کی لاش کے بارے میں کون بتائے گا؟“

سامری اپنے تخت پوش پر گر چکا تھا اس تخت پوش کے ساتھ ہی شلراگ کھڑا تھا اس نے ارجن کو شنکر سومناتی سے لپٹے دیکھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا۔

شلراگ کے اشارہ کرتے ہی شنکر سومناتی اور ارجن کے ارد گرد لوہے کا جنگلہ بن گیا۔ جس میں وہ دونوں قید ہو گئے۔

☆......☆......☆

آتمال کھانا کھا کر ہوٹل میں کافی دیر بیٹھا رہا اس کے بعد اس نے کاؤنٹر پر بل ادا کیا اور پھر سمیر پراپرٹی ڈیلر کے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

سمیر اور مندر کے مہان پجاری جی اس کے منتظر تھے اس نے جاتے ہی ان دونوں کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور اپنی جیبوں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر پجاری جی کے سامنے رکھ دیں اور کہا۔

”پجاری جی یہ دس لاکھ روپے گن لیں اور اس مکان اور اڈے کی چابی مجھے دے دیں۔“

پجاری جی نے وہ رقم ایک تھیلے میں ڈال کر اپنے ساتھ آنے والے دوسرے دو آدمیوں کے حوالے کر دی اور آتمال کو چابیاں دیتے ہوئے کہا۔

”کل صبح آپ میرے ساتھ عدالت چلیں میں یہ مندر کے نام وقف کی گئی جائیداد آپ کے نام کرادوں گا۔“

”نہیں پجاری جی رقم میں نے آپ کو دے دی اس کی مجھے رسید لکھ دیں قبضہ میں ابھی جا کر لے لوں گا اور رجسٹری پھر کبھی کراؤں گا۔ جب مجھے رجسٹری کرانی ہو گی میں آپ کو بلوا لوں گا۔“

”بیٹا جیسے تمہاری اچھا! تم جب کہو گے میں یہ جائیداد تمہارے نام کرادوں گا۔“

پھر سمیر پراپرٹی ڈیلر نے اسے دس لاکھ وصولی کی رسید بنا کر دی تو آتمال نے کہا۔

”سمیر صاحب ایڈوانس دی گئی رقم آپ بطور کمیشن رکھ لیں اب میں چلتا ہوں جب ضرورت ہو گی آپ کو زحمت دینے آ جاؤں گا۔“

یہ سن کر سمیر کا چہرہ مارے خوشی کے سرخ ہو گیا وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی اسے ایک لاکھ روپے کمیشن بھی دے سکتا ہے۔ وہ آتمال کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا مگر وہ تو چابیاں اٹھا کر جا چکا تھا۔

آتمال نے جا کر گلو دادا کے گھر کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا اندر ہر طرف مٹی ہی مٹی اور جا بجا مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔

وہ سب سے پہلے اسی کمرے میں گیا جو اس کی ماتا روپا کا کمرہ تھا اور یہیں آتمال کا جنم ہوا تھا اس کمرے میں اب کوئی سامان نہیں تھا مگر اس کمرے کو دیکھ کر اسے بہت سکون ملا۔

مشہور ہے کہ بدروحیں اپنا مسکن آسانی سے نہیں چھوڑتیں اور یہی بات آج آتمال نے سچ

کر دکھائی تھی۔ آج اس نے اپنی جنم بھومی حاصل کر لی تھی ابھی وہ اس کمرے کو اداس اداس نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے صحن میں آہٹ سنائی دی۔ اس نے دیکھا اس کے سامنے قاسو کھڑا تھا آتمال نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ اس گھر کا تالا کس نے کھولا ہے کیونکہ اب تو یہ مندر کی ملکیت ہے میں گلو دادا کا ملازم ہوں۔"

"آج سے اس گھر اور اڈے کا مالک میں ہوں میں نے یہ جائیداد خرید لی ہے گلو دادا کے سابقہ تمام ملازموں کو بلواؤ اگر وہ کام کرنا چاہیں تو میں ان کو پہلے سے زیادہ تنخواہ دوں گا میں اس اڈے کو دوبارہ آباد کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جناب میں سب کو بلوا لیتا ہوں آپ چنتا مت کریں۔"

آتمال نے اپنی جیب سے ہزار ہزار کے تیس نئے نوٹ نکال کر اسے دیئے اور کہا۔

"یہاں کی صفائی کراؤ پہلے جیسا فرنیچر خریدو اور تین روز کے اندر اندر اس اڈے کو دوبارہ شروع کرنا ہے اگر رقم کم رہ جائے تو مجھے بتا دینا میں اور دے دوں گا۔"

"اڈے کے لئے شراب کا بندوبست کرو پرمٹ میں نے بنوا لیا ہے۔ اڈا شروع ہونے کا اخبار میں اشتہار دو تا کہ لوگوں کو پتہ لگ جائے کہ گلو دادا کا اڈا پھر سے شروع ہو گیا ہے۔"

قاسو نے خوشی خوشی نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"جناب آپ چنتا نہ کریں میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک طریقے سے کر لوں گا۔ پھر قاسو نے پوچھا۔"

"مالک آپ اپنا شبھ نام بھی بتا دیجئے تا کہ گلو دادا کے نام کی نیم پلیٹ اتار کر آپ کے نام کی نیم پلیٹ لگوا دوں۔ آتمال نے جواب دیا۔ اتفاق سے میرا نام بھی گلاب دیال عرف گلو ہے اس لیے نیم پلیٹ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے نیم پلیٹ وہی لگی رہنے دو اور آج کے بعد سب لوگ مجھے گلو دادا کے نام سے ہی پکاریں گے۔"

قاسو نے حیرت سے ایک نظر اس کے ڈیل ڈول پر ڈالی۔ وہ کسی طرف سے بھی بدمعاش نہیں لگتا تھا مگر قاسو تو اس کا ملازم تھا اس نے سوچا مجھے اس سے کیا کہ یہ نوجوان بدمعاش ہے یا

نہیں مجھے تو تنخواہ بھی ملے گی اور گئی نوکری پھر سے مل رہی ہے مجھے اور کیا چاہیے۔

"ٹھیک ہے دادا آج کے بعد وہی ہوگا جو آپ چاہیں گے میں آج ہی سے اس جگہ کی صفائی اور رنگ و روغن شروع کروا دیتا ہوں۔ بھگوان نے چاہا تو تیسرے دن آپ کا اڈا شروع ہو جائے گا۔"

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی اس لوہے کے پنجرے میں قید ہو چکے تھے۔ شنکر سومناتی کا قد بھی اپنی اصل حالت پر آ چکا تھا اور اس کی تلوار بھی غائب ہو چکی تھی۔

شنکر سومناتی نے کوئی منتر پڑھ کر اس لوہے کے جنگلے پر پھونکا مگر وہ اسی طرح قائم رہا۔ وہ لوہے کا جنگلا کسی بڑے پنجرے کی طرح تھا مگر اس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ وہ نیچے پتھریلی زمین میں گڑا ہوا تھا اور اس کی چھت بھی بند تھی نکلنے کا کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ شنکر سومناتی نے ایک بار پھر کوئی منتر پڑھ کر پھونکا مگر لوہے کا جنگلا ٹس سے مس نہ ہوا۔

شنکر سومناتی کو ناکام ہوتے دیکھ کر ارجن نے زور لگا کر جنگلے کو اکھاڑنا چاہا مگر اس کی شکتیوں نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔

ان دونوں کو بے بس دیکھ کر ساحر اعظم سامری نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور شلراگ کو شاباش دیتے ہوئے ان دونوں سے گویا ہوا۔

"اس پنجرے سے نکلنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے اس میں نہ تو تمہارا جادو کام کرے گا اور نہ ہی تمہاری کوئی شکتی تمہارا ساتھ دے گی بڑے آئے سامری سے یدھ کرنے والے اب میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

"لعنت ہے تمہارے جادوگر ہونے پر بھی اگر تم واقعی ساحر اعظم ہو تمہیں اپنی شکتیوں پر اتنا ہی وشواش ہے تو مجھے کھول کر مقابلہ کرو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ میرے سامنے تمہاری کیا اوقات ہے۔"

سامری نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا۔

"مجھ پر تمہاری باتوں کا اثر ہونے والا نہیں یدھ میں طاقت کے ساتھ ساتھ عقل کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں کہ ہاتھ آئے ہوئے شکار چھوڑ دوں۔"

ارجن نے سامری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آقا ہم تم سے یدھ نہیں چاہتے ہم تو تمہارے ساتھ مل کر رہنا چاہتے ہیں ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"اب تم پھنس چکے ہو اب تم دونوں سے کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا اب تم اسی لوہے کے پنجرے میں تڑپ تڑپ کر مرو گے۔" یہ کہہ کر اس نے شلراگ سے کہا۔

آؤ شلراگ چلتے ہیں ویسے بھی اب صبح ہونے والی ہے یہ کہہ کر سامری غائب ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی شلراگ نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں کی طرف دیکھا اور وہ بھی غائب ہو گیا۔

ان کے غائب ہوتے ہی شنکر سومناتی' ارجن پر برس پڑا کہ کیا ضرورت تھی مجھے روکنے کی دیکھ لی اپنے آقا کی عیاری اب بھگتو۔

ارجن خاموشی سے کھڑا اس کی جلی کٹی باتیں برداشت کر رہا تھا کیونکہ قصور اسی کا تھا نہ وہ شنکر سومناتی کو روکتا اور نہ ہی وہ دونوں اس جنگلے میں قید ہوتے۔

جب شنکر سومناتی نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی تو ارجن نے اس سے کہا۔

"شنکر بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب کسی طرح یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے سامری ہمیں آسانی سے یہاں سے جانے دے گا؟"

"مگر اس کا کوئی نہ کوئی اپائے تو ہو گا اگر ہم نے جلد ہی یہاں سے نکلنے کی ترکیب نہ سوچی تو پھر ہم یہیں مر جائیں گے۔" شنکر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اپنی طلسمی انگوٹھی سے مدد مانگو شاید ہمارے یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل بن جائے۔"

شنکر سومناتی کی بات سن کر ارجن نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا طلسمی انگوٹھی موجود تھی جبکہ کافی دنوں سے وہ اس کے ہاتھ میں نظر نہیں آ رہی تھی۔

اپنے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھتے ہی ارجن حیران رہ گیا اور انگوٹھی کو غور سے دیکھتے ہوئے شنکر سومناتی سے کہنے لگا۔

"یار شنکر اس انگوٹھی کی تصویر تو کالی سے سفید ہو گئی ہے شاید اس کا رنگ اتر گیا ہے۔"

شنکر سومناتی نے چونک کر ارجن کے ہاتھ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اس کے سفید ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر انسانی خون سے اشنان کرایا جائے ورنہ یہ تمہاری بھینٹ لے لے گی۔"

یہ سن کر ارجن اور بھی پریشان ہو گیا اور شنکر سومناتی سے پوچھنے لگا۔

"اگر میں اس کو اپنے خون سے اشنان کرا دوں تو کیا یہ پھر بھی میری بھینٹ لے لے گی۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"اسے جس انسان کے خون سے بھی اشنان کراؤ گے وہی اس کی بھینٹ کا شکار ہو جائے گا۔ اگر تم چوبیس گھنٹے میں اس کو کسی انسان کے خون سے اشنان نہیں کراؤ گے تو پھر یہ تمہاری جان بھی لے سکتی ہے۔"

یہ سن کر ارجن سوچ میں پڑ گیا وہ سوچنے لگا کہ اس قید میں اس انگوٹھی کو انسانی خون سے اشنان کیسے کراؤں گا۔ یہاں تو میرے اور شنکر سومناتی کے علاوہ کوئی انسان موجود نہیں ہے اگر میں اسے اپنے خون سے اشنان کراؤں گا تو میرا یہ جسم بھی ختم ہو جائے گا اور میں سنسار میں یونہی بھٹکتا رہوں گا اگر میں اسے شنکر سومناتی کے خون سے اشنان کرا دوں تو شنکر سومناتی مر جائے گا اور میں اکیلا سامری کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔

اسے سوچتے دیکھ کر شنکر سومناتی نے بھی اندازہ لگا لیا کہ ارجن کیا سوچ رہا ہے۔ پھر شنکر سومناتی نے بھی سوچ لیا کہ یہ بدروح ہے اس کا کیا بھروسہ یہ کب مجھ پر وار کر بیٹھے۔ اس لیے میں چوبیس گھنٹے تک نہیں سوؤں گا تا کہ ارجن ہی اس طلسمی انگوٹھی کا شکار ہو جائے۔

☆......☆......☆

ساحر اعظم سامری اور شلراگ اسی کمرے میں بیٹھے تھے۔ جہاں تابوت میں شگول جن کی راکھ پڑی تھی۔

اس کمرے کی دیوار اب بھی روشن تھی اور اس پر آتمال دکھائی دے رہا تھا۔

گلو دادا کے گھر اور اڈے میں روغن کیا جا رہا تھا اور آتمال قاسو کو اس بارے میں ہدایات دے رہا تھا۔

"آقا آج کل آپ آتمال پر بڑی نظر رکھ رہے ہیں کیا کوئی خاص بات ہے؟"

سامری نے جواب دیا۔

"ہاں! بڑی خاص بات ہے، جو تم نہیں جانتے؟" شلراگ نے پھر پوچھا۔

"ایسی کیا خاص بات ہے کہ کل سے اس دیوار پر آتمال نظر آ رہا ہے اور کل سے اب تک آپ نے اس کو ایک بار بھی دیکھنا بند نہیں کیا۔ آپ کی غیر موجودگی میں بھی میں یہاں آیا تھا اس وقت بھی آتمال کے مناظر جاری تھے۔" سامری نے کہا۔

"تابوت میں شگول کی راکھ تو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ شگول کا جسم ختم ہو گیا ہے اور میں نے شگول کی شکتی آتمال میں منتقل کر دی ہے تاکہ وہ اپنی عقل اور شگول کی شکتیوں کی بدولت ہمارے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے۔"

یہ سن کر شلراگ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"واہ! آقا واہ! ہوشیاری تو کوئی آپ سے سیکھے۔"

"مجھے وشواس ہے کہ آتمال ہمارے دشمنوں کو ضرور ختم کر دے گا۔" پھر شلراگ نے پوچھا۔

"آقا! اب راگا اور شنکر کا کیا کرنا ہے؟"

سامری نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"شنکر میں بھی کافی شکتی ہے میں اس سے یدھ کے دوران یہ اچھی طرح پرکھ چکا ہوں اگر وہ زندہ رہا تو ایک نہ ایک دن مجھ سے ساحرِ اعظم کا خطاب بھی چھین لے گا۔ یہ خطاب میں نے کالی شکتیوں کی سیوا کر کے حاصل کیا تھا اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ اب کالی شکتیاں بھی مجھ سے بیر رکھتی ہیں وہ تو اپنے وچن کی وجہ سے میرا کام کرنے پر مجبور ہیں ورنہ وہ تو کب کی مجھے جواب دے چکی ہوتیں۔"

"اگر شنکر نے مجھے شکست دے دی تو پھر ساحرِ اعظم کے خطاب کے ساتھ ساتھ مجھے کالی شکتیوں کی شکتی سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اس لئے شنکر کا تو مر جانا ہی بہتر ہے اور راگا بن ملیان تو اسے ارجن کے جسم سے نکال کر میں اسے اس بار ایسے طریقے سے دفن کروں گا کہ پھر کبھی اسے آزادی نصیب نہیں ہو گی۔"

شلراگ نے کہا۔

"آقا! میرا ان پر لگایا گیا جنگلے کا حصار اکیس دن تک قائم رہے گا اس کے بعد وہ ختم ہو

جائے گا۔"

سامری نے ہاتھ سے شگول کی راکھ سے کھیلتے ہوئے جواب دیا۔

"اتنے دنوں میں تو بھوک، پیاس سے ان دونوں کے جسم ختم ہو جائیں گے مگر میں اس سے پہلے ہی ان کا قصہ ختم کر دوں گا۔"

شلراگ کہنے لگا۔

"آقا! اس انسپکٹر قادری کا بھی کچھ کریں اس نے ہمیں بڑی اذیت دی ہے۔"

انسپکٹر قادری کا نام سنتے ہی سامری کا چہرہ غصے میں اور بھی سیاہ ہو گیا اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور اس نے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"اسی کے لئے ہی تو میں نے آتمال کو شگول کی شکتی بخشی ہے اگر آتمال نے انسپکٹر قادری کو ناکوں چنے نہ چبوائے تو میں ساحرِ اعظم کا خطاب خود ہی چھوڑ دوں گا۔"

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری نے بلی ماراں کے علاقے میں ہی ایک مکان لے لیا تھا اور اب زرتاش کے ساتھ وہیں شفٹ ہو گیا تھا۔

زرتاش ناشتہ تیار کر رہی تھی اور انسپکٹر قادری رات بھر کے گشت سے تھکا ہارا ابھی ابھی آیا تھا۔

وہ نہا کر کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا تاکہ زرتاش ناشتہ لے آئے تو پھر ناشتہ کر کے کچھ دیر آرام کرے۔

اخبار پڑھتے پڑھتے اچانک اس کی نظر ایک اشتہار پر پڑی اشتہار دیکھتے ہی وہ چونک اٹھا اور جلدی جلدی اشتہار پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

"کھل گیا کھل گیا"

"گلو دادا کا اڈا کھل گیا"

"آج کی شام...... گلو دادا کے نام"

"وہی شراب وہی شباب ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ آپ کے منتظر ہیں۔"

انسپکٹر قادری کے لئے سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ گلو دادا تو قتل ہو گیا ہے پھر یہ اڈا

کھولنے والا کون ہے؟

اس نے سوچا ہو سکتا ہے کسی اور نے وہ اڈا خرید لیا ہو یا پھر گلو دادا کا کوئی رشتے دار اس کو نئے سرے سے شروع کر رہا ہو اگر ایسا ہے تو اس نے اڈا کھولنے کا لائسنس بھی ضرور بنوایا ہو گا مگر ایسی صورت میں اسے اپنا نام رکھنا چاہیے تھا اس نے گلو دادا کا نام کیوں استعمال کیا؟ کافی دیر وہ سوچتا رہا مگر اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔

پھر اس نے ایک فیصلہ کر لیا کہ آج شام کو گلو دادا کے اڈے میں ضرور جائے گا اور حقیقت حال جاننے کی کوشش کرے گا کیونکہ گلو دادا کا اڈا اس کے تھانے کی حدود میں ہی ہے اس لئے اس کا فرض بنتا تھا کہ اپنے علاقے پر پوری طرح نظر رکھے۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ زرتاش نے ناشتہ لگا دیا اور اسے سوچوں میں گم دیکھ کر زرتاش نے پوچھا۔

”کہاں کھو گئے؟“

انسپکٹر قادری نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں! کہیں نہیں بس ایک اشتہار کے متعلق سوچ رہا تھا۔“

”کیسا اشتہار ہے وہ جس کے متعلق آپ اتنی سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں؟“

انسپکٹر قادری نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

”ایک بدمعاش گلو دادا قتل ہو گیا تھا مگر اس کا اڈا آج پھر کھولا جا رہا ہے۔“

زرتاش نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔

”تو اس میں سوچنے والی کون سی بات ہے؟ ظاہر ہے وہ برائی کا اڈا تو ایک نہ ایک دن کسی نے کھولنا ہی تھا۔“

انسپکٹر قادری نے نوالہ چباتے ہوئے جواب دیا۔

”اگر اڈا کوئی اور کھولتا تو شاید مجھے حیرت نہ ہوتی مگر اشتہار گلو دادا کے نام سے ہی دیا گیا ہے۔ وہ قتل ہو گیا تھا تو پھر اس نے دوبارہ اڈا کیسے کھول لیا؟“

”یہ تو واقعی حیرت کی بات ہے تمہیں اس کا پتہ کرنا چاہیے۔“

”یہی تو میں سوچ رہا تھا میں آج شام کو وہاں ضرور جاؤں گا اور پتہ کروں گا کہ یہ گلو دادا زندہ کیسے ہو گیا؟“

پھر وہ ناشتہ کر کے اٹھ گیا او ہاتھ دھو کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ زرتاش برتن اٹھا کر کچن میں جا چکی تھی۔

شام ہو چکی تھی اور گلو دادا کے اڈے میں گہما گہمی عروج پر تھی قاسو اور تاجا بھی اپنی ڈیوٹی پر موجود تھے۔ تاجا ایک نیا بدمعاش تھا جو قاسو نے رنگے کی جگہ پر رکھا تھا وہ دونوں ہاتھوں میں جدید کلاشنکوفیں لیے مستعد کھڑے تھے۔

ہال کی تمام میزیں فل تھیں روشنیوں کا تو جیسے سیلاب آیا ہوا تھا ہال میں بڑے بڑے بدمعاش موجود تھے۔

ان بدمعاشوں میں دہلی شہر کا مشہور بدمعاش لاکھا بھی تھا۔ لاکھا سے بڑے بڑے بدمعاش بھی کانپتے تھے۔ یہ دہلی شہر کا وہ بدمعاش تھا جس کو گلو دادا بھی غنڈہ ٹیکس ادا کرتا تھا۔

اچانک لاکھا کھڑا ہو گیا اور اس نے گرج کر کہا۔ ”کہاں ہے گلو دادا؟ ذرا میں بھی تو دیکھوں گلو دادا کہاں سے آ گیا؟“

اس کی گرج دار آواز سن کر ہال میں خاموشی چھا گئی۔ میوزک بند ہو گیا۔ رقاصائیں گھبرا کر یک طرف کھڑی ہو گئیں۔ ہال میں موت کی سی خاموشی چھا چکی تھی۔ کسی کے سانس لینے کی آواز ی نہیں آ رہی تھی۔

ایسے میں ہال میں ایک طرف موجود گلو دادا کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے آتمال آمد ہوا۔

کالی پینٹ اور کالی شرٹ پہنے گلے میں سیاہ رومال باندھے سر پر کالا ہیٹ لئے وہ بڑے ب کے ساتھ چلتا ہوا لاکھا بدمعاش کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ فرش پر اس کے جوتے لگنے کی آواز ، چند لمحوں کے لیے ہال کی خاموشی کو توڑا مگر اس کے رکتے ہی پھر وہی خاموشی چھا گئی۔

”میرا نام گلو دادا ہے! کہو کیا تکلیف ہے؟“

لاکھے نے سر سے پاؤں تک آتمال کو گھور کر دیکھا۔ وہ لباس سے تو بدمعاش نظر آ رہا تھا۔ اپنے ڈیل ڈول اور کم عمری کے باعث کسی طرف سے بھی بدمعاش دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس کے پے پر نظر ڈالتے ہی لاکھے نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

”تم بدمعاش ہو؟ تم گلو دادا ہو؟ میں تو سمجھتا تھا گلو دادا کا نام استعمال کرنے والا کوئی بہت

بڑا بدمعاش ہوگا۔ تم ابھی بچے ہو، تم بدمعاشی کیا جانو؟ اگر یہ اڈا چلانا چاہتے ہو تو تمہیں گلو دادا کی طرح مجھے ہر ماہ پانچ ہزار غنڈہ ٹیکس دینا ہوگا ورنہ نہ تم رہو گے اور نہ ہی تمہارا اڈا۔"

آتمال نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"میرا نام واقعی گلو دادا ہے اور میں تمہیں پانچ پیسے کا سکہ دینا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

یہ سنتے ہی لاکھا غصے سے سرخ ہوگیا۔ آتمال نے سارے ہال کے سامنے اس کی بے عزتی کردی تھی۔

قاسو اور تاجے نے آگے بڑھ کر لاکھے سے کچھ کہنا چاہا مگر آتمال نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے پیچھے ہٹنے کو کہا۔

وہ دونوں آتمال کا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گئے اتنی دیر میں لاکھا ایک بڑی کرپان نکال چکا تھا۔ اس نے کرپان بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آتمال کے پیٹ میں گھونپنے کی کوشش کی مگر آتمال اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا اور لاکھے کے بڑھتے ہوئے کرپان والے ہاتھ کو کلائی سے پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے کڑچ کی آواز آئی اور ساتھ ہی لاکھے کے منہ سے ایک دردناک چیخ ابھری اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور اس کا ہاتھ لٹک چکا تھا۔ کرپان اس سے چھوٹ کر فرش پر گر چکی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے آتمال نے لاکھے کو لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔ لاکھے نے بہت سنبھلنے کی کوشش کی مگر آتمال کے ہاتھ پاؤں لاکھے پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہے تھے اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک نازک سے نوجوان میں اتنی طاقت ہوگی۔

ہال میں بیٹھے تمام لوگ حیرت سے آتمال کی طرف دیکھ رہے تھے ان کے خیال میں تو آتمال کی موت یقینی تھی مگر اب وہ آتمال کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ آتمال نے لاکھے کو مار مار کر ادھ موا کر دیا اور پھر اسے کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر سر سے بلند کیا اور فرش پر دے مارا۔ فرش پر گرتے ہی لاکھے نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔

آتمال نے قاسو اور تاجے سے کہا۔

"اسے اٹھا کر باہر پھینک دو۔" پھر اس نے ہال میں چاروں طرف نظر دوڑائی اور کہا۔

"اور کوئی ہے جو گلو دادا سے غنڈہ ٹیکس لینا چاہتا ہو۔" مگر تمام بدمعاشوں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ سب نظریں نیچی کئے بیٹھے تھے۔ قاسو اور تاجا بھی حیران تھے وہ یہ سوچ بھی نہ سکتے

تھے کہ یہ نوجوان اتنا خطرناک بھی ہوسکتا ہے وہ تو صرف پیسوں کے لالچ میں اس کی نوکری کر رہے تھے مگر اب انہوں نے بھی جان لیا تھا کہ اتنا بڑا اڈا چلانے والا کوئی چھوٹا موٹا بدمعاش نہیں ہوسکتا۔ یہ یقیناً کوئی بہت بڑا بدمعاش ہے، سب لوگوں کو خاموش سر جھکائے دیکھ کر آتمال اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور ہال میں پھر سے زندگی لوٹ آئی۔ میوزک شروع ہوگیا۔ رقاصائیں دلفریب اداؤں کے ساتھ پھر سے رقص کرنے لگیں مگر ہر بدمعاش آتمال کی طاقت اور رعب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گینڈے جیسی جسامت کے لاکھے بدمعاش کو کسی بچے کی طرح اٹھا کر زمین پر پٹک دینا آسان کام تو نہیں تھا۔

آتمال کو ابھی اپنی کرسی پر بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ قاسو نے آ کر خبر دی کہ انسپکٹر قادری آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

پیغام سنتے ہی آتمال کے چہرے پر ایک پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اس نے قاسو سے کہا اسے اندر بھیج دو۔

چند ہی لمحوں بعد انسپکٹر قادری کمرے میں داخل ہوا اور سامنے آتمال پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گیا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"آتمال تم! تم زندہ ہو؟"

مگر آتمال نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے اٹھ کر کہا۔

"آیئے! آیئے انسپکٹر صاحب کہیے کیسے آنا ہوا؟"

انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر اس کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

"آتمال تم نے یہ اڈا کیسے کھول لیا؟"

آتمال نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"انسپکٹر صاحب میرا نام آتمال نہیں گلاب دیال ہے اور میں نے یہ جگہ خرید لی ہے اور میں نے اس کے لئے باقاعدہ لائسنس بھی بنوالیا ہے آپ چاہیں تو میرا لائسنس دیکھ سکتے ہیں۔"

آتمال کو اپنے سامنے اتنی بے فکری سے کھڑے دیکھ کر انسپکٹر قادری حیران رہ گیا۔

اس نے تو کبھی سپنے میں بھی یہ نہ دیکھا تھا کہ ایک دن آتمال سے اس طرح ملاقات بھی ہو گی۔ یہ وہی آتمال تھا جو انسپکٹر قادری کے سائے سے بھی خوف کھاتا تھا مگر آج وہی آتمال اس

کے سامنے بے خوف کھڑا تھا۔

انسپکٹر قادری نے حیرت اور غصے سے کہا۔

"آ تمال تمہاری یہ جرات کہ اتنی دیدہ دلیری سے میرا سامنا کرو۔"

مگر آ تمال نے تحمل سے جواب دیا۔ اپنے لہجے کو درست کریں انسپکٹر صاحب میں اس شہر کا ایک باعزت شہری ہوں میں بھی آپ کو ایسے لہجے میں جواب دے سکتا ہوں مگر میں ہمیشہ قانون کا احترام کرتا ہوں اور میرا نام آ تمال نہیں ہے شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

انسپکٹر قادری نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا

"تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم آ تمال نہیں گلاب دیال ہو؟"

"میرا شناخت نامہ اور میرا لائسنس اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا نام گلاب دیال ہے اور میں نے یہ جگہ خرید لی ہے اس بارے میں آپ بڑے پجاری جی سے پوچھ سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر آ تمال نے اپنی جیب سے لائسنس اور شناخت نامہ نکال کر انسپکٹر قادری کے ہاتھ میں تھما دیا۔

انسپکٹر قادری نے ایک نظر لائسنس اور شناخت نامے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور کہا۔

"یہ تو سادہ کاغذ ہیں ان پر تو کچھ بھی نہیں لکھا ہوا۔"

"شاید کسی شریف شہری کو بے عزت کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے آپ کے پاس۔ جو اس قسم کا الزام لگا رہے ہیں۔"

انسپکٹر قادری نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"یہ الزام نہیں حقیقت ہے کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو؟" یہ سن کر آ تمال نے بیل بجا کر قاسو کو اندر بلایا اور کہا۔

"قاسو! انسپکٹر صاحب کو یہ شناخت نامہ پڑھ کر سناؤ۔"

قاسو نے انسپکٹر قادری کی طرف دیکھا تو انسپکٹر قادری نے آ تمال کا دیا ہوا شناخت نامہ قاسو کی طرف بڑھا دیا۔

قاسو نے ایک نظر شناخت نامہ دیکھا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

"گلاب دیال پتا کا نام ارجن سنگھ۔"

ابھی قاسو نے اتنا ہی پڑھا تھا کہ انسپکٹر قادری نے اس کے ہاتھ سے شناخت نامہ چھین لیا

اور اسے غور سے دیکھنے لگا مگر انسپکٹر قادری کو اس پر کچھ بھی لکھا ہوا دکھائی نہ دیا اس نے قاسو سے کہا۔

باہر کھڑے سپاہیوں میں سے کسی کو اندر بھیج دو اور تم جاؤ۔

انسپکٹر قادری کا خیال تھا کہ قاسو تو آ تمال کا ہی ملازم ہے شاید اسے آ تمال نے پہلے سے ہی یہ نام یاد کرا دیئے ہوں۔

چند ہی لمحوں بعد ایک سپاہی اندر آ گیا اور پوچھنے لگا۔

"کیا حکم ہے سر؟"

"اس شناخت نامے پر پڑھو کیا لکھا ہے؟"

سپاہی نے حیرت سے انسپکٹر قادری کی طرف دیکھا جیسے اس کے دماغ پر شک ہو لیکن پھر بھی اس نے انسپکٹر قادری کے ہاتھ سے شناخت نامہ لیا اور ایک نظر دیکھ کر کہا۔

"سر اس پر تو گلاب دیال پتا کا نام ارجن سنگھ درج ہے۔"

انسپکٹر قادری سمجھ گیا کہ یہ کوئی جادوئی چکر ہے جس کا مجھ پر اثر نہیں ہو رہا اور دوسرے لوگ اس کے زیر اثر ہیں۔

اس نے کاغذات اور شناخت نامہ آ تمال کو واپس تھما دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسی حالت میں لوگ مجھے ہی پاگل سمجھیں گے کیونکہ یہ تحریر ہر کسی کو نظر آ جائے گی۔

کاغذات اور شناخت نامہ آ تمال کے ہاتھ میں دے کر انسپکٹر قادری نے کہا۔

"تم جو چاہے نام رکھ لو مگر میں جانتا ہوں کہ تم ہی آ تمال ہو تم دنیا کو دھوکہ دے سکتے ہو مگر مجھے نہیں۔"

آ تمال نے ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ انسپکٹر قادری کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ میں ہی آ تمال ہوں۔"

"اس کا سب سے بڑا ثبوت تمہارا شناخت نامہ ہی ہے جس میں تم نے ولدیت کے خانے میں ارجن سنگھ درج کر رکھا ہے اور ارجن سنگھ کا بیٹا آ تمال ہی ہے جو کہ ایک بدروح ہے۔"

آ تمال نے انسپکٹر قادری کی بات سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"شاید آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک بدروح ہوں۔"

''شاید نہیں یقیناً تم ایک بدروح ہو اور اس بات کا ابھی پتہ چل جاتا ہے۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر قادری نے اپنی جیب سے چاندی کا پستول نکالا اور آتمال کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اسے چھو کر دیکھو ابھی پتہ لگ جائے گا کہ تم کون ہو؟''

آتمال نے بے خوف ہو کر چاندی کا پستول اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور انسپکٹر قادری کو واپس دیتے ہوئے کہا۔

''انسپکٹر صاحب اب تو آپ کو وشواس ہو گیا ہوگا کہ میں کوئی بدروح نہیں انسان ہوں میرا خیال ہے کہ آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ گھر جا کر تسلی سے میرے بارے میں غور کریں اور سوچیں میں کوئی بدروح نہیں ہوں بلکہ آپ کی طرح جیتا جاگتا انسان ہوں۔''

انسپکٹر قادری نے چاندی کا پستول لے کر جیب میں ڈالا۔ اس پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ آتمال چاندی کے پستول کو چھو نہیں سکے گا۔ مگر آتمال نے تو اسے اچھی طرح دیکھ کر واپس کیا تھا۔

اس نے سوچا شاید یہ آتمال نہیں ہے مگر اس کی شکل تو ہو بہو وہی ہے اور اسی لئے میں اسے آتمال سمجھ بیٹھا ہوں۔

یہ سوچ کر اس نے آتمال سے کہا۔

''سوری! مسٹر گلاب دیال میں واقعی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا ایک بدروح آتمال کی شکل آپ سے اتنی ملتی ہے کہ اگر آپ بھی اسے دیکھ لیتے تو شاید اپنے سامنے آئینے کا گمان کرتے۔''

''کوئی بات نہیں انسپکٹر صاحب آپ ایک فرض شناس آفیسر ہیں اور میرے دل میں آپ کی عزت اور بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ آپ کی پوچھ گچھ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں۔''

پھر انسپکٹر قادری اس سے ہاتھ ملا کر سپاہی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا اور اپنی جیپ میں بیٹھ کر تھانے کی طرف چل دیا۔ مگر اس کا دماغ آتمال کی شخصیت میں ہی الجھا ہوا تھا۔

انسپکٹر قادری کے جاتے ہی آتمال اپنے ہاتھوں پر سے باریک دستانے اتار کر میز پر پھینکتے ہوئے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''انسپکٹر قادری اگر تجھے میں نے پاگل خانے نہ بھجوایا تو میرا نام بھی آتمال نہیں ہے آتمال نام مجھے تم نے ہی دیا تھا مگر یہی نام تیرے لئے موت بن جائے گا میں تجھے ایسی بھیانک موت ماروں گا جس کا تو نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا۔''

انسپکٹر قادری تھانے واپس پہنچ گیا تمام رات گشت کے دوران بھی اس کا ذہن آتمال کے متعلق ہی سوچتا رہا اسے رہ رہ کر اسی کا خیال آرہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ آتمال نہیں ہے تو پھر اس کی شکل آتمال سے کتنی ملتی جلتی ہے کہ میں بھی دھوکہ کھا گیا۔ اگر وہ آتمال ہے تو پھر اس میں اتنی دلیری کہاں سے آگئی کہ اس نے چاندی کا پستول بھی ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اگر وہ آتمال نہیں ہے تو پھر مجھے اس کے لائسنس اور شناخت نامے کی تحریر نظر کیوں نہیں آئی؟ وہ یقیناً آتمال ہی ہے جس نے مجھے اتنی صفائی سے دھوکہ دیا ہے۔

وہ یہی سوچ سوچ کر پریشان تھا اس کا دل کہتا تھا کہ وہ آتمال ہی ہے دماغ کہتا تھا کہ وہ آتمال نہیں ہے۔

سب سے زیادہ صدمہ اسے اس کی شکست نے پہنچایا تھا کیونکہ وہ آتمال کو آتمال ہوتے ہوئے بھی ثابت نہ کر سکا تھا۔

بات بھی سچ تھی آتمال نے اسے ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا تھا بڑے بڑے مجرم اس کے نام سے کانپتے تھے مگر آتمال نے اس کو خوب زچ کیا تھا۔ ان ہی سوچوں میں گم وہ جیپ لے کر اپنے گھر آگیا اور زرتاش کو تمام ماجرا کہہ سنایا۔ زرتاش نے کہا۔

ہو سکتا ہے کہ ارجن شادی شدہ ہو یا اس کے کسی عورت سے ناجائز سمبندھ ہوں اور جسے تم آتمال سمجھے ہو وہ اسی کا بیٹا ہو۔ انسپکٹر قادری نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔

''اگر تمہاری بات کو سچ مان بھی لیا جائے تو پھر مجھے اس کے کاغذات اور شناخت نامے کی تحریر نظر کیوں نہیں آئی؟''

زرتاش نے کہا۔

''ہو سکتا ہے تمہیں دھوکہ ہوا ہو اور تحریر نظر آرہی ہو۔'' انسپکٹر قادری نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''نہ تو میں اندھا ہوں اور نہ ہی میری نظر کمزور ہے۔''

''تم آنمال کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگانے کی کوشش کرتے۔''

''میں نے کوشش کی تھی اسے ڈرایا' دھمکایا بھی تھا مگر اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا خیر کوئی بات نہیں میں اس کا پتہ تو لگا ہی لوں گا اور اگر وہ آنمال ہوا تو اسے ایسی سزا دوں گا کہ اس کی سات نسلیں بھی میرے نام سے کانپا کریں گی۔''

☆......☆......☆

ارجن اور شنکر سومناتی کو اس جنگلے میں قید ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔ سورج نکل آیا تھا اور ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ مگر سامری کے قلعے میں ان کو دھوپ کی شدت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ یہ پہاڑی اور اس کے آس پاس کا علاقہ ہی ایسا تھا کہ وہاں گرمی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

دوپہر ہو چکی تھی اور ان کو بڑی شدت کے ساتھ بھوک لگ رہی تھی۔ مگر ان کے پاس تو کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں تھا۔ دوسرے اس طلسمی انگوٹھی کی مصیبت بھی سر پر آن پڑی تھی۔ اب اس قید میں وہ انسانی خون کہاں سے لاتے۔ دوپہر سے شام اور پھر شام سے رات ہو چکی تھی۔ مگر اس دوران نہ تو انہیں کھانے کو کچھ ملا تھا اور نہ ہی انہوں نے آرام کیا تھا وہ تو بس جنگلے سے ٹیک لگائے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان پر یہ خوف سوار تھا کہ جو بھی سو گیا سمجھو وہ مر گیا کیونکہ ہو سکتا ہے دوسرا اس پر حملہ کر کے اس طلسمی انگوٹھی کو اس کے خون سے اشنان کرا دیتا اور اپنی جان بچا لیتا۔

رات ہو چکی تھی اور انسانی آنکھوں والا چراغ روشن ہو چکا تھا۔ اس کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ نادیدہ لوگ اس جنگلے کے آس پاس پھر رہے ہیں مگر کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ ارجن تو ایک بدروح تھا اور اسے بدروحیں نظر آ سکتی تھیں مگر اسے بھی کوئی دکھائی نہ دے رہا تھا۔ صرف چلنے پھرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور باہر کی دوسری چیزیں' کمرے' سنگی کرسیاں اور روشن چراغ صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو خوف کے مارے مر جاتا مگر وہ تو دونوں بے خوف تھے مگر انہیں ایک دوسرے کے حملے کا ڈر تھا۔ رات آہستہ آہستہ ڈھلتی جا رہی تھی اور جوں جوں رات گزر رہی تھی ان کے دلوں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں۔

اب تقریباً آدھا گھنٹہ رہ گیا تھا اور پھر ارجن کی بھینٹ لے لی جاتی۔

ارجن نے اپنے ہاتھ میں سے طلسمی انگوٹھی اتار کر اس جنگلے میں سے باہر پھینک دی مگر دوسرے ہی لمحے طلسمی انگوٹھی اس کے پاس ہی پڑی تھی کیونکہ جنگلے میں سے سب کچھ نظر آنے کے باوجود بھی کوئی چیز نہ تو اندر جا سکتی تھی اور نہ ہی باہر آیا جا سکتی تھی شاید اس میں کوئی نظر نہ آنے والا شیشہ یا ایسی ہی کوئی چیز لگی ہوئی تھی جس میں سے آواز تو سنی جا سکتی تھی مگر کوئی چیز باہر نہیں پھینکی جا سکتی تھی۔ ارجن نے وہ انگوٹھی اٹھا کر شنکر سومناتی کے پاس پھینک دی۔ شنکر سومناتی کا بھوک سے برا حال تھا مگر وہ ایسے وقت کے لئے ہوشیار تھا۔

اس نے انگوٹھی واپس ارجن کی طرف پھینک دی۔ ارجن نے کہا۔

''شنکر اس انگوٹھی سے ہم دونوں نے فائدے حاصل کئے ہیں اس لئے اس انگوٹھی کو انسانی خون سے اشنان کرانے کے لئے اتنا ہی حق تمہارا بنتا ہے جتنا کہ میرا۔''

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

''اس انگوٹھی کے مالک تم ہی ہو کیونکہ یہ انگوٹھی تمہیں ہی ملی تھی اس لئے اس کو انسانی خون سے اشنان بھی تم ہی کراؤ گے۔''

ارجن اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ پھر تو اسے میں تمہارے خون سے ہی اشنان کراؤں گا۔

یہ سنتے ہی شنکر سومناتی بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب وقت پورا ہونے میں کچھ ہی دیر تھی۔ پھر وہ دونوں خونخوار شیروں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ ارجن کا خیال تھا کہ وقت پورا ہونے سے پہلے پہلے اس انگوٹھی کو مجھے شنکر سومناتی کے خون سے اشنان کرا دینا چاہیے ورنہ میری موت یقینی ہے۔ ادھر شنکر سومناتی نے سوچا اب وقت پورا ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہے اس لئے لڑتے لڑتے ہی وقت پورا کر دینا چاہیے تاکہ وقت پورا ہوتے ہی ارجن کی بھینٹ سوئیکار ہو جائے۔

آمنے سامنے آتے ہی وہ دونوں ایک دوسرے پر خونخوار درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے مگر لڑنے میں وہ دونوں ہی شیر تھے اس لئے ایک دوسرے کو ہرا نہیں پا رہے تھے۔ اس جنگلے میں نہ تو ارجن کی بدروحوں کی شکتیاں مدد کر رہی تھیں اور نہ ہی شنکر سومناتی کا کوئی جادو چل سکتا تھا اس لئے

وہ دونوں ہی لڑ رہے تھے۔

جوں جوں وقت بیت رہا تھا ارجن کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور وہ شنکر سومناتی پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ مگر شنکر سومناتی اس کے قابو ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ دونوں لڑتے لڑتے لہولہان ہو گئے مگر ایک دوسرے کو زیر نہیں کر سکے۔ اچانک شنکر سومناتی نے کہا۔

''بس کرو ارجن! سمے بیت چکا ہے۔''

یہ سنتے ہی ارجن رک گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مگر اسے بھینٹ لینے والا کوئی بھی نظر نہ آیا۔ ابھی وہ شنکر سومناتی سے پوچھنے ہی والا تھا کہ دفعتاً انہیں آسمان پر سیاہ آندھی سی چلتی دکھائی دی اور اس آندھی میں ایک خوفناک شکل دکھائی دی۔ یہ کالی دیوی تھی' کالی دیوی نے ایک کریہہ چیخ مار کر ارجن کی طرف دیکھا اور کہا۔

ارجن اس طلسمی بندی خانے میں ہمارا آنا ناممکن ہے اس لئے تمہاری بھینٹ سویکار نہیں کی جا رہی۔ تم پہلے منش ہو جس کی وجہ سے ہم سے یہ پہلا اُپن ہو رہا ہے کیونکہ ہم اس بندی خانے میں نہیں آ سکتے۔ دوسرے تم گھائل ہو چکے ہو اور کسی گھائل منش کی بلی نہیں لی جاتی مگر اس ہو جانے والے اُپن کو ہم جلد ہی پاپ میں بدل دیں گے تمہاری رہائی کے فوراً بعد سات گھنٹے کے اندر اندر تمہاری بھینٹ لے لی جائے گی۔''

یہ کہتے ہی کالی دیوی غائب ہو گئی اور وہ سیاہ آندھی بھی ختم ہو گئی۔

وقتی طور پر تو ارجن کی جان بچ گئی تھی مگر خطرہ تو اب بھی باقی تھا۔ اگر وہ کسی طرح سامری سے بچ بھی جاتا تو کالی دیوی نے تو اس کا جسم ختم کر ہی دینا تھا۔ اسے رہ رہ کر اپنے آپ پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ اس نے خوامخواہ شنکر سومناتی سے لڑائی کی۔ کیونکہ ہو سکتا تھا شنکر سومناتی کسی طرح میری جان بچا ہی لیتا اب وہ شرم کے مارے شنکر سومناتی سے نظریں نہ ملا رہا تھا۔ شنکر سومناتی اس کی کیفیت بھانپ چکا تھا اس لیے اس نے ارجن سے پوچھا۔

''ارجن کیا سوچ رہے ہو؟''

ارجن نے نظریں نیچی کیے ہوئے جواب دیا

''کچھ نہیں یار!''

شنکر سومناتی نے کہا۔

''تم مجھ پر حملہ کرنے کی وجہ سے شرمندہ ہو مگر مجھے اس کا کوئی دکھ نہیں ہے کیونکہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا جو تم نے کیا۔''

''میں تم سے لڑ نہیں رہا تھا میں تو صرف سمے پورا کر رہا تھا۔ کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ کالی دیوی بھی سامری کے اس قلعے میں داخل نہیں ہو سکتی۔''

''یار اگر ایسی بات تھی تو تم مجھے پہلے بتا دیتے۔ خوامخواہ میں نے تم سے جھگڑا کیا۔''

''چلو! کوئی بات نہیں! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' مگر ارجن نے کہا۔

''یار اب کیا فائدہ؟ مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے اگر سامری سے بچ بھی گیا تو کالی دیوی مجھے مار دے گی۔''

''چنتا نہ کر میں تجھے کالی دیوی سے بھی بچا لوں گا میرے ہوتے ہوئے کالی دیوی تجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی۔''

یہ سن کر ارجن خوش ہو گیا اور اس نے اٹھ کر شنکر سومناتی کے پاؤں پکڑ لئے اور کہنے لگا۔

''یار شنکر مجھے شما کر دے میں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے مجھے تم سے نہیں لڑنا چاہیے تھا۔''

شنکر سومناتی نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں ارجن! زندگی اسی کا نام ہے اس طرح تو ہوتا ہی رہتا ہے۔''

ابھی شنکر سومناتی نے اتنا ہی کہا تھا کہ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے باہر ہر طرف سیاہ سائے کھڑے ہیں۔ انہوں نے غور سے دیکھا تو ان کے جنگلے کے چاروں طرف عجیب و غریب ٹیڑھی میڑھی شکلوں کے سیاہ سائے کھڑے تھے۔

ان کو دیکھتے ہی شنکر سومناتی ان کے آگے جھک گیا اور کہنے لگا۔

''کالی شکتیو تمہارا سیوک تم سے آزادی کی شکتی مانگتا ہے۔''

ایک سیاہ سایہ آگے بڑھا اور اس نے کہا۔

''ہمیں تم پر بہت مان ہے شنکر! مگر ہماری مجبوری ہے کہ ہم نہ چاہتے ہوئے بھی ساحر اعظم کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ جب تک اس کے پاس بلیدانی بدن موجود ہے ہم اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتے لیکن جس دن بھی بلیدانی بدن اس کے قبضے سے نکل گیا ہم اس کا حکم ماننے سے انکار

کر دیں گے اور پھر ہماری شکتیاں تمہارے ساتھ ہوں گی کیونکہ تم نے ہماری بڑی سیوا کی ہے۔"

"ساحراعظم سامری کو ہم نے وچن دیا تھا اور اسی وچن کی وجہ سے ہم اس کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ جب سے اسے ہم نے وچن دیا ہے اور اسے ساحراعظم کا خطاب دیا ہے اس سمے سے اس نے ہم پر بھی ظلم کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم اپنے وچن کی وجہ سے تمہاری سہائتا نہیں کر سکتے اگر تم اپنی عقل اور شکتی سے اس سے بچ گئے تو ایک دن تم ضرور ساحراعظم بن جاؤ گے۔"

شنکر سومناتی نے پوچھا۔

"وہ بلیدانی جسم کس کا ہے؟ اور اسے سامری نے کہاں رکھا ہوا ہے؟"

سیاہ سائے نے جواب دیا۔

"یہ تو ساحراعظم سامری نے ہمیں بھی نہیں بتایا۔ مگر ہم اتنا جانتے ہیں کہ وہ بلیدانی بدن اب تک اسی کے قبضے میں ہے اس سے زیادہ ہم تمہیں کچھ نہیں بتا سکتے۔ یہ کہتے ہی وہ سیاہ سائے غائب ہو گئے۔"

ارجن نے شنکر سومناتی سے پوچھا۔

"یار یہ کالی شکتیاں کون ہیں؟ اور یہ سامری کے قلعے میں کیسے داخل ہو گئے؟"

شنکر سومناتی نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"یار یہ بھی بہت بڑی طاقتیں ہیں تم انہیں نہیں جانتے اور یہ سامری کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں آنے جانے پر کوئی روک نہیں ہو گی۔ میں بھی سامری کی طرح ان کا سیوک ہوں۔ سامری بھی پہلے ان کا سیوک تھا ان کا داس تھا۔ مگر شکتی شالی ہونے کے بعد وہ انہیں بھی خاطر میں نہیں لاتا۔"

"تو پھر یہ اس کا کام کیوں کرتے ہیں یہ اس کے کام سے انکار بھی کر سکتے ہیں۔"

"کسی بلیدانی بدن پر سامری نے ان سے وچن لیا تھا کہ جب تک یہ بدن میرے پاس رہے گا تم میرا کام کرتے رہو گے اور مجھے ساحراعظم مانو گے اسی لئے یہ کالی شکتیاں سامری کو سب سے بڑا جادوگر مانتی ہیں اور اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتیں۔"

ارجن نے کچھ سوچتے ہوئے پھر پوچھا۔

"یار شنکر! یہ بلیدانی جسم کیسا جسم ہے؟"

"یار بلیدانی سے مراد بھینٹ والا جسم ہے۔ سامری نے کسی خاص انسان کی بھینٹ دی ہو گی اور کالی شکتیوں نے اس کی بھینٹ لے کر سامری کو وچن دیا ہو گا اور اس جسم کو سامری نے اب تک اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ اسی لئے یہ کالی شکتیاں سامری کے تابع ہیں۔"

پھر شنکر سومناتی اس جنگلے میں پتھریلی زمین پر ہی لیٹ گیا اور کہنے لگا۔ یار کھانے کے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے اب تو بیٹھا بھی نہیں جاتا کچھ دیر آرام کر لیتے ہیں تا کہ سونے سے کچھ سکون ملے اور پھر ارجن بھی لیٹ گیا۔ تھکے ہوئے اور بھوک سے نڈھال تو وہ ویسے ہی تھے پھر کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گئے۔

☆......☆......☆

آتمال نے بڑے منظم طریقے سے انسپکٹر قادری کو شکست دی تھی۔ سامری اور شلراگ اپنے کمرے میں بیٹھے دیوار پر آتمال کی ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔

جب انسپکٹر قادری منہ لٹکائے واپس چلا گیا تو سامری نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"دیکھا شلراگ! عظیم سامری کا عظیم کارنامہ! میں نے آتمال کو ایک ایسا مہرہ بنا دیا ہے جس کے ذریعے بدروحوں کے شکاری انسپکٹر قادری کو بھی شکست دی جا سکتی ہے۔"

"انسپکٹر قادری نے مجھ پر حملہ کر کے مجھے زخمی کیا تھا اب میری باری ہے میں اس سے بھیانک انتقام لوں گا میں آتمال کے ذریعے اس کا جینا دشوار کر دوں گا۔"

شلراگ نے سامری کی بات سن کر سر جھکا کر کہا۔

"آقا! آپ واقعی ساحراعظم ہیں آپ عظیم ہیں۔"

یہ سن کر ساحراعظم سامری نے فخر سے اپنا سینہ اور پھلا لیا اور پھر دیوار کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا۔

اس کے اشارہ کرتے ہی آتمال نے چونک کر سامری کی طرف دیکھا۔

سامری نے پوچھا۔

"کیسے ہو آتمال؟" آتمال نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہوں آقا! میں آپ کا ابھاری ہوں کہ آپ نے مجھے اتنی بڑی شکتی دان کی۔"

سامری نے کہا۔

''آتمال یہی شکتی شگول کو دی گئی تھی مگر وہ ایک جن تھا اس لئے وہ اس شکتی کا اپنے دماغ کے ذریعے استعمال نہیں کر سکا بہت زیادہ طاقت کے غرور میں وہ شکتی سے کم اور طاقت جسمانی سے زیادہ کام لینے لگتا تھا۔ ویسے بھی تم میں انسانی دماغ ہے اور طاقت بدروحوں کی ہے تمہاری صلاحیتیں بدروحوں والی ہیں مگر بدھی انسانوں والی ہے میری دی گئی شکتی سے کام لو اور انسپکٹر قادری کو ختم کر دو یا اسے یہ شہر چھوڑنے پر مجبور کر دو پھر میں تم سے ایک اہم کام لوں گا۔''

آتمال نے سر جھکا کر کہا۔

''آقا! آپ کا حکم ہر حال میں پورا ہوگا۔''

پھر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پر سے تصویر غائب ہوگئی۔

اس کے بعد سامری نے شلراگ سے کہا

''چلو شلراگ! اپنے دشمنوں کی خبر لیتے ہیں۔''

یہ کہہ کر سامری غائب ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی شلراگ بھی غائب ہوگیا۔

چند ہی لمحے بعد وہ دونوں قلعے میں موجود تھے۔ شام کے بعد رات اپنے پر پھیلا چکی تھی مگر ارجن اور شنکر سومناتی تو گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے۔

سامری نے ان کو دیکھتے ہی ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

''مجھ سے ٹکرانے آئے تھے! ساحر اعظم سامری سے ٹکرانا موت کو بلاوا دینا ہے۔''

اچانک وہاں پر ایک سیاہ سایہ نظر آنے لگا یہ وہی سایہ تھا جس سے شنکر سومناتی نے باتیں کی تھیں۔

اسے دیکھتے ہی سامری نے منہ بنا لیا اور کرخت لہجے میں پوچھا۔

''کالی شکتیوں کے گرو کیا بات ہے کیوں اپنی منحوس شکل کے درشن دے رہے ہو؟''

کالی شکتیوں کے گرو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''آقا! کالی دیوی ارجن کی بھینٹ لینے آئی تھی کیونکہ ارجن اس کی بخشی ہوئی طلسمی انگوٹھی کو انسانی خون سے اشنان نہیں کرا سکا۔ اب اس نے ارجن سے کہا ہے کہ اس جنگلے سے رہائی کے بعد سات گھنٹے کے اندر اندر میں تمہاری بھینٹ لے لوں گی۔''

سامری نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

''پھر وہ واپس کیوں چلی گئی؟''

''آقا! آپ کی آگیہ کے بغیر ہم اسے کیسے یہاں آنے دیتے؟ ہم نے اسے واپس بھیج دیا۔''

''دفع ہو جا مردود! تم جب بھی کرو گے میرا نقصان ہی کرو گے۔ جب وہ میرے دشمن کو مارنے آئی تھی تو اسے مارنے دیتے اسے روکنے کی کیا ضرورت تھی؟''

سامری کو غصے میں دیکھتے ہی کالی شکتیوں کا گرو غائب ہوگیا اور سامری نے شلراگ سے کہا۔

''میرا خیال ہے ارجن کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ شنکر کی مدد کے بغیر وہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا اور سات گھنٹے کے اندر اندر کالی دیوی خود ہی اس کا کام تمام کر دے گی۔''

''اس سات گھنٹے کے سمے میں تم اس پر نظر رکھو گے اور جیسے ہی کالی دیوی اس کا بلی سویکار کرے تم راگا بن ملیان کی آتما کو ارجن کے جسم سے نکلتے ہی قید کر لینا تاکہ اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور جسم تلاش کرے ہم اس کو پھر سے دفن کر دیں گے مگر اب کی بار ایسا طریقہ اختیار کریں گے کہ پھر کبھی راگا کو آزادی نصیب نہ ہو۔''

''ٹھیک ہے آقا! میں ایسا ہی کروں گا۔''

سامری کی آواز سن کر شنکر سومناتی اور ارجن بھی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے مگر بھوک کی وجہ سے کمزوری محسوس کر رہے تھے اور اب تو ارجن خون کی پیاس بھی محسوس کر رہا تھا۔ ان کو دیکھتے ہی سامری نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

''سنو راگا! میں آج تمہیں حقیقت بتاتا ہوں تاکہ تمہاری آتما کی بے کلی ختم ہو جائے اور تمہیں اپنے مارے جانے کا کوئی غم نہ ہو۔ راگا بن ملیان تم ایک ایسے وقت کی پیدائش تھے جو صدیوں بعد آتا ہے اور اگر ایسے آدمی کی بھینٹ دے کر اس کے خون سے اشنان کر لیا جائے تو انسان ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے میں نے تم کو کہا تھا کہ میں تمہیں سات ہزار بدروحوں کی شکتی بخش دوں گا اور پھر ہم دونوں حکومت کریں گے تم جب چاہو گے اپنا جسم چھوڑ کر کوئی بھی شکل اختیار کر لو گے۔

میں نے صرف تمہیں دولت اور ابدی زندگی کا لالچ دیا تھا۔ تم نے لالچ میں آ کر میری بات

مان لی اور اپنے آپ کو میرے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اگر میں زبردستی تمہاری بھینٹ دیتا تو شاید دیوتا اور کالی شکتیاں اسے قبول نہ کرتیں اور نہ ہی میں امر ہو سکتا تھا۔ مگر تمہاری اجازت کے بعد میرے لیے یہ سب کچھ آسان ہو گیا۔

وہ سات ہزار بدروحیں جو تمہاری بدروح کے ساتھ موجود ہیں اور تمہاری مدد کرتی ہیں وہ سب کی سب میری بخشی ہوئی نہیں ہیں۔ وہ تو اس وقت کی پیدائش والے آدمی کے ساتھ ہوتی ہیں جس وقت تم پیدا ہوئے تھے۔ اگر تم اپنی مرضی سے اپنے آپ کو میرے حوالے نہ کرتے تو وہ بدروحیں کبھی بھی تمہاری بھینٹ نہ دینے دیتیں۔ میں نے تمہاری بھینٹ کے بعد تمہاری بدروح کو ایک مشکیزے میں بند کر کے ایک تابوت میں ڈال کر مصر سے سینکڑوں ہزاروں میل دور دفن کرا دیا تھا تاکہ تم کو اگر کوئی نکال بھی دے تو تم مجھ تک کبھی نہ پہنچ سکو۔

مگر اسے تم اپنی خوش قسمتی سمجھو یا میری بدنصیبی کہ دنیا نے ہوائی جہاز تیار کر لیا اور سالوں کے فاصلے منٹوں میں طے ہونے لگے اور دنیا کی یہی ترقی تمہارے کام آ گئی جس کے نتیجے میں تم میرے سامنے ہو، تم اس مشکیزے سے کبھی بھی نہ نکل سکتے تھے کیونکہ میں نے اس پر حصار لگا رکھا تھا اور اس حصار کا کوئی توڑ نہیں ہے مگر یہ تمہاری خوش نصیبی تھی کہ جس وقت ارجن نے تمہارے تابوت کو کھولا اس وقت صدیوں بعد وہی سمے تھا جس سمے تم نے جنم لیا تھا اسی لئے میرے لگائے گئے دائرے نے کام نہیں کیا اور تم آزاد ہو گئے۔ مگر تمہاری یہ آزادی کس کام کی میں نے تمہاری بھینٹ دے کر تمہارے خون سے اشنان کر کے امر شکتی حاصل کر لی ہے اب تم میرا کچھ نہیں کر سکتے میں امر ہو چکا ہوں مجھے اب کوئی نہیں مار سکتا۔"

شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا۔

"یار یہ سامری کیا کہہ رہا ہے مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا؟"

"یار یہ ابھی تیری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" پھر اس نے غصے سے سامری سے کہا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے میں تمہیں ختم کر دوں گا۔"

سامری نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم میری قید میں ہو میں چاہوں تو تمہیں ابھی ختم کر سکتا ہوں مگر پھر بھی تم میرے کام آئے تھے۔ اس لئے تمہیں زندہ چھوڑ دیتا ہوں، تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ

اور جتنی چاہو دولت مجھ سے لے لو۔ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گا۔ میں اب اس طلسمی جنگلے کا حصار ختم کر رہا ہوں۔ تم فوراً باہر آ جاؤ۔" یہ کہہ کر سامری نے شلراگ سے کہا۔

"طلسمی جنگلہ کھول دو!"

شلراگ نے فوراً ہاتھ کا اشارہ کیا اور طلسمی جنگلہ غائب ہو گیا۔

طلسمی جنگلہ غائب ہوتے ہی ارجن نے سامری پر چھلانگ لگا دی اور اسے گھسیٹتا ہوا سامری کے تخت پوش سے جا ٹکرایا مگر دوسرے ہی لمحے سامری غائب ہو چکا تھا۔

اب وہاں ارجن، شنکر سومناتی اور شلراگ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ شنکر سومناتی نے ارجن سے چیخ کر کہا۔

"ارجن، شلراگ کو مت جانے دینا یہ ہمیں سامری تک پہنچا سکتا ہے۔" اور اس سے پہلے کہ شلراگ صورت حال سمجھ کر کوئی چال چلتا یا غائب ہو جاتا ارجن تخت پوش کے قریب ہی کھڑے شلراگ پر کسی سانپ کی طرح بل کھا کر جا لپٹا، اور پھر دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ شنکر سومناتی اب اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا اور قریب ہی پڑے اپنے بیگوں کو اٹھا کر ایک طرف رکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ان دونوں کی لڑائی دیکھ رہا تھا۔ ارجن شدید غصے میں تھا اس نے کچھ ہی دیر میں مار مار کر شلراگ کو ادھ موا کر دیا کچھ ہی دیر بعد شلراگ بے ہوش ہو چکا تھا۔ شنکر سومناتی نے اپنے بیگ سے ایک رسی نکالی اور شلراگ کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیئے اور اسے تخت پوش پر ڈال دیا اور اس پر حصار لگاتے ہوئے کہا۔

"اب یہ کہیں نہیں بھاگ سکتا اور نہ ہی کوئی اسے کھول سکتا ہے۔"

"چلو! اس قلعے کی تلاشی لیتے ہیں۔"

"قلعے کی تلاشی لینے کا کیا فائدہ؟ سامری تو یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے قلعے کی تلاشی لینے سے کوئی کام کی چیز ہاتھ آ جائے۔"

پھر وہ دونوں اس قلعے کی تلاشی لینے لگے تلاشی کے دوران شنکر سومناتی نے ارجن سے پوچھا۔

"یار یہ کون سی زبان ہے جس میں تم سامری سے باتیں کرتے ہو؟"

ارجن نے سوچا شاید سامری کوئی ایسا جادو کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ہماری باتیں سمجھ

نہیں آتیں۔ چلو! اچھا ہے ورنہ یہ جان جاتا کہ میں ایک بدروح ہوں تو شاید یہ میرے کام نہ آتا۔ یہ سوچتے ہوئے ارجن نے جواب دیا۔

''یار یہ بڑی قدیم زبان ہے جو میں نے بدروحوں سے باتیں کرنے کے لئے سیکھی ہے۔''

تلاشی کے دوران انہیں کوئی جن' بدروح' چڑیل یا بھوت وغیرہ نہیں ملا شاید وہ آقا سامری کو بھاگتے دیکھ کر فرار ہو گئے تھے تاکہ اپنی جان بچا سکیں۔ تمام کمروں کی تلاشی لینے کے بعد وہ شلراگ کے پاس آ گئے وہ ہوش میں آ چکا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اسے کوئی منتر بھی یاد نہ آ رہا تھا ایسا شاید حصار کی وجہ سے تھا' شنکر سومناتی نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور اس سے متاثر ہو کر پوچھا۔

''تیرا آقا سامری اس وقت کہاں ہوگا؟'' شلراگ نے غصے سے جواب دیا۔

''مجھے کیا معلوم! وہ تمہارے سامنے ہی یہاں سے گیا ہے۔''

''میں جانتا ہوں سامری کی طرح تم بھی امر شکتی رکھتے ہو مگر یہ مت سمجھو کہ شنکر تمہارا کچھ نہیں کر سکتا میں تمہیں ایسی اذیت سے دوچار کر دوں گا کہ تم تو کیا تمہارے آقا کی روح بھی کانپ اٹھے گی۔''

''جو کر سکتے ہو کر لو میں آقا کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ۔'' یہ کہہ کر شنکر سومناتی نے اس پر سے حصار ختم کیا۔ حصار ختم ہوتے ہی شلراگ یکدم غائب ہو گیا۔

اس کے غائب ہوتے ہی ارجن نے کہا۔

''شنکر بھائی یہ تو فرار ہو گیا اب ہمیں کیسے پتہ لگے گا کہ استاد سامری کہاں گیا ہے؟''

شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جانے دو۔ مجھ سے بھاگ کر یہ کہیں نہیں جا سکتا۔ میں اسے جب چاہوں پکڑ لوں۔'' یہ کہہ کر شنکر سومناتی نے کہا۔

''یہاں قلعے میں تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہمارے کام آ سکے مگر میرا دل کہتا ہے کہ یہاں کوئی خفیہ تہہ خانہ ضرور ہو گا۔ تم اپنی بدروحوں والی شکتی سے چاروں طرف نظر مارو اور پتہ کرو یہاں کیا کچھ ہے؟'' یہ سنتے ہی ارجن نے آنکھیں بند کر کے چاروں طرف دیکھا اور پھر نیچے زمین کی

طرف دیکھا۔ نیچے نظر کرتے ہی وہ حیرت اور خوشی کے مارے چیخ اٹھا اور شنکر سومناتی سے کہا۔

''جس جگہ ہم کھڑے ہیں اس جگہ نیچے ایک تہہ خانہ ہے جس میں ایک تابوت بھی رکھا ہے اور شاید اسی میں راگا بن ملیان کی لاش ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک جوش اور ولولے کے ساتھ ساحر اعظم سامری کے تخت پوش کو گھمانا شروع کر دیا۔ تخت پوش کے گھومتے ہی وہاں سیڑھیاں نمودار ہو گئیں جو نیچے کی طرف اتر رہی تھیں۔ وہ دونوں ان سیڑھیوں سے اتر کر نیچے تہہ خانے میں آ گئے۔

ان کے نیچے اترتے ہی راستہ بند ہو گیا اب وہ ایک ہال میں تھے مگر اندھیرا ہونے کے باوجود بھی وہ دونوں دن کی روشنی کی طرح دیکھ سکتے تھے۔ اس ہال کمرے کے وسط میں ایک سات آٹھ گز لمبا تابوت رکھا تھا۔ جس پر مٹی کی دبیز تہہ جمی ہوئی تھی۔ جیسے وہ صدیوں سے بند ہو۔ جا بجا مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے اور بڑی بڑی مکڑیاں خونی آنکھوں سے ان دونوں کو گھور رہی تھیں۔ کمرے کے فرش پر بھی مٹی جمی ہوئی تھی اور ایک بہت بڑا ناگ اس تابوت پر بیٹھا ہوا تھا۔ شنکر سومناتی نے اس ناگ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر اس ناگ سے پوچھا۔

''کیا تم اس تابوت کے محافظ ہو؟''

ناگ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

یہ دیکھ کر شنکر سومناتی نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پتھر کا نیولہ نکالا اور کچھ پڑھ کر اس ناگ کی طرف پھینک دیا۔

نیولہ زمین پر گرتے ہی جیتے جاگتے نیولے میں بدل گیا اور اس کا قد بھی کافی بڑا ہو گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس ناگ اور نیولے میں زندگی اور موت کی جنگ شروع ہو گئی۔ ناگ کچھ دیر تو اس نیولے کا مقابلہ کرتا رہا مگر کچھ دیر میں ہی اس کی طاقت جواب دے گئی اور ناگ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کے جسم میں آگ لگ گئی چند ہی لمحوں بعد وہ راکھ بن چکا تھا۔ شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر نیولے کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ لگاتے ہی نیولہ دوبارہ چھوٹے سے پتھر کے نیولے میں تبدیل ہو گیا جسے شنکر سومناتی نے جیب میں ڈال لیا۔

پھر شنکر سومناتی اور ارجن نے تابوت سے مٹی صاف کی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگے تابوت میں تالے نہیں لگے ہوئے تھے بس وہ مٹی جمنے کی وجہ سے جام ہو چکا تھا۔

کچھ دیر کی زور آزمائی کے بعد وہ دونوں اسے کھولنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

تابوت کھلتے ہی انہوں نے اس میں نظر ماری اس میں چھ سات گز لمبی لاش موجود تھی جو بالکل برہنہ تھی اور بالکل سفید ہوئی پڑی تھی۔ جیسے اس میں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔ مگر لاش پر کہیں بھی کسی زخم کا نشان تک موجود نہ تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ارجن نے خوش ہو کر ایک چیخ ماری اور کہا۔

یہی ہے یہی ہے راگا بن ملیان کی لاش یہی ہے۔ چیخ مارتے ہی وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور ارجن کے جسم سے نکل کر اپنے جسم یعنی تابوت میں لیٹی اس لاش میں داخل ہو گیا اور اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر لاش میں خون نہ ہونے کی وجہ سے نقاہت عروج پر تھی اس لئے وہ صرف ہل جل کر رہ گیا مگر اٹھ نہ سکا۔

اسے بے چین دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا۔

''یونہی لیٹے رہو راگا بن ملیان۔ اس لاش میں خون موجود نہیں ہے اس لیے تم ابھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو۔'' ارجن نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر الفاظ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئے اس نے گھبرا کر اپنے جسم سے نکلنا چاہا تا کہ پھر سے ارجن کے جسم میں داخل ہو جائے مگر وہ اس جسم سے نہ نکل سکا اس نے خوفزدہ نظروں سے شنکر سومناتی کی طرف دیکھا تو شنکر سومناتی نے کہا۔

''راگا بن ملیان اب تم اپنا جسم نہیں چھوڑ سکتے میں نے تم پر حصار لگا دیا ہے اب نہ تو تمہاری مددگار بدروحیں ہی تمہارے کام آ سکتی ہیں اور نہ ہی تم اس جسم سے نکل سکتے ہو۔ اور یہ تو تم محسوس کر ہی رہے ہو گے کہ تم چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں ہو۔''

☆......☆......☆

☆......☆......☆

''تم کیا سمجھتے تھے کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ تم ہی راگا بن ملیان کی گھور آتما ہو۔ مجھے تو شروع سے ہی علم تھا کہ تم ہی راگا بن ملیان ہو مگر میں تمہیں دھوکے میں رکھ کر تمہیں تمہاری لاش سمیت اپنے بس میں کرنا چاہتا تھا۔

مجھے میرے استاد نے بتایا تھا کہ صدیوں بعد ایک بدروح ''راگا بن ملیان'' آزاد ہونے والی ہے اس کو لاش سمیت قابو کر کے اس دنیا پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے ہر کام کو ممکن بنایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بہت شکتی شالی ہے۔ میرے استاد کی زندگی میں تو تم آزاد نہ ہو سکے مگر میں نے تم کو پا لیا۔ جب تم آزاد ہوئے تھے مجھے اسی دن پتہ لگ گیا تھا میں نے تمہاری نگرانی پر سہانی چڑیل کو لگا رکھا تھا اور اس نے ہی مجھے یہ خبر دی تھی کہ تم ایک ہوٹل میں موجود ہو۔ سہانی وہی چڑیل ہے جس سے میں نے تمہاری ماضی میں جانے کے منتر کے ذریعے ملاقات بھی کرائی تھی دراصل وہ میری دشمن نہیں تھی اور نہ ہی میرے پیچھے لگی ہوئی تھی وہ تو سب ایک ناٹک تھا اور تم سے ملنے اور جان پہچان پیدا کر کے تمہارے ساتھ رہنے کے لئے تھا۔ سہانی چڑیل میرے لئے کام کرتی ہے اور اس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اب میں تمہیں اپنا غلام بناؤں گا تمہاری شکتی سے کام لوں گا اس دنیا پر حکومت کروں گا۔ جو میں کہوں گا تم وہی کرو گے۔ شنکر سومناتی آج کے بعد تمہارا آقا ہے میں جلد ہی سامری کو بھی شکست دے دوں گا۔ پھر میں ساحر اعظم کہلاؤں گا۔''

یہ کہہ کر شنکر سومناتی بے تحاشہ قہقہے لگانے لگا اور اس نے پھر راگا سے کہا۔

''اب دنیا میری مٹھی میں ہو گی دنیا کا کوئی بھی عامل یا جادوگر میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اب ساحر اعظم سامری کا سکہ ختم ہو جائے گا اب میں ساحر اعظم کہلاؤں گا۔ دنیا میرے نام سے لرز

اٹھے گی۔ یہ کہہ کر اس نے تابوت کا ڈھکن بند کر دیا اور راگا بن ملیان بے بسی سے اس کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ تابوت بند کر کے شنکر سومناتی نے تالی بجائی تو فوراً ہی ساہنی چڑیل حاضر ہو گئی یہ وہی چڑیل تھی جس سے ارجن اور شنکر سومناتی نے ماضی میں جانے والے عمل سے ملاقات کی تھی۔

''کیا حکم ہے میرے آقا؟'' ساہنی چڑیل نے حاضر ہوتے ہی پوچھا۔

''ہمارا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہے ساہنی۔ راگا بن ملیان کی لاش مل گئی ہے اور اس کی بدروح سمیت اس تابوت میں موجود ہے تم مجھے اس تابوت سمیت میرے گھر کے تہہ خانے میں پہنچا دو۔''

یہ کہہ کر شنکر سومناتی اس تابوت پر چڑھ کر بیٹھ گیا' ساہنی دوسرے ہی لمحے اس تابوت کے گرد لپٹ گئی اور شنکر سومناتی سمیت تابوت اس کے گھر کے تہہ خانے میں رکھ دیا۔ اپنے گھر کے تہہ خانے میں پہنچتے ہی شنکر سومناتی اس تابوت سے نیچے اتر آیا۔ خوشی کے مارے وہ پھولا نہ سما رہا تھا۔ لگتا تھا جیسے اسے سارے جہاں کی دولت مل گئی ہو۔

☆......☆......☆

ساحر اعظم سامری اپنی سادھی کے نیچے تہہ خانے میں تابوت میں بیٹھا تھا۔ شلراگ بھی اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس کے سامنے کی دیوار پر روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں ہزاروں عجیب و غریب سیاہ چہرے نظر آ رہے تھے۔ سامری ان سیاہ چہروں کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''کالی طاقتو میری شکست تمہاری شکست ہو گی۔ اگر اس جادوگر شنکر نے مجھے ختم کر دیا تو پھر تمہارے نام لینے والے بھی اس دنیا سے مٹ جائیں گے۔ کوئی بھی انسان تمہارے فریب میں نہ آئے گا میری مدد کرو اور اس جادوگر اور راگا بن ملیان کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں میرا ساتھ دو۔''

یہ سنتے ہی ایک نہایت ہی کریہہ سیاہ چہرہ قریب آیا اور اس نے کہا۔

''سامری کالی طاقتوں کو تو نے ہمیشہ اپنا غلام سمجھا ہے دنیا کے ساتھ ساتھ تم نے کالی طاقتوں پر بھی ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں اب کس منہ سے کالی طاقتوں سے مدد مانگ رہے ہو۔ آج کے بعد ساحر اعظم کا خطاب بھی شنکر سومناتی کو دے دیا جائے گا۔ تم نے کالی طاقتوں سے امر شکتی مانگی تھی اور امر شکتی ملتے ہی تم نے کالی طاقتوں سے بھی آنکھیں پھیر لیں لیکن تم یہ نہیں جانتے تھے کہ اب بھی تم موت کے منہ میں جا سکتے ہو۔

''امر شکتی ملتے ہی تم بھگوان کو بھی بھول گئے یاد رکھو ہر ذی روح کا انت ضرور ہے چاہے جلد یا بدیر' یہی قانون فطرت ہے۔ اب بھی اگر شنکر سومناتی' راگا بن ملیان کے جسم کو ختم کر دے تو تمہاری بھی موت واقع ہو جائے گی کیونکہ وہ بلیدانی جسم ہے اور اسی لئے تم نے اسے سنبھال کر رکھا ہوا تھا ورنہ تم اس جسم کو بھی کب کا ختم کر دیتے۔

''شنکر سومناتی اس جسم کو اپنے گھر لے جا چکا ہے اور اس کے انت کا سمے بھی قریب ہے اس کے ساتھ ہی تمہارا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ ایک بلیدانی وچن پر کالی طاقتیں تمہارا ہر کام کرنے پر مجبور تھیں اب وہ بلیدانی جسم بھی تمہارے قبضے سے نکل چکا ہے۔'' یہ کہتے ہی وہ تمام کالی شکلیں غائب ہو گئیں اور دیوار پر صرف روشنی رہ گئی۔

سامری نے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''شلراگ اگر مزید جینا چاہتے ہو تو تمہیں راگا بن ملیان کی لاش لانی ہو گی میں نے تمہیں امر شکتی دے رکھی ہے میں جب چاہوں اسے واپس لے سکتا ہوں' مجھے ہر حال میں راگا بن ملیان کی لاش چاہیے پھر دیکھتا ہوں کالی طاقتیں کیسے میرے حکم سے انکار کرتی ہیں۔ میرا نام بھی ساحر اعظم سامری ہے میں ان کالی شکتیوں سے نمٹ لوں گا۔''

''آپ چنتا نہ کریں میرے آقا! میں ہر حال میں راگا بن ملیان کی لاش واپس لے آؤں گا اور کالی شکتیاں پھر سے آپ کی غلام ہوں گی۔''

''تم یہاں سے سیدھے آتمال کے پاس جاؤ گے اور اس سے مل کر راگا کی لاش کی واپسی کے لئے کوشش کرو گے۔''

''آقا! اس کام کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں پھر آتمال سے مدد لینے کی کیا ضرورت ہے؟''

''شلراگ! تمہیں کتنی بار کہا ہے مجھے مشورے نہ دیا کرو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ تم جتنے بدھی مان ہو میں یہ بھی جانتا ہوں۔ میں تمہاری وجہ سے ہی اس حال کو پہنچا ہوں اگر تم شنکر اور راگا کو پہلے ہی ختم کر دیتے تو آج اتنی نوبت ہی نہ آتی' آتمال کے پاس تیز ترین بدھی ہے مجھے بشواش ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی ایسی ترکیب نکال لے گا جس سے ہمیں راگا بن ملیان کی لاش واپس مل جائے گی۔''

"ٹھیک ہے آقا! میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں سے سیدھا آتمال کے پاس ہی جاؤں گا اور جیسے وہ کہے گا ویسے ہی کروں گا۔ اب آپ کو مجھ سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔"

☆......☆......☆

تابوت تہہ خانے میں پہنچتے ہی شنکر سومناتی نے ساہنی چڑیل سے کہا۔

"تم تہہ خانے اور گھر کی صفائی کردو۔ اتنے میں، میں اشنان کر کے بھوجن کرلوں پھر راگا بن ملیان کے لیے انسپکٹر قادری کے تازہ اور گرم خون کا پربنت کروں گا کیونکہ راگا بن ملیان کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہے۔" ساہنی نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا! آپ اشنان کرلیں۔" یہ سن کر شنکر سومناتی اوپر گھر میں چلا گیا اور اشنان کرنے لگا۔ جب وہ اشنان کر کے غسل خانے سے باہر نکلا۔ اتنے ساہنی تمام گھر کی صفائی کر چکی تھی اور شنکر سومناتی کے لئے ناشتہ لگا چکی تھی۔ شنکر سومناتی نے ناشتہ کر کے ساہنی کو جانے کی اجازت دے دی اور خود نیچے تہہ خانے میں چلا گیا تہہ خانے میں پہنچ کر اس نے تالی بجائی اس کے تالی بجاتے ہی ایک جن حاضر ہوگیا۔

"آقا غلام حاضر ہے!"

شنکر سومناتی نے کہا۔

"سلازار مجھے تازہ انسانی خون چاہیے مگر یہ خون میرے دشمن انسپکٹر قادری کا ہونا چاہیے۔ اس کے خون میں بہت گرمی ہے میں اس کے خون کی حدت اور طاقت راگا بن ملیان کو دینا چاہتا ہوں تا کہ راگا بن ملیان ہر کام میں کامیاب رہے اور اس کے اٹھنے سے پہلے میرا سب سے بڑا دشمن انسپکٹر قادری بھی میرے راستے سے ہٹ جائے۔ اس کا زندہ رہنا میرے لئے موت بھی ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ راگا بن ملیان سے آزادی سے میں اسی وقت کام لے سکتا ہوں جب انسپکٹر قادری کا خطرہ موجود نہ ہو۔ کیونکہ وہ علم رکھتا ہے اور نوری شکتی کے باعث ہمیں آسانی سے زیر کر لے گا اور میں اس وقت اپنی زندگی کے اس خاص موڑ پر ہوں جہاں ناکامی موت بن جاتی ہے۔"

"آقا آپ کا حکم سر آنکھوں پر! آج ہی رات انسپکٹر قادری کا تمام خون آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا۔"

یہ کہہ کر سلازار غائب ہوگیا اور شنکر سومناتی قریب ہی پڑے بیڈ پر دراز ہوگیا تا کہ آرام کر

لے اور رات کو کام میں آسانی رہے۔

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔ انسپکٹر قادری اور زرتاش بیڈ پر ایک دوسرے سے لپٹے سپنوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ کلمہ طیبہ والے لاکٹ ان کے سرہانے رکھی میز پر پڑے تھے۔ یکا یک رات کے سناٹے میں کسی کتے کی چیخ ابھری مگر دوسرے ہی لمحے خاموشی چھا گئی جیسے کسی نے کتے کی گردن مروڑ دی ہو۔ ایسے میں ایک خوفناک شکل کا سایہ انسپکٹر قادری کی کوٹھی پر نظر آیا' انسپکٹر قادری اور زرتاش مدہوش پڑے تھے وہ سایہ دھم سے ان کے گھر میں کود پڑا۔ یہ سلازار جن تھا۔ اس کے کودنے کی آواز سے زرتاش کی آنکھ کھل گئی۔ سلازار آہستہ آہستہ ان کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ زرتاش اٹھ کر کپڑے پہن چکی تھی تا کہ باہر دیکھ سکے کہ کون ہے۔ اتنی دیر میں سلازار کمرے میں داخل ہو چکا تھا اور انسپکٹر قادری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کو انسپکٹر قادری کی طرف بڑھتے دیکھ کر زرتاش نے خوف سے ایک چیخ ماری اور انسپکٹر قادری کو بچانے کے لئے سلازار سے گتھم گتھا ہوگئی۔

اس کی چیخ سنتے ہی انسپکٹر قادری ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ زرتاش اور سلازار میں زور آزمائی ہو رہی تھی۔ اگر سلازار جن تھا تو وہ بھی پری زاد تھی اس نے ایک ہی جھٹکے میں سلازار کو زمین پر دے مارا اور اس سے پہلے کہ سلازار اٹھ کر زرتاش سے ٹکراتا وہ کمرے میں پڑا ایک لوہے کا راڈ اٹھا کر سلازار کے سینے میں اتار چکی تھی۔

لوہے کا راڈ سینے میں اترتے ہی سلازار تڑپنے لگا اور پھر چند ہی سیکنڈ بعد اس کے جسم میں آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔ انسپکٹر قادری بھی بیڈ سے اتر کر کھڑا ہو چکا تھا اور آنکھیں مل مل کر سلازار کو جلتے دیکھ رہا تھا۔ زرتاش کو سلازار سے لڑتے لڑتے سانس چڑھ چکا تھا اور وہ کھڑی اپنی سانسیں درست کر رہی تھی۔ انسپکٹر قادری کے کھڑے ہوتے ہی وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئی' انسپکٹر قادری نے اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"شاباش زرتاش! تم تو بڑی بہادر لڑکی ہو میں تو تمہیں ویسے ہی نازک سی سمجھتا تھا مگر آج تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم میرا بازو ہو اب میں اکیلا نہیں ہوں ہم دو ہیں یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیوب لائٹ آن کر دی اور سلازار کی راکھ کو دیکھنے لگا اور پھر ایک کپڑے سے پکڑ کر اس لوہے کے راڈ کو اٹھایا اور اسے سونگھ کر دیکھا اور اثبات میں سر ہلانے لگا جیسے وہ سب کچھ سمجھ گیا ہو۔

زرتاش نے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

''مرنے والا ایک آتشی قبیلے کا جن تھا اس آتشی قبیلے کی حدت اتنی زیادہ ہے کہ اگر لوہے کو ان کے جسم سے رگڑا جائے تو آگ لگ جاتی ہے اسی لئے یہ جن لوہے سے دور بھاگتے ہیں۔ جس طرح گندھک کو رگڑنے سے وہ جل اٹھتی ہے اسی طرح لوہے کی رگڑ سے ان کے جسم جل اٹھتے ہیں۔تم نے تو لاعلمی میں اپنے بچاؤ کی خاطر اس کے سینے میں لوہے کا راڈ مارا تھا مگر وہی لوہا اس کی موت ثابت ہوا تھا میں یہی دیکھ رہا تھا کہ راڈ کے لگنے سے یہ کیسے جل گیا۔'' یہ سن کر زرتاش نے کہا۔

اتنی تمہاری عمر نہیں ہے جتنی عقلمندی کی تم باتیں کرتے ہو۔ تمہیں جنوں اور دوسری مخلوقات کے متعلق اتنی معلومات کیسے مل گئیں جبکہ یہ بات تو میرے علم میں بھی نہیں تھی۔''

معلومات کے لئے عمر کا زیادہ ہونا ضرور نہیں ہوتا اس کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر انسان کو اس کے کام اور اس کی ضرورت کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے اسے عقل دی ہے۔''

''اب ہم سامری کے قلعے کب جائیں گے؟ اب تو میرا پاسپورٹ بھی بن چکا ہے۔'' زرتاش نے پوچھا۔ جواب میں انسپکٹر قادری مخاطب ہوا۔

''اس جن کے حملے سے تو مجھے یہی لگتا ہے کہ اب ہمارے دشمن یہیں آ چکے ہیں اور اس بار ہمیں مارنے کی پوری پوری تیاری کر کے آئے ہیں ابھی دو چار دن دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے؟ اگر مزید کوئی ایسا واقع رونما نہ ہوا تو پھر سامری کے قلعے میں چلیں گے مزید تسلی کے لئے میں کل معلومات بھی حاصل کرلوں گا کہ اس جن کو کس نے بھیجا تھا؟ اور اس نے ہم پر حملہ کیوں کیا؟

''ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کی مرضی!'' پھر وہ دونوں دوبارہ بستر پر آ لیٹے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ ٹیوب لائٹ انہوں نے جلتی ہی رہنے دی۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اپنے گھر کے تہہ خانے میں ٹی وی پر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سلازار کے مرتے ہی اس نے ٹی وی بند کر دیا۔ اس کے ماتھے پر پریشانی کی شکنیں صاف دکھائی دے رہی تھیں وہ

جانتا تھا کہ اگر انسپکٹر قادری کو یہ سب کچھ معلوم ہو گیا کہ سلازار کو میں نے اسے مارنے کے لئے بھیجا تھا تو وہ قہر الٰہی بن کر مجھ پر ٹوٹ پڑے گا اور پھر میری ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔

اس نے سوچا انسپکٹر قادری کل کسی وقت معلومات کرے گا مجھے اس سے پہلے پہلے راگا بن ملیان کو اٹھانا ہوگا ورنہ بدروحوں کا شکاری انسپکٹر قادری مجھے کتے کی موت مارے گا یہ سوچ کر اس نے تالی بجائی اور تالی بجتے ہی ایک اور جن حاضر ہو گیا۔

''شنگرش فوراً کسی ہسپتال جاؤ اور کسی ڈاکٹر کو پکڑ کر لے آؤ اور ساتھ ہی اس ہسپتال سے جتنی بھی بوتلیں خون کی مل سکیں سب کی سب لے آؤ۔''

یہ سنتے ہی شنگرش جن غائب ہو گیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ ایک ڈاکٹر اور خون کی بوتلوں سمیت شنکر سومناتی کے سامنے تھا۔

ان بوتلوں اور ڈاکٹر کو بیڈ پر ڈال کر وہ غائب ہو گیا۔ ڈاکٹر آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ شاید وہ رات کی ڈیوٹی کے دوران سو رہا تھا اور شنگرش اسے سوتے کو اٹھا لایا تھا۔ شنکر سومناتی کی طرف دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''آپ کون ہیں؟ اور میں اس وقت کہاں ہوں؟''

''گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں نے آپ کو صرف اس لئے تکلیف دی ہے کہ ایک انسان کو خون دینا ہے اور اسے اسی وقت خون دینا ضروری ہے۔''

''تم اس انسان کو ہسپتال بھی لا سکتے تھے یہ کون سا طریقہ ہے' کسی بھی مریض کو خون لگوانے کا۔ یہ تو غیر قانونی کام ہے۔'' ڈاکٹر نے تلخ لہجے میں کہا۔

''میرے پاس بحث کے لئے وقت نہیں ہے خون کی بوتلیں آپ کے سامنے ہیں اور مریض اس تابوت میں ہے۔''

تابوت پر نظر پڑتے ہی ڈاکٹر کا رنگ اڑ گیا کیونکہ ایک تو تابوت عام تابوت کی نسبت کافی بڑا تھا دوسرے تابوت میں مریض کی بجائے کوئی لاش ہی ہو سکتی تھی کیونکہ مریضوں کو بھلا تابوت میں کون رکھتا ہے؟

پھر اس نے سوچا جو شخص اتنی رات گئے مجھے ہسپتال سے یہاں منگوا سکتا ہے اگر اس کا کام نہ کروں تو یہ مجھے مار بھی سکتا ہے یہ سوچ کر اس نے شنکر سومناتی سے کہا۔ ٹھیک ہے میں تمہارے

مریض کو خون لگادوں گا مگر اس کے لئے پہلے اس کا بلڈ گروپ چیک کرنا پڑے گا۔

شنکر سومناتی نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”آپ اسے جس گروپ کا مرضی خون لگادیں یہ مرنے والوں میں سے نہیں ہے۔“

”مگر اس کو خون لگانے کے لئے نیڈل (سوئی) اور دوسری کئی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔“

”ٹھیک ہے تم یہ سب چیزیں لکھ کر دے دو میں ابھی منگوا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر شنکر سومناتی نے ایک کاغذ اور قلم اس کی طرف بڑھا دیئے۔ ڈاکٹر نے خاموشی سے ضروری اشیاء اس پر لکھ کر شنکر کو کاغذ پکڑا دیا۔ شنکر سومناتی نے ایک بار پھر تالی بجائی اور شنگرش پھر سے آموجود ہوا۔ شنکر سومناتی نے اسے کاغذ دیتے ہوئے کہا۔

”یہ سب چیزیں فوراً لے آؤ!“

شنگرش کو دیکھتے ہی ڈاکٹر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا وہ سمجھ چکا تھا کہ میں کسی شیطانی چکر میں پھنس گیا ہوں یہ بھگوان داس ہسپتال کا ڈاکٹر پرکاش تھا وہ شنگرش کے جاتے ہی دل ہی دل میں اشلوک پڑھنے لگا۔ شنکر سومناتی نے اس کی حالت سے اندازہ لگا لیا کہ یہ اشلوک پڑھنے میں مصروف ہے اس نے مسکرا کر ڈاکٹر پرکاش کی طرف دیکھا اور کہا۔

”یہ اشلوک پڑھنے بند کردو ان کا مجھ پر کچھ اثر ہونے والا نہیں ہے الٹا تم ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“ یہ سنتے ہی ڈاکٹر پرکاش فوراً چپ ہو گیا۔ اتنے میں شنگرش تمام چیزیں رکھ کر جا چکا تھا۔

شنکر سومناتی نے آگے بڑھ کر تابوت کھول دیا اور راگا بن ملیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”گھبراؤ مت راگا میں نے تمہارے لئے خون کا بندوبست کر لیا ہے اب تم پھر سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔“

شنکر سومناتی کے تابوت کھولتے ہی ڈاکٹر پرکاش نے تابوت میں جھانک کر دیکھا اور خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ اس میں موجود لاش کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ان ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ویسے بھی لاش کی لمبائی چھ سات گز کے قریب ہوگی۔ ایسے زندہ مردے کو دیکھ کر ڈر جانا ایک

فطری عمل تھا۔ مگر شنکر سومناتی نے اسے تسلی دی۔

”آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے چنتا مت کریں بے خوف ہو کر اپنا کام کریں ہم اس کام کا آپ کو معاوضہ بھی دیں گے۔“

ڈاکٹر پرکاش نے سوچا آپ میری جان بخشی کر دیں یہی کافی ہے اور پھر اس نے خون کی بوتل اٹھا کر ہینگر پر لٹکائی نیڈل لگا کر بلڈ سپلائی چیک کر کے راگا بن ملیان کے بازو کی رگ میں نیڈل لگا کر ٹیپ لگا دی اب آہستہ آہستہ خون راگا بن ملیان کے جسم میں جا رہا تھا۔

شنکر سومناتی نے کہا۔ ”خون کی رفتار فل کھول دو۔“

”اس سے مریض کو نقصان ہو سکتا ہے!“

”اس کو کچھ بھی نہیں ہوگا آپ چنتا نہ کریں۔“ ڈاکٹر پرکاش نے بلڈ سپلائی فل کھول دی اور خون راگا بن ملیان کی رگوں میں تیزی کے ساتھ جانے لگا۔

اب آہستہ آہستہ راگا بن ملیان کا سفید چہرہ سیاہ ہوتا جا رہا تھا۔ ابھی اس کو تین بوتلیں ہی لگی تھیں کہ صبح ہو گئی۔

شنکر سومناتی نے دوبارہ شنگرش کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کو دس ہزار روپے دے کر واپس ہسپتال چھوڑ آؤ۔ شنگرش فوراً ہی اسے ہسپتال پہنچا آیا۔

اس کے آتے ہی شنکر سومناتی نے اسے کہا۔ دہلی شہر سے باہر پرانی شمشان گھاٹ میں فوراً ایک کمرہ تیار کرو جس میں یہ تابوت اچھی طرح رکھا جا سکے اور اس کی چھت اتنی اونچی ہو کہ راگا بن ملیان اس میں آسانی سے کھڑا ہو سکے اور پھر یہ تابوت اور اس کمرے کا سامان وہاں رکھ آؤ اور مجھے بھی ساتھ لے جانا مگر وہ کمرہ کسی کو دکھائی نہیں دینا چاہیے۔

شنگرش غائب ہو گیا اور کچھ ہی دیر بعد واپس آیا اور دوسرے ہی لمحے شنکر سومناتی کو سامان سمیت اس کمرے میں رکھ دیا اور خود غائب ہو گیا۔

راگا بن ملیان کو خون اب بھی چڑھ رہا تھا اور شنکر سومناتی ایک بوتل خالی ہونے کے بعد دوسری خود ہی لگا دیتا تھا کیونکہ اس کا طریقہ وہ رات کو دیکھ چکا تھا۔ یکے بعد دیگرے کئی بوتلیں راگا بن ملیان کے جسم میں جا چکی تھیں اور اب وہ اچھی طرح ہوش و حواس میں تھا۔

☆......☆......☆

صبح ہوتے ہی بھگوان داس ہسپتال میں خون کی بوتلوں کی چوری کی خبر پھیل گئی۔ ڈاکٹر پرکاش نے خود جا کر ہسپتال میں خون کی چوری کی خبر دی تھی۔

ابھی وہ رپٹ درج کرا کر نکل ہی رہا تھا کہ انسپکٹر قادری پہنچ گیا۔ کل رات اس نے چھٹی کی تھی اس لئے آج وہ جلدی آیا تھا تاکہ ضروری کام نمٹا سکے۔

ڈاکٹر پرکاش کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ صبح ہی صبح یہاں کیسے؟''

ڈاکٹر پرکاش' انسپکٹر قادری کو دیکھتے ہی گھبرا گیا اور کہنے لگا۔ ''بس ویسے ہی آیا تھا ہسپتال سے کچھ خون کی بوتلیں چوری ہوگئی ہیں ان کی رپٹ لکھوائی ہے۔''

خون کی بوتلوں کی چوری کی خبر اور ڈاکٹر پرکاش کو گھبرایا ہوا دیکھ کر انسپکٹر قادری سمجھ گیا کہ ضرور کوئی گڑ بڑ ہے اس نے ڈاکٹر پرکاش کو اپنے ساتھ آنے کا کہا اور جیپ ایک طرف کھڑی کر کے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ ڈاکٹر پرکاش بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ڈاکٹر پرکاش کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس سے پوچھا۔

''آپ کے ہسپتال کے بلڈ بینک میں کتنی خون کی بوتلیں موجود تھیں؟''

''ساٹھ۔ جو سب کی سب چوری ہوگئی ہیں''

''رات کو ہسپتال میں ڈیوٹی پر کون تھا؟''

''رات کی ڈیوٹی میری ہی تھی۔'' ڈاکٹر پرکاش نے پریشانی سے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔

''پولیس جب تفتیش کرے گی تو ابتداء آپ سے ہی ہوگی اور پولیس کے طریقہ تفتیش کا آپ کو بخوبی خبر ہے اس سلسلے میں آپ کا جسمانی ریمانڈ بھی لیا جائے گا۔ میں آپ سے اچھی طرح واقف ہوں کہ آپ شریف شہری ہیں مگر میں بھی آپ کی کوئی مدد نہ کرسکوں گا۔ اگر آپ اس سلسلے میں قانون کی مدد کریں گے تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہوگا اگر آپ کو کسی پر شک ہو تو اس کا نام بتائیں یا اگر آپ کا اس میں کوئی ہاتھ ہے تو مجھے صاف صاف بتا دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو بچا لوں گا۔''

انسپکٹر قادری کی باتیں سن کر ڈاکٹر پرکاش اور بھی پریشان ہوگیا اور کہنے لگا۔ ''انسپکٹر صاحب اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے میں تو اس وقت سو رہا تھا۔ پھر اس نے تمام واقعہ من و عن انسپکٹر قادری کو سنا دیا۔ انسپکٹر قادری نے اس سے اس شخص کا حلیہ پوچھا تو اس نے شنکر سومناتی کا حلیہ بتا دیا اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتایا کہ وہ شخص تابوت میں لیٹے ہوئے لمبے تڑنگے آدمی کو راگا کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔

یہ سنتے ہی انسپکٹر قادری نے کہا۔

''ٹھیک ہے آپ اب جا سکتے ہیں میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں وہ یقیناً وہی بدروح راگا بن ملیان ہے جو ارجن کے جسم میں داخل ہوگیا تھا اور اس کی مدد کرنے والا شنکر سومناتی ہی ہوسکتا ہے۔ اس سے میرا ابھی تک آمنا سامنا تو نہیں ہوا مگر میں اسے جلد ہی پکڑ لوں گا۔''

انسپکٹر قادری سے اجازت ملتے ہی ڈاکٹر پرکاش نے بھگوان کا نام لیا اور وہاں سے نکلنے میں دیر نہیں لگائی۔

اس کے جاتے ہی انسپکٹر قادری نے چھ سات سپاہیوں کو ساتھ لیا اور شنکر سومناتی کے گھر جا پہنچا۔ اس کے گھر بدستور باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ انسپکٹر قادری نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ تالا توڑ دو۔

چند ہی لمحوں بعد انسپکٹر قادری' سپاہیوں سمیت شنکر سومناتی کے گھر میں تھا وہ یہاں پہلے بھی آ چکا تھا۔ اس لئے تلاشی لینے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دونوں کمروں میں سے کچھ بھی برآمد نہ ہوسکا۔

پھر وہ نیچے تہہ خانے میں جا پہنچا اور دونوں تہہ خانے چھان مارے وہاں سے اس کو دو خون کی خالی بوتلیں مل گئیں جو شاید ڈاکٹر پرکاش نے تبدیل کر کے وہیں پھینک دی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ڈاکٹر پرکاش کا بیان حقیقت پر مبنی ہے ویسے بھی گھر کی صفائی سے پتہ چلتا تھا کہ کل شنکر سومناتی یہاں موجود تھا۔ مگر شاید اسے انسپکٹر قادری کے آنے سے پہلے خطرہ محسوس ہوا تھا اور وہ اسی لئے یہاں سے نکل گیا۔

انسپکٹر قادری سوچنے لگا کہ شنکر سومناتی اتنے بڑے تابوت کو لے کر کہاں گیا ہوگا؟ مگر اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا' اس کے ایک ہیڈ کانسٹیبل نے مشورہ دیا کہ سراغ رساں کتے منگوا کر کھوج لگوا لیتے ہیں۔ مگر انسپکٹر قادری نے اس کی تجویز کو رد کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اتنا بڑا تابوت یہاں

جادو کے ذریعے ہی لایا گیا ہوگا ورنہ سیڑھیوں کے ذریعے تابوت تہہ خانے میں لے آنا ناممکن سی بات تھی۔

اگر تابوت جادو کے ذریعے لایا گیا تھا تو جادو کے ذریعے ہی یہاں سے کسی دوسری جگہ شفٹ کیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں سراغ رساں کتے بھی بے بس ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ تو اسی وقت سراغ لگا سکتے ہیں جبکہ کوئی چلتا ہوا یہاں سے گیا ہو۔ چھاپے کی ناکامی کے بعد وہ واپس تھانے آ گیا مگر اس کا دماغ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ آخر شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کہاں جا سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

ادھر شنکر سومناتی، شمشان گھاٹ میں بنوائے گئے کمرے میں موجود تھا اور یکے بعد دیگرے راگا بن ملیان کو خون کی بوتلیں لگا رہا تھا۔ کافی بوتلیں لگنے کے بعد راگا بن ملیان اٹھ کر بیٹھ گیا اور باقی خون کی بوتلیں پینے لگ گیا۔ تمام بوتلیں پینے کے بعد اس نے ایک طرف بیٹھے شنکر سومناتی پر نظر ڈالی اور کہا۔

"یار شنکر تم تو میرے دوست ہو پھر تم نے مجھے اس جسم میں کیوں قید کر دیا ہے؟ میں تو تمہارے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہوں جیسے تم کہو گے میں ویسے ہی کروں گا۔ تم مجھ پر سے یہ حصار ہٹا لو جو تم نے لگایا ہے مجھے اس سے تکلیف ہو رہی ہے۔ میں تو تمہیں اب بھی اپنا دوست سمجھتا ہوں۔" مگر شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جادو کی دنیا میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ جادوگر ہمیشہ ایک دوسرے کی لاش پر پاؤں رکھ کر کامیابی کی سیڑھیاں چڑھتے ہیں۔

"اگر جادوگر۔ جادوگر کا دوست ہو یا جادوگر کی فطرت میں رحم ہو تو یہ دنیا جادوگروں سے بھری پڑی ہوتی۔ اب تمہیں ہر وہ کام کرنا پڑے گا جو میں تمہیں کہوں گا۔"

"اگر تم میرے دوست نہیں رہنا چاہتے تو ایک بات میری بھی یاد رکھنا جادو کی دنیا میں اگر کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا تو جادو کے دوران غلطی بھی موت کا باعث بن جاتی ہے۔ جادو اگر کسی کے لئے امرت ثابت ہوتا ہے تو اس کی ذراسی غلطی زہر بھی بن جاتی ہے اور ایک غلطی تم سے بھی ہو چکی ہے۔" یہ کہہ کر وہ تابوت میں سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے شنکر سومناتی کو مخاطب کرتے

ہوئے کہا۔

"شنکر اگر اب بھی تم میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے تو میں پھر بھی تمہاری غلطی شما کر دیتا مگر تم اپنی جادوئی طاقت کی وجہ سے مجھے کچھ نہیں سمجھتے لیکن یہ تمہاری بھول ہے کہ تم مجھے اپنے بس میں کر کے اپنی مرضی کے مطابق کام کرالو گے۔"

"میں تم پر حصار لگا چکا ہوں اور میرا حصار کوئی نہیں توڑ سکتا۔"

"میں راگا بن ملیان......" وہ مسکراتے ہوئے اور بھی خوفناک نظر آنے لگا تھا۔ "شاید تم یہ نہیں جانتے کہ جب کسی حصار میں خون داخل ہو جاتا ہے تو وہ حصار خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور یہی غلطی تم سے ہو چکی ہے میرا حصار ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھ میں اتنی شکتی آ چکی ہے کہ میں اپنی رکھشا خود کر سکتا ہوں مگر میں تم سے انتقام لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر شنکر سومناتی کو گردن سے دبوچ لیا اور اس سے پہلے کہ شنکر سومناتی کوئی منتر پڑھتا راگا بن ملیان نے اس کی گردن کھینچ کر الگ کر دی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا۔ شنکر سومناتی کے ٹکڑے ہو جانے کے باوجود خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا مگر اس کے جسم کے اعضاء کمرے میں ادھر ادھر تڑپ رہے تھے۔

راگا بن ملیان نے ایک نظر اپنے آپ کو دیکھا اور چیخ کر کہا۔

"آؤ میری مددگار بدروحو! آؤ آج میں نے اپنا جسم حاصل کر لیا ہے!"

اس کے اتنا کہتے ہی کمرے میں سات ہزار بدروحیں چمگادڑوں کی شکل میں آ موجود ہوئیں، اب کمرے میں چمگادڑیں ہی چمگادڑیں نظر آ رہی تھیں جو کہ راگا بن ملیان کے جسم سے لپٹ لپٹ کر اسے چوم رہی تھیں اور اسے کسی عجیب وغریب زبان میں بدھائی دے رہی تھیں۔

راگا بن ملیان کا دماغ کام کر رہا تھا اور وہ ان کی زبان اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اب وہ ہندی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی قدیم زبان بھی سمجھ رہا تھا کیونکہ وہ ارجن کے جسم میں رہ رہ کر ہندی زبان بولنا سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی مددگار بدروحوں سے کہا۔

شنکر سومناتی کے جسم کے ٹکڑے اٹھا کر اس کے گھر میں پھینک دو تا کہ پولیس کو اس کی لاش مل جائے اور پولیس اس کی اور میری تلاش چھوڑ دے۔

چمگادڑیں شنکر سومناتی کے اعضاء کی طرف بڑھیں اور دوسرے ہی لمحے اس کی لاش کے

ٹکڑے اس کے گھر میں پڑے تھے۔

راگا بن ملیان اب شنکر سومناتی کے بستر میں بیٹھ چکا تھا کمرے میں چاروں طرف چمگادڑیں لٹکی ہوئی تھیں۔ شنکر سومناتی کا بیڈ راگا بن ملیان کے قد کے اعتبار سے کافی چھوٹا تھا۔ اسی لئے وہ اس پر بیٹھا تھا۔

راگا بن ملیان نے چمگادڑوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا تم میری حفاظت کر سکتے ہو؟''

ایک بڑی خوفناک چمگادڑ آگے بڑھ کر کہنے لگی۔

''آقا! اب ہمارے ہوتے ہوئے کوئی بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک ایک بھی گھور آتما موجود ہے کوئی آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔''

''اب میں اپنے ایک ایک دشمن سے بدلہ لوں گا۔ میں سب سے پہلے سہانی چڑیل کو اس کے کئے کی سزا دوں گا کیونکہ اس نے شنکر سومناتی کے ساتھ مل کر میرے ساتھ ناٹک کھیلا تھا۔'' کیا تم سہانی چڑیل کو پکڑ سکتے ہو؟''

''یہ کون سا مشکل کام ہے ابھی اس کو پکڑ لاتے ہیں۔''

یہ کہتے ہی وہ چمگادڑیں غائب ہو گئیں اور چند ہی لمحے بعد کئی بڑی بڑی چمگادڑیں سہانی چڑیل کو لے کر راگا بن ملیان کے سامنے حاضر ہو گئیں۔

اس کو دیکھتے ہی راگا بن ملیان نے پوچھا۔

''تم نے شنکر سومناتی کے ساتھ مل کر میرے ساتھ جو دھوکہ کیا ہے اس جرم میں تمہیں کیا سزا دینا چاہیے؟''

سہانی ہاتھ باندھ کر راگا بن ملیان کے آگے جھک گئی اور کہنے لگی۔

''شہنشاہ راگا! مجھے شما کر دو! میں شنکر سومناتی کا حکم ماننے پر مجبور تھی۔ مگر آج سے آپ کا حکم بجا لاؤں گی۔''

راگا بن ملیان نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''راگا نے جتنے دھوکے کھانے تھے کھا لئے! اب نہ تو راگا کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی راگا آستین میں سانپ پالے گا۔'' پھر اس نے چمگادڑوں سے کہا۔

''اسے اس کے جرم کی سزا کے طور پر راگا موت دینا چاہتا ہے اس کی ایک ایک بوٹی نوچ

لو۔ اس کا خون پی لو۔'' راگا کے اتنا کہتے ہی چمگادڑیں اس پر ٹوٹ پڑیں اور سہانی چڑیل کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی کے بدن کے ٹکڑے اس کے گھر کے صحن میں پڑے تڑپ رہے تھے۔

یکایک کالی آندھی شروع ہو گئی سارے شہر میں اندھیرا چھا گیا۔ بجلی بھی بند ہو گئی۔ دن کا سمے ہونے کے باوجود بھی ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہر طرف سے ڈراؤنی چیخیں اور کتوں کے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت ساری چڑیلیں مل کر بین کر رہی ہوں۔ ایسے میں خوفناک سیاہ چہرے، شنکر سومناتی کے آنگن میں اترنا شروع ہو گئے۔ یہ کالی شکتیاں تھیں سب سے آگے ان کا گرو تھا انہوں نے شنکر سومناتی کے آنگن میں اترتے ہی اس کے جسم کے ٹکڑے ایک جگہ اکٹھے کر لئے ان ٹکڑوں کو کالی شکتیوں کے گرو کا ہاتھ لگتے ہی سکون مل گیا۔

اب وہ تڑپنا بند ہو چکے تھے پھر کالی شکتیوں کا گرو کالی ہوا کی طرح شنکر سومناتی کے ٹکڑوں سے لپٹ گیا۔

کالی شکتیوں کے گرو بڑی تیزی کے ساتھ شنکر سومناتی کے جسم کے اردگرد چکر کاٹ رہا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شنکر سومناتی ہوا کے بھنور میں پھنس گیا ہو۔ پھر شنکر سومناتی کے جسم کے ٹکڑے ایک ایک کر کے جڑنے لگے اور چند ہی منٹ بعد اس کے جسم کے تمام ٹکڑے جڑ چکے تھے اور اس کی سانسیں بھی چل پڑی تھیں۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کالی شکتیوں کا گرو رک گیا اب وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ شنکر سومناتی اس پر نظر پڑتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

''گرو مہاراج! آپ کا سیوک آپ کا ابھاری ہے۔ آپ نے مجھے کشٹ سے بچا کر بڑی دیا کی ہے۔ مجھے شکتی دیں کہ میں پھر سے راگا بن ملیان کو اپنے بس میں کر لوں۔

کالی شکتیوں کے گرو نے کہا۔

''راگا اب اپنی گھور آتماؤں کی رکھشا میں تمہارے ہی بنوائے ہوئے کمرے میں موجود ہے۔ اسے تم نے اپنی بدھی (عقل) سے ہی زیر کرنا ہے۔ اب ہم اس پر دسترس نہیں رکھتے۔ ویسے بھی وہ بلیدانی جسم کا مالک ہے ہم اس کے خلاف کام نہیں کر سکتے۔''

شنکر سومناتی نے کہا۔

"ٹھیک ہے گرو مہاراج! میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ سیاہ چہرے پھر سے پرواز کرنے لگے اور سیاہ آندھی ختم ہوگئی۔

☆......☆......☆

آتمال اپنی ماتا روپا کے کمرے میں موجود تھا اسی کمرے کو اس نے اپنی خوابگاہ بنالیا تھا۔ رات کافی بیت چکی تھی اور وہ کچھ ہی دیر پہلے اڈا بند کر کے لوٹا تھا۔ ابھی اس نے سونے کی غرض سے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ اسے کمرے میں پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اس نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔

ایک بڑی سی چمگادڑ چھت میں لٹکی آتمال کو پیار سے دیکھ رہی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی آتمال اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آتمال کے بیٹھتے ہی وہ فرش پر بچھے قالین سے ٹکرائی اب آتمال کے سامنے اس کی ماتا روپا کھڑی تھی اس کو دیکھتے ہی آتمال ماتا جی کہہ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کے چرنوں کو چھو کر کہنے لگا۔

"ماتا جی! اب مجھ میں بہت شکتی ہے میں اب اپنے دشمن انسپکٹر قادری سے بھی نمٹ لوں گا اور اپنے پتا جی کو تلاش کر کے رہوں گا اسے تم سے شما مانگنی ہوگی۔"

"نہیں آتمال تم اپنے پتا جی کو کچھ نہیں کہو گے انہوں نے مجھ سے شما مانگ لی تھی اور میں اسے شما کر چکی ہوں۔ اپنا خیال رکھا کرو میں صرف تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ انسپکٹر قادری سے دور رہا کرو وہ نوری شکتی رکھتا ہے اور نوری شکتی کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔"

"اچھا ماتا جی میں انسپکٹر قادری سے ہوشیار رہوں گا مگر اس سے اپنا بدلہ ضرور لوں گا۔"

یہ سنتے ہی روپا پھر سے چمگادڑ بن کر اڑ گئی اور آتمال بستر پر لیٹ گیا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اسے شلراگ کا انتظار تھا کیونکہ اسے آج شام ہی آقا سامری کا حکم ملا تھا کہ شلراگ تمہارے پاس آ رہا ہے اپنی بدھی اور طاقت کا استعمال کرو اور شلراگ کا ساتھ دیتے ہوئے یا تو انسپکٹر قادری کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دو یا پھر اس کو یہ شہر چھوڑنے پر مجبور کر دو اور جتنی جلدی ہو سکے راگا بن ملیان کی لاش میرے پاس بھیج دو تا کہ میں کالی شکتیوں کو اپنے حکم سے انکار کی سزا دے سکوں۔ راگا بن ملیان کی لاش میرے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی انسانوں اور

دوسرے جانداروں کو سانس لینے کے لئے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔"

ابھی آتمال اپنے آقا سامری کے حکم کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک کمرے میں سرخ روشنی پھیل گئی اور روشنی کے ختم ہوتے ہی شلراگ' آتمال کے سامنے کھڑا تھا۔ آتمال نے کھڑے ہو کر شلراگ کا سواگت کیا اور اس کو اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے آقا سامری نے کہا تھا کہ شلراگ تمہارے پاس آ رہا ہے میں تمہارا ہی منتظر تھا۔"

پھر آتمال نے شلراگ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ زخم کیسے ہیں؟" کیونکہ شلراگ کو ارجن اور شنکر سومناتی نے مارا تھا اس لئے اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

شلراگ نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

"یہ سب شنکر اور راگا نے کیا ہے!"

"چنتا مت کرو شلراگ! ہم ایک ایک سے بدلہ لیں گے مگر سب سے پہلے راگا بن ملیان کی لاش آقا سامری کو بھیجیں گے۔"

"ٹھیک ہے آتمال! تم جو چاہو کرو! مجھے تو تمہارے حکم کی پابندی کرنی ہے۔"

"تم آج سے میرے ساتھ رہو گے۔ مگر کسی کو نظر نہیں آؤ گے کیونکہ تم اتنا بڑا قد اور قدیم نقوش رکھتے ہوئے میرے ساتھ نہیں چل سکو گے۔"

"جیسے آپ کہیں گے میں ویسے ہی کروں گا' میں تمہارے علاوہ کسی کو نظر نہیں آؤں گا مگر ناکامی کی صورت میں آقا سامری کو جواب دہ تم خود ہی ہو گے میں نہیں ہوں گا۔"

☆......☆......☆

ساہنی چڑیل چیخ رہی تھی مگر اس کی چیخوں کا چمگادڑوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا وہ اسے نوچ نوچ کر کھا رہی تھیں اور اس کا خون پی رہی تھیں۔ ساہنی چڑیل نیچے گر چکی تھی اور اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پیر مار رہی تھی مگر چمگادڑیں جونکوں کی طرح اس سے چمٹ گئی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی چیخیں مدہم پڑ گئیں۔ شاید وہ بے ہوش ہو چکی تھی یا مر گئی تھی۔ مگر چمگادڑیں پھر بھی اس کا گوشت نوچ رہی تھیں۔ چند ہی لمحوں میں راگا بن ملیان کے سامنے اس چڑیل کا ڈھانچہ ہی پڑا تھا پھر ڈھانچے سے سرخ رنگ کا دھواں اٹھا اور ڈھانچہ غائب ہو گیا۔

یہ سب نظارہ دیکھ کر راگا بن ملیان کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی آج اس نے اپنی دشمن چڑیل سے بدلہ لے لیا تھا' اس نے پھر چمگادڑوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اب اس جن راجیل بن تماشی کی باری ہے۔ جس نے میری بے عزتی کی تھی اور مجھے شنکر سومناتی سمیت اٹھا کر شنکر سومناتی کے گھر میں پھینک دیا تھا۔ وہ کوہ ہمالیہ پر رہتا ہے اور اس کی غار کے سامنے ایک چشمہ ہے جاؤ اس کو پکڑ کر لے آؤ تا کہ اسے پتہ چلے کہ اس نے کس کی بے عزتی کی تھی۔

اس بڑی خوفناک چمگادڑ نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا! ہم ابھی اسے لے کر آتے ہیں۔ یہ کہہ کر تین ہزار بدروحیں فوراً غائب ہو گئیں تا کہ راجیل بن تماشی کو پکڑ کر لے آئیں۔

راگا بن ملیان ان کے غائب ہوتے ہی سوچنے لگا۔ اب میں اپنے سب دشمنوں کو ختم کر دوں گا پھر میں اپنی بدروحوں کے ذریعے اس دنیا پر اپنا تسلط جماؤں گا۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ وہی تین ہزار بدروحیں (چمگادڑیں) زخمی حالت میں آئیں اور راگا بن ملیان کے سامنے ڈھیر ہو گئیں جیسے انہیں کسی نے مار پیٹ کر وہاں پھینک دیا ہو۔ ان کی حالت دیکھتے ہی راگا بن ملیان نے پوچھا۔

"تمہارا یہ حال کس نے کیا ہے؟"

ایک چمگادڑ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آقا! وہ مسلمان جن ہے اور اس کے پاس بہت طاقت ہے۔ اس نے ہمیں بہت اذیت دی ہے اور کہا ہے کہ اگر آج کے بعد تم یا تمہارے آقا نے ہمالیہ پر پاؤں رکھنے کی جرات کی تو میں تم سب کو ختم کر دوں گا۔"

راگا بن ملیان نے غصے سے کہا۔"آخر یہ مسلمان کیا چیز ہیں ان کے پاس اتنی شکتی کہاں سے آ گئی؟ میں راجیل کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کو ختم کر دوں گا۔ میں اپنے راستے میں آنے والی ہر دیوار گرا دوں گا۔ میں اس راجیل بن تماشی کو کتے کی موت ماروں..........."

ابھی وہ اپنی بات بھی پوری نہ کر پایا تھا کہ کمرے میں دو سفید ہاتھ نمودار ہوئے اور ان ہاتھوں کی انگلیوں میں سے شعاعیں نکل کر بجلیوں کی طرح راگا بن ملیان کے جسم سے لپٹ گئیں

اور راگا بن ملیان زمین پر گر کر جل بن مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ جگہ جگہ سے جھلس کر بے ہوش ہو چکا تھا پھر ان ہی ہاتھوں میں سے کالے رنگ کی شعاعیں نکلیں اور راگا بن ملیان سیاہ پتھر کے بت میں تبدیل ہو گیا۔

پھر ان ہی سفید ہاتھوں نے راگا بن ملیان کو کسی چھوٹے سے بچے کی طرح اٹھا لیا اور اس کو شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے کے پاس کھڑا کر دیا۔ اب راگا بن ملیان بے بسی کی تصویر بنا وہاں کھڑا تھا۔ وہ دیکھ سکتا تھا سن سکتا تھا مگر اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتا تھا اور نہ ہی اس میں بولنے کی قوت تھی۔ اس کی مددگار بدروحیں اس کے اوپر چکر لگا رہی تھیں۔ مگر وہ اس کو واپس اصلی حالت میں لانے کی شکتی نہیں رکھتی تھیں۔ کچھ دیر اس کے اوپر پرواز کرنے کے بعد وہ واپس شمشان گھاٹ میں بنے اس کمرے کی طرف لوٹ گئیں۔ جہاں کچھ دیر پہلے راگا بن ملیان بیٹھا تھا۔ وہاں کافی بدروحیں زخمی حالت میں پڑی تھیں۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی نے کالی شکتیوں کے جانے کے بعد راگا بن ملیان کے بارے میں سوچا۔ اس کا خیال آتے ہی غصے سے اس کی سانسیں تیز ہو گئیں اور اس کے چہرے پر تنی ہوئی رگیں صاف دکھائی دینے لگیں۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"راگا بن ملیان! تو کیا سمجھتا ہے میں اتنی آسانی سے مر جاؤں گا؟ نہیں! میں تجھے کتے کی طرح اپنے تلوے چاٹنے پر مجبور کر دوں گا تو موت کی تمنا کرے گا مگر میں تجھے موت بھی نہ دوں گا۔ میں مستقبل کا ہونے والا ساحر اعظم ہوں تم مجھے نہیں مار سکتے۔ اگر میں چاہوں تو تجھے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں مگر میں نے تجھ سے بہت سے کام لینے ہیں میں تجھے نہیں ماروں گا میں تمہیں اپنا کام کرنے پر مجبور کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کوئی منتر پڑھا اور سہنی چڑیل کو آواز دی مگر سہنی حاضر نہ ہوئی۔

اس نے سہنی چڑیل کو کئی بار پکارا مگر وہ حاضر نہ ہوئی اس نے سوچا۔

اس کا مطلب ہے کہ سہنی نے بھی مجھے مردہ سمجھ لیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کی مجھ سے جان چھوٹ گئی ہے اسے بھی سبق سکھانا پڑے گا تا کہ پھر کبھی دیر نہ کرے۔

یہ سوچ کر اس نے اپنی انگلی سے اپنے گھر کے آنگن میں ایک دائرہ کھینچا اور اس کے سامنے

کھڑے ہو کر کوئی منتر پڑھا۔ منتر پڑھتے ہی اس دائرے میں ایک ڈھانچہ نمودار ہوا اسے دیکھتے ہی شنکر سومناتی حیرت زدہ رہ گیا اور پوچھنے لگا۔

''تم کون ہو؟''

اس ڈھانچے نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

''آقا! میں سہانی ہوں۔ درد کی شدت کی وجہ سے فوراً حاضر نہ ہو سکی جس کے لئے میں شما چاہتی ہوں۔''

''تمہارا یہ حال کس نے کیا؟''

''آقا' میں تو اپنے گھر میں موجود تھی کہ راگا بن ملیان کی بدروحیں مجھے پکڑ کر راگا بن ملیان کے سامنے لے گئیں اور اسی کے حکم پر میرے جسم سے گوشت نوچ لیا۔ اگر میں آپ کی رکھشا میں نہ ہوتی تو اب تک مر چکی ہوتی۔''

''تم جا کر آرام کرو اور جب میں بلاؤں چلی آنا۔ راگا بن ملیان سے میں خود ہی نمٹ لوں گا۔''

یہ سنتے ہی سہانی کا ڈھانچہ غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی شنکر سومناتی نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور شنگرش حاضر ہو گیا یہ وہی جن تھا جس نے شمشان گھاٹ میں کمرہ بنایا تھا اور راگا بن ملیان کا تابوت وہاں منتقل کیا تھا۔

اس نے حاضر ہوتے ہی پوچھا۔

''کیا حکم ہے آقا؟''

''مجھے فوراً ہی اس کمرے میں پہنچا دو جس میں راگا بن ملیان کا تابوت اور میرا سامان رکھا تھا۔''

اس جن نے شنکر سومناتی کو فوراً اس کمرے میں پہنچا دیا۔ وہاں چمگادڑوں کی شکل میں بدروحیں موجود تھیں۔ شنکر سومناتی اور اس کے جن شنگرش کو دیکھتے ہی بدروحیں غائب ہو گئیں۔

تابوت ابھی تک کھلا پڑا تھا مگر راگا بن ملیان کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

شنکر سومناتی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''شنگرش' راگا بن ملیان کا پتہ کرو وہ کہاں گیا ہے؟ اتنا بڑا قد رکھتے ہوئے وہ شہر میں تو داخل

نہیں ہو سکتا۔''

یہ حکم سنتے ہی شنگرش غائب ہو گیا اور اس نے آ کر بتایا کہ راگا بن ملیان تو پورے دہلی شہر میں بھی کہیں نہیں ہے میں نے چاروں طرف دور دور تک پتہ کیا ہے۔

''مگر اتنی جلدی وہ کہاں جا سکتی ہے۔ غائب ہونے کی شکتی اس کے پاس نہیں ہے۔ اور عام انسانوں جیسا وہ ہے نہیں کہ کہیں چھپ گیا ہو۔ پھر اسے دھرتی نگل گئی یا وہ آکاش میں سما گیا؟''

''آقا! یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ میری نظروں سے چھپ سکے مگر پھر بھی آپ کی تسلی کے لئے دوبارہ دیکھ آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر غائب ہو گیا۔

کافی دیر کے بعد شنگرش کی واپسی ہوئی مگر اس بار بھی اس کا منہ لٹکا ہوا تھا جس سے شنکر سومناتی نے اندازہ لگا لیا کہ راگا بن ملیان کا کہیں پتہ نہیں!

شنکر سومناتی نے کہا۔

''مجھے واپس میرے گھر پہنچا دو میں خود اس کا پتہ کرتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟''

''اور اس تابوت کے علاوہ میرا تمام سامان بھی میرے گھر پہنچا دو۔''

شنگرش نے فوراً ہی اس کو سامان سمیت اس کے گھر پہنچا دیا اور خود غائب ہو گیا۔

☆......☆......☆

ساحر اعظم سامری اپنی سمادھی کے تہہ خانے میں موجود تھا۔ دیوار روشن نظر آ رہی تھی اور اس پر آتمال اور شلراگ ہاتھ باندھے کھڑے نظر آ رہے تھے۔

سامری اپنے تابوت میں بیٹھا تھا مگر اس کی نظریں ان دونوں پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

سامری نے شلراگ اور آتمال کی طرف دیکھا اور غصے سے پوچھا۔

''راگا بن ملیان کی لاش کہاں ہے؟''

آتمال نے جواب دیا۔

''آقا! ہم دونوں نے اس کو سارے شہر میں تلاش کیا ہے! مگر اس کا کہیں بھی پتہ نہیں ہے بلکہ میری کھوج کے مطابق تو وہ پورے ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔''

سامری نے یہ سن کر کہا۔

”شنکر کا پتہ کرو اس کی لاش اسی کے پاس ہو گی!“

آتمال نے جواب دیا۔

”آقا! شنکر تو خود اس کی تلاش کرتا پھر رہا ہے راگا اس کے پاس سے فرار ہو چکا ہے۔“

یہ سنتے ہی سامری نے کہا۔

”یہ تو بہت برا ہوا۔ اگر وہ تابوت میں سے اٹھ چکا ہے تو پھر وہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرے گا اور ہو سکتا ہے وہ اسی کوشش میں ہندوستان سے نکل چکا ہو۔“

”میں اس کا کھوج لگواتا ہوں تم اس کو پکڑنے کی تیاری کرو میں جیسے ہی تمہیں اس کی موجودگی کی جگہ کی خبر دوں تم اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس تک پہنچ جانا کیونکہ اس کے تابوت سے نکلتے ہی اس کی مددگار بدروحیں اس کی رکھشا کے لئے پہنچ گئی ہوں گی اور وہ اس کو پل پل کی خبر دے رہی ہوں گی۔“

آتمال نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے آقا! ہم ہر وقت تیار ہیں آپ جب چاہیں ہمیں آواز دے سکتے ہیں میں نے اس کو پکڑنے کی ترکیب بھی سوچ لی ہے۔“

مگر سامری نے اس کی پوری بات سنے بغیر ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پھر سے سیاہ نظر آنے لگی۔

سامری نے پھر ہاتھ کا اشارہ کیا اس کے اشارہ کرتے ہی دیوار پھر سے روشن ہو گئی مگر اب کی بار اس پر بوڑھی شنکھنی نظر آ رہی تھی۔

اس کو دیکھتے ہی سامری نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ ”شنکھنی! کھوج لگا کر بتاؤ کہ راگا بن ملیان اپنے تابوت سے نکل کر کہاں گیا ہے؟“

بوڑھی شنکھنی چند لمحے آنکھیں بند کئے کھڑی رہی اور پھر کہنے لگی۔

”راگا بن ملیان اس سمے نہ دھرتی پر ہے اور نہ ہی آکاش پر!“

”تو کیا وہ ہواؤں میں گم ہو گیا ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ اس نے کوئی اور روپ اختیار کر لیا ہے۔“

سامری نے کہا۔

”خبیث بوڑھی! وہ جس روپ میں بھی ہے مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔“

بوڑھی شنکھنی نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں اور چند لمحے بعد اسے بتایا ہندوستان کے شہر دہلی میں شہر سے باہر شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر ایک قوی ہیکل سیاہ بت کھڑا ہے وہی راگا بن ملیان ہے۔

”اس کو اس حال میں کس نے پہنچایا ہے؟“

”اس نے اپنی مددگار بدروحوں کو ایک مسلمان جن راجیل بن تماشی کو پکڑنے کے لئے بھیجا تھا مگر وہ مسلمان جن بہت شکتی والا ہے اس نے کئی بدروحوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کافی بدروحیں زخمی کر دیں۔ اس کے بعد اس نے اپنی نوری شکتی کے ذریعے اس کو سزا بھی دی اور اسے کالے بت میں تبدیل کر کے عبرت کا نشان بنا دیا۔“

سامری نے ساری معلومات لے کر کہا۔

”جاؤ! دفع ہو جاؤ اور اس کے متعلق مزید معلومات کرو میں تمہیں پھر بلاؤں گا۔“

سامری کے اتنا کہتے ہی بوڑھی شنکھنی غائب ہو گئی اور دیوار پھر سے سیاہ نظر آنے لگی۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اپنے گھر کے تہہ خانے میں موجود تھا۔ اس کے سامنے آگ کا الاؤ روشن تھا اور وہ آلتی پالتی مارے اس آگ کے الاؤ کے سامنے بیٹھا کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس الاؤ میں مردوں کی ہڈیوں کا سفوف بھی ڈال رہا تھا۔ اس سفوف کے ڈالتے ہی الاؤ میں تیزی آ جاتی تھی وہ بار بار یہی عمل دہرا رہا تھا۔

منتر کا جاپ پورا ہوتے ہی آگ کے الاؤ میں ایک منحنی سی شکل ابھری اور اس نے پوچھا۔

”کیا بات ہے شنکر؟ مجھے کیوں بلایا ہے؟“ اس کی آواز بھی باریک سی تھی اور بڑی مشکل سے سنائی دے رہی تھی۔

شنکر سومناتی نے اس سے کہا۔

”مقدس عمارل! مجھے دکھاؤ اس وقت راگا بن ملیان کہاں ہے؟“

یہ سنتے ہی عمارل غائب ہو گیا اور اس آگ کے الاؤ میں ایک قوی ہیکل سیاہ بت نظر آنے لگا۔ وہ شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر کھڑا تھا۔ عمارل کی آواز آئی۔

"شنکر یہ کالا بت ہی راگا بن ملیان ہے اور یہ تمہارے شہر کے شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر کھڑا ہے۔" یہ کہتے ہی عمارل چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ آگ کا روشن الاؤ بھی بجھ گیا۔

شنکر سومناتی فوراً اپنے گھر سے نکلا اور ایک ٹیکسی کے ذریعے شمشان گھاٹ پہنچ گیا۔ شام کا ہلکا اجالا پھیلا ہوا تھا۔

شنکر سومناتی نے ٹیکسی شمشان گھاٹ سے کچھ دور رکوائی اور اسے واپس آنے کا کہہ کر شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا۔ شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر دور ہی سے وہ کالا بت نظر آ رہا تھا شنکر سومناتی جلدی جلدی اس کی طرف بڑھا۔ اسے دور سے اس کے قریب دو سائے سے نظر آ رہے تھے جن میں سے ایک طویل قامت اور دوسرا عام انسانوں جیسا تھا۔ یہ آتمال اور شلراگ تھے ویسے تو شلراگ کسی کو نظر نہ آ رہا تھا مگر شنکر سومناتی تو ساحر اعظم کے خطاب کا امیدوار تھا اس کی نظروں سے چھپنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔

قریب پہنچنے پر شنکر سومناتی کو پتہ چلا کہ یہ تو آتمال اور شلراگ ہیں۔

آتمال اور شلراگ بھی شنکر سومناتی کو دیکھ چکے تھے۔ ویسے بھی آس پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں شنکر سومناتی چھپ جاتا۔ دور دور تک شمشان گھاٹ کا میدان ہی تھا۔ شنکر سومناتی کو دیکھتے ہی آتمال نے کہا۔

"آؤ شنکر آؤ! اپنے دوست کو دیکھنے آئے ہو؟" شنکر سومناتی اس کے لہجے میں چھپے طنز کو محسوس کر چکا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہاں! میں تمہارے پتا جی کی خبر لینے ہی آیا ہوں مگر تمہارے پتا جی کا یہ حال کس نے کیا ہے؟"

"اس کا تو جو حال ہے سو ہے مگر تمہارا میں کیا حال کروں گا اس کا شاید تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے!"

"جو بھونکتے ہیں وہ کاٹتے نہیں! یہ نہ ہو کہ اس رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے کو تمہاری چتا کی اگنی سے روشن کرنا پڑے۔"

یہ سنتے ہی آتمال غصے میں آ گیا اور اس نے جیب سے ریوالور نکال کر شنکر سومناتی پر فائر کر

دیا۔ مگر شنکر سومناتی اس سے پہلے ہی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ رات کے سناٹے میں گولی چلنے کی آواز دور دور تک سنائی دی اور اس سے پہلے کہ آتمال دوسرا فائر کرتا شنکر سومناتی اڑتا ہوا اس کے اوپر جا گرا۔ اس کے گرنے سے آتمال بھی لڑکھڑا کر گر پڑا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ شنکر سومناتی نے مضبوطی سے اس کا گلا پکڑ لیا اور دبانے لگا۔ آتمال نے اس کے پیٹ میں مکا دے مارا۔ مگر شنکر سومناتی پر تو جیسے لڑنے کا بھوت سوار تھا۔ اس نے پوری طاقت سے آتمال کا گلا گھونٹ دیا۔

آتمال کی آنکھیں ابل پڑیں اور وہ جان کنی کی سی کیفیت میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

اسے تڑپتے دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو! تم میں بہت زیادہ طاقت ہے۔ مگر میرا نام بھی شنکر سومناتی ہے۔"

شلراگ کھڑا ان کی ہاتھا پائی دیکھ رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ اچھا ہے شنکر سومناتی اس آتمال کو ختم کر دے تاکہ آقا سامری کو بھی پتہ لگے کہ میرے علاوہ کوئی اور اس کا دست راست نہیں بن سکتا۔ ابھی آتمال اور شنکر سومناتی میں موت اور زندگی کی کشمکش جاری تھی کہ کسی جیپ کے آنے کی آواز سنائی دی اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر کچھ کرتے پولیس ان کے گرد گھیرا ڈال چکی تھی۔ پولیس کو دیکھتے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ کھڑے ہوتے ہی شنکر سومناتی نے شنگرش کو بلانے کا منتر پڑھا مگر شنگرش حاضر نہ ہوا اس نے گھبرا کر پولیس والوں کی طرف دیکھا اور انسپکٹر قادری پر نظر پڑتے ہی اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ انسپکٹر قادری نے کہا۔

"اب تم دونوں کا نکلنا مشکل ہے میں تم پر حصار لگا چکا ہوں اس میں تمہارے منتر کام نہیں کریں گے۔" پھر اس نے آتمال سے کہا۔

"تم تو ایک شریف شہری ہو گلوداد! پھر تم یہاں کیا کر رہے ہوں۔"

"شنکر سومناتی میرا دوست ہے اور ہم تو یہاں لڑنے کے داؤ پیچ سیکھ رہے ہیں۔"

آتمال کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے شنکر سومناتی بھی بول اٹھا۔

"آپ ہمیں کس جرم میں گرفتار کر رہے ہیں؟"

انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر شنکر سومناتی کا کان پکڑا اور ایک جھٹکا دے کر کھینچ لیا۔

یکدم اس کے چہرے سے ایک ماسک اتر آیا اب ان کے سامنے ایک سفید بالوں والا

ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا تھا۔

اسے دیکھتے ہی آتمال بھی چونک پڑا کہ یہ کون ہے؟ انسپکٹر قادری نے کہا۔

"اب بولو جادوگر بھگت بھیل تمہیں تمہارے کون کون سے جرم گنواؤں؟

کنواری لڑکیوں کی بلی دینے کا!

قانون کو دھوکہ دینے کا! یا پھر

بمبئی کی ڈسٹرکٹ جیل سے فرار ہونے کا!

بمبئی جیل سے فرار ہونے کے بعد جے پور اور پھر جے پور سے سومنات جانے کا اور پھر وہاں سے شنکر سومناتی بن کر دہلی آنے کا جرم بتاؤں۔ اتنے ہی الزام کافی ہیں یا تمہارے جرائم کی پوری فہرست تمہاری نذر کردوں؟" شنکر سومناتی سر جھکائے انسپکٹر قادری کی باتیں سن رہا تھا اس میں تو جواب دینے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

انسپکٹر قادری نے سپاہیوں سے کہا۔

"ان دونوں کو ہتھکڑیاں لگا لو اور انہیں تھانے لے چلو!"

سپاہیوں نے آگے بڑھ کر دونوں کو ہتھکڑیاں لگا دیں اور انہیں جیپ میں بٹھا دیا۔ ابھی انہوں نے جیپ موڑی ہی تھی کہ ہر طرف مٹی اڑنے لگی اور کالی آندھی شروع ہوگئی۔ انسپکٹر قادری نے جیپ روک لی تا کہ آندھی رک جائے تو پھر آگے بڑھے۔ اچانک عجیب وغریب کالے سائے ان کی جیپ کے چاروں طرف پھیل گئے ان کو دیکھتے ہی سپاہی چیخیں مارتے ہوئے جیپ سے اتر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دو سپاہی وہیں بے ہوش ہو کر گر چکے تھے۔ جن سپاہیوں کے ہاتھوں میں ان کی ہتھکڑیاں تھیں وہ ہتھکڑیاں چھوڑ کر فرار ہوگئے اپنے آپ کو آزاد دیکھتے ہی آتمال اور شنکر سومناتی بھی ایک طرف کو بھاگ کھڑے ہوئے مگر ان کے بھاگنے کی رفتار عام انسانوں جیسی تھی کیونکہ ان پر حصار اب بھی لگا ہوا تھا اور ان کے منتر بھی کام نہیں کر رہے تھے اسی طرح بھاگتے بھاگتے شنکر سومناتی اور آتمال اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر سب سے پہلے انہوں نے گندے پانی سے ہاتھ منہ دھویا تا کہ ان پر سے نوری حصار ختم ہو جائے۔

آتمال اور شنکر سومناتی کے بھاگتے ہی کالی آندھی ختم ہوگئی اور اس سے پہلے کہ انسپکٹر قادری ان دونوں کا پیچھا کرتا وہ نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ انسپکٹر قادری ۔۔نے کالی آندھی رکتے ہی

ان کو آس پاس چاروں طرف تلاش کیا مگر وہ کافی دور نکل چکے تھے ویسے بھی انسپکٹر قادری جانتا تھا کہ ہاتھ سے نکل جانے والے مجرم آسانی سے دوبارہ ہاتھ نہیں آتے۔ شنکر سومناتی کے گھر چھاپے کی ناکامی کے بعد انسپکٹر قادری نے سامگری کو بلا کر معلومات کی تھیں کہ راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی کا پتہ کرو کہ وہ کہاں ہیں اور جب اس نے بتایا کہ شنکر سومناتی اپنے گھر میں ہے اور راگا بن ملیان پتھر کا بت بنا شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر کھڑا ہے تو اس نے اپنے سپاہیوں سمیت جیپ کافی دور کھڑی کر دی تھی اور دور سے ہی اندھیرے میں دیکھ لینے والی دوربین کے ذریعے نگرانی شروع کر دی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ شنکر سومناتی اور سامری جادوگر اس بت کو حاصل کرنے ضرور آئیں گے۔ سامری تو نہ آیا مگر آتمال اور شنکر سومناتی وہاں پہنچ گئے۔ اب انسپکٹر قادری یہ سوچ رہا تھا کہ آتمال کو راگا بن ملیان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ آتمال کو موجودہ شکتی سامری نے دی ہو اور وہ سامری کے لئے ہی کام کر رہا ہو۔ یقیناً ایسا ہی ہے یہ سوچ کر اس نے بے ہوش سپاہیوں کو جگایا اور واپس تھانے چل دیا۔

رات کا ایک بج چکا تھا ہر طرف ہو کا عالم تھا شمشان گھاٹ میں ہر طرف بھوتوں کا راج تھا ایسے میں آتمال اور شلراگ وہیں شمشان گھاٹ کے بیرونی رستے پر پہنچ چکے تھے اس سمے دور دور تک کوئی نہ تھا۔ شنکر سومناتی کا خیال تھا کہ رات کو انسپکٹر قادری ضرور اس بت کی نگرانی کرے گا اس لئے وہ اپنے گھر میں پڑا خوابوں کی دنیا میں گم تھا اس نے دوسرا ماسک لگا لیا تھا اور اب وہ شنکر سومناتی ہی نظر آ رہا تھا اس نے فیصلہ کیا تھا کہ دن میں کسی طرح اس بت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس وقت نگرانی پر کوئی نہیں ہوگا۔

آتمال اور شلراگ رات کو جاگ رہے تھے اور آتمال تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شلراگ سے پوچھ رہا تھا کہ اب دیکھو وہاں کوئی نگرانی پر تو نہیں ہے؟

شلراگ آنکھیں بند کر کے دیکھتا اور آتمال کو بتاتا کہ وہاں اب بھی کوئی نہیں ہے آخر رات کے ایک بجے آتمال نے کہا اب مجھے وہاں لے چلو۔ اب وہ دونوں راگا بن ملیان کے طویل قامت بت کے پاس کھڑے تھے اور آتمال شلراگ سے کہہ رہا تھا۔ شلراگ اس سمے ہمارے دشمنوں کا دور دور تک بھی پتہ نہیں ہے تم راگا بن ملیان کے بت کو اٹھا کر اس کے تابوت میں ڈال

دو۔ شلراگ وہیں شمشان گھاٹ میں بنے کمرے میں سے وہی تابوت اٹھا لایا جس میں شنکر سومناتی' راگا بن ملیان کی لاش اٹھا کر لایا تھا۔ پھر شلراگ اور آتمال نے مل کر راگا بن ملیان کے طویل قامت بت کو اٹھایا اور اس تابوت میں رکھ دیا اس کے بعد آتمال نے شلراگ سے کہا۔

''جاؤ شلراگ اس تابوت کو لے جا کر آقا سامری کے چرنوں میں رکھ دو اس کو کہنا آتمال جو کہتا ہے کر دکھاتا ہے۔''

''پہلے میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں پھر لے جاؤں گا۔''

''تم جاؤ! میں خود چلا جاؤں گا۔'' مگر شلراگ نے جواب دیا۔

''ایک سیکنڈ تو لگے گا میں پہنچا دیتا ہوں اب رات کو کہاں دھکے کھاتے جاؤ گے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ مجھے چھوڑ آؤ۔''

شلراگ نے آتمال کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہی لمحے وہ آتمال کے گھر میں کھڑے تھے۔

''اب تم جاؤ اور جتنی جلدی ہو سکے اس ملک سے دور نکل جاؤ یہ نہ ہو کہ شنکر یا انسپکٹر قادری کو پتہ لگ جائے اور وہ تابوت نہ لے جانے دیں۔''

''تم چنتا نہ کرو! میں ابھی لے جاؤں گا۔'' یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے وہ دوبارہ تابوت کے پاس کھڑا تھا۔ تابوت اسی طرح رکھا ہوا تھا شلراگ کا خیال تھا کہ میں کچھ سمے ضائع کر دوں تا کہ شنکر سومناتی یا انسپکٹر قادری یہاں پہنچ جائے اور تابوت کے لے جانے میں رکاوٹ ڈال دیں پھر میں تمام تر ناکامی کا ذمہ دار آتمال کو ٹھہرا دوں گا۔ مگر شنکر سومناتی اور انسپکٹر قادری کا دور دور تک بھی پتہ نہ تھا۔

اس نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر شمشان گھاٹ میں ناچتے بھوتوں کے سوا دور دور تک کوئی انسان موجود نہ تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''پتہ نہیں ہمارے دشمن کہاں مر گئے؟ دونوں خبیث بھی غائب ہیں کہیں گھوڑے گدھے بیچ کر سوئے پڑے ہوں گے۔ لعنت ہے ان پر اب تو یہ تابوت لے جانا ہی پڑے گا۔ پھر اس نے تابوت کو اٹھایا اور غائب ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تابوت سمیت سامری کے قلعے کے نیچے تہہ خانے میں تھا اس نے تابوت کو اسی جگہ رکھ دیا جہاں وہ پہلے موجود تھا۔ پھر اس نے بدروحوں اور ڈھانچوں سے کہا۔

''اس تابوت کی رکھشا کرو میں آقا سامری سے مل کر آتا ہوں اگر اب یہ تابوت یہاں سے کوئی لے گیا تو آقا تمہاری آتماؤں کو بھی بھیانک سزا دے گا۔'' یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور پھر اسی وقت وہ آقا سامری کے سامنے کھڑا تھا۔ سامری اس سمے بہت خوش تھا اور آتمال سے باتیں کر رہا تھا۔

شلراگ کو دیکھتے ہی سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پر سے آتمال غائب ہو گیا۔

سامری نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''دیکھا شلراگ! میں نہ کہتا تھا آتمال بڑے کام کا مہرہ ہے اس نے کتنی آسانی سے راگا بن ملیان کے بت کو حاصل کر کے ہم تک پہنچا دیا۔''

شلراگ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''آقا! اس سمے شمشان گھاٹ میں کوئی نہیں تھا اگر ہمارا کوئی دشمن موجود ہوتا تو شاید ہمیں اتنی آسانی سے راگا کا تابوت نہ اٹھانے دیتا۔'' مگر سامری نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''چلو! میں ابھی اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' پھر وہ دونوں قلعے کے تہہ خانے میں راگا بن ملیان کے تابوت کے سرہانے کھڑے تھے۔ شلراگ نے آگے بڑھ کر تابوت کھولا۔

راگا بن ملیان کا طویل قامت خوفناک بت اس تابوت میں لیٹا پڑا تھا۔ سامری نے اس کو دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا اور اس سے مخاطب ہوا۔

''راگا! مجھ سے بھاگ جانا بڑا مشکل ہے تم کیا سمجھتے تھے کہ تم میری قید سے رہا ہو گئے تھے۔ سامری ساحر اعظم ہے اور اب موت بھی تجھے یہاں سے رہائی نہیں دلا سکتی۔''

''اب میں دیکھوں گا کہ کالی شکتیاں کیسے میرے حکم سے انکار کرتی ہیں میں ان کو اتنی اذیتیں دوں گا کہ پھر کبھی میرے حکم سے انکار کرنے کی جرات نہ کریں گے۔'' پھر سامری نے شلراگ سے تابوت بند کرایا اور اس پر چار ڈھانچوں کو رکھشا کے لئے کھڑا کر دیا۔

سامری اپنی سادھی کے تہہ خانے میں پہنچ چکا تھا اس وقت وہ اپنے تابوت میں بیٹھا تھا اور اس کے سامنے دیوار روشن تھی مگر اس پر کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ سامری آنکھیں بند کئے کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ کافی دیر منتر پڑھنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور روشن دیوار پر پھونک

ماری۔

دوسرے ہی لمحے دیوار پر سیاہ سائے ابھرنے شروع ہو گئے۔ چند ہی سیکنڈوں میں دیوار پر کالے سائے ہی سائے دکھائی دے رہے تھے یہ کالی شکتیاں تھیں۔ کالی شکتیوں کا گرو آگے بڑھا اور اس نے سامری سے پوچھا۔

''ساحر اعظم سامری نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟''

سامری نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہا۔ ''کالی شکتیوں کے گرو! میں نے کہا تھا کہ سامری ناقابل شکست ہے میری شکست کے سپنے دیکھنا چھوڑ دو۔ اب پھر راگا بن ملیان کا بلیدانی بدن میرے قبضے میں ہے اب پھر تم میرا حکم ماننے پر مجبور ہو۔ تمہیں میرے حکم سے انکار کی جرات کیسے ہوئی تھی؟''

یہ سن کر کالی شکتیوں کے گرو نے جواب دیا۔

''ساحر اعظم سامری اب تیرا سکہ ختم ہونے والا ہے۔ ہار تیرا مقدر بن چکی ہے اور جس کا واضح ثبوت وہ بت ہے جو تمہارے قبضے میں ہے۔ پہلے اس بت کو راگا بن ملیان کی لاش کی صورت میں لے آؤ پھر ہم تمہارا حکم ماننے پر مجبور ہوں گے۔'' سامری نے تڑپ کر کہا۔

یہ کون سا مشکل کام ہے! میں آج ہی اس بت کو واپس لاش میں بدل دوں گا مگر یاد رکھو تم نے جادوگر بھگت بھیل کو رکھشا دے کر میرے خلاف جو بغاوت کی ہے اس کی میں تمہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ میں نے جادوگر بھگت بھیل کی بڑھتی ہوئی شکتی دیکھ کر اسے ختم کر دیا تھا مگر اسے تم نے رکھشا دی اور اس کو شنکر سومناتی کا نام دے کر پھر سے میرے مقابل لا کھڑا کیا۔ مجھے آتمال نے سب کچھ بتا دیا ہے تمہاری چلی ہوئی چال ناکام ہو چکی ہے اب تم اپنے انجام کے لئے تیار رہنا۔'' کالی شکتیوں کے گرو نے نفرت سے سامری کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔

''ساحر اعظم سامری یہ تو تجھے اس سے پتہ لگے گا جب تو اس بت کو لاش بنائے گا کہ وہ کون ہے؟ اور راگا بن ملیان کہاں ہے؟''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ راگا بن ملیان نہیں بلکہ کوئی اور ہے؟''

''ہاں! وہ راگا بن ملیان نہیں ہے اور جب تک تم راگا بن ملیان کی لاش حاصل نہیں کر لیتے اس سے تک ہمیں بلانے کی کوشش نہ کرنا۔'' یہ کہتے ہی کالی شکتیاں غائب ہو گئیں اور روشن دیوار

پھر سے سیاہ ہو گئی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ راگا بن ملیان نہیں ہے۔'' سامری زیر لب بڑبڑایا۔ مجھے بوڑھی شنکھنی نے بھی یہی بتایا تھا اور آتمال نے اپنی نگرانی میں اسے میرے پاس بھجوایا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آتمال بھی دھوکہ کھا گیا ہو۔ ان کالی شکتیوں نے اپنی جان بچانے کے لئے مجھ سے جھوٹ بولا ہے میں اس کو واپس لاش میں بدل دوں گا اور پھر ان کالی شکتیوں کو ان کے جھوٹ کی سزا دوں گا۔ یہ سوچ کر سامری سیدھا اپنے قلعے میں جا پہنچا۔ شلراگ اس وقت وہیں تھا اس نے شلراگ سے کہا۔

''کالی شکتیوں کا گرو کہتا ہے کہ وہ راگا بن ملیان کا بت نہیں ہے۔''

''آقا! آپ ہی نے آتمال کو بتایا تھا کہ راگا بن ملیان کو پتھر کے بت میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس کا بت شمشان گھاٹ کے بیرونی راستے پر کھڑا ہے۔ اس بت کے علاوہ وہاں کوئی اور بت نہیں تھا۔ ہم نے آپ کو یہ بت لا دیا اس میں کوئی خطا ہے تو آتمال کی ہے کیونکہ اس نے مجھ جو بت دیا میں لے آیا' مجھے تو آپ نے اس کا حکم ماننے کے لئے کہا تھا۔'' شلراگ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اب آتمال کی شامت آئے گی مگر سامری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''چلو میرے ساتھ! میں دیکھتا ہوں وہ کس کا بت ہے۔''

پھر وہ دونوں نیچے تہہ خانے میں جا پہنچے انہیں دیکھ کر چاروں محافظ ڈھانچے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

☆......☆......☆

زرتاش اپنے گھر میں سو رہی تھی۔ انسپکٹر قادری اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ رات گہری ہو چکی تھی ایسے میں انسپکٹر قادری کے گھر کے صحن میں زمین پھٹی اور اس میں سے ایک تنومند نوجوان ہاتھ میں ترشول تھامے برآمد ہوا۔

یہ دھرتی کا دیوتا سوھندام تھا وہ دھرتی میں سے نکل کر انسپکٹر قادری کے کمرے کی طرف بڑھا جہاں زرتاش خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔

سوھندام کے آگے بڑھتے ہی دروازہ بغیر آواز کے کھلتا چلا گیا۔ سوھندام آہستہ آہستہ چلتا ہوا زرتاش کے سرہانے جا کھڑا ہوا۔

زرتاش کے سرہانے بیڈ کی دراز پر ایک چھوٹا سا سیاہ بت پڑا تھا جو انسپکٹر قادری کل ہی لایا تھا۔ سوھندام کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔ آخر اس کی نظریں اس بت پر آ کر ٹک گئیں۔ اس بت کو دیکھتے ہی سوھندام کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے آہستگی سے بت کو اٹھا کر بغور دیکھا اور پھر جیب میں ڈال لیا۔ بت کو جیب میں ڈالتے ہی وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی دروازہ اسی طرح سے بند ہو گیا۔ سوھندام جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے واپس چلا گیا اور شق دھرتی واپس برابر ہو گئی۔ انسپکٹر قادری صبح جب گھر پہنچا تو اس نے اس کالے بت کو غائب پایا۔ اس نے زرتاش سے پوچھا کہ وہ کالا بت کہاں ہے؟

مجھے کیا معلوم؟ کل آپ نے یہیں رکھا تھا میں نے تو اسے ہاتھ تک نہیں لگایا!

انسپکٹر قادری نے پریشانی کے عالم میں سارا گھر چھان مارا مگر اس بت کو نہ ملنا تھا اور نہ ہی ملا۔ زرتاش نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا۔ کیا وہ بت بہت ضروری چیز تھی؟

انسپکٹر قادری نے کرسی پر بیٹھ کر ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں! وہ بہت قیمتی بت تھا۔''

''کیا وہ سونے کا بت تھا؟ دیکھنے سے تو وہ پتھر ہی کا لگتا تھا؟''

''تھا تو وہ پتھر ہی مگر وہ راگا بن ملیان تھا اسے ایک مسلمان جن نے پتھر کے بت میں تبدیل کر دیا اور سامری اور دوسرے کئی لوگ اسے حاصل کرنے کے چکر میں تھے میں اسے چھوٹے سے بت میں تبدیل کر کے گھر لے آیا تھا اور اس کی جگہ اپنے ایک کارندے سمرات کو اس کی جگہ کھڑا کر آیا تھا۔ جس کو سامری کے ساتھی اصلی راگا بن ملیان سمجھ کر اٹھا کر لے گئے۔''

''اگر وہ راگا بن ملیان کا بت تھا تو اسے حفاظت سے رکھتے۔''

''جو ہونا تھا ہو چکا تم ناشتہ لاؤ پھر میں دیکھتا ہوں وہ بت کون لے گیا؟''

☆......☆......☆

سامری نے شلراگ کو تابوت کھولنے کا حکم دیا اور شلراگ نے آگے بڑھ کر تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا۔ سامری نے بغور اس بت کا معائنہ کیا اور کہا۔

''شکل سے تو راگا بن ملیان ہی لگتا ہے مگر ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟'' یہ کہہ کر

اس نے کوئی منتر پڑھ کر اس بت پر پھونک ماری مگر بت ٹس سے مس بھی نہ ہوا۔ پھر اس نے کافی منتر پڑھ پڑھ کر اس کالے بت پر پھونکے مگر وہ پتھر کا پتھر ہی رہا۔ یہ دیکھ کر سامری نے شلراگ سے کہا۔

''اس پر تو ہمارا کوئی بھی منتر کارگر نہیں ہو رہا۔ یہ راگا بن ملیان نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ راگا بن ملیان ہوتا تو میرے منتروں کی شکتی سے اب تک واپس لاش بن چکا ہوتا۔''

''آقا سامری! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس پر کسی نے حصار قائم کر رکھا ہو جس کی وجہ سے اس پر منتر کام نہ کر رہے ہوں؟''

سامری نے چبھتی ہوئی نظروں سے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''مجھے تم نے دیوانہ سمجھ رکھا ہے تمہارا کیا خیال ہے میں اب تک جھک مار رہا ہوں میں اس پر حصار توڑنے سے لے کر لاش میں تبدیلی تک کے تمام منتر آزما چکا ہوں۔''

سامری کو غصے میں دیکھ کر شلراگ نے آنکھیں نیچی کر لیں اور کہا۔

''آقا! آپ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں! میں تو صرف رائے دے رہا تھا۔''

''تمہیں کئی بار منع کیا ہے مجھے مشورے نہ دیا کرو۔ میرا خیال ہے مجھے ایک خاص منتر مردہ جان کا جاپ کرنا پڑے گا۔ پھر تین دن کے جاپ کے بعد اس کا ضرور پتہ لگ جائے گا کہ یہ کون ہے؟''

''جیسے آپ بہتر سمجھیں ویسے کر لیں۔''

شہر سے باہر دریا سے پار کافی دور ایک ویران مندر تھا جس میں پوجا بند ہو چکی تھی اور اب لوگوں کے مطابق وہاں آتماؤں کا بسیرا تھا۔

اس مندر میں کئی لوگوں کی یہاں تک کہ پنڈت جی کی بھی ادھڑی ہوئی لاش ملی تھی۔ جس کے بعد نہ تو اس مندر میں خوف کے مارے کوئی پنڈت آتا تھا اور نہ ہی کوئی پجاری آتا تھا۔

آہستہ آہستہ مندر ویران ہوتا گیا اور اس کی وحشتوں میں اضافہ ہوتا گیا مگر اس مندر میں آج رات جشن کا سماں تھا۔ بدروحیں اِدھر اُدھر آ جا رہی تھیں۔ چڑیلیں گھنگھرو باندھے ناچ رہی تھیں۔ بھوت اور بھوتنیاں مندر کے چاروں طرف پہرہ دے رہے تھے۔ مندر کے آنگن کے وسط میں ایک چھوٹا سا تالاب بنایا گیا تھا جس میں دودھ بھرا ہوا تھا اس تالاب کے وسط میں ایک چھوٹا

سا چبوترا بنا ہوا تھا' جس پر وہی چھوٹا سا کالا بت کھڑا تھا جسے دھرتی کا دیوتا سوھندام' انسپکٹر قادری کے گھر سے اٹھا کر لایا تھا۔ سوھندام ایک تانبے کے لوٹے سے دودھ بھر بھر کر اس کالے بت پر ڈال رہا تھا اور ساتھ ساتھ کوئی منتر بھی پڑھ رہا تھا۔

چمگادڑوں کی شکلوں میں ہزاروں بدروحیں مندر میں موجود تھیں کچھ اوپر فضاء میں پرواز کر رہی تھیں اور مندر کے اوپر چکر لگا رہی تھیں۔ اچانک اس چھوٹے سے بت کا قد بڑھنا شروع ہو گیا۔ سوھندام کے منتر پڑھنے میں تیزی آ گئی چڑیلوں نے رقص بند کر دیا۔ گھنگھروؤں کی آوازیں رک گئیں۔ اب وہاں صرف چڑیلوں اور دوسری گھور آتماؤں کے سانسوں کی خرخراہٹ ہی گونج رہی تھی۔ رات کے سناٹے میں سوھندام دیوتا کے منتر پڑھنے کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی۔

بت آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا پھر وہ اپنی اصلی ہیئت پر آ کر رک گیا۔ چڑیلیں اور بدروحیں خوشی کے مارے چیخنے لگیں۔ اب راگا بن ملیان بت بنا ان کے سامنے کھڑا تھا اور دھرتی کا دیوتا سوھندام ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''آقا! میں آپ کو واپس اسی حال میں لے آیا ہوں اور انسپکٹر قادری کی قید سے بھی رہائی دلا لایا ہوں اس سے زیادہ میں آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا جس کے لئے مجھے شما کر دینا۔

''مجھ میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ میں راجیل بن تماشی کے عمل کا توڑ کر سکوں انسپکٹر قادری بھی آپ پر حصار لگانا بھول گیا تھا اس لئے میں آپ کو اسی حالت میں واپس لے آیا ہوں۔ آقا راگا بن ملیان! میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ سامری نے آپ سے کہا تھا کہ میرے عمل کے بعد دھرتی کا دیوتا سوھندام تمہارا غلام ہوگا اور تم جس روپ میں آنا چاہو گے یعنی جس بھی جسم میں داخل ہونا چاہو گے ہو جاؤ گے آقا! سامری نے آپ کو غلط بتایا تھا۔ میں تو اس کے عمل سے نہیں بلکہ آپ کے جنم سے ہی آپ کا غلام ہوں۔ مگر میں آپ کو موجودہ حالت سے مکتی نہیں دلا سکتا اس کے لیے میں آپ سے شما چاہتا ہوں۔ آپ کی مددگار بدروحیں اور میری پیروکار چڑیلیں اور بہت آپ کی رکھشا کریں گے میں جلد ہی ایک ہزار جنات آپ کی رکھشا کے لئے بھیج دوں گا۔''

یہ کہہ کر سوھندام غائب ہو گیا۔ چڑیلیں پھر سے رقص کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگیں۔

چمگادڑیں بھی خوشی سے شور مچانے لگیں اور فضاؤں میں ناچ ناچ کر غوطے لگانے لگیں۔ راگا بن ملیان بت بنا کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ سامری نے میرے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ کیا ہے۔ اگر مجھے پہلے ہی پتہ لگ جاتا تو میں اس کے جھانسے میں آنے کی بجائے اس کی اور شلراگ کی گردن مروڑ دیتا۔

''مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟

اب کچھ نہیں ہو سکتا! اب مجھے اس عذاب سے مکتی کوئی نہیں دلا سکتا۔ میں خود بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

کاش میں اس مسلمان جن راجیل بن تماشی کو پکڑ کر لانے کا حکم نہ دیتا بلکہ اپنے اصلی دشمن سامری اور شلراگ کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

مگر اب تو سامری اور شلراگ خوش ہوں گے وہ تو مجھے بچانے کی کوشش نہیں کریں گے مجھے اس سمے ایک ہی شخص بچا سکتا تھا کیونکہ اسے میری ضرورت تھی اور وہ تھا شنکر سومناتی۔

مگر اسے تو میں نے مار دیا تھا لیکن وہ تو شمشان گھاٹ میں موجود تھا اور اس کا اصل نام جادوگر بھگت بھیل ہے شاید اس نے اپنے جسم پر کوئی جادو کر رکھا تھا۔

اسی لئے تو وہ بچ گیا۔ اسی لئے اس کے جسم سے خون نہ نکلا تھا اور وہ زندہ ہے اگر اسے پتہ لگ گیا کہ میں یہاں ہوں تو وہ مجھے ضرور حاصل کرنے آئے گا۔

اس میں بہت شکتی ہے وہ ضرور مجھے بچا لے گا۔ یہ سوچ کر اس کو کچھ سکون ملا۔ شنکر سومناتی اس سمے شمشان گھاٹ کے باہر موجود تھا شمشان گھاٹ میں کافی لوگ موجود تھے۔ شاید کسی کی چتا جلائی جا رہی تھی شمشان گھاٹ کے باہر کھڑا شنکر سومناتی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا مگر راگا بن ملیان کے بت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ دریا کے پار ویران علاقے کی طرف چل دیا تاکہ اکیلے میں معلومات کر سکے پھر ایک جگہ درختوں کا جھنڈ دیکھ کر وہ وہاں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر دور دور تک کوئی نہیں تھا اس نے سہانی چڑیل کو آواز دی۔ اس کا ڈھانچہ فوراً ہی حاضر ہو گیا اس نے سہانی چڑیل سے پوچھا'

''سہانی اس سمے راگا بن ملیان کا بت کہاں ہے؟ اور اسے کون لے گیا۔'' سہانی چڑیل نے چاروں طرف گردن گھمائی جس سے اس کی گردن کی ہڈیوں میں سے کڑکڑاہٹ کی خوفناک آواز

ابھری اور پھر اس کی کھوپڑی ایک طرف رک گئی۔

''آقا! راگا بن ملیان کا بت یہاں سے کچھ دور ایک ویران مندر میں کھڑا ہے اور اس کو وہاں دھرتی کے دیوتا سوھندام نے پہنچایا ہے اس کی رکھشا پر راگا بن ملیان کی بدروحیں اور سوھندام کی غلام چڑیلیں اور بھوت کھڑے ہیں۔ آپ کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ مجھے اس حال تک راگا بن ملیان کی بدروح چمگادڑوں نے ہی پہنچایا ہے۔'' سہانی کی بات سن کر شنکر سومناتی نے کہا۔ ''اگر شنکر چڑیلوں اور بدروحوں سے ڈرتا تو آج وہ ساحر اعظم کے خطاب کا امیدوار نہ ہوتا۔'' یہ کہہ کر وہ مندر کو جانے والے راستے کی طرف بڑھ گیا اور سہانی غائب ہوگئی۔

کچھ ہی دیر بعد شنکر سومناتی اس شکستہ حال مندر کے دروازے تک پہنچ گیا۔ یہ مندر سڑک سے کچھ دور درختوں کے درمیان میں تھا اس لئے سڑک پر سے نظر نہیں آتا تھا۔ شنکر سومناتی کو دیکھتے ہی بھوت اس کی طرف لپکے مگر شنکر سومناتی حصار لگا چکا تھا یہ رکھشک حصار تھا جس کی وجہ سے بھوت یا چڑیلیں وغیرہ اس کے قریب نہ آ سکتے تھے۔ بھوت اس کے گرد سرخ دائرہ دیکھ کر جہاں تھے وہیں رک گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر شنکر سومناتی کو چھونے کی کوشش کی تو اس سنسار سے ہمیشہ کے لئے مکتی مل جائے گی۔

شنکر سومناتی بڑے رعب سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے ایک دھکا دیا اور دروازہ اکھڑ کر اندر آنگن میں جا گرا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی ہر طرف چیخ و پکار مچ گئی چمگادڑیں فضا میں بلند ہوگئیں چڑیلیں چیخیں مارتی ہوئیں وہاں سے نکل بھاگیں، اب شنکر سومناتی، راگا بن ملیان کے بت کے سامنے کھڑا تھا اور مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شنکر سومناتی کو دیکھ کر راگا بن ملیان کا دل باغ باغ ہوگیا وہ شنکر سومناتی سے بات نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس سے مل سکتا تھا مگر اس کو دیکھتے ہی حوصلہ بڑھ گیا کہ شنکر سومناتی مجھے اس عذاب سے ضرور نجات دلا دے گا۔ شنکر سومناتی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں آ گیا ہوں راگا! میں جانتا ہوں کہ تم نہ بول سکتے ہو اور نہ ہی ہل سکتے ہو مگر تم میری آواز ضرور سن سکتے ہو' شنکر کو مارنا اتنا آسان نہیں ہے راگا! اگر شنکر کو مارنا اتنا آسان ہوتا تو وہ تمہیں حاصل کرنے کا سپنا کبھی نہ دیکھتا۔ میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ شنکر سومناتی اب تمہارا آقا ہے اور

تمہیں اب میرا ہر حکم ماننا پڑے گا۔ دیکھ لے راگا' شنکر پھر سے تیرے سامنے ہے تجھ میں تاب نہیں کہ تو میرے حکم سے انکار کر سکے۔'' راگا بن ملیان' شنکر سومناتی کی باتیں سن کر سوچ رہا تھا کہ شنکر میرے دوست مجھے تو ہی اس عذاب سے نجات دلا سکتا ہے۔ مجھے جلدی سے اس عذاب سے نجات دلا دے۔ میں ہمیشہ تیرا غلام بن کر رہوں گا۔ شنکر سومناتی ابھی راگا بن ملیان پر کوئی منتر پڑھنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک صحن میں جن اترنا شروع ہو گئے یہ ایک ہزار جن تھے جو دھرتی کے دیوتا سوھندام نے بھیجے تھے انہوں نے آتے ہی شنکر سومناتی پر آگ کے گولے برسانے شروع کر دیئے مگر وہ آگ کے گولے شنکر سومناتی کے حصار سے ٹکراتے ہی چنگاریوں کی شکل میں پھیل جاتے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے شنکر سومناتی کے چاروں طرف پھلجھڑیاں چھوٹ رہی ہوں۔

راگا بن ملیان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر ان جنوں سے کہے کہ میرے دوست کو نہ مارو۔ یہی تو میرا مسیحا ہے یہ تو مجھے اس عذاب سے نجات دلانے آیا ہے۔ مگر وہ مجبور کھڑا تھا کیونکہ نہ تو بولنا اس کے اختیار میں تھا اور نہ ہی ان جنوں کو روکنا اس کے بس میں تھا۔

شنکر سومناتی ان جنوں کے سامنے کھڑا مسکرا مسکرا کر انہیں دیکھ رہا تھا مگر جن اس پر آگ کے گولے پھینکنے میں مصروف تھے۔ اچانک شنکر سومناتی نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور جو جن جس جگہ تھا وہیں پتھر کا ہو گیا۔ شنکر سومناتی نے پھر ہاتھ کا اشارہ کیا اور تمام پتھر کے جن برف کی طرح پگھلنے لگے پھر شنکر نے اپنا حصار ختم کیا۔

شنکر سومناتی نے کوئی منتر پڑھ کر راگا بن ملیان پر پھونکا مگر اس کی حالت نہ بدلی۔

شنکر سومناتی نے کہا۔

''راگا بن ملیان! تم پر ایک نوری حصار لگا ہوا ہے اسی لئے تم اپنی اصلی حالت پر نہیں آ رہے مگر شنکر سومناتی کے پاس اس کا حل بھی موجود ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی جس میں سفید چاندی جیسا چمکدار پانی سا تھا۔ شنکر سومناتی نے وہ شیشی کھول کر چمکدار سیال راگا بن ملیان پر چھڑک دیا۔ چمکدار سیال گرتے ہی راگا بن ملیان کی تمام سیاہی ڈھل گئی اور وہ اپنے اصلی روپ میں آ گیا۔ وہ دوڑ کر شنکر سومناتی کے پاؤں میں گر گیا اور کہنے لگے۔

''شنکر میرے دوست! میرے مسیحا! مجھے شما کر دے میں نے غصے میں تیرے ساتھ بہت انیائے کیا تھا۔ اب میں ہمیشہ تیرا غلام ہوں جو تو چاہے گا میں وہی کروں گا۔''

شنکر سومناتی نے اسے اٹھنے کے لئے کہا اور بولا۔

''راگا بن ملیان! آج سے تم مجھے پھر سے اپنا دوست پاؤ گے مگر یاد رکھنا مجھ سے دھوکہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ شنکر سومناتی کی شکتی سے تم واقف ہی ہو۔'' اسے شنکر سومناتی کے پاؤں پڑتے دیکھ کر تمام چڑیلیں اور گھور آتمائیں دم بخود رہ گئے اور اگلے ہی لمحے وہ بھی ہاتھ باندھے شنکر سومناتی کے سامنے کھڑے تھے' راگا بن ملیان نے شنکر سومناتی کے چرنوں میں سے اٹھ کر بدروحوں سے کہا۔

میری مددگار بدروحو اور میری رکھشک چڑیلو! شنکر سومناتی میرا دوست بھی ہے اور میرا استاد بھی ہے آج کے بعد یہ میرے ساتھ ہی رہے گا اور اس کا ہر حکم ماننا تمہارا کرتوے ہے اس نے مجھے ایک دردناک عذاب سے مکتی دلائی ہے اس لئے میں اس کا ابھاری ہوں۔

یار شنکر! تو مجھ سے جو چاہے کام لے سکتا ہے مگر مجھے ایک کام کے لئے تمہیں مہلت بھی دینی ہوگی اور میری مدد بھی کرنی ہوگی۔

شنکر سومناتی نے تجسس سے پوچھا۔

''ایسا کون سا کام ہے؟''

''سامری نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے میں اسے اور شلراگ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ یہ کام میں تمہاری مدد کے بغیر نہیں کر سکتا۔''

''میں خود بھی سامری کو مار کر ساحر اعظم کا خطاب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چلو! تمہاری آتما کو بھی سکون مل جائے گا۔ میں ان دونوں کو مارنے میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔''

''مگر یہ کام تمہیں جلد ہی کرنا پڑے گا۔ کیونکہ تم بھی جانتے ہو کہ کالی دیوی نے مجھے کہا تھا کہ جب تم قید سے رہا ہو جاؤ گے اس کے سات گھنٹے کے اندر اندر میں تمہاری بھینٹ لے لوں گی۔ پہلے جب میں نے تمہیں مارا تھا تو اس کے کچھ ہی دیر بعد میں پتھر کے بت میں تبدیل ہو گیا تھا مگر اب کالی دیوی مجھے مار دے گی۔''

شنکر سومناتی نے دو چڑیلوں سے کہا کہ یہاں مندر میں ایک بڑا کمرہ صاف کر دو اور میرے گھر کا سامان یہاں لے آؤ۔ انہیں حکم دے کر شنکر سومناتی پھر راگا بن ملیان کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

''میں نے تمہیں اس سے بھی کہا تھا کہ میں تمہیں کالی دیوی سے بچا لوں گا اور اب بھی کہتا ہوں کہ کالی دیوی میرے ہوتے ہوئے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔''

ابھی شنکر سومناتی نے اتنا ہی کہا تھا کہ ہر طرف اندھیرا سا چھیل گیا اور کالی دیوی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ایک تازہ کٹا ہوا انسانی سر تھا اس کے اور بھی کئی ہاتھ تھے مگر وہ خالی تھے۔ اس نے آتے ہی قہقہہ لگایا۔ قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے منہ سے تازہ انسانی خون کے چھینٹے اڑنے لگے۔ اس نے انسانی سر سے خون چوستے ہوئے کہا۔

''آج تم آزاد ہو! آج تمہاری بلی کا دن ہے۔'' اس کی بات سن کر راگا بن ملیان گھبرا گیا مگر شنکر سومناتی نے کالی دیوی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم کس قانون کے تحت اس کی بھینٹ لینا چاہتی ہو؟'' شنکر سومناتی کی بات سن کر کالی دیوی نے غصے سے خون تھوکتے ہوئے جواب دیا۔

''شنکر تم مجھے قانون سکھا رہے ہو جبکہ جادو کی دنیا میں قانون بنانے والوں میں مجھے ایک اہم حیثیت حاصل ہے۔''

''اہم حیثیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کا ناجائز فائدہ اٹھاؤ! مجھے تم قانون بتاؤ کہ اس کی بھینٹ کس قانون سے لینے آئی ہو پھر تم اس کی بھینٹ لے سکتی ہو۔''

راگا بن ملیان سہما سہما سا کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا وہ جانتا تھا کہ شنکر سومناتی بڑی شکتی رکھتا ہے مگر پھر بھی کالی دیوی کا خطرہ اس کے سامنے موجود تھا۔ کالی دیوی نے شنکر سومناتی کی طرف طنز اور نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں دیوتاؤں کے قانون کے مطابق اس کی بھینٹ لینے آئی ہوں کیونکہ اس کو ہم نے طلسمی انگوٹھی کے ذریعے مفاد پہنچایا ہے اور یہ قانون کے مطابق طلسمی انگوٹھی کو انسانی خون سے اشنان نہیں کرا سکا اس لیے میں اس کی بھینٹ لوں گی اب بتاؤ تمہیں کیا اعتراض ہے؟''

''جب اس کے ہاتھ میں طلسمی انگوٹھی تھی اس سے یہ ارجن کے جسم میں تھا اور اس کی طلسمی انگوٹھی اب بھی ارجن کے جسم میں ہوگی۔ تم نے اس سے ارجن کے جسم کو مفاد پہنچایا تھا اس لیے تم ارجن کے جسم کی بھینٹ کی حق دار ہو اور اس کا جسم سامری کے قلعے کے تہہ خانے میں موجود ہے

جاؤ اس کی بھینٹ لو ورنہ شنکر قانون بتا سکتا ہے تو اس پر عملدرآمد بھی کرا سکتا ہے۔"

"شنکر اگرچہ اس سمے یہ ارجن کے جسم میں تھا مگر آتما تو یہی تھی اور جس جسم میں آتما ہو بھینٹ اسی کی لی جاتی ہے ارجن کا جسم تو مردہ ہو چکا ہے اس لیے پھر بھی بھینٹ اسی کی لی جائے گی۔"

"اس کا موجودہ جسم تو پہلے ہی بلیدانی بدن ہے اس کی بھینٹ دے کر تو سامری نے امر شکتی اور کالی شکتیوں پر دسترس حاصل کی ہے۔ یہ کون سے قانون میں لکھا ہے کہ ایک ہی جسم کی دو بار بھینٹ لی جا سکتی ہے۔ اس کا جسم بلیدانی ہے اس لئے تم اس کی بلی نہیں لے سکتیں۔ اگر سیدھی طرح واپس جانا ہے تو جاؤ ورنہ مجھے بتاؤ' میں تمہیں انیائے نہیں کرنے دوں گا میری پہنچ راجہ اندر کے دربار تک ہے جہاں سب دیوتاؤں کی حاضری لگتی ہے میں وہاں تمہاری شکایت کروں گا۔"

یہ سن کر کالی دیوی نے غصے سے کہا۔

"شنکر میں تجھے بھی دیکھ لوں گی جب بھی تو میرے ہاتھ آیا میں تجھے کچا چبا جاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی۔ اور شنکر سومناتی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابھی تو وہ دانت بھی دنیا میں نہیں آئے جو شنکر کو کچا چبا سکیں۔ پھر تو کس کھیت کی مولی ہے۔"

کالی دیوی کے جانے کے بعد راگا بن ملیان کے چہرے پر رونق آ گئی اور اس نے شنکر سومناتی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا تم مجھے کسی نہ کسی طرح بچا لو گے تم نے مجھے دو بار زندگی دی ہے ایک تو تم نے مجھے پتھر کے بت سے واپس انسان بنایا' دوسرے اب کالی دیوی سے میری جان بچائی اب راگا بن ملیان جیئے گا بھی تمہارے لئے اور مرے گا بھی تمہارے لئے۔"

☆......☆......☆

رات کے بارہ بج رہے تھے آتمال اپنے کمرے میں موجود تھا اور اس سمے سامری سے ہمکلام تھا' سامری اسے کہہ رہا تھا۔ آتمال! تم نے جو بت بھیجا ہے کالی شکتیوں کا گرو کہتا ہے کہ وہ راگا بن ملیان کا بت نہیں ہے۔ میں نے بھی اسے اچھی طرح پرکھ لیا ہے وہ واقعی راگا بن ملیان نہیں ہے۔"

آتمال نے مودب لہجے میں جواب دیا۔ "آقا! یہ تو میں بھی نہیں جانتا کہ وہ کس کا بت

ہے؟ مجھے تو آپ نے حکم دیا تھا کہ شمشان گھاٹ کے باہر ایک طویل قامت کالا بت کھڑا ہے وہ راگا بن ملیان کا بت ہے اسے میرے پاس بھجوا دو' میں نے وہ بت آپ کو بھیج دیا اس کے علاوہ وہاں کوئی اور بت نہیں ہے۔"

"یہ تو میں دیکھ لوں گا کہ وہ کس کا بت ہے مگر فی الحال مجھے یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ اصلی راگا بن ملیان کا بت کہاں ہے؟ جیسے ہی مجھے معلوم ہو گا میں تمہیں سندیس بھیج دوں گا۔ تم بھی اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرو۔ وہ جب تک پتھر کا بت ہے میرے لئے بے ضرر ہے مگر ٹھیک ہوتے ہی وہ مجھ پر حملے کی کوشش کرے گا اور میں اس سمے سے پہلے ہی اس کو واپس دفن کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آقا! میں اس کا کھوج لگانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"فی الحال ہمیں انسپکٹر قادری سے خطرہ ہے تم کسی نہ کسی طرح اس کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرو پھر ایک خاص کام بھی کرنا ہے۔ انسپکٹر قادری کے ہوتے ہوئے ہم اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

"آقا! چنتا نہ ہوں میں آج ہی سے اس کے خلاف کام کا آغاز کر دیتا ہوں اور جلد ہی اسے راستے سے ہٹا دوں گا۔"

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان مندر کے ہال کمرے میں بیٹھے تھے۔ چڑیلوں نے اس کی صفائی کر کے شنکر سومناتی کا سامان بھی وہاں لگا دیا تھا اور راگا بن ملیان کے لئے ایک بڑا بستر بھی وہاں لگا دیا تھا۔ کیونکہ راگا قد لمبا ہونے کی وجہ سے شنکر سومناتی کے بستر پر نہ لیٹ سکتا تھا' راگا بن ملیان' شنکر سومناتی سے کہہ رہا تھا۔

"یار شنکر! ہم اس مسلمان جن راجیل بن تماشی کا کچھ نہیں کر سکتے؟ اس نے دو بار مجھے تکلیف دی ہے۔"

شنکر سومناتی کہنے لگا۔

"یار کرنے کو تو ہم اس کا بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر اس سے لڑنے میں ایک تو ہمارا بہت سا سے ضائع ہو گا دوسرے ہماری شکتی بھی کم ہو جائے گی اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ ہم اسے بھول

جائیں اور خوامخواہ اس سے الجھ کر اپنے وقت اور شکتی ضائع کرنے کی بجائے اپنے دشمن سامری سے ٹکر لیں۔"

"پہلے تو کوئی ایسی ترکیب سوچو کہ ہم اس پر حملہ کریں اور کامیاب ہو جائیں۔"

اس کی بات سن کر شنکر سومناتی ہنسنے لگا اور پھر اس نے راگا بن ملیان کو بتایا۔

"سامری کو قتل کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے لئے تو ہمیں باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔"

"یار پھر جلد ہی کوئی منصوبہ بناؤ میں تو سامری اور شلراگ کو مارنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"ہمیں سب سے پہلے تو سامری کی شکتی کم کرنی پڑے گی۔"

"وہ کس طرح؟" راگا نے پوچھا۔

"ہمیں سب سے پہلے اس کے دست راست آتمال اور شلراگ کو ختم کرنا ہوگا کیونکہ ان سے سامری اکثر کام لیتا ہے۔ ان کے ختم ہو جانے کے بعد سامری تنہا رہ جائے گا۔ اس کا مقابلہ ہم کر لیں گے۔"

"مگر اس کی بدروحیں اور جن وغیرہ بھی تو ہیں۔" راگا نے شنکر کو یاد دلانے کے سے انداز میں کہا۔

"بدروحیں اور جنات وغیرہ کو میں کسی گنتی میں نہیں رکھتا۔ یہ شنکر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"سب سے پہلے ہم کسے ماریں گے؟ آتمال کو یا پھر شلراگ کو؟"

"میرے خیال میں تو سب سے پہلے آتمال کو مارنا پڑے گا کیونکہ ایک تو وہ اسی شہر میں رہتا ہے اور ہمیں آسانی سے مل جائے گا۔ دوسرے اس کے مرنے سے سامری کا یہاں سے رابطہ منقطع ہو جائے گا اور وہ آتمال کا بدلہ لینے کے لئے شلراگ کو ضرور بھیجے گا۔ جیسے ہی شلراگ آئے گا ہم اسے آسانی سے شکار کر لیں گے کیونکہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوگا کہ کوئی مجھے بھی ختم کر سکتا ہے۔"

یہ سن کر راگا بن ملیان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور وہ بے اختیار بول اٹھا۔

"یار شنکر! تو واقعی مہان جادوگر بھی ہے اور بدھی مان بھی۔ تجھے تو واقعی ساحر اعظم کا خطاب

ملنا چاہیے۔"

"وہ دن بھی ضرور آئے گا جب میں ساحر اعظم کہلاؤں گا۔ اس سنسار پر میری حکومت ہو گی۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک ڈھانچہ ان کے سامنے آیا اور ادب سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کہو کیا خبر لائے ہو؟" شنکر سومناتی نے اسے کھڑے دیکھ کر پوچھا۔

"آتمال کو سامری نے حکم دیا ہے کہ انسپکٹر قادری کو اپنے راستے سے ہٹا دو میں تم سے ایک ضروری کام لینا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ راگا بن ملیان کا بھی کھوج لگاؤ کہ وہ کہاں ہے؟"

شنکر سومناتی نے ڈھانچے سے دریافت کیا۔

"ایسا کون سا کام ہے جو سامری اس سے لینا چاہتا ہے؟"

"یہ تو ابھی اس نے آتمال کو بھی نہیں بتایا۔"

"تم جاؤ اور آتمال کی مسلسل نگرانی کرو اور جیسے ہی وہ انسپکٹر قادری پر حملے کے لئے جائے ہمیں فوراً خبر کرو۔"

"ٹھیک ہے آقا!" اور یہ کہہ کر ڈھانچہ غائب ہو گیا۔ راگا بن ملیان نے پوچھا۔

"انسپکٹر قادری پر حملے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟" شنکر سومناتی نے بستر پر لیٹتے ہوئے جواب دیا۔

"اس طرح ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ جب آتمال انسپکٹر قادری پر حملہ کر کے اسے ختم کر دے گا تو ہم فوراً ہی آتمال پر حملہ کر کے اسے مار دیں گے اس طرح ایک تو ہمارا دشمن انسپکٹر قادری خود بخود ختم ہو جائے گا دوسرے آتمال کے متعلق سامری یہی سمجھے گا کہ اسے انسپکٹر قادری کے کسی موکل وغیرہ نے مار دیا ہے اور پھر ہم پر شک کرنے کی بجائے وہ شلراگ کو آتمال کی جگہ بھیجے گا۔ شلراگ کے آنے پر ہم اسے بھی ختم کر دیں گے اس طرح ہمارے دشمن بھی مر جائیں گے اور سامری بھی تنہا ہو جائے گا۔"

"واہ! کیا ترکیب ہے مجھے دشواش ہے کہ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔"

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری اپنے گھر کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ تمام لائٹیں بند تھیں اور وہ آنکھیں بند کئے کسی عمل میں مصروف تھا۔ زرتاش دوسرے کمرے میں سو رہی تھی آج انسپکٹر قادری نے چھٹی لی ہوئی تھی ورنہ اتنی رات گئے تو وہ گشت پر ہوتا تھا مگر اس نے یہ عمل کرنا تھا اس لئے اس نے چھٹی لے لی تھی۔

ایسے میں آتمال کسی خونی عفریت کی طرح اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا پھر اس نے فریج کھول کر اس میں سے انسانی خون کی بوتل نکالی اور ایک ہی سانس میں ساری بوتل پی گیا' یہ انسانی خون کی بوتلیں اس نے ایک سرکاری ہسپتال کے بلڈ بینک سے خریدی تھیں آج کل جب بھی اس کو خون کی طلب ہوتی وہ یہی خون پیتا تھا اور کسی انسان کو نہیں مارتا تھا کیونکہ اگر وہ کسی انسان کو مارتا تو انسپکٹر قادری اور پولیس اس کی کھوج میں لگ جاتی۔ آخر جرم کب تک چھپتا پولیس اسے ایک نہ ایک دن ضرور گرفتار کر لیتی۔ اس بات کا اس نے یہی حل نکالا تھا کہ انسانی خون بھی پی لے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے ویسے بھی اسے کئی کئی دن تک خون کی طلب نہ ہوتی تھی اور وہ کھانے پر گزارہ کرتا تھا۔ فریج کا خون ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے اسے ذائقے دار تو نہ لگتا تھا مگر پھر بھی اس کی طلب پوری ہو جاتی تھی۔

انسانی خون پی کر اس کی بے چینی کافی حد تک دور ہو گئی پھر اس نے انسپکٹر قادری کے متعلق سوچا۔ اسے کچھ ہی دیر پہلے سامری نے کہا تھا کہ آج تک انسپکٹر قادری اپنے گھر میں ہی ہے اور راگا بن ملیان کا کھوج لگانے کے ساتھ ساتھ وہ تمہاری موجودہ شکتی کے متعلق جاننے کا بھی عمل کرے گا۔

آتمال کو اسی وقت کی تلاش تھی جب کہ انسپکٹر قادری اپنے گھر میں ہی موجود ہو۔ اس کے گھر میں موجودگی کی خبر ملتے ہی اس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کام شروع کر دیا۔ انسانی خون پینے کے بعد اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور تھانہ بلی ماراں کا نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ ریسیور منشی محرر نے اٹھایا اور کہا۔

"ہیلو! تھانہ بلی ماراں۔"

آتمال نے کہا۔

"تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے اور وہ یہ کہ انسپکٹر قادری نے اپنی بیوی زرتاش کو قتل کر دیا ہے اور اب وہ اس کی لاش ٹھکانے لگانے کی کوشش میں ہے۔" یہ کہہ کر اس نے منشی محرر کی بات سنے بغیر ریسیور رکھ دیا اور چل پڑا۔ باہر نکل کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا انسپکٹر قادری کے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا اس کے گھر کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا شلراگ دروازہ کھولے اس کا منتظر تھا مگر شلراگ کسی کو نظر نہ آ رہا تھا۔

آتمال نے شلراگ سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں۔" پھر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا سامنے ہی انسپکٹر قادری کا بیڈ روم تھا۔ اس کا دروازہ بھی کھلا پڑا تھا۔ زرتاش وہیں سو رہی تھی۔ دوسرے کمرے میں انسپکٹر قادری اپنے عمل میں مصروف تھا۔ آتمال دبے قدموں زرتاش کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ زرتاش اس سمے سو رہی تھی آتمال اس کے سرہانے کھڑا تھا۔ اچانک زرتاش نے کروٹ بدلی اور اپنے سرہانے کسی کی موجودگی کا احساس کر کے وہ اٹھ بیٹھی اور آتمال کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اس نے غصے سے آتمال کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"آتمال! تم یہاں؟"

آتمال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں! آتمال تمہاری موت بن کے آیا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی پنڈلی سے بندھا خنجر کھینچا اور اس سے پہلے کہ زرتاش کوئی مزاحمت کرتی آتمال نے خنجر دے مارا ایک کھچاک کی آواز کے ساتھ ہی زرتاش کی چیخ ابھری۔ خنجر اس کے دل میں اتر چکا تھا۔

آتمال فوراً باہر نکلا اور دوسرے ہی لمحے شلراگ اسے واپس اس کے گھر پہنچا چکا تھا۔

انسپکٹر قادری' زرتاش کی چیخ سن کر بے چین ہو گیا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ اسے عمل سے روکنے کی کوشش بھی ہو سکتی تھی۔ پھر بھی اس کی چھٹی حس بار بار خطرے کا احساس دلا رہی تھی اس نے فوراً عمل بند کیا اور حصار ختم کر کے اپنے بیڈ روم میں جا پہنچا' سامنے ہی بستر پر زرتاش تڑپ رہی تھی انسپکٹر قادری نے فوراً اسے اٹھایا تا کہ فوراً ہسپتال لے جا سکے مگر زرتاش نے اٹک اٹک کر کہا۔

"ق......ق......قادری......آ......ت......مال" انسپکٹر قادری' آتمال کا نام سنتے ہی غصے

میں آ گیا اور کہنے لگا۔

''زرتاش میں آتمال کو جہنم رسید کر دوں گا۔'' مگر زرتاش اس کا جواب سنے بغیر دم توڑ چکی تھی۔ اتنی دیر میں پولیس بھی پہنچ چکی تھی۔ مگر انسپکٹر قادری نے زرتاش کے سینے سے خنجر نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آتمال نے مجھے پھنسانے کے لیے یہ چال چلی ہے اور خنجر کو ہاتھ لگانے سے اس پر میری انگلیوں کے نشان بن جائیں گے اور قانون مجھے ہی مجرم قرار دے دے گا۔ ایک سب انسپکٹر اور آٹھ دس پولیس والے تھے۔ سب انسپکٹر چندر تیواڑی ہندو ہونے کے باعث ویسے بھی انسپکٹر قادری سے خار کھاتا تھا۔ اس نے انسپکٹر قادری کو گرفتار کر لیا اور اس کا موقف سنے بغیر کہا۔

''فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے میرا نہیں!'' انسپکٹر قادری ویسے بھی قانون کا احترام کرتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے میں بری ہو جاؤں گا۔

سب انسپکٹر چندر تیواڑی نے سپاہیوں کو فنگر پرنٹ بنوانے اور لاش کا پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوانے کا کہا اور خود انسپکٹر قادری کو لے کر تھانے پہنچ گیا اور صبح ہوتے ہی انسپکٹر قادری کو کیس بنا کر عدالت بھیج دیا جہاں سے اسے فیصلہ ہونے تک جیل بھیج دیا گیا۔

☆......☆......☆

ابھی شلراگ' آتمال کو پہنچا کر گیا ہی تھا کہ اس کے کمرے میں دس بارہ ڈھانچے نمودار ہوئے اور تلواریں لے کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ مگر آتمال بھی چھلاوہ بنا ہوا تھا اور کمرے میں اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ سامری اپنے تہہ خانے میں بیٹھا آتمال اور شلراگ کی ساری کارروائی دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ آج آتمال نے ایک بڑے دشمن کو اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ وہ شلراگ کو بھی اس کی کارکردگی پر شاباش دے رہا تھا کیونکہ شلراگ ابھی ابھی اس کے سامنے پہنچا تھا اور دیوار پر اب بھی آتمال کے کمرے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اچانک سامری کی نظر آتمال پر پڑی کہ دس بارہ ڈھانچے تلواریں لئے اس پر حملہ کر رہے تھے۔ اور وہ ان سے بچنے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی سامری فوراً چیخا۔

''شلراگ! جلدی جاؤ آتمال کو بچاؤ!'' مگر شلراگ اس کے کہنے سے پہلے ہی یہ سب دیکھ کر وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے فوراً آتمال کو پکڑا اور دوسرے ہی لمحے وہ آتمال سمیت سامری کے

سامنے کھڑا تھا۔ آتمال اتنی دیر میں جگہ جگہ سے زخمی ہو چکا تھا۔

سامری نے اسے فوراً اپنے تابوت میں لیٹنے کے لئے کہا اور خود ہاتھ بلند کیا دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک پلاسٹک کا ڈبہ تھا جس میں سیاہ مرہم تھی۔ سامری نے وہ مرہم شلراگ کو دی اور اسے آتمال کے زخموں پر لگانے کے لئے کہا اور خود دیوار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

آتمال کے کمرے میں موجود تمام ڈھانچے آتمال کے غائب ہوتے ہی غائب ہو چکے تھے اور اس کا کمرہ خالی دکھائی دے رہا تھا۔

سامری نے کہا۔

''ڈھانچے تو دفع ہو گئے مگر یہ تھے کون؟'' شلراگ نے آتمال کے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ انسپکٹر قادری کے کارندے ہوں گے یا پھر راگا بن ملیان کے دست راست ہوں گے۔''

سامری نے کہا۔

''راگا بن ملیان کی مددگار بدروحیں تو ہیں یہ ڈھانچے اس کے پاس کہاں سے آ گئے؟ اور پھر وہ تو خود ایک بت کی شکل میں ہے وہ اگر حملہ کرے گا بھی تو ہم پر کرے گا۔ آتمال پر نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آتمال اس کا ہی بالک ہے یہ ڈھانچے ضرور انسپکٹر قادری کے کارندے ہی ہوں گے مگر تم دیکھتے رہو اسے میں نے پھانسی نہ لگوایا تو میرا نام بھی ساحرِ اعظم سامری نہیں۔'' پھر اس نے آتمال سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''جب تک تمہارے گھاؤ نہیں بھر جاتے اس سمے تک تم میرے قلعے میں رہو گے اتنے میں ان ڈھانچوں کا بھی بندوبست کر لوں گا۔''

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان اپنے کمرے میں موجود تھے اور آتمال پر حملہ آور ہونے والے ڈھانچے ان کے سامنے کھڑے تھے اور انہوں نے شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کو بتایا کہ آتمال بچ گیا ہے اور شلراگ اسے لے کر غائب ہو گیا ہے۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ اور اس کے گھر کی نگرانی جاری رکھو۔''

پھر اس نے راگا بن ملیان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یار یہ تیرا بالک تو پھر بچ گیا یہ بھی تیری طرح ڈھیٹ ہے مرنے میں ہی نہیں آتا۔''

شنکر سومناتی کی بات سن کر راگا بن ملیان مسکرانے لگا اور کہنے لگا۔

''یار وہ میرا بالک ضرور ہے مگر میری اطلاع کے مطابق اس میں ایک جن شگول کی شکتی بھی داخل ہو چکی ہے اور شگول کو تو تم اچھی طرح جانتے ہو اسی لئے آتمال' سامری کا دست راست بن چکا ہے اور سامری کو بچانے کے لئے میرے راستے میں جو بھی آیا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا چاہے وہ میرا اپنا بھی کیوں نہ ہو۔''

''اب تو شلراگ اسے بچا کر لے گیا ہے وہ اسے ضرور سامری کے پاس لے کر گیا ہوگا اب ہمیں اس کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔''

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری ڈسٹرکٹ جیل میں ایک چھوٹے سے کمرے میں قید تھا کیونکہ وہ ایک سرکاری آفیسر تھا اور اس کا سابقہ ریکارڈ بھی بہترین تھا ویسے بھی اس پر ابھی زرتاش کے قتل کا الزام تھا اور ابھی جرم ثابت نہیں ہوا تھا اس لئے اسے جیل میں تمام سہولتیں دستیاب تھیں۔ رات گہری ہوتی رہی تھی اور انسپکٹر قادری اپنے کمرے میں بیٹھا کسی عمل میں مصروف تھا اسے زرتاش کے قتل کا بہت دکھ تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ زرتاش کو آتمال نے قتل کیا ہے مگر اس کے پاس آتمال کے خلاف کوئی ثبوت نہ تھا بلکہ وہ تو الٹا آتمال کے جرم میں گرفتار تھا۔ انسپکٹر قادری کی آنکھیں بند تھیں پھر اچانک اس کی آنکھوں کے آگے سے پردے ہٹنے لگے۔ اب وہ سامری کے قلعے کے تہہ خانے میں دیکھ رہا تھا جہاں راگا بن ملیان کا تابوت پڑا تھا۔ آنکھیں بند ہونے کے باوجود بھی وہ تہہ خانے میں اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہیں کھڑا ہو۔

اس تابوت میں راگا بن ملیان کے بت کی بجائے اس کے ایک کارندے کا بت تھا انسپکٹر قادری کی نظریں اسی تابوت پر جمی ہوئی تھیں۔ انسپکٹر قادری نے اس تابوت پر نظریں جما کر کہا۔

''سمرات! اٹھو سمرات آج تمہارے امتحان کا دن ہے۔ سامری نے آتمال کے ذریعے سازش کر کے مجھے جیل بھجوا دیا ہے اور آتمال اس وقت اسی قلعے میں موجود ہے۔ آتمال کو پکڑ لو اسے کسی قیمت پر نہ چھوڑنا مجھے وہ ہر حال میں زندہ چاہیے۔ میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔''

''اٹھو سمرات! سامری کے قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ جو بھی تمہارے راستے میں آئے اسے مٹا دو تا کہ سامری کو پتہ چلے کہ اس نے کس سے ٹکر لی ہے۔ مجھے قید کرا کے وہ سمجھتا ہے کہ مجھے بے بس کر دیا ہے اور اب میں جو چاہوں گا کروں گا۔ مگر میرا نام بھی انسپکٹر قادری ہے میں اسے اور اس کے گرگوں کو من مانی نہیں کرنے دوں گا۔'' انسپکٹر قادری بند تابوت میں لیٹے ہوئے سمرات پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اچانک انسپکٹر قادری کی آواز پر سمرات نے آنکھیں کھول دیں۔

☆......☆......☆

سامری' شلراگ اور آتمال اس سے قلعے میں اوپر موجود تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ اچانک شلراگ نے پوچھا۔

''آقا! آپ اس بت کی اصلیت جاننے کے لئے جو مردہ سمان منتر کا جاپ کر رہے تھے اس کا کیا ہوا؟'' سامری نے فخر سے سینہ تانتے ہوئے کہا۔

''وہ تو میں نے کل رات ہی پورا کر لیا تھا۔ اب میں جب چاہوں اس بت کو اس کی اصل شکل وصورت میں لا کر پوچھ سکتا ہوں کہ وہ کون ہے؟''

شلراگ نے سامری سے کہا۔

''آقا! کیوں نہ ابھی اس کی اصلیت جان لیں۔ اب تو ہمارا دشمن انسپکٹر قادری بھی قید میں ہے۔''

''ٹھیک ہے چلو ابھی چلتے ہیں اور اس کا پتہ کرتے ہیں تمہیں بھی میری شکتی کا اندازہ ہو جائے گا۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔'' پھر شلراگ نے اٹھ کر تخت پوش گھمایا اور وہ تینوں سیڑھیاں اتر کر اس تابوت کے سامنے جا کھڑے ہوئے' سامری نے شلراگ سے تابوت کھولنے کے لئے کہا۔ شلراگ نے تابوت کا ڈھکن اٹھا کر اندر جھانکا اور دوسرے ہی لمحے وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

''کیا بات ہے؟ تم اتنے گھبرا کیوں گئے ہو؟ کیا تابوت خالی ہے؟''

''نہیں آقا! تابوت میں پتھر کا بت تو موجود ہے مگر اس کی آنکھیں زندہ انسانوں کی طرح ابھر رہی ہیں۔''

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ابھی تو میں نے منتر پڑھا ہی نہیں؟"

یہ کہہ کر سامری نے آگے بڑھ کر تابوت میں جھانکا یکدم اس بت کے بازو حرکت میں آئے اور اس نے سامری کو گریبان سے پکڑ لیا۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

سامری نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر اس کے سنگی بازوؤں سے اپنے آپ کو نہ چھڑوا سکا۔

وہ اب بھی سنگی بت تھا مگر اس کے جسم میں عام انسانوں کی طرح حرکت ہو رہی تھی اور اس کی آنکھیں بھی روشن تھیں۔

سامری نے کئی منتر پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

انسپکٹر قادری کی آنکھیں اب بھی بند تھیں لیکن وہ تہہ خانے میں اسی طرح دیکھ رہا تھا۔

سامری کو سمرات کی گرفت میں دیکھ کر انسپکٹر قادری نے کہا۔

"شاباش سمرات، سامری کو دیوار پر دے مارو اور آتمال کو پکڑ لو۔"

انسپکٹر قادری کی آواز صرف سمرات کو سنائی دے رہی تھی اس نے فوراً ہی سامری کو اٹھا کر پھینک دیا اور خود تابوت میں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

سامری دیوار سے جا ٹکرایا اور اس کے دماغ کے تار جھنجھنا اٹھے اس کی آنکھوں کے آگے ھیرا چھا گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہوتا اس نے غائب ہونے کا منتر پڑھا اور اپنی ڈھی والے تہہ خانے میں چلا گیا۔

سمرات کے اٹھتے ہی چاروں رکھشک ڈھانچے تلواریں لے کر سمرات کی طرف لپکے مگر ان تلواریں سمرات کے پتھریلے جسم سے ٹکرا کر رہ گئیں۔

سمرات نے ایک ڈھانچے کے لات ماری اور اس کی ہڈیاں تہہ خانے میں بکھر گئیں ایک سرے ڈھانچے نے آگے بڑھ کر سمرات پر تلوار کا وار کیا مگر سمرات نے اس کی کھوپڑی پر ہاتھ

مارا اور اس کی کھوپڑی دور جا گری۔

یہ دیکھ کر دوسرے دونوں ڈھانچے غائب ہو گئے ان کے غائب ہوتے ہی شلراگ نے بھی راہ فرار اختیار کر لی۔

اب آتمال اس کے سامنے تھا وہ آتمال کو پکڑنے کے لئے اس کی طرف بڑھا مگر آتمال بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا قلعے میں اوپر آ گیا۔

سمرات بھی اس کی طرف لپکا مگر آتمال اوپر جا چکا تھا سمرات بھی فوراً اوپر پہنچ گیا۔

آتمال اسے دیکھ کر قلعے سے نیچے اترنے والے راستے کی طرف بڑھ گیا سمرات نے غصے میں آ کر سامری کا تخت پوش توڑ پھوڑ کر پھینک دیا۔

پھر اس نے طلسمی چراغ کو دھکا دے کر گرا دیا اس میں بتیوں کی شکل میں موجود آنکھیں پھٹ گئیں اور چراغ میں بھرا ہوا خون سارے قلعے میں دور دور تک پھیل گیا۔

پھر سمرات اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو گراتا ہوا پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔

آتمال بھی پہاڑی سے نیچے اتر رہا تھا اور وادی دکم کے پانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

سمرات طویل قامت ہونے کی وجہ سے جلدی جلدی بڑے بڑے قدم اٹھا رہا تھا جس کی وجہ سے بڑے بڑے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے تھے جن سے بچنا آتمال کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔

اسی لمحے ایک بڑی چمگادڑ سمرات پر جھپٹنے کے لئے بے قرار تھی اور سمرات کے اوپر پرواز کر رہی تھی مگر اس سے ڈر کر قریب آنے کی جرات نہیں کر رہی تھی۔

یہ روپا تھی جو آتمال کو بچانے کی کوشش میں تھی مگر اسے بچا نہ پا رہی تھی۔

اچانک آتمال ایک بڑے پتھر کی زد میں آ گیا۔ وادی کے سناٹے میں ایک چیخ گونجی اور آتمال لڑھکتا ہوا وادی کے پانی میں جا گرا۔

اس سے پہلے کہ سمرات اس تک پہنچتا روپا' آتمال سے لپٹ گئی اور اسے اپنے پنجوں میں اٹھا کر لے جانے لگی مگر پوری طاقت لگانے کے باوجود وہ اسے ہلا بھی نہ سکی کیونکہ اس میں شگول کی شکتی بھی موجود تھی جس کی وجہ اس کے وزن میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔

سمرات بھی آتمال کے قریب پہنچ چکا تھا اس کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر آتمال ایک جھٹکے

سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اس نے بھاگنے کی بجائے سمرات کا مقابلہ کرنے کا سوچا اور اپنی شکتیوں سے کام لینے لگا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا جسم بڑھنا شروع ہو گیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ شگول کی شکل اختیار کر گیا۔

انسپکٹر قادری ابھی تک وہاں دیکھ رہا تھا آتمال کے شگول میں بدلتے ہی انسپکٹر قادری نے اندازہ لگا لیا کہ آتمال میں شگول کی شکتی موجود ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں اتنی شکتی آ گئی ہے۔

انسپکٹر قادری نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور آتمال کی طرف پھونک دیا۔

دوسرے ہی لمحے آتمال کا جسم پانی میں گر گیا مگر آتشی شگول اسی طرح کھڑا رہا اور اس سے پہلے کہ سمرات اور شگول آپس میں ٹکرا جاتے انسپکٹر قادری نے کچھ اور پڑھ کر شگول کی طرف پھونک ماری۔ آتشی شگول کے جسم کی آگ اس طرح بجھ گئی جیسے ہوا سے موم بتی بجھ جاتی ہے۔

آتشی شگول ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا۔ اس کے ہوا میں تحلیل ہوتے ہی انسپکٹر قادری نے کہا۔

''سمرات' آتمال کو پکڑ لو اس کی شکتی اب ختم ہو چکی ہے۔''

سمرات نے یہ سنتے ہی آتمال کو اٹھا کر کسی کھلونے کی طرح اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔

روپا چمگادڑ کے روپ میں چیخ رہی تھی تا کہ سامری یا اس کے کارندے آتمال کی مدد کریں مگر وہاں کی تو بدروحیں تک سمرات کو دیکھ کر بھاگ چکی تھیں۔

انسپکٹر قادری نے سمرات سے کہا۔

''سمرات' آتمال کو اپنی قید میں رکھنا میں جب چاہوں گا تمہیں بلا لوں گا۔'' یہ سنتے ہی سمرات غائب ہو گیا اور انسپکٹر قادری نے آنکھیں کھول دیں۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان اپنے کمرے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔

شنکر سومناتی نے پوچھا۔

''راگا بن ملیان کیا اب تمہارا خون پینے کو دل نہیں کرتا؟ جو کئی روز سے خون نہیں پی رہے ہو پہلے تو روز راتوں کو چھپ چھپ کر طلسمی انگوٹھی سے انسانی خون منگوا کر پیتے تھے۔''

راگا بن ملیان نے جھینپ کر ہنستے ہوئے کہا۔

''یار کئی روز تو کیا میں نے تو جب سے یہ جسم ملا ہے خون نہیں پیا۔ صرف ایک بار خون پیا تھا وہ بھی وہ جو بوتلیں تم نے ہسپتال سے منگوائی تھیں اس سے بھی میں کچھ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اب مجھے خون کی طلب نہیں ہوتی میں تو کھانا کھا کر ہی گزارہ کر لیتا ہوں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ میری آتما کا اپنا جسم ہے اور پھر اس کے اعضاء ابھی تک صحیح کام کر رہے ہیں۔''

ابھی وہ کھانے میں مصروف ہی تھے کہ ایک ڈھانچہ نمودار ہوا اور اس نے بتایا کہ جس پتھر کے بت کو شلراگ اور آتمال' راگا بن ملیان کا بت سمجھ کر سامری کے پاس لے گئے تھے۔ اس پتھر کے بت نے تابوت سے نکل کر سامری کے قلعے میں تباہی مچا دی ہے۔ اس نے سامری کا وہ انسانی آنکھوں والا چراغ بھی توڑ ڈالا ہے جس سے بدروحیں اور چڑیلیں اپنی خوراک حاصل کرتی تھیں۔ اس بت نے آتمال کو پکڑ لیا ہے اور آتمال میں جو شکتی سامری نے ڈالی تھی اسے بھی مکتی دلا دی ہے۔ اس کے بعد وہ بت غائب ہو گیا اور اب تک کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون تھا اور آتمال کو لے کر کہاں گیا ہے؟

یہ سن کر شنکر سومناتی نے کہا۔

''تم اپنے سب کارندوں کو جمع کرو اب تو موقع ہے سامری قلعے میں جانے کی جرات نہیں کرے گا ہم اس کے قلعے پر قبضہ کریں گے ویسے بھی یہ چھوٹا سا مندر ہمارے لئے ناکافی ہے۔ اپنی مددگار سب بدروحوں' چڑیلوں' ڈھانچوں' بھوتوں اور جنوں کو لے کر ہم اسی وقت وہاں جائیں گے۔''

☆......☆......☆

سامری اپنے تابوت میں بے ہوش پڑا تھا اور شلراگ اس کے پاس کھڑا اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار رہا تھا تاکہ سامری کو ہوش آ جائے۔

کافی دیر کی جدوجہد کے بعد آخر سامری کو ہوش آ ہی گیا۔ سامری نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور اِدھر اُدھر دیکھا پھر شلراگ کو اپنے پاس کھڑا دیکھ کر وہ اپنے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور شلراگ سے پوچھنے لگا۔

''وہ بت کہاں گیا ہے اور آتمال کہاں ہے۔''

شلراگ نے جواب دیا۔

''مجھے معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا میں تو آپ کے آتے ہی بھاگ آیا تھا۔''

سامری نے غصے ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے؟ تم اتنے سارے تھے اور وہ اکیلا تھا۔''

پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار روشن ہو گئی ساتھ ہی اس پر قلعے کے تہہ خانے کے مناظر نظر آنے لگے۔ راگا بن ملیان کا تابوت خالی پڑا تھا اور تہہ خانے سے باہر قلعے میں بھی ہر چیز ٹوٹی پھوٹی پڑی تھی۔ انسانی آنکھوں والا چراغ بھی ٹوٹا پڑا تھا اور تمام انسانی آنکھیں بھی پھٹی پڑی تھیں۔ قلعے کے سارے صحن میں چراغ کا خون بکھرا پڑا تھا۔ کئی درخت جڑوں سے اکھڑے پڑے تھے مگر آتمال اور اس کالے بت کا دور دور تک بھی پتہ نہ تھا۔ یہ سب تباہی دیکھ کر سامری کے غصے کی انتہا نہ رہی اس نے فوراً ہی ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پر بوڑھی شنکھنی نظر آنے لگی۔

سامری نے اس سے پوچھا۔

''میرے قلعے میں تباہی پھیلانے والا کون تھا؟ جلدی پتہ کر کے بتاؤ؟''

یہ سنتے ہی بوڑھی شنکھنی نے چاروں طرف نظر گھمائی اور پھر کہا۔ تمہارے قلعے میں تباہی پھیلانے والا ایک جن سمرات تھا اور اسے اس کام کے لئے تمہارے دشمن انسپکٹر قادری نے بھیجا تھا۔ اس نے زرتاش کی موت کا بدلہ لینے کے لئے یہ سب تباہی کرائی ہے اور آتمال میں ڈالی گئی شگول کی آتشی شکتی بھی اس نے مکت کر دی ہے۔ اس سمے بھی آتمال اسی سمرات کی قید میں ہے اور اس سے آتمال کو چھڑا لینا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ سامری نے پوچھا۔

''خبیث بڑھیا! اس سمے سمرات کہاں ہے؟''

بوڑھی شنکھنی نے جواب دیا۔

''وہ تو کوہ طلسمات میں رہتا ہے اور اس سمے بھی وہیں ہے آتمال کو اس نے چاندی کی زنجیروں سے باندھ رکھا ہے۔'' یہ سن کر سامری نے کہا۔ چل دفع ہو جا خبیث بڑھیا۔ پھر اس نے شلراگ سے کہا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نہ تم وہاں سے بھاگتے اور نہ ہی یہ سب تباہی ہوتی تم سمرات پر طلسمی جنگلہ بھی گرا سکتے تھے مگر اب تم ناکارہ ہوتے جا رہے ہو تمہاری بزدلی کی وجہ سے

میں کئی بار نقصان اٹھا چکا ہوں اگر آئندہ کوئی غلطی کی تو تمہیں اگلی پچھلی تمام غلطیوں کی سزا دوں گا۔"

شلراگ خاموشی سے کھڑا سامری کی جلی کٹی باتیں سن رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے سامری سے بحث کرنا اسے غصہ دلانے کے مترادف تھا اور سامری پہلے ہی غصے میں تھا ہو سکتا تھا اس طرح وہ شلراگ کو کوئی سزا ہی دے بیٹھتا۔

شلراگ نے اس کی توجہ بدلنے کے لئے کہا۔

"آقا! سمرات نے تو ہمارا طلسمی چراغ بھی توڑ دیا ہے اب چڑیلیں اور بدروحیں خوراک کہاں سے حاصل کریں گے وہ بھی ہمارے خلاف ہو جائیں گی۔ سب سے پہلے آپ طلسمی انسانی آنکھوں والے چراغ کو دوبارہ سے تشکیل دیں ہمیں سب سے بڑا نقصان یہی ہوا ہے۔"

سامری نے کہا۔

"مجھے انسانی آنکھوں والے چراغ کے ٹوٹنے کی چنتا نہیں ہے اس کی مدت تو ویسے بھی پوری ہونے والی تھی اور میں اس کو دوبارہ سے تشکیل دینا چاہتا تھا اسی لئے میں نے آتمال سے کہا تھا کہ کسی بھی طرح انسپکٹر قادری کو راستے سے ہٹا دے تاکہ وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنے کیونکہ مجھے ایک سو ایک نوجوانوں کی آنکھوں کی ضرورت تھی جو کہ اس چراغ کے بنانے میں کام آنی تھیں۔ یہی اہم کام میں آتمال سے لینے والا تھا اور انسپکٹر قادری کی موجودگی میں نوجوانوں کی آنکھیں نکالنے کا کام بڑا ہی مشکل تھا۔"

شلراگ نے سامری کو تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

"آقا! یہ کام میں کروں گا آپ اس کی چنتا نہ کریں میں ایک دن میں ہی ایک سو ایک نوجوانوں کی آنکھیں نکال لاؤں گا۔"

سامری نے جواب دیا۔

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے ان کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ ان کے خون کی بھی ضرورت ہے جو اس چراغ میں بھرا جائے گا پھر اس پر جادو کیا جائے گا۔"

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے ساتھی ڈھانچے، بدروحیں، جنات، چڑیلیں اور بھوت اسی

پرانے مندر کے باہر جمع تھے۔

سب کے پاس کوئی نہ کوئی ہتھیار موجود تھا۔ وہ سب شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے حکم پر وہاں جمع ہوئے تھے ان کے علاوہ وہاں دس ایسی بلائیں بھی کھڑی تھیں جو گینڈے سے مشابہت رکھتی تھیں اور ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ ان کی آنکھیں سرچ لائٹ کی طرح روشن تھیں یہ شنکر سومناتی نے ایک خاص منتر کے ذریعے بلائی تھیں۔

ان بلاؤں کو دیکھ کر راگا بن ملیان بھی سوچ رہا تھا کہ واقعی شنکر سومناتی مہان جادوگر ہے اور ساحر اعظم بننے کا حق دار بھی ہے۔

ان سب کے اکٹھے ہو جانے کے بعد شنکر سومناتی نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"میرے جاں نثار ساتھیو! آج تمہیں ایک خاص کام کے لئے بلایا ہے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ میں ساحر اعظم سامری کو شکست دے کر ساحر اعظم بن جاؤں گا۔ کالی شکتیوں کا آشیرواد بھی میرے ساتھ ہے۔ سامری نے کالی شکتیوں کے ساتھ ساتھ آپ جیسے کارندوں پر بھی ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جیسے جاں نثاروں کو اپنے ساتھ رکھوں مجھے تمہارے ساتھ رہ کر جو خوشی ہوگی وہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا لیکن ہمارے اکٹھے رہنے کے لئے ہمیں ایک بڑی اور پُرسکون جگہ کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں سامری کا قلعہ ہمارے رہنے کے لئے موزوں ترین ہے جگہ ہے میں اس کے قلعے پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہم سب مل کر وہاں رہ سکیں۔"

ایک جن نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آقا! اس کے لئے پہلے قلعے کے حفاظتی انتظامات کا پتہ کریں کہ سامری نے اس قلعے کی حفاظت کے لئے کیا کیا جال بچھا رکھا ہے۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"میں اس بارے میں بھی غافل نہیں ہوں میرے ساتھی ڈھانچے وہاں کی ایک ایک پل کی خبر مجھے دے رہے ہیں۔ وہاں بدروحیں اور چڑیلیں بھوک سے بے تاب ہیں کیونکہ انسانی آنکھوں والا چراغ ٹوٹ چکا ہے اور سامری نے اب تک ان کے لئے انسانی خون کا پربنت نہیں کیا ہے۔ ہم نے انہیں انسانی خون دینے کا وچن دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے ان کی اکثریت

ہمارے ساتھ ہے اور باقیوں کو ہمارے ساتھی ڈھانچے اپنے ساتھ ملانے میں مصروف ہیں۔ وہاں کے کچھ جنات جشن موگرات منانے کے لئے کوہ طلسمات جا چکے ہیں کیونکہ کوہ طلسمات کے شہنشاہ سمرات کے ہاں ایک طویل عرصے کے بعد ایک بالک نے جنم لیا ہے جس کا نام موگرات رکھا گیا ہے اور اس کے جنم کی خوشی میں سات روز کا جشن منایا جا رہا ہے جہاں دنیا بھر سے جنات جا رہے ہیں۔ سامری کے باقی پہرے دار جنات اتنی شکتی نہیں رکھتے کہ وہ ہماری شکتی شالی سینا کا مقابلہ کر سکیں۔ آج کی رات اماوس کی رات ہے اور ہر اماوس کی رات کو سامری کے قلعے پر لگایا گیا رکھشک دائرہ کام کرنا بند کر دیتا ہے۔ ہم رات بارہ بجتے ہی اس کے قلعے پر حملہ کر دیں گے۔ مجھے وشواش ہے کہ ہم یہ یدھ جیت جائیں گے ابھی بارہ بجنے میں چند منٹ باقی ہیں اپنے اپنے گرو کا نام لے کر چلنے کی تیاری کرو ہم بارہ بجتے ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

☆......☆......☆

آج کی رات پھر انسپکٹر قادری آنکھیں بند کئے اپنے اسی عمل میں مصروف تھا۔ پہلے کی طرح اس کے جیل کے کمرے کا دروازہ بند تھا اور دور دور تک سناٹے کا راج تھا۔

کچھ ہی دیر بعد انسپکٹر قادری کی آنکھوں سے پردے ہٹنے لگے اب اس کے سامنے سمرات کھڑا تھا اور اس کے کندھے پر آتمال لٹکا ہوا تھا۔

انسپکٹر قادری کی آنکھیں بند ہونے کے باوجود بھی سمرات پر جمی ہوئی تھیں پھر اس نے سمرات سے کہا۔

"شہنشاہ طلسمات سمرات! میں جانتا ہوں کہ تم اپنے بیٹے کی پیدائش کا جشن منا رہے تھے مگر میں آتمال سے اپنی زرتاش کا بدلہ لینے کے لئے بے چین ہوں۔ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا ہے تم آتمال کو چاندی کی زنجیر کے ساتھ شمشان گھاٹ میں ہی باندھ دو اور خود میری جگہ آ جاؤ اور مجھے اپنی جگہ پہنچا دو تاکہ میں اسے جہنم رسید کر سکوں اور میری زرتاش کی روح کے ساتھ ساتھ مجھے بھی سکون مل سکے۔ میں تمہیں بے وقت تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔" یہ سن کر سمرات نے کہا۔

"آقا! میں تو آپ کے حکم کا غلام ہوں آپ جب چاہیں مجھے حکم دے سکتے ہیں۔ آپ نے تو کبھی زندگی میں مجھے کوئی کام ہی نہیں کہا۔ آپ کے لئے تو میں اپنے بیٹے کا جشن تو کیا قبر

سے بھی اٹھ کر آ سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے ہمیشہ اپنا دوست سمجھا ہے اور میرے ساتھ دوستوں جیسا سلوک ہی کیا ہے۔"

انسپکٹر قادری نے کہا۔

"سمرات تم مسلمان ہو اور اس رشتے سے میرے بھائی بھی ہو اور ایک بھائی ہی وقت پر دوسرے بھائی کے کام آتا ہے اور میں نے تمہیں اس وقت بھی اپنا بھائی سمجھ کر آواز دی ہے کیونکہ ایک بھائی کا دکھ دوسرا بھائی ہی جان سکتا ہے۔"

سمرات نے جواب دیا۔

"آقا! مجھے زرتاش کے مارے جانے کا بہت ہی دکھ ہے اور میں نے بھی آتمال کو بہت مارا ہے لیکن آپ کے حکم کے مطابق میں نے اسے زندہ رکھا ہے۔ آپ اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کر سکتے ہیں میں آپ کی جگہ ساری عمر بھی قید کاٹ سکتا ہوں میں آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آتمال کو ایک چاندی کی زنجیر کے ساتھ باندھ کر شمشان گھاٹ میں پھینک دیا اور دوسرے ہی لمحے وہ انسپکٹر قادری کے سامنے اسی کے روپ میں کھڑا تھا پھر اس نے انسپکٹر قادری کا ہاتھ پکڑا۔

انسپکٹر قادری پلک جھپکتے ہی شمشان گھاٹ میں بیٹھا تھا۔ انسپکٹر قادری نے آنکھیں کھول دیں آتمال اس کے سامنے بندھا پڑا تھا۔

انسپکٹر قادری نے نفرت سے آتمال کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"اب بتاؤ تم گلودادا ہو یا آتمال؟"

آتمال نے سہمے سہمے سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔

"میں آتمال ہی ہوں مجھے سامری نے ایک خاص شکتی دی تھی جس کی بناء پر میں اپنے آپ کو گلودادا کہلوانے لگا تھا۔"

انسپکٹر قادری نے غصے سے کہا۔

"نہیں! نہیں! تم گلودادا ہو! تمہارے پاس تو تمہارا شناخت نامہ بھی ہے جسے میرے سوا ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر قادری نے اس پر لاتوں کی بارش کر دی اور ٹھوکریں مار مار کر اسے ادھ موا کر دیا۔

آ تمال چیخ رہا تھا اور اس سے اپنے کیے کی معافی مانگ رہا تھا مگر انسپکٹر قادری پر تو جیسے جنون سوار تھا۔ اس نے آ تمال کی ایک نہ سنی اور اسے خوب جی بھر کے مارا۔

روپا بھی چمگادڑ کے روپ میں انسپکٹر قادری کے اوپر منڈلا رہی تھی اور چیخ چیخ کر اسے آ تمال کو مارنے سے روک رہی تھی۔

آ تمال مار کھا کر بے ہوش ہو چکا تھا اور اس کے جسم سے جگہ جگہ سے خون نکل رہا تھا۔ اس کی ایسی حالت دیکھ کر روپا نے ایک بھیانک آواز نکالی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بہت بڑی خوفناک چمگادڑ کا روپ دھار گئی۔

اپنی جسامت بڑھتے ہی وہ انسپکٹر قادری پر جھپٹ پڑی۔ انسپکٹر قادری اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا اس لئے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑا کر گر پڑا۔

روپا اس کے جسم سے لپٹ گئی اور اسے گھسیٹتی ہوئی آ تمال سے کافی دور لے گئی اب انسپکٹر قادری سنبھل چکا تھا اس نے روپا چمگادڑ کو نیچے گرا کر اس کے پروں پر اپنے گھٹنے رکھ لئے اور گھونسے مار مار کر روپا کا حلیہ بگاڑ دیا۔ بار بار گھونسے کھانے کے باوجود بھی روپا چیخ رہی تھی اور آ تمال کو وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہہ رہی تھی مگر آ تمال تو بے ہوش پڑا تھا وہ ہوش میں ہوتا تو اس کی بات سنتا۔

اسے ہوش میں نہ پا کر روپا نے پوری قوت سے انسپکٹر قادری کو پرے دھکیل دیا اور خود فضاء میں پرواز کر گئی۔

فضاء میں بلند ہوتے ہی اس نے آ تمال پر جھپٹ کر اسے اٹھا لیا اور انسپکٹر قادری کے اٹھنے سے پہلے ہی آ کاش کی وسعتوں میں گم ہوگئی۔

انسپکٹر قادری نے اٹھ کر دیکھا آ تمال اور روپا کا دور دور تک پتہ نہ تھا وہ ہاتھ ملتا رہ گیا مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔

اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور وہی عمل پڑھ کر جیل کے کمرے میں دیکھا۔

سمرات اس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا انسپکٹر قادری کی نظریں جیسے ہی سمرات پر پڑیں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اس کو بیٹھتے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے کہا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ سمرات! آؤ اب مجھے میری جگہ پہنچا دو میرا دشمن آ تمال تو ایک بار

پھر میرے ہاتھوں سے بچ نکلا ہے میرا خیال ہے کہ اسے اُس کی ماتا روپا اٹھا کر لے گئی ہے۔''

سمرات نے بستر سے کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''آقا! آپ نے آ تمال کو مارتے وقت دھیان نہیں دیا آپ کی ٹھوکروں سے اس کے جسم پر بندھی چاندی کی زنجیر ٹوٹ گئی تھی ورنہ روپا کبھی بھی اسے نہ اٹھا سکتی تھی۔''

سمرات کی یہ بات سن کر اسے خیال آیا کہ واقعی آ تمال پر تشدد کرتے وقت اس نے اس بات کا خیال ہی نہیں کیا کہ چاندی کی زنجیر ٹوٹ چکی ہے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سمرات اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور اس نے آتے ہی انسپکٹر قادری کو واپس اس کے جیل کے کمرے میں پہنچا دیا اور انسپکٹر قادری نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آرام سے اپنے بستر پر لیٹ گیا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، اسے آ تمال کے زندہ بچ نکلنے کا بہت دکھ تھا۔

☆......☆......☆

اماوس کی رات تھی ہر طرف خاموشی کا راج تھا رات کے بارہ بج چکے تھے ایسے میں شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان اپنی سینا کے ساتھ سامری کے قلعے میں آوارد ہوئے۔

سامری اس سمے اپنے سمادھی والے تہہ خانے میں موجود تھا۔

قلعے میں جنات پہرہ دے رہے تھے ہر طرف قلعے کی چیزیں ٹوٹی پھوٹی پڑی تھیں۔ شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے ساتھی قلعے میں اترتے ہی وہاں کے محافظ جنوں پر ٹوٹ پڑے۔

چڑیلیں، چڑیلوں سے لڑ رہی تھیں، جن، جنوں سے، بھوت، بھوتوں سے اور ڈھانچے ڈھانچوں سے لڑ رہے تھے۔

بدروحیں بھی اپنے اپنے ساتھیوں کی مدد کر رہی تھیں جو چڑیلیں، بھوت اور ڈھانچے سامری سے غداری کر رہے تھے وہ اپنے اپنے مسکن میں چھپے بیٹھے تھے۔

راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی ایک تخت پر سوار تھے جسے چار جن اٹھائے ہوئے فضا میں پرواز کر رہے تھے تاکہ جیت کے بعد سامری کے قلعے میں اتر سکیں۔

انہیں پورا پورا وشواس تھا کہ وہ اس یدھ میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ نیچے بدی کی قوتیں، بدی کی قوتوں سے نبرد آزما تھیں اور وہ دونوں اوپر سے اس یدھ کا نظارہ کر رہے تھے۔

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے ساتھی تعداد میں بہت زیادہ تھے اور ان کے ساتھ دس بلائیں بھی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں سامری کے کافی ساتھی جہنم رسید ہو چکے تھے۔ جو باقی بچ گئے تھے انہوں نے ہتھیار پھینک کر شکست قبول کر لی۔ ان کے شکست قبول کرتے ہی راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی کا تخت بڑے عزت واحترام کے ساتھ نیچے اتارا گیا۔ شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان بڑے فاتحانہ انداز سے تخت سے نیچے اترے۔ ہارے ہوئے جنات اور دوسرے کارندے سر جھکائے ان کے سامنے کھڑے تھے۔

ان کو دیکھ کر شنکر سومناتی نے کہا۔

''آج سے اس قلعے کے مالک راگا اور میں ہوں میں تمہیں شما کرتا ہوں مگر تمہیں یہ وچن دینا ہوگا کہ تم ہمیشہ ہمارا ساتھ دو گے۔

تمام کارندوں نے وچن دیا کہ ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے۔ غدار ڈھانچے اور بدروحیں، چڑیلیں وغیرہ بھی اس حلف میں شامل تھے۔ شنکر سومناتی نے کہا۔

''میں جانتا ہوں آپ سب کئی دنوں سے بھوک سے بے تاب ہیں میں ابھی تمہاری خوراک کا پربنت کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور قلعے کی تمام ٹوٹی ہوئی چیزیں پھر سے جڑنے لگیں۔

چند ہی ساعتوں بعد ہر چیز اپنی پہلی والی حالت پر موجود تھی انسانی آنکھوں والا چراغ روشن ہو چکا تھا۔

بدروحیں اور چڑیلیں خوشی کے مارے چیخ رہی تھیں اور انسانی آنکھوں والے چراغ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھوجن کر رہی تھیں۔

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان اپنی اس کامیابی پر بہت خوش تھے۔ وہ بڑے فخر کے ساتھ سامری کے تخت پر براجمان تھے۔

شنکر سومناتی نے اپنی دس بلاؤں کو قلعے کی حفاظت کے لئے قلعے کے چاروں طرف پہرے پر لگا دیا تھا۔ طاقت ور جنوں کو قلعے کی فصیل پر کھڑا کیا گیا تھا۔

بدروحوں کو فضاء میں رکھشا کے لئے کہا گیا تھا۔ قلعے کے دروازے پر بھی بھوت ہاتھور [illegible] اس لئے موجود تھے۔

سامری اور شلر اگ اس سے سمادھی والے تہہ خانے میں موجود تھے اور راگا بن ملیان کی لاش کی واپسی کی ترکیبیں سوچ رہے تھے کہ اچانک سامری کے سامنے ایک لہولہان جن نمودار ہوا اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ خون سے اشنان کر کے آیا ہو۔ اس نے آتے ہی جھک کر کہا۔

''آقا! غضب ہو گیا! آپ کے قلعے پر شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان نے قبضہ کر لیا ہے!''

یہ خبر سامری اور شلر اگ پر بجلی بن کر گری اس نے کڑک کر پوچھا۔

''قلعے کے رکھشک کہاں تھے؟ کیا تم سب مر گئے تھے؟ جو دو آدمی تمہارے قابو نہ آسکے۔''

اسی جن نے سر جھکا کر جواب دیا

''آقا! وہ دو نہیں ہیں وہ تو اپنے ساتھ جنوں، بدروحوں، چڑیلوں اور بھوتوں کی پوری سینا لے کر آئے ہیں۔ آپ کے مددگار ڈھانچوں اور چڑیلوں نے غداری کی ہے اور انہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا بلکہ وہ اپنے مسکنوں سے باہر بھی نہیں نکلے۔ آپ کے کچھ وفادار ساتھی مارے گئے ہیں اور باقیوں نے جان بچانے کے لئے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان نے ہتھیار ڈالنے والوں کو شما کر کے اپنی وفاداری کا وچن لے لیا ہے۔''

''میں اپنی چند سانسیں بچا کر آپ کو خبر دینے آیا ہوں۔ شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان نے انسانی آنکھوں والا چراغ بھی ٹھیک کر دیا ہے اور وہ آپ کے تخت پر بیٹھ کر اپنی فتح کا جشن منا رہے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ جن گر پڑا اور اس کے جسم میں آگ لگ گئی چند ہی لمحے بعد وہاں اس کی راکھ ہی باقی رہ گئی تھی۔

یہ باتیں سن کر سامری سکتے میں آ گیا وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی اس کے قلعے پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔ وہ تو گم صم بیٹھا تھا۔

شلر اگ نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

''آقا سامری یہ سوچ بچار کا نہیں ہے کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ قلعہ تو ہاتھ سے چلا ہی گیا رہی سہی عزت بھی ختم ہو جائے گی۔ دنیائے طلسم میں آپ کا سکہ ختم ہو جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے آپ سے ساحر اعظم کا خطاب بھی واپس لے کر شنکر سومناتی کو دے دیا جائے۔''

یہ سنتے ہی جیسے سامری کو ہوش آ گیا اس نے چیخ کر کہا۔

"نہیں! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سامری نا قابل شکست ہے میں ساحرِ اعظم تھا اور رہتی دنیا تک ساحرِ اعظم رہوں گا مجھ سے کوئی میرا اعزاز نہیں چھین سکتا۔ میں شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کو بتا دوں گا کہ سامری کتنا شکتی مان ہے۔" پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور کالی دیوار روشن ہو گئی۔

چند ہی ساعتوں بعد قلعے کی ایک ایک چیز دیوار پر نظر آ رہی تھی سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا شنکر اور راگا اس کے تخت پر براجمان تھے۔

سامری نے پھر ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار کا منظر بدل گیا اب وہاں کالی شکتیاں نظر آ رہی تھیں۔ سامری نے پوچھا۔

"کالی شکتیوں کے گرو! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ شنکر اور راگا نے میرے قلعے پر قبضے کی جرات کیسے کی؟"

کالی شکتیوں کے گرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سامری! یہ سب تیرے گھمنڈ کا انت ہے شنکر سومناتی میں شکتی ہے تو اس نے تیرے قلعے پر قبضہ کیا ہے۔ شنکر سومناتی تو بچپن سے ہی کالی شکتیوں کے زیرِ اثر رہا ہے ہم نے تیرا گھمنڈ توڑنے کے لئے اس کی پرورش جدید علوم پر کی ہے۔ تم نے ہم سے وچن لیتے ہی آنکھیں پھیر لی تھیں اور مزید جادوئی طاقتیں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تم آج بھی پرانا جادو استعمال کرتے ہو۔ جبکہ شنکر سومناتی پرانے کے ساتھ ساتھ نئے جادوئی علوم پر بھی دسترس رکھتا ہے اسی لئے وہ تجھ سے زیادہ شکتی رکھتا ہے۔"

سامری نے کہا۔ "یہ مت بھولو کہ نیا نو دن اور پرانا سو دن چلتا ہے میں شنکر کو شکست دے کر تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔ راگا کا جسم حاصل ہوتے ہی تم میرے تلوے چاٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے پھر دیکھنا میں تم سے کتنا بھیانک انتقام لوں گا۔"

کالی شکتیوں کے گرو نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے جواب دیا۔

"سامری! اب تیر کمان سے نکل چکا ہے اب نہ تو تم اپنا قلعہ واپس لے سکتے ہو اور نہ ہی راگا بن ملیان کا بلیدانی جسم حاصل کر سکتے ہو۔ شنکر سومناتی اس چٹان کا نام ہے جسے ہلانا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کو شکست دینے کے سپنے دیکھنے بند کر دو۔" یہ کہہ کر کالی شکتیاں غائب ہو گئیں اور سامری کا پارہ مزید چڑھ گیا اس نے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"شلراگ! تم تین ہزار زندہ لاشیں لے کر جاؤ اور ان دونوں کو شکست دو۔ مجھے ہر حال میں راگا بن ملیان کا جسم اور اپنے قلعے کا قبضہ چاہیے۔"

شلراگ کا دل تو نہ چاہتا تھا کہ وہ شنکر اور اس کی سینا سے جنگ کرے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شنکر اور راگا بن ملیان سے جیتنا اس کے بس کی بات نہیں مگر پھر بھی اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا! میں وہاں جانے کے لئے تیار ہوں۔" سامری نے اس کی بات سن کر ہاتھ کا اشارہ کیا اور روشن دیوار پر کسی قبرستان کا منظر نظر آنے لگا۔

قبرستان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ کرسچنوں کا قبرستان ہے کیونکہ ہر قبر کے سرہانے صلیب کا نشان نظر آ رہا تھا۔

پھر اس نے چیخ کر کہا۔

"سمرائزر اپنی سینا کو لے آؤ!"

سامری کے اتنا کہتے ہی قبرستان میں آندھی آنی شروع ہو گئی اور ہر طرف گرد و غبار اڑنے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک تین گز کا مردہ ہاتھ میں تلوار لئے نکلا اور اس نے ادب سے جھک کر کہا۔

"سمرائزر حاضر ہے آقا! کیا حکم ہے؟"

سامری نے کہا۔

"سمرائزر! ایک دشمن نے ہمارے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے ان کو تہس نہس کر دو۔ اپنی سینا کو لے جاؤ اور میرا کوئی دشمن زندہ نہیں رہنا چاہیے اس کام میں شلراگ بھی تمہاری مدد کرے گا۔"

یہ سنتے ہی سمرائزر نے ایک چیخ ماری۔

اس کے چیختے ہی قبریں شق ہونے لگیں اور ان قبروں میں سے مردے تلواروں سمیت باہر نکل آئے۔ ہر مردے کے ہاتھ میں ایک کالی چمکدار تلوار تھی ہر تلوار کے دستے پر سامری کی تصویر کندہ تھی۔ کچھ ہی دیر میں پورے تین ہزار لاشے ہاتھوں میں تلواریں لئے کھڑے تھے۔ پھر سمرائزر نے جھک کر سامری سے کہا۔

"غلام حاضر ہیں ساحرِ اعظم! ہمیں قلعے میں پہنچانے کا پربنت کریں۔"

سامری نے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"جاؤ شلر اگ! تم وہاں پہنچو میں ان کو وہاں بھیجتا ہوں مگر ایک بات کا خیال رکھنا شنکر سومناتی اس یدھ میں بے شک مارا جائے مگر راگا بن ملیان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مجھے اس کی لاش صحیح سلامت چاہیے۔"

شلر اگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا! آپ جیسا چاہتے ہیں میں ویسا ہی کروں گا۔" یہ کہہ کر شلر اگ نے ایک چیخ ماری اور غائب ہو گیا۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان، سامری کے تخت پوش پر بیٹھے تھے۔ دو برہنہ حسینائیں ان کے پاؤں دبا رہی تھیں اور دو برہنہ لڑکیاں انہیں شراب کے جام بنا بنا کر دے رہی تھیں۔ سامری جن رقاصاؤں کو روزانہ پتھر کے بتوں میں تبدیل کر دیتا تھا انہیں شنکر سومناتی نے پھر سے انسان بنا دیا تھا اور وہ رقص سے ان کا دل بہلا رہی تھیں۔

ایسے میں تین چار بدروحیں روپا اور آتمال کو لے کر شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے سامنے آ گئیں اور جھک کر ادب سے کھڑی ہو گئیں۔ شنکر سومناتی نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور رقص تھم گیا۔

ان بدروحوں نے آتمال اور روپا کو آگے کرتے ہوئے کہا۔

"آقا! یہ بدروح اس بدروح کے بالک کو لے کر قلعے پر منڈلا رہی تھی اور آپ سے ملنا چاہتی تھی اس لئے ہم اسے پکڑ کر لے آئے ہیں۔"

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان نے آتمال اور روپا کی طرف دیکھا اور راگا بن ملیان نے کہا

"یار شنکر یہ تو آتمال ہے!"

"ہاں راگا! یہ آتمال ہی ہے اور یہ تمہارے پاپ کی پیداوار ہے یہ تمہارا ہی بالک ہے اسے تم ارجن کے جسم میں تھے مگر اب اپنے اصلی جسم میں ہو لیکن پھر بھی یہ تمہارا ہی بالک ہے۔"

راگا بن ملیان نے جواب دیا۔

"میں یہ جانتا ہوں کہ آتمال میرا بالک ہے مگر یہ میرے دشمن سامری کا دست راست ہے اور اس کے ساتھ مل کر مجھے اور شنکر کو ختم کرنا چاہتا تھا۔"

روپا نے جواب دیا۔

"یہ اس سمے کی بات ہے جب اس میں سامری کی بخشی ہوئی آتشی شگول کی شکتی موجود تھی یہ اس سمے سامری کے کام کرنے پر مجبور تھا مگر اب اس کی وہ شکتی ختم ہو چکی ہے۔ انسپکٹر قادری اس کی جان کا دشمن بن چکا ہے کیونکہ اس کے ہاتھوں سے اس کی پتنی زرتاش ماری گئی ہے میں اس کو بڑی مشکل سے بچا کر لائی ہوں۔"

"یہ تمہارا ہی بالک ہے اور اسے تمہارے آسرے کی ضرورت ہے اگر اس کو انسپکٹر قادری نے مار دیا تو تمہاری نسل ختم ہو جائے گی۔ تم بے اولاد ہو جاؤ گے راگا! تم بے اولاد ہو جاؤ گے۔"

راگا بن ملیان نے غصے سے جواب دیا۔

"میرے ہوتے ہوئے آتمال کو کوئی نہیں مار سکتا۔ مگر اسے میرا اور شنکر کا وفادار رہنا ہوگا۔"

روپا نے جواب دیا۔

"بالک اپنے پتا کا وفادار نہیں ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟"

یہ سن کر شنکر سومناتی پہلی بار روپا سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔

"آج سے آتمال بھی ہمارے ساتھ رہے گا اور تم بھی یہیں رہو گی تمہارے جیسی اور بھی بہت سی بدروحیں یہاں موجود ہیں۔"

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک ڈھانچہ ہاتھ میں تلوار لئے نمودار ہوا اور اس نے چیخ کر کہا۔

"ہوشیار! خبردار! سامری کے دست راست شلر اگ اور سمرائز زندہ لاشوں کی سینا کے ساتھ قلعے پر قبضے کے لئے آ رہے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ڈھانچہ غائب ہو گیا۔

یہ سنتے ہی شنکر سومناتی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"چنتا کی کوئی بات نہیں ہے سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہیں میں زندہ لاشوں کا پربنت بھی کر لوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اس شیشی میں چھوٹے چھوٹے پروں والے سیاہ کیڑے رینگ رہے تھے جن کے چہرے کتوں سے مشابہ تھے اور دھڑ لمبا کیڑوں جیسا تھا۔ ان کے چار چار پر تھے۔

شنکر سومناتی ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا۔ یہ میرے استاد کا دیا ہوا تحفہ ہے جو آج میرے کام آئے گا۔ پھر اس نے شیشے کا ڈھکن کھول کر کیڑے ہوا میں بکھیر دیئے۔ کیڑے شیشی میں سے نکل کر ہوا میں اڑنے لگے وہ کیڑے ہزاروں کی تعداد میں تھے پھر آہستہ آہستہ ان کا جسم بڑھنا شروع ہو گیا۔

اب وہ کتوں جتنے بڑے ہو چکے تھے اور سارے قلعے میں گھوم رہے تھے کچھ فضاء میں اڑ رہے تھے کچھ قلعے کے فرش پر بیٹھے تھے مگر وہ کسی بھی جن یا بھوت وغیرہ کو کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔

ان کو دیکھ کر راگا بن ملیان نے سوچا اس شنکر سومناتی میں تو بڑی شکتی ہے یہ ضرور سامری کو اور شلراگ کو ختم کر دے گا۔

سامری نے شلراگ کو بھیج کر ان زندہ لاشوں کی طرف دیکھا جو قلعے میں جانے کے لئے بے تاب کھڑی تھیں۔

پھر سامری نے سمرائزر سے کہا۔

”میں نے شلراگ کو وہاں بھیج دیا ہے وہ اس یدھ میں تمہارے ساتھ رہے گا۔ اب میں تم سب کو وہاں بھیج رہا ہوں۔ جاتے ہی ان کے سنبھلنے سے پہلے پہلے ان کے سر قلم کر دو مگر راگا بن ملیان کو زندہ رہنے دینا میں اسے لاش میں خود تبدیل کروں گا کیونکہ مجھے اس کے سالم جسم کی ضرورت ہے۔ غدار بدروحوں اور چڑیلوں کو عبرت ناک سزا دینا تمہاری کامیابی کے ساتھ ہی میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔“

سمرائزر نے کہا۔ ”ٹھیک ہے آقا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔“

سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اگلے ہی لمحے تمام زندہ لاشیں سمرائزر سمیت قلعے میں کھڑی تھیں۔

ان کے پہنچتے ہی سامری کے تہہ خانے کی دیوار پر بھی منظر بدل گیا اور اب اس میں سامری کا قلعہ نظر آ رہا تھا جہاں تمام زندہ لاشیں کھڑی تھیں مگر شلراگ کا کہیں دور دور تک بھی پتہ نہ تھا۔

اس سے پہلے کہ زندہ لاشیں، شنکر اور راگا بن ملیان کے ساتھیوں پر حملہ کرتیں وہ پروں والے کتے نما کیڑے ان زندہ لاشوں پر ٹوٹ پڑے۔

زندہ لاشوں نے بھی ان پر تلواریں چلانی شروع کر دیں مگر ایک ایک زندہ لاش پر کئی کئی

کیڑے حملہ آور تھے زندہ لاشوں نے تلواریں پھینک کر ان سے لڑنا شروع کر دیا۔

شنکر سومناتی، راگا بن ملیان اور ان کے کارندے بڑی دلچسپی سے زندہ لاشوں اور کتے نما کیڑوں کی جنگ دیکھ رہے تھے اور اپنے آقا کی شکتی کی داد دے رہے تھے۔

ساحر اعظم سامری بھی ان کا یدھ دیکھ رہا تھا اور زندہ لاشوں کی درگت بنتے دیکھ کر بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا اسے رہ رہ کر شلراگ پر غصہ آ رہا تھا جو ابھی تک وہاں نہ پہنچا تھا۔

پھر سامری کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کیڑے نما کتوں نے لاشوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

سامری نے غصے سے ان کیڑے نما کتوں کی طرف دیکھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا۔ مگر کتوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

سامری نے پھر کوئی منتر پڑھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا مگر ان پر پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا یہ دیکھ کر سامری غصے سے بے قابو ہو گیا اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور اس کے سیاہ چہرے پر پریشانی کی لکیریں گہری ہو گئیں۔

اس نے سوچا! اس کا مطلب ہے کہ قلعے پر میرا لگایا گیا حصار بھی ختم کر دیا گیا ہے جو میرا کوئی بھی منتر میرے قلعے میں کام نہیں کر رہا۔

اتنی دیر میں کیڑے نما کتے لاشوں کو چٹ کر چکے تھے۔ شنکر سومناتی نے اٹھ کر کوئی منتر پڑھا اور وہی خالی شیشی فرش پر رکھ دی جس میں سے کچھ دیر پہلے وہ کیڑے نما کتے نکلے تھے۔

وہ کیڑے نما کتے دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے ہونا شروع ہو گئے اور پھر اڑ اڑ کر اسی شیشی میں سما گئے۔ شنکر سومناتی نے شیشی بند کر کے جیب میں رکھ لی۔

یہ دیکھ کر سامری اور بھی پریشان ہو گیا کیونکہ ایک تو اس کا وار خالی گیا تھا دوسرے اس کی ایک شکتی کم ہو گئی تھی جس کا اسے بہت دکھ تھا اس نے کئی سال منتر پڑھ کے زندہ لاشوں کو قابو کیا تھا جو کہ آج ماری گئی تھیں اور سامری کو ان کے مرنے کا بہت دکھ ہوا تھا۔

وہ غصے میں اپنے تہہ خانے میں اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

انسپکٹر قادری اپنے جیل والے کمرے میں لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ زرتاش تو مرگئی مگر اس کے قاتل آتمال سے میں بدلہ نہ لے سکا۔

ابھی وہ ان ہی سوچوں میں غرق تھا کہ اسے کمرے میں کسی کی آمد کا احساس ہوا اس نے گھبرا کر یکدم آنکھیں کھول دیں۔

اس کے سامنے سمرات کھڑا مسکرا رہا تھا مگر اب اس کا قد اور شکل انسپکٹر قادری سے مشابہہ تھی اسے دیکھ کر انسپکٹر قادری نے سکون کی سانس لی اور اس سے مخاطب ہوا۔

''آؤ! سمرات آؤ! بیٹے کی خوشی مبارک ہو! اس دن تو میں پریشانی میں تمہیں مبارکباد دینا بھی بھول گیا تھا۔''

سمرات نے جواب دیا۔

''آقا! اس دن تو میں بھی جلدی میں تھا مگر آج میں آپ کو یہاں سے نکالنے آیا ہوں میں اپنے گھر بھی یہی کہہ کر آیا ہوں کہ مجھے واپس آنے میں کافی عرصہ بھی لگ سکتا ہے۔ میں آپ کو آپ کے دشمنوں تک پہنچا دیتا ہوں میں اس وقت تک آپ کی جگہ رہوں گا جب تک آپ اپنے دشمنوں کو ختم نہیں کر آتے۔''

انسپکٹر قادری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں مارا جاؤں پھر تم تو اپنے گھر چلے جاؤ گے مگر لوگ یہی سوچیں گے کہ انسپکٹر قادری جیل سے فرار ہو گیا۔ قانون کا رکھوالا قانون توڑ کر بھاگ گیا۔''

سمرات نے کہا۔

''آقا! آپ بے گناہ ہیں۔''

انسپکٹر قادری بولا۔

''اس کا فیصلہ میں نے اللہ تعالیٰ کی پاک اور واحد ذات پر چھوڑ دیا ہے اگر میں بے گناہ ہوں تو مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے کہ میں بری ہو جاؤں گا۔ اسی لئے میں نے اپنی گرفتاری کی اطلاع اپنے گھر بھی نہیں دی کہ وہ بھی پریشان ہوں گے اپنے کیس کے لئے میں نے سرکاری وکیل کی مدد لی ہے۔'' سمرات نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔

''آقا! اگر آپ دشمنوں سے مارے گئے تو میں آپ کی جگہ ہر سزا بھگت لوں گا چاہے مجھے پھانسی ہی کیوں نہ ہو جائے مگر کسی کو یہ پتہ نہیں چلنے دوں گا کہ آپ جیل سے چلے گئے ہیں۔''

انسپکٹر قادری نے کہا۔

''نہیں! سمرات یہ نہیں ہو سکتا کہ میری جگہ تم بے گناہ پھانسی پر چڑھ جاؤ۔''

سمرات نے مسکرا کر کہا۔

''آقا! یہ کوئی ضروری ہے کہ آپ کو پھانسی کی سزا ہی ہو اس کیس میں آپ کو انسانوں کے قانون کے مطابق عمر قید بھی ہو سکتی ہے آپ بری بھی ہو سکتے ہیں۔''

انسپکٹر قادری نے جواب دیا۔

''جس طریقے سے ہندو سب انسپکٹر نے کیس بنایا ہے اور میرے خلاف گواہ پیش کئے ہیں ان کی رو سے مجھے پھانسی کی سزا ہی ہو سکتی ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ناامید نہیں ہوں۔''

سمرات نے کہا۔

''آقا! میں نے پہلے بھی آپ کو یہاں سے نکالنے کی پیشکش کی تھی مگر آپ نے انکار کر دیا تھا میرا تو یہی مشورہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل جائیں اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں۔ آپ انہیں مار کر اپنا بدلہ ہی نہیں لیں گے بلکہ انسانوں پر بھی احسان کریں گے کیونکہ آپ نہیں جانتے آپ کی غیر موجودگی میں وہ انسانوں پر کیا کیا ظلم ڈھائیں گے ان سے نہ لڑنا بھی انسانیت پر ظلم ہے آپ انسانوں پر احسان کریں اور انسانیت کے دشمنوں کو ختم کر دیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو دشمنوں پر فتح دے گا۔''

انسپکٹر قادری نے کہا۔

''انسانوں کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے اور میں ان جیسے دشمنوں سے تنہا لڑ سکتا ہوں مگر تمہیں اپنی جگہ پھانسی پر چڑھتے نہیں دیکھ سکتا۔''

سمرات نے اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔

''آقا! میں آپ پر کوئی احسان نہیں کرنا چاہتا میں تو مسلمان انسانوں کے لئے اپنی جان کا نذرانہ دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں۔ اگر میں جن ہوں تو کیا ہوا میں مسلمان ہونے کے ناطے مسلمانوں کا بھائی ہوں۔''

انسپکٹر قادری نے اس کے جذبات سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے سمرات! اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ان ظالموں سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر یہ بھی سوچو کہ تم مجھے کس جگہ پہنچاؤ گے کیونکہ اس شہر میں تو ہر آدمی مجھے جانتا ہے۔لوگ پوچھیں گے کہ میں جیل سے باہر کیسے آ گیا۔''

سمرات کہنے لگا۔

''آقا! میرا استاد راجیل بن تماشی ایک جن ہے جس کی عمر دو ہزار سال ہے وہ کوہ ہمالیہ پر رہتا ہے۔ میں نے اس سے بھی آپ کے بارے میں بات کی تھی۔ میں آپ کو ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں وہ ضرور آپ کی مدد کریں گے وہ بہت نیک دل جن ہیں اور انسانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔''

انسپکٹر قادری نے سمرات سے کہا۔

''ٹھیک ہے! میرے خیال میں یہ مناسب رہے گا تم مجھے ان کے پاس پہنچا دو میں ان سے مل کر ہی کوئی قدم اٹھاؤں گا۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر قادری کھڑا ہو گیا اور سمرات سے گلے مل کر کہنے لگا۔

''میری کامیابی کی دعا کرنا انشاءاللہ میں ضرور کامیاب لوٹوں گا اور تمہیں اس قید سے رہائی دلا دوں گا۔''

سمرات نے بھیگی آنکھوں سے اسے خدا حافظ کہا اور دوسرے ہی لمحے انسپکٹر قادری کو کوہ ہمالیہ پر راجیل بن تماشی کی غار کے سامنے پہنچا دیا۔

راجیل بن تماشی جن اس وقت نفل پڑھ رہا تھا اور غار کے باہر پانی کے چشمے کے قریب ہی بیٹھا تھا۔انسپکٹر قادری اس کے پاس بیٹھ گیا۔

☆......☆......☆

پریشانی کے عالم میں ٹہلتے ٹہلتے اچانک سامری کے ذہن میں ایک خیال آیا اس خیال کے آتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔

اس نے فوراً ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے تہہ خانے کی دیوار پر روشنی پھیل گئی اور اس میں ایک دیو نظر آنے لگا۔

اس دیو کا رنگ تارکول کی طرح سیاہ چمکدار تھا اس کے سر پر ہیروں کا بنا ہوا تاج تھا اور وہ

ایک تخت پر بیٹھا تھا اس کے پیچھے دو دیو نیزے سنبھالے کھڑے تھے اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا گلاس تھا اس میں شاید کوئی مشروب تھا جسے وہ آہستہ آہستہ پی رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی ملک کا بادشاہ ہو۔

یہ دیوؤں کے ملک خناطرث کا بادشاہ ژپال تھا۔ایک بار سامری نے ژپال کی انوبیس دیوتا سے جان بچائی تھی اور ژپال اس وقت سے سامری کا احسان مند تھا سامری نے کبھی اس سے کوئی کام نہیں لیا تھا۔

مشروب کا گلاس خالی ہوتے ہی ایک دیو نے ادب سے ایک ٹرے اس کے آگے کر دی اور ژپال نے خالی گلاس اس ٹرے میں رکھ دیا اور خود سامری کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا۔

''کیا بات ہے سامری؟ کیوں پریشان ہو؟ مجھے کیسے یاد کیا میں تو سمجھتا تھا آپ نے مجھے بھلا دیا ہے جو کبھی بھی خدمت کا موقع نہیں دیا۔''

سامری نے غمگین لہجے میں کہا۔

''ژپال تمہارے ہوتے ہوئے میرا سب کچھ لٹ گیا ہے میں برباد ہو گیا ہوں میرے دشمنوں نے میرے قلعے پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ مجھے شکست دے کر خود ساحر اعظم بننے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔''

ژپال نے کہا۔

''اس کے سپنے کبھی بھی پورے نہیں ہوں گے اس کی یہ جرات کہ وہ ژپال کے دوست کو شکست دے۔کون ہے وہ آدم زاد؟''

سامری نے جواب دیا۔

''اس کا نام جادوگر بھگت بھیل ہے مگر وہ شنکر سومناتی کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس سمے میرے ہی قلعے میں رہ رہا ہے۔ اس کے ساتھ راگا بن ملیان بھی ہے جس کے جسم کا میں نے صدیوں پہلے بلیدان دیا تھا اور اس کے خون سے اشنان کر کے امر شکتی بھی حاصل کی تھی اور کالی شکتیوں کی حمایت بھی۔''

''شنکر سومناتی نے اس کا بلیدانی جسم بھی اسے واپس دلا دیا ہے جس کی وجہ سے کالی شکتیوں نے بھی میرے کاموں سے انکار کر دیا ہے۔ مجھے ہر حال میں اپنا قلعہ اور راگا بن ملیان کا بلیدانی

بدن صحیح سالم چاہیے۔"

ژپال نے کہا۔

"چنتا نہ کر سامری! ژپال جس کا یار ہو اسے تو یمراج بھی نہیں چھو سکتا۔ میں شنکر سومناتی کے لئے بھگوان کا قہر ثابت ہوں گا۔ میں تجھے ہر حال میں قلعے کا قبضہ اور راگا بن ملیان کا بلیدانی بدن واپس لے کر دوں گا۔ تم سے یہ میرا وچن ہے اگر تمہارے کام میں میری جان بھی چلی جائے تو مجھے دکھ نہ ہو گا۔ مجھے شما کر دینا۔"

"اگر میں زندہ رہا تو قلعہ اور راگا بن ملیان دونوں تیرے قدموں کے نیچے ہوں گے۔

ژپال نے تمہیں وچن دیا ہے اور ژپال ہر حال میں اپنا وچن پورا کرتا ہے۔" سامری نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ژپال! میرے دوست! مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم ضرور میرے کام آؤ گے میں تمام جیون تمہارا ابھاری رہوں گا۔"

ژپال نے جواب دیا۔

"سامری! ابھاری تو میں تمہارا ہوں کہ تم نے میری جان بچا کر مجھ پر جو اپکار کیا تھا اسے اتارنے کا موقع دیا۔ میں آج ہی سے شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کی شکتی کا پتہ لگاتا ہوں پھر میں اس سے بھی زیادہ شکتی کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں گا تا کہ اسے بھاگنے کا موقع بھی نہ ملے۔ ژپال تمہیں وچن دیتا ہے کہ آنے والی اماوس کی رات کو قلعہ اور راگا دونوں تمہارے پاس ہوں گے۔"

سامری نے کہا۔

"ٹھیک ہے ژپال' اماوس کی رات میں تو کئی روز پڑے ہیں مگر میں تب تک تمہارے وچن کے پورا ہونے کا انتظار کرلوں گا۔"

یہ کہہ کر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دیوار پر سے ژپال کی تصویر غائب ہو گئی۔

سامری اپنی اس کامیابی پر خوش ہو رہا تھا کیونکہ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان' ژپال کی طاقت کے آگے نہیں ٹھہر سکیں گے اور ژپال پھر سے میرا سب کچھ مجھے واپس دلا دے گا۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان سامری کے قلعے میں موجود تھے اور اس کے تخت پوش پر بیٹھے تھے راگا بن ملیان اس سے کہنے لگا۔

"یار شنکر اب ہم نے سامری کے قلعے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اس کی بھیجی گئی زندہ لاشوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا ہے اب تو تم ساحر اعظم کے خطاب کے حق دار ہو چکے ہو۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"یہ تو کالی شکتیوں کا کام ہے! دیکھو وہ کب مجھے ساحر اعظم کا خطاب دیں گے۔"

راگا بن ملیان گویا ہوا۔

"تمہیں اس سلسلے میں کالی شکتیوں سے بات کرنی چاہیے تمہیں ساحر اعظم کا خطاب ملتے ہی ہم سامری پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اس کے ساتھ ہی شلراگ کا قصہ بھی ختم کر دیں گے۔" شنکر سومناتی نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تمہارا مشورہ صحیح ہے مجھے کالی شکتیوں کے گرو سے بات کرنی چاہیے میں ابھی اس کو بلا کر بات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر شنکر سومناتی نے کوئی منتر پڑھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا اور فوراً ہی کالی شکتیوں کا گروان کے سامنے حاضر ہو گیا۔

شنکر سومناتی نے کہا۔

"کالی شکتیوں کے گرو! میں نے سامری کے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے زندہ لاشوں کے وار کو بھی نشٹ کر دیا ہے اب تو میں ساحر اعظم کے خطاب کا حق دار ہو گیا ہوں پھر کیا وجہ ہے؟ کہ تم نے مجھے ابھی تک ساحر اعظم نہیں کہا۔"

کالی شکتیوں کے گرو نے جواب دیا۔

"نہیں شنکر سومناتی! نہیں! تم ابھی ساحر اعظم کے خطاب کے حق دار نہیں ہو یہ خطاب حاصل کرنے کے لئے تمہیں سامری سے مقابلہ کرنا ہو گا اور اس یدھ میں جو جیتے گا وہی ساحر اعظم ہو گا۔"

شنکر سومناتی نے پوچھا۔

"اگر میں سامری کو مقابلے کا چیلنج دوں اور وہ مقابلے کے لئے نہ آئے تو پھر کیا ہو گا؟" کالی شکتیوں کے گرو نے جواب دیا۔

"تمہیں تین بار اسے چتاؤنی دینی ہوگی اگر وہ نہ آیا تو پھر تمہیں ساحرِاعظم کا خطاب دے دیا جائے گا۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم میری طرف سے اسے چتاؤنی دے دو میں آج ہی اسے شکست دینا چاہتا ہوں۔" یہ سن کر کالی شکتیوں کا گرو غائب ہو گیا۔

سامری، ژپال سے دچن لینے کے بعد بہت خوش تھا کہ یکا یک کالی شکتیوں کا گرو اس کے سامنے پہنچ گیا۔

سامری نے نفرت اور غصے سے اس کی طرف دیکھا اور کڑک کر کہا۔

"تمہیں بغیر بلائے میرے پاس آنے کی جرات کیسے ہوئی۔"

کالی شکتیوں کے گرو نے جواب دیا۔

"میں تمہیں شنکر سومناتی کا سندیس دینے آیا ہوں اس نے آج تمہیں یدھ کی چتاؤنی دی ہے۔" سامری نے نفرت سے جواب دیا۔

"خبیث گرو! تجھے تو میں کتے کی موت ماروں گا یہ سب تیری کارستانی ہے تو کیا سمجھتا ہے کہ اس طرح شنکر سومناتی ساحرِاعظم بن جائے گا۔"

"کان کھول کر سن لو! یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی اور ساحرِاعظم بن جائے۔ جاؤ دفع ہو جاؤ اور جا کر اسے کہہ دو میرے پاس اماوس تک سمے نہیں ہے۔ میں اماوس کے بعد اس سے یدھ کروں گا اور یہ ثابت کر دوں گا کہ نہ تو کوئی ساحرِاعظم تھا اور نہ ہی سامری کے علاوہ کوئی ساحرِاعظم کہلا سکتا ہے۔ صرف اور صرف سامری ہی ساحرِاعظم ہے اور سامری ہی ساحرِاعظم رہے گا۔"

یہ سنتے ہی کالی شکتیوں کا گرو غائب ہو کر پھر شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"سامری کہتا ہے کہ اماوس تک میرے پاس سمے نہیں ہے میں اماوس کے بعد یدھ کے لئے

تیار ہوں۔" شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اماوس میں ابھی چند راتیں باقی ہیں اسے دو چار دن اور جی لینے دو آخر کو اس کی موت میرے ہی ہاتھوں ہوگی۔"

کالی شکتیوں کے گرو کے جاتے ہی سامری کے چہرے پر غم اور غصے کے سائے لہرانے لگے۔

اچانک سامری کے ذہن میں کوئی خیال آیا۔ اس نے فوراً اپنے تابوت میں سے بستر نکال کر ایک طرف پھینکا اور تابوت میں نیچے اتر گیا۔

تابوت میں سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ گیا نیچے ہر طرف اندھیرا تھا مگر سامری دن کی روشنی کی طرح دیکھ رہا تھا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک طرف پہاڑی تراش کر برآمدہ سا بنایا گیا تھا جس کے آگے لوہے کا جنگلہ لگا ہوا تھا۔ اس چھوٹے سے جیل نما کمرے میں ایک بہت ہی بوڑھا اور طویل قامت انسان لیٹا پڑا تھا۔ صرف اس کی سانسیں چلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ہلنے جلنے کے قابل بھی نہیں ہے۔

سامری جاتے ہی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"مجھے شما کر دو استاد! میں نے تم پر بہت ظلم کئے ہیں میں تمہیں آج رات آزاد کر کے تمہاری ساری شکتی واپس کر دوں گا۔ بہت جلد میرے نام کا سکہ ختم ہونے والا ہے۔ اپنی دی ہوئی شکتیوں کو تم ہی سنبھالنا مجھے تو میرا دشمن شنکر سومناتی ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے مار کر خود ساحرِاعظم بننا چاہتا ہے۔ میری تمام خطائیں شما کر دو۔" یہ کہہ کر سامری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اس کی آواز سن کر سامری کے استاد نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور بڑے پیار سے کہا۔

"رومت سامری! جب تک میں زندہ ہوں تم سے تمہارا خطاب کوئی نہیں چھین سکتا تم نے مجھے صدیوں سے قید کر رکھا ہے مگر میں پھر بھی تم سے خوش ہوں۔ میں نے ہمیشہ تجھے اپنا بالک سمجھا ہے مجھے تو یہی خوشی بہت ہے کہ میرا بالک جادوگروں کا شہنشاہ ہے ساحرِاعظم ہے۔ میرا آشیرواد تمہارے ساتھ ہے۔ شنکر کبھی بھی ساحرِاعظم نہیں بن سکتا۔"

"میں نے صدیوں پہلے اس بات کا حل تلاش کر لیا تھا کہ میرے بالک سامری کے علاوہ کوئی بھی ساحر اعظم نہ بن سکے۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ صدیوں بعد ایک جادوگر بھگت بھیل عرف شنکر سومناتی تم سے ساحر اعظم کا خطاب واپس لینے کے لئے یدھ کرے گا۔

شنکر سومناتی نے اپنی آتما اپنے جسم میں قید کر رکھی ہے اگر تم اسے تلوار سے قتل بھی کر دو تو بھی وہ نہیں مرے گا اور نہ ہی اس کے بدن سے خون نکلے گا۔ اس کے قتل کے بعد کالی شکتیاں اسے پھر سے زندہ کر دیں گی کیونکہ کالی شکتیاں اسے زندہ کرنے کی پابند ہیں اس نے آتما ہڈی کا منتر جاپ کرتے سمے کالی شکتیوں سے وچن لیا تھا اور جب بھی کوئی شنکر سومناتی کے جسم کے ٹکڑے کرے گا کالی شکتیاں انہیں پھر سے جوڑ دیں گی۔

شنکر سومناتی کو قتل کرنے کے لئے میں نے ایک سرخ تلوار تیار کی تھی جس پر میں نے تین سال منتر پڑھ کر شنکر سومناتی کے آتما ہڈی منتر کا توڑ کیا تھا۔

شنکر سومناتی اس تلوار کے سوا کسی بھی تلوار سے نہیں مرے گا۔ اس تلوار سے کٹتے ہی اس کے جسم سے خون نکلے گا اور ساتھ ہی اس کی آتما نکل جائے گی۔ پھر وہ کبھی زندہ نہیں ہو سکے گا۔"

یہ سن کر سامری کے پریشان چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس نے جلدی سے پوچھا۔

"استاد محترم وہ سرخ تلوار کہاں ہے؟"

سامری کے استاد نے جواب دیا۔

"وہ سرخ تلوار جب تم نے شگول جن کی لاش کو حنوط کر کے اس میں آتشی شکتی ڈال کر تابوت میں رکھی تھی اس سمے میں نے شگول جن کے تابوت میں اس کے بستر کے نیچے رکھی تھی۔"

یہ سنتے ہی سامری نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"واہ استاد! استاد ہو تو تیرے جیسا! اب میں شنکر سومناتی کو ناکوں چنے چبوا دوں گا۔ میں اسے بڑی بھیانک موت ماروں گا۔"

سامری کے استاد نے کہا۔

"اب تم مجھے یہاں سے نکال دو میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور ہر قدم پر تمہاری مدد کروں گا۔ پھر دیکھتا ہوں کوئی تمہیں کیسے شکست دے گا۔"

سامری نے جواب دیا۔

"خبیث بڈھے آزادی کے سپنے مت دیکھ میں تیری شکتیاں تجھے واپس کر دوں گا تو پھر میرے پاس کیا بچے گا ویسے بھی تیری بوڑھی ہڈیاں اس قابل نہیں کہ تو کسی یدھ میں جا سکے۔"

"میں تو صرف تجھ سے شنکر سومناتی کو مارنے کا گر معلوم کرنے آیا تھا وہ تم نے مجھے بتا دیا ہے اب مجھے کیا ضرورت ہے کہ تمہیں کھولتا پھروں۔ یہ کیا کم ہے کہ میں نے تجھے ابھی تک زندہ رکھا ہوا ہے ورنہ کب کا تو مر کھپ گیا ہوتا۔"

یہ کہہ کر سامری واپس ہو لیا اور اس کا استاد منہ دیکھتا رہ گیا مگر وہ سوائے صبر کے اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

سامری نے تابوت سے باہر نکل کر اس میں دوبارہ سے بستر درست کر کے رکھا اور پھر شگول جن کے تابوت والے کمرے کی طرف چل دیا۔

راہداری سے ہوتا ہوا سامری اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں شگول جن کا تابوت پڑا تھا۔

شگول کی راکھ اب تک اس کے تابوت میں پڑی تھی۔

سامری نے جلدی جلدی اس کا بستر راکھ سمیت نکال پھینکا اس کے بستر کے نیچے واقعی ایک سرخ تلوار موجود تھی۔ سرخ تلوار ہاتھ میں لیتے ہی سامری کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اس نے زیر لب کہا۔

شنکر سومناتی اب سامری تجھے بتائے گا کہ تو نے کس سے ٹکر لی ہے۔ تجھے ساحر اعظم بننے کا سپنا دیکھنا بڑا مہنگا پڑے گا۔

ابھی سامری بڑبڑا ہی رہا تھا کہ اچانک شلراگ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سامری اسے دیکھتے ہی طیش میں آ گیا اور پوچھنے لگا۔

"شلراگ تم کہاں تھے۔ میں نے تو تمہیں زندہ لاشوں کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔"

شلراگ نے جواب دیا۔

"آقا! میں زندہ لاشوں کی مدد کے لئے گیا تھا۔ مگر شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان نے جادو کے ذریعے تمام زندہ لاشوں کو نشٹ کر دیا ہے۔ میں بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر آیا ہوں۔"

سامری نے خونی نظروں سے شلراگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''جھوٹ مت بولو شلراگ! میں جانتا ہوں کہ تم اس یدھ پر گئے ہی نہیں۔ میں نے وہ سارا یدھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر تم وہاں کہیں نہیں تھے۔ سچ سچ بتاؤ تم کہاں گئے تھے؟ ورنہ میں تمہیں عبرتناک سزا دوں گا۔''

شلراگ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''آقا! میں واقعی وہاں نہیں گیا تھا بلکہ وادی میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا میرا خیال تھا کہ اگر زندہ لاشیں اس یدھ میں جیت گئیں تو واپسی پر میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا مگر وہ تو سب کی سب ماری گئیں۔ آقا! شنکر میں بڑی شکتی ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ میں کئی بار اسے آزما چکا ہوں اور ہمیشہ اس کا پلہ بھاری رہا ہے میں اس سے یدھ نہیں لڑ سکتا۔ مجھے تو آپ شما کر دیجئے اور شنکر سے یدھ کے لئے کسی ایسے جن کا انتخاب کریں جو اس سے زیادہ شکتی رکھتا ہو۔''

سامری نے غصے سے کہا۔

''تجویز تو تمہاری معقول ہے اور میں اس پر عمل بھی کروں گا مگر مجھے تمہارے جیسے بزدلوں کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس حال کو تمہاری ہی وجہ سے پہنچا ہوں اگر تم شنکر سومناتی کو پہلے ہی ختم کر دیتے تو آج وہ میرے قلعے پر قابض نہ ہوتا۔'' شلراگ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''آقا! مجھے شما کر دیں میں نے ایک عرصہ تک آپ کی خدمت کی ہے مجھے نہ ماریں مجھے اپنے چرنوں میں رہنے دیں۔'' مگر سامری نے غصے سے کہا۔

''نہیں! تم شما کے قابل نہیں ہو۔'' یہ کہہ کر سامری نے اسی سرخ تلوار سے شلراگ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور شلراگ کی گردن اور دوسرے اعضاء کمرے میں اِدھر اُدھر بکھر کر تڑپنے لگے۔ سامری نے شگول جن کے بستر سے وہ سرخ تلوار صاف کی اور اپنے تابوت والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

راجیل بن تماشی نفل پڑھ کر انسپکٹر قادری کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا۔

''کہو بیٹا قادری! کیسے آنا ہوا؟''

انسپکٹر قادری اس کے منہ سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔

''بابا جی جب آپ میرا نام جانتے ہیں تو پھر یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں آپ کے پاس کس لئے آیا ہوں؟''

راجیل بن تماشی نے جواب دیا۔

''بیٹا میں سب کچھ جانتا ہوں مگر تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔''

پھر انسپکٹر قادری نے اسے تمام ماجرا تفصیل سے سنا دیا۔ راجیل بن تماشی کہنے لگا۔

''بیٹا! راگا بن ملیان نے اپنا جسم ملتے ہی مجھ پر بھی بدروحوں سے حملہ کرانے کی کوشش کی تھی اور اسے پتھر کے بت میں میں نے ہی تبدیل کیا تھا مگر اُسے شنکر سومناتی نے صحیح کر لیا ہے۔ یہ شنکر سومناتی بڑا خطرناک جادوگر ہے وہ راگا بن ملیان کو اعتماد میں لینے کے لئے اس کے ساتھ ساتھ پھرتا رہا وہ اسے لے کر میرے پاس بھی آیا تھا تا کہ راگا کے سامنے سامری کے متعلق معلومات حاصل کر سکے کیونکہ یہ اس کے علم میں بھی نہیں تھا کہ سامری نے راگا بن ملیان کا تابوت کہاں چھپا رکھا ہے۔ وہ اسی لئے آیا تھا کہ شاید میں انہیں تابوت کا پتہ بتا دوں اور سامری کی شکتیوں سے آگاہ کر دوں مگر میں نے ان دونوں کو ان کے گھر پھینک دیا تھا۔''

انسپکٹر قادری نے کہا۔

''بابا جی میں ان سارے خبیثوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ انسان ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔''

راجیل بن تماشی بولا۔

''بیٹا یہ ایک نیک کام ہے اور تمہارا مقصد بھی نیک ہے اس لئے میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔ میں تمہیں ایک ایسی تلوار دوں گا جس سے تم بدی کی طاقتوں کو کیفرکردار تک پہنچا سکو گے۔ میں تمہارے دشمن آتمال کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر سکتا ہوں مگر فی الحال شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان کے حصار کو نہیں توڑ سکتا کیونکہ شنکر سومناتی نے خود پر اور راگا بن ملیان پر حفاظتی حصار لگا رکھا ہے۔''

آتمال کا نام سنتے ہی انسپکٹر قادری کے چہرے پر غم و غصے کی لہریں پھیل گئیں اور وہ کہنے لگا۔

''بابا جی یہ آتمال خبیث اس وقت کہاں ہے؟ اسے اس کی ماتا روپا بچا کر لے گئی تھی۔''

راجیل بن تماشی نے کہا۔

''وہ دونوں شنکر اور راگا سے مل گئے ہیں اور اس وقت سامری کے قلعے میں موجود ہیں۔''

انسپکٹر قادری بولا۔

''بابا جی اگر آپ آتمال کو پکڑ کر مجھے دے سکتے ہیں تو ضرور دیں میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ میں اس قاتل کو سب سے پہلے ختم کرنا چاہتا ہوں۔'' راجیل بن تماشی نے جواب دیا۔

''ابھی لو بیٹا یہ کون سا مشکل کام ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ آگے بڑھائے اور فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔

آتمال اس کے ہاتھوں میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اس نے آتمال کو انسپکٹر قادری کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا۔

''لو بیٹا تمہارا دشمن اور اس کی ماتا دونوں حاضر ہیں۔''

انسپکٹر قادری نے حیرانگی سے آتمال کی طرف دیکھا اس کی ماتا روپا بھی چمگادڑ کے روپ میں اس کے سینے سے چمٹی ہوئی تھی اور آتمال اور روپا دونوں ہی پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

اس وقت روپا چمگادڑ چھوٹی سی تھی انسپکٹر قادری پر نظر پڑتے ہی وہ یکدم اڑ گئی اور اوپر فضاء میں چکر لگانے لگی۔

انسپکٹر قادری نے آتمال کی طرف دیکھا اور کہا۔

''آتمال تم نے بہت سے بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے تم ہی میری زرتاش کے قاتل ہو آج تمہارا آخری دن ہے۔ جہاں جہاں تک نظر جاتی ہے زمین و آسمان کا آخری نظارہ کر لو۔''

آتمال نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے چھوڑ دو ورنہ میرا پتا راگا بن ملیان تم سے بھیانک انتقام لے گا۔'' آتمال کی آواز میں خوف و لرزش کا عنصر نمایاں تھا۔

انسپکٹر قادری نے غصے سے کہا۔

''تم [illegible] کی بھی ایسی کی تیسی۔'' یہ کہہ کر اس نے آتمال کو مارنا شروع کر دیا اور چند ہی

منٹوں میں اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا۔ آتمال چیخ رہا تھا اور مدد کے لئے اپنے پتا اور اپنی ماتا کو پکار رہا تھا۔

روپا بھی چیخ رہی تھی اب اس کا قد پہلے سے کافی بڑھ چکا تھا اور وہ بڑی جسامت میں اور بھی بھیانک لگ رہی تھی۔ وہ انسپکٹر قادری پر جھپٹنے کے لئے تیار تھی مگر راجیل بن تماشی کے خوف سے نیچے نہ آ رہی تھی۔

آتمال مار کھا کھا کر بے سدھ ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر راجیل بن تماشی نے کہا۔

''بس بیٹا قادری بس کرو اور یہ لو تیر کمان اس سے اس کا خاتمہ کر دو۔''

انسپکٹر قادری آتمال کو مارتے مارتے رک گیا اور راجیل بن تماشی کی طرف دیکھنے لگا وہ ہاتھ میں ایک تیر کمان لئے کھڑے تھے جس کا تیر سفید چمکدار چاندی کا تھا۔

انسپکٹر قادری نے آگے بڑھ کر راجیل بن تماشی سے چاندی کی تیر کمان لی اور کہا۔ شکریہ بابا جی واقعی یہ بدروح زادہ اسی سے ختم ہو سکتا ہے۔

یہ کہہ کر اس نے تیر کمان پر چڑھا لیا۔ مگر روپا انسپکٹر قادری کے راجیل بن تماشی کی طرف بڑھتے ہی آتمال پر جھپٹی اور اسے اپنے پنجوں میں دبوچ کر اڑ گئی۔

انسپکٹر قادری بھی تیر کمان پر چڑھا چکا تھا اور وہ ایک ماہر نشانے باز تھا اس نے روپا کو آتمال پر جھپٹتے دیکھ لیا تھا۔ ایک بار پہلے بھی روپا اس سے آتمال کو اسی طرح بچا کر لے گئی تھی مگر اب شاید روپا اور آتمال کے ستارے گردش میں تھے۔

انسپکٹر قادری نے تاک کر نشانہ مارا چاندی کا تیر آتمال اور روپا کو چیرتا ہوا ان کے جسموں میں پیوست ہو گیا۔

آتمال اور روپا نے ایک دلدوز چیخ ماری اور وہ تڑپتے ہوئے نیچے آ گرے۔ نیچے گرتے ہی ان کے جسموں میں آگ لگ گئی اور وہ چند ہی منٹوں میں جل کر راکھ ہو گئے۔

☆......☆......☆

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان، سامری کے قلعے کے نیچے تہہ خانے میں بیٹھے سامری اور شلراگ کو اماوس کی رات سے پہلے مارنے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے۔

راگا بن ملیان شنکر سومناتی سے کہہ رہا تھا۔

"یار شنکر' سامری بہت چالاک جادوگر ہے اس نے اماوس تک کی مہلت جان بوجھ کر لی ہو گی وہ اس عرصے میں ہم پر حملہ آور ضرور ہوگا اور ہمیں ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"وہ مجھے ختم کرنے کی کوشش کرے گا تمہیں نہیں!" راگا بن ملیان نے پوچھا۔

"میں بھی تو اس کا دشمن ہوں وہ مجھے کیوں چھوڑے گا؟"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"تم یہ بات نہیں سمجھو گے یہ میں ہی جانتا ہوں کہ وہ تمہیں کیوں نہیں مارے گا۔"

اچانک ان کے سامنے ایک ڈھانچہ آ کھڑا ہوا اور جھک کر کہنے لگا۔

"آقا! سامری نے اپنے دست راس شلراگ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ آپ کے خوف سے بھاگ گیا تھا اور زندہ لاشوں کی مدد کے لئے نہیں پہنچا تھا۔ دوسرے سامری نے آپ کے خلاف دیوؤں کے بادشاہ ژپال سے مدد مانگی ہے اور اس نے سامری کو وچن دیا ہے کہ میں اماوس کی رات کو تمہیں تمہارے قلعے کا قبضہ اور راگا بن ملیان کی لاش ضرور واپس دلا دوں گا۔"

یہ سنتے ہی راگا بن ملیان نے کہا۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا سامری ضرور ہم سے کوئی چال چل رہا ہے اور اسی لئے اس نے اماوس تک کی مہلت مانگی ہے۔"

شنکر سومناتی نے کہا۔

"یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ ضرور ہم سے کوئی چکر کرے گا پھر اس نے اسی ڈھانچے سے مخاطب ہو کر کہا۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ اور سامری پر نظر رکھو۔"

ڈھانچے کے جاتے ہی راگا بن ملیان نے شنکر سومناتی سے کہا۔

"اب کیا ہوگا؟"

شنکر سومناتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"چنتا مت کرو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک بدروح ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ شنکر نے

اسے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

اس بدروح نے چیخ ماری اور کہا۔

"آقا! آتمال اور اس کی ماتا نیچے وادی میں گھومنے گئے تھے مگر کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں آئے۔"

راگا بن ملیان نے کہا۔

"تو پھر نیچے وادی میں جا کر انہیں ڈھونڈ کر لے آؤ یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

بدروح نے جواب دیا۔

"آقا! میں نے وادی جا کر بھی پتہ کیا ہے وہاں کی ایک رہائشی بدروح نے مجھے بتایا ہے کہ آتمال یہاں وادی میں گھوم رہا تھا کہ یکا یک دو سفید ہاتھ نمودار ہوئے اور انہوں نے آتمال کو پکڑ لیا۔ اس کی ماتا روپا نے اسے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس نے روپا کو بھی پکڑ لیا پھر وہ سفید ہاتھ ان دونوں کو لے کر غائب ہو گئے۔"

یہ سنتے ہی راگا بن ملیان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اس نے شنکر سومناتی سے کہا۔

"یہ تو وہی سفید ہاتھ ہو سکتے ہیں جنہوں نے مجھے پتھر کے بت میں تبدیل ہونے کے بعد اٹھا کر شمشان گھاٹ کے باہر کھڑا کر دیا تھا۔"

شنکر نے کہا۔

"میں جانتا ہوں وہ سفید ہاتھ راجیل بن تماشی جن کے ہیں۔"

راگا بن ملیان نے پوچھا۔

"مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ سفید ہاتھ راجیل بن تماشی جن کے ہیں۔"

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

"یار ان ہاتھوں نے ہی تو ہمیں ہمالیہ سے اٹھا کر ہمارے گھر میں پھینکا تھا میں ان ہاتھوں کو کیسے بھول سکتا ہوں؟"

راگا بن ملیان نے پوچھا۔

"وہ آتمال اور روپا کا کیا کرے گا؟ اگر اسے پکڑنا تھا تو وہ ہمیں پکڑتا۔"

شنکر سومناتی نے کہا۔

''اب ہمیں پکڑنا آسان کام نہیں ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ وہ آتمال اور روپا کا کیا کرے گا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ انہیں ختم کر دے گا اور ہو سکتا ہے کہ اب تک اس نے انہیں ختم بھی کر دیا ہو۔''

راگا بن ملیان نے کہا۔

''یار جلدی کچھ کرو۔'' شنکر نے جواب دیا۔

''ان کے بارے میں تو معلومات بھی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس نے اپنے علاقے میں نوری حصار قائم کر رکھا ہے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر نہ کوئی اس حصار میں دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔''

راگا بن ملیان نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''پھر ہمیں ان دونوں کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں؟''

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

''اب ان دونوں کو بھول جاؤ تو بہتر ہے کیونکہ میرے خیال میں وہ پرلوک سدھار چکے ہیں۔'' راگا بن ملیان نے کہا۔

''یار تم اتنے بڑے جادوگر ہو۔ کیا تم اس راجیل بن تماشی کا کچھ نہیں کر سکتے؟''

شنکر سومناتی نے جواب دیا۔

''یار اگر میں اس کا کچھ کر سکتا تو اس سے نہ کر لیتا جب اس نے بے دردی سے اٹھا کر ہمیں ہمارے گھر میں پٹک دیا تھا۔ اب چھوڑ دو اس قصے کو اور ان دونوں کو بھول کر سامری کے متعلق سوچو۔''

راگا بن ملیان نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسے تمہاری مرضی۔''

☆......☆......☆

سرخ تلوار حاصل کر کے سامری پھولے نہ سما رہا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ اپنے تابوت پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا لوہے کا پتلا نکالا اور اسے زمین پر پھینک

دیا۔

پھر سامری نے کوئی منتر پڑھ کر اس لوہے کے پتلے کی طرف پھونک ماری اور لوہے کا پتلا یکدم کھڑا ہو گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا قد بڑھنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ ایک لوہے کا قوی ہیکل انسان نظر آنے لگا۔ سامری نے اس سے کہا۔

میں تمہیں اپنے قلعے میں بھیج رہا ہوں وہاں میرے دشمنوں نے قبضہ کر لیا ہے ان کو مار مار کر ختم کر دو۔

میرا ایک خاص دشمن شنکر سومناتی صرف اس سرخ تلوار سے ختم ہو سکتا ہے۔ یہ لے جاؤ اور شنکر سومناتی کو ختم کر دو مگر وہاں راگا بن ملیان بھی موجود ہے اس پر وار نہ کرنا کیونکہ مجھے اس کے صحیح سالم بدن کی ضرورت ہے۔

پھر اس نے سرخ تلوار اس لوہے کے پتلے کی طرف بڑھا دی۔

لوہے کے پتلے نے آگے بڑھ کر وہ سرخ تلوار تھام لی اور پھر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ شاید وہ صرف سن سکتا تھا چل پھر سکتا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا۔

اسی لئے اس نے سامری سے کوئی بات نہیں کی۔ سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دوسرے ہی لمحے وہ لوہے کا پتلا سامری کے قلعے میں کھڑا تھا۔ سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اسے قلعے کا منظر دیوار پر نظر آنے لگا۔

لوہے کے پتلے کے وہاں پہنچتے ہی بھگدڑ مچ گئی کئی جنات فوراً تلواریں لے کر اس کے مقابلے کے لئے آ گئے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

پھر جنوں میں اور اس لوہے کے پتلے میں خوفناک جنگ شروع ہو گئی چشم زدن میں لوہے کے پتلے نے کئی جنوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جنوں کے وار کا لوہے کے پتلے پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا تلوار لگتے ہی اس کے بدن سے چنگاریاں اڑنے لگتی تھیں مگر اس کو کچھ بھی نہ ہو رہا تھا۔

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان بھی شور سن کر تہہ خانے سے نکل آئے تھے اور جنوں کو لوہے کے پتلے سے لڑتا دیکھ کر شنکر سومناتی نے چیخ کر کہا۔

سب جنات اس سے دور ہٹ جائیں میں اس سے اکیلا ہی مقابلہ کروں گا یہ سنتے ہی سب جن اس لوہے کے پتلے سے دور ہٹ گئے۔ شنکر سومناتی نے فضا میں ہاتھ بلند کیا اور اس کے ہاتھ

میں بھی ایک تلوار آ گئی۔

اب شنکر سومناتی کا قد بھی اس لوہے کے پتلے کے برابر آ چکا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے شنکر سومناتی اور لوہے کے پتلے میں جنگ شروع ہو گئی۔

شنکر سومناتی کا ہر وار حیرت انگیز طور پر اس پر کارگر ہو رہا تھا اور اس کا لوہے کا جسم گوشت پوست کے جسم کی طرح کٹ رہا تھا۔

لوہے کے پتلے کی سرخ تلوار کا شنکر سومناتی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا اور سرخ تلوار شنکر سومناتی کے بدن پر لگتے ہی ربڑ کی طرح دہری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر سامری حیران رہ گیا اس نے سوچا۔

اس سرخ تلوار کا تو شنکر سومناتی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ضرور استاد نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔

وہ تو اچھا ہوا کہ میں نے لوہے کے پتلے کے ذریعے اس سرخ تلوار کو آزما لیا اگر میں جوش میں یہ تلوار لے کر شنکر سومناتی سے مقابلے کے لئے چلا جاتا تو میری ہار یقینی تھی اور میرے ہارنے کے بعد شنکر سومناتی کو ساحر اعظم کا خطاب دے دیا جاتا۔

شنکر سومناتی نے کچھ ہی دیر میں لوہے کے پتلے کو جگہ جگہ سے کاٹ ڈالا۔ اس کو ہارتے دیکھ کر سامری نے سوچا کہ اگر پتلا ختم ہو گیا تو پھر سرخ تلوار بھی جاتی رہے گی میں اسی تلوار سے استاد کو ختم کروں گا تاکہ اسے بھی دھوکہ دینے کی سزا مل سکے۔

یہ سوچ کر اس نے فوراً ہاتھ کا اشارہ کیا اور لوہے کا پتلا واپس اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

سامری نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور اسے غور سے دیکھا مگر وہ تو اصلی تلوار تھی۔ سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہوا لوہے کا پتلا ٹکرے ٹکرے ہو کر بکھر گیا۔

پھر سامری نے دیوار پر شنکر سومناتی کی طرف دیکھا راگا بن ملیان نے خوشی سے اسے اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور جن وبھوت شنکر سومناتی کی جے کے نعرے لگا رہے تھے۔

سامری نے نفرت سے ان کی طرف دیکھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا دوسرے ہی لمحے روشن دیوار تاریک ہو گئی۔ سامری نے جلدی جلدی تابوت میں سے بستر نکال کر ایک طرف رکھا اور سیڑھیاں اتر کے استاد کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ استاد نے سامری کے آنے کی آہٹ سن کر بمشکل آنکھیں

کھولیں اور پوچھا۔

"کیا بات ہے سامری؟ اب کیوں آئے ہو؟"

سامری نے غصے سے جواب دیا۔

"استاد تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس تلوار کا تو شنکر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔"

استاد نے جواب دیا۔

"تم تو جلدی میں چلے گئے تھے اس کے استعمال کا طریقہ تو تم نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں تھا اس طریقے کے بغیر یہ تلوار سب پر اثر کرے گی مگر شنکر سومناتی پر اثر نہیں کرے گی۔"

سامری نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ کیا طریقہ ہے؟"

استاد نے جواب دیا۔

"پہلے مجھے آزاد کر کے میری شکتیاں واپس کر دو پھر میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں گا ورنہ نہیں۔"

سامری نے کہا۔

"استاد تم مجھے وہ طریقہ بتا دو میں تمہیں آزاد کر کے تمہاری شکتیاں واپس کر دوں گا۔ میں اب صرف اور صرف شنکر سومناتی کو مار کر اپنا ساحر اعظم کا اعزاز برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

استاد نے کہا۔

"تم پہلے بھی کئی بار مجھے آزاد کرنے کا کہہ چکے ہو مگر تم نے مجھے آج تک قید کیا ہوا ہے جب بھی تم پر کوئی بپتا پڑتی ہے تم مجھے آزاد کرنے کا کہہ کر اس کا اپائے پوچھ لیتے ہو مگر مجھے آزاد نہیں کرتے۔ اب میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ جب تک تم مجھے آزاد نہیں کرتے میں وہ طریقہ نہیں بتاؤں گا۔ تم مجھے آزاد کر کے میری شکتیاں واپس کر دو میں شنکر سومناتی کو خود ختم کر دوں گا اور تمہارا قلعہ اور راگا بن ملیان کی لاش دونوں تمہیں دے کر یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔"

سامری نے جواب دیا۔

’’ٹھیک ہے استاد تم جیسا کہتے ہو میں ویسا ہی کروں گا مگر میں شنکر سومناتی کو اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’میں تمہیں آزاد کرنے کا وچن دیتا ہوں آج سے پہلے کبھی میں نے تمہیں آزاد کرنے کا وچن نہیں دیا اور یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ سامری ہمیشہ اپنا وچن پورا کرتا ہے۔‘‘

’’تم مجھے ابھی اس تلوار کے منتر کو جاری کرنے کا طریقہ بتا دو میں تمہیں اسی سے آزاد کرتا ہوں مگر تمہاری شکتیاں شنکر سومناتی کو مارنے اور کالی شکتیوں کو نافرمانی کی سزا دینے کے بعد واپس دوں گا۔‘‘

اس کے استاد نے کہا۔

’’ٹھیک ہے اگر تم وچن دے رہے ہو تو سنو اس سرخ تلوار پر منتر پڑھے صدیاں بیت گئی ہیں اس سرخ تلوار کو الو کے خون کو جلا کر اس کی دھونی دو گے تو اس کا منتر پھر سے کام کرنے لگے گا اور پھر شنکر سومناتی پر اس منتر کا اثر ہوگا۔‘‘

’’میں نے تمہیں اس سرخ تلوار کے منتر کو جاری کرنے کا طریقہ بتا دیا ہے اب تم اپنا وچن پورا کرو اور مجھے آزاد کر دو۔‘‘

سامری نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

’’استاد میں نے تمہیں آزاد کرنے کا وچن دیا ہے میں اپنا وچن ضرور پورا کروں گا میں تمہیں ضرور آزاد کروں گا لیکن اس جنگلے سے نہیں بلکہ میں تمہیں اس دنیا سے ہی آزاد کر دوں گا۔‘‘

’’میں نے تمہاری آتما کو اس جسم میں قید کر کے تمہیں ،زندہ رکھا ہوا ہے جاؤ آج میں تمہیں مکتی دیتا ہوں آج سے تم آزاد ہو۔‘‘

یہ کہہ کر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس کے استاد کا جسم غبارے کی طرح پھٹ کر بکھر گیا۔ مگر وہاں گوشت اور خون کی بجائے مٹی کے ڈھیلے پڑے تھے۔

پھر سامری نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو اس کے سامنے ایک جن حاضر ہو گیا سامری نے اسے کہا۔ جاؤ الو کا خون اور آگ لے آؤ۔

وہ جن غائب ہو گیا اور چند ہی لمحے بعد وہ الو کا خون اور آگ کی انگیٹھی لے کر حاضر ہو گیا۔

سامری نے کئی بار الو کا خون دہکتے ہوئے کوئلوں پر ڈالا اور سرخ تلوار کو اس کے دھوئیں پر کر دیا کئی بار ایسا کرنے کے بعد سامری نے اس جن کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو وہ جن غائب ہو گیا۔

سامری نے تلوار پر ایک نظر ڈالی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔

’’شنکر اب تجھے میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا اب میں دیکھوں گا کہ تم ساحر اعظم کیسے بنتے ہو؟ تمہاری مددگار کالی شکتیوں کو بھی میں عبرتناک سزا دوں گا۔‘‘

راگا بن ملیان اور شنکر سومناتی سامری کے قلعے میں موجود تھے قلعے میں حفاظتی انتظامات سخت کر دیئے گئے تھے۔

آج اماوس کی رات تھی اور ان کی اطلاع کے مطابق سامری کا دوست ژپال اپنے دیوؤں کی فوج کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے والا تھا۔ قلعے میں چاروں طرف جنات تلواریں لئے کھڑے تھے۔

اس وقت قلعے میں کئی ہزار جن، چڑیلیں، بھوت، ڈھانچے اور بلائیں موجود تھیں ایک ہزار جن نیچے وادی کے غاروں میں چھپے بیٹھے تھے تاکہ دیوؤں کے حملہ کرتے ہی ان پر پیچھے سے بھی حملہ کیا جا سکے اور ان کو چاروں طرف سے گھیر کر مارا جا سکے۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

سامری اپنے سمادھی والے تہہ خانے میں موجود تھا اس کے ہاتھ میں سرخ تلوار موجود تھی اور سامنے روشن دیوار پر ژپال اپنی تمام تر خوفناکیت کے ساتھ موجود تھا اور سامری اس سے کہہ رہا تھا۔

’’ژپال آج تیرے وچن کی رات ہے اپنا وچن پورا کرو اور شنکر سومناتی کو عبرتناک سزا دو۔‘‘

ژپال نے جواب دیا۔

’’چنتا مت کر سامری! ژپال اپنا وچن ضرور پورا کرے گا میری سینا تیار کھڑی ہے اب سے کچھ دیر بعد ہم شنکر سومناتی پر حملہ آور ہوں گے اور پھر بھگوان نے چاہا تو تمہارا سب کچھ تمہیں واپس کر دیں گے۔‘‘

سامری نے کہا۔

"یہ یاد رہے کہ اس یدھ میں راگا بن ملیان کو کچھ نہ ہو ورنہ میرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔"

ژپال کہنے لگا۔

"سامری تو بتائے یا نہ بتائے مگر میں جانتا ہوں کہ راگا بن ملیان کا بلیدان دے کر ہی تو نے امر شکتی حاصل کی تھی۔ راگا بن ملیان کا صحیح سالم بدن ہی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے اگر راگا بن ملیان کے جسم کو ختم کر دیا جائے تو تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔"

یہ سن کر سامری کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ژپال میرے دوست آہستہ بولو! کہیں کوئی سن نہ لے یہ راز آج تک میرے سینے میں دفن ہے اس راز کا کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

ژپال نے جواب دیا۔

"سامری میں نے اپنی سینا کو حکم دے دیا ہے وہ راگا بن ملیان کی حفاظت میری جان سے بھی زیادہ کریں گے اسے کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے دس دیوؤں کو کہہ دیا ہے وہ سب سے پہلے راگا بن ملیان کو اپنی حفاظت میں لے لیں۔"

سامری نے کہا۔

"ٹھیک ہے ژپال! تمہارا اپکار ہے ورنہ میں تو مایوس ہو چکا تھا۔"

ژپال نے کہا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں یدھ کا سمے ہو گیا ہے۔" پھر دیوار پر سے ژپال کا چہرہ غائب ہو گیا اب وہاں دیوؤں کی فوج نظر آ رہی تھی جو کہ سامری کے قلعے کی طرف پرواز کر رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں دیوؤں کی فوج قلعے میں اترنا شروع ہو گئی اور پھر جن اور دیو تلواریں سونت کر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ رات کے سناٹے میں فضا میں تلواروں کی کھنکھناہٹ اور جنوں و دیوؤں کی غراہٹیں گونج رہی تھیں چڑیلیں اور ڈھانچے بھی بے جگری کے ساتھ لڑ رہے تھے کافی دیو اور جنات مارے جا چکے تھے۔

شنکر سومناتی اور راگا بن ملیان قلعے میں نیچے تہہ خانے میں بیٹھے اس خونی جنگ کے مناظر دیوار پر دیکھ رہے تھے۔

سامری بھی بڑی بے چینی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لمحہ بہ لمحہ اس کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں اور سرخ تلوار پر اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

غاروں میں چھپے ہوئے جنات بھی دیوؤں پر حملہ آور ہو گئے تھے مگر پھر بھی جنات کافی تعداد میں مارے جا چکے تھے اور دیوؤں کا اس یدھ میں پلہ بھاری ہوتا جا رہا تھا۔

ژپال خود بھی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا اور جنوں سے لڑ رہا تھا۔ دیوؤں کی فوج کا پلہ لمحہ بہ لمحہ بھاری ہوتا جا رہا تھا اور سامری کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔

یہ دیکھ کر شنکر سومناتی نے راگا بن ملیان سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو راگا! میں ان دیوؤں سے نمٹ کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے تلوار نکالی اور دوڑتا ہوا ژپال کے سامنے پہنچ گیا کیونکہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جب تک ژپال زندہ ہے اور اپنی فوج کے شانہ بشانہ لڑ رہا ہے اس وقت تک اس کی فوج کو شکست نہیں ہو سکتی۔

ژپال اسے دیکھ کر اس کی طرف لپکا اور اس پر ایک زوردار تلوار کا وار کر دیا۔ مگر شنکر سومناتی نے اس کا وار اپنی تلوار پر روکا اور پھر اس پر حملہ آور ہو گیا۔

شنکر سومناتی کے ہاتھ بجلی کی طرح چل رہے تھے اس نے ذرا سی دیر میں ہی ژپال کو تھکا دیا ویسے بھی ژپال کافی دیر سے جنوں سے لڑ رہا تھا اس لئے وہ پہلے ہی تھک چکا تھا جبکہ شنکر سومناتی تازہ دم تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے شنکر سومناتی نے ایک زوردار وار کیا اور ژپال کا ہاتھ تلوار سمیت کٹ کر دور جا گرا اس نے ایک کریہہ چیخ ماری اس کے چیخ مارتے ہی دیو یکدم رک گئے۔

اس سے پہلے کہ کوئی دیو آگے بڑھ کر ژپال کی مدد کرتا شنکر سومناتی نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

ژپال کے مرتے ہی دیو بھاگنا شروع ہو گئے دیوؤں کو بھاگتے دیکھ کر سامری طیش میں آ گیا اس نے فوراً ہی سرخ تلوار سنبھالی اور دوسرے ہی لمحے وہ اپنے قلعے میں پہنچ کر شنکر سومناتی پر حملہ آور ہو گیا۔

اب دو ساحر ایک دوسرے کے مدمقابل تھے ایک ساحر اعظم تھا تو دوسرا ساحر اعظم کے خطاب کا امیدوار تھا۔

تمام دیو فرار ہو چکے تھے کافی جنات اور دیو مارے جا چکے تھے۔ قلعے میں جگہ جگہ جنوں، دیوؤں، چڑیلوں اور ڈھانچوں کے اعضاء بکھرے پڑے تھے۔

شنکر سومناتی اور سامری ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے ان دونوں کے جسموں پر کئی جگہ گھاؤ لگ چکے تھے اور وہ دونوں خون میں بھیگے ہوئے تھے۔

راگا بن ملیان بھی تہہ خانے سے نکل آیا تھا اور ایک طرف کھڑا تھا۔ جنات، چڑیلیں ڈھانچے، بدروحیں اور بھوت ان دونوں کے درمیان ہونے والی جنگ دیکھ رہے تھے۔

اچانک شنکر سومناتی تڑپتی ہوئی ٹرپال کی گردن کے قریب پہنچ گیا اس کی گردن نے شنکر سومناتی کو دیکھا اور اچھل کر اس کی ٹانگ میں دانت گاڑ دیئے۔

شنکر سومناتی یکدم جھکا اور اس کی گردن کے بال پکڑ کر کھینچنے لگا تا کہ اسے ٹانگ پر سے ہٹا سکے۔

یہی جھکنا ہی شنکر سومناتی کے لئے قیامت ثابت ہوا سامری نے فوراً اس کی گردن پر ایک زوردار وار کر دیا۔

اس کی گردن کٹ کر دور جا گری اور اس کے دھڑ سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ سامری نے فوراً ہی اس کے دھڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور راگا بن ملیان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دیکھ لے راگا! سامری ناقابل شکست ہے اب میں اپنے ایک ایک دشمن سے بدلہ لوں گا۔ کالی شکتیوں کے لئے موت کا سندیس بن جاؤں گا۔ غداروں کو موت کی سزا دوں گا۔" یہ سنتے ہی تمام جن، ڈھانچے، چڑیلیں اور بدروحیں سامری کے آگے جھک گئے اور کہنے لگے۔

"آقا! آپ مہان ہیں! آپ ساحر اعظم ہیں اور ہمیشہ ساحر اعظم رہیں گے ہمیں شما کر دیں ہم شنکر کے جادو کے آگے بے بس ہو گئے تھے ہم تو آج بھی آپ کے وفادار ہیں۔"

سامری نے راگا بن ملیان سے کہا۔

"راگا میں نے ہمیشہ تمہیں اپنا دوست سمجھا ہے مگر تم شنکر سومناتی کی باتوں میں آ کر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ اب تمہیں بھی معلوم ہو گیا کہ شکتی کس کی زیادہ ہے میں چاہوں تو تجھے سزا دے سکتا ہوں۔ مگر میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا میں تمہیں شما کرتا ہوں آؤ میرے گلے لگ جاؤ

آج سے تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے۔"

☆......☆......☆

انسپکٹر قادری قلعے میں ہونے والی ساری کارروائی راجیل بن تماشی کے غار کی دیوار پر دیکھ رہا تھا۔

سامری کے فتح حاصل کرتے ہی راجیل بن تماشی نے انسپکٹر قادری سے کہا۔

"بیٹا اب وقت آ گیا ہے جاؤ اور سامری کو نیست و نابود کر دو یہ لو چاندی کی تلوار اس سے راگا بن ملیان کا بدن ختم کر دو سامری اپنی موت آپ مر جائے گا۔"

انسپکٹر قادری نے راجیل بن تماشی سے چاندی کی تلوار لے لی اور کہا۔

"بابا جی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ظالموں کے خاتمے کے لئے میرا ساتھ دیا ان ظالموں کے خاتمے کے بعد چاہے مجھے پھانسی بھی ہو جائے مجھے کوئی دکھ نہیں ہو گا۔"

راجیل بن تماشی جن نے کہا۔

"بیٹا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں تمہیں پھانسی نہیں ہو گی۔ بلکہ تم بری ہو جاؤ گے۔ اب چلو میں تمہیں سامری کے قلعے میں پہنچا دیتا ہوں۔"

انسپکٹر قادری تلوار سنبھال کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بابا جی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دی اور دوسرے ہی لمحے انسپکٹر قادری سامری کے قلعے میں موجود تھا۔

☆......☆......☆

سامری کی بات سن کر راگا بن ملیان کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھا اسے وشواس نہیں ہو رہا تھا کہ سامری نے اسے شما کر دیا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ سامری کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک انسپکٹر قادری نے وہاں پہنچ کر راگا بن ملیان کے سینے پر تلوار رکھ دی اور کہا۔

"رک جاؤ راگا بن ملیان! سامری تمہیں شما نہیں موت دینے والا ہے۔"

انسپکٹر قادری کو دیکھ کر راگا بن ملیان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"سامری" انسپکٹر قادری کو دیکھتے ہی چیخا۔

"انسپکٹر قادری اگر ہمت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو میرے دوست کو چھوڑ دو۔"

انسپکٹر قادری نے جواب دیا۔

"مجھ سے ٹکرا کر تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو مگر آج میں تمہیں پہلے کی طرح فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔" پھر اس نے راگا بن ملیان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سنو! راگا بن ملیان' سامری تمہیں گلے سے لگا کر شانہیں کرے گا بلکہ تمہاری گھور آتما کو تمہارے جسم سے نکال کر پھر سے کہیں دفن کر دے گا۔"

"یہ تمہارا بلیدانی جسم حاصل کر کے پھر سے کالی شکتیوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے تمہارا صحیح سالم بدن اس کی زندگی کی ضمانت ہے۔"

یہ سن کر سامری نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں راگا! یہ جھوٹ بول رہا ہے تم میرے پاس آ جاؤ اس میں مجھ سے مقابلے کی ہمت نہیں ہے یہ تمہیں یرغمال بنا کر مجھے جھکانا چاہتا ہے۔"

راگا بن ملیان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ انسپکٹر قادری نے کہا۔

"اگر یقین نہیں آتا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ کہہ کر انسپکٹر قادری نے ایک زوردار وار راگا بن ملیان کے بازو پر کر دیا اور اس کا بازو کٹ کر نیچے گر گیا ساتھ ہی سامری کا بازو بھی کٹ گیا۔"

سامری نے ایک چیخ ماری اور تلوار پھینک کر اپنا کٹا ہوا بازو پکڑ لیا جہاں سے خون تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔

یہ دیکھ کر راگا بن ملیان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور سامری گڑگڑا کر انسپکٹر قادری سے رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

انسپکٹر قادری نے کہا۔

"تم نے کبھی کسی پر رحم نہیں کیا پھر میں تم پر رحم کیوں کروں اگر میں تمہیں چھوڑ بھی دوں تم پھر بھی انسانوں پر ظلم ہی ڈھاؤ گے۔" پھر اس نے راگا بن ملیان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جاؤ راگا میں تمہیں مکتی دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے راگا کی گردن الگ کر دی اور اس کے ساتھ ہی سامری کی گردن بھی کٹ کر گر گئی اور اس کا دھڑ اور گردن تڑپنے لگے۔

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر قادری نے چیخ کر جنوں اور بھوتوں سے کہا۔

"جاؤ آج سے تم سب بھی آزاد ہو۔" یہ سنتے ہی سب جن' بھوت' ڈھانچے' بدروحیں اور چڑیلیں خوشی سے چیختے ہوئے بھاگ نکلے۔

کچھ دیر تڑپنے کے بعد راگا بن ملیان اور سامری کے جسموں میں آگ لگ گئی اور وہ چند ہی منٹوں میں راکھ کا ڈھیر بن گئے۔

انسپکٹر قادری نے زمین پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور عمل پڑھ کر سمرات کی طرف دیکھا۔

وہ جیل کے کمرے میں موجود تھا انسپکٹر قادری کو متوجہ دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

انسپکٹر قادری نے اس کو کھڑے ہوتے دیکھ کر کہا۔

"سمرات! مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

دوسرے ہی لمحے وہ جیل کے کمرے میں سمرات کے سامنے کھڑا تھا اس نے آنکھیں کھول کر سمرات کو گلے لگایا اور کہا۔

"جاؤ سمرات آج سے تم بھی آزاد ہو۔" سمرات نے انسپکٹر قادری کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

"آقا! اگر کبھی میری ضرورت ہو تو مجھے یاد کر لینا میں پھر بھی حاضر ہو جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

اگلے دن انسپکٹر قادری کے کیس کا فیصلہ تھا۔ عدالت نے اس کے سابقہ ریکارڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے باعزت بری کر دیا۔

فیصلہ دیتے وقت جج کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ انسپکٹر قادری ان آنکھوں کی چمک یاد کرنے لگا اور سوچنے لگا یہ آنکھیں یہ چمک تو میری جانی پہچانی ہیں مگر اسے یاد نہ آ رہا تھا کہ یہ آنکھوں کی چمک اس نے کہاں دیکھی ہے۔

فیصلے کے بعد انسپکٹر قادری کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے مگر اس کا دل زرتاش کے صدمے سے پھٹا جا رہا تھا۔

اچانک اسے یاد آیا کہ یہ پراسرار چمکدار آنکھیں تو راجیل بن تماشی جن کی تھیں اس نے احسان مند نظروں سے جج کی کرسی کی طرف دیکھا مگر وہ تو کب کا فیصلہ سنا کر جا چکا تھا اور انسپکٹر قادری کو دکھ تھا کہ وہ اپنے محسن کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکا۔

ختم شد